بنو عباس کے عہد عروج (۱۳۲ھ تا ۲۴۷ھ) میں محدثین کی خدمات

(تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

حیات اللہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

نمل یونیورسٹی، اسلام اباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2014ء - 2019ء

بنو عباس کے عہد عروج (۱۳۲ھ تا ۲۴۷ھ) میں محدثین کی خدمات

(تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

حیات اللہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

نمل یونیورسٹی، اسلام اباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2014ء- 2019ء

© حیات اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے ،وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **بنو عباس کے عہد عروج (۱۳۲ھ تا ۲۴۷ھ) میں محدثین کی خدمات**

(تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)

" The Contributions of Hadith Scholars during the peak period (132 AH to 247AH) of Abassid Rule"

(A historical and analytical study)

" Banu Abbas key Ehde Uruj(132 AH to 247AH) me Muhaddithin ki khidmat"

(Tarikhi wa Tajziyati Mutalia)

نام مقالہ نگار: حیات اللہ

رجسٹریشن نمبر: 499-PhD/IS/S14

ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر نور حیات خان ____________________

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی ____________________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

میجر جنرل (ر) محمد جعفر ____________________

(ریکٹر نمل) دستخط ریکٹر نمل

تاریخ: ____________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں حیات اللہ ولد میر عالم خان

رجسٹریشن نمبر: 499-PhD/IS/S14

طالب علم، پی ایچ۔ڈی (شعبہ علوم اسلامیہ) نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد، اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **بنو عباس کے عہد عروج (۱۳۲ھ تا ۲۴۷ھ) میں محدثین کی خدمات**

(تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)

پی ایچ۔ڈی (علوم اسلامیہ) کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔اور ڈاکٹر نور حیات خان کی نگرانی میں مکمل کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی آئندہ کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: حیات اللہ

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

انتساب

صوبہ پنجاب کی عظیم دینی درسگاہ

مادرِ علمی

جامعہ " اسلامیہ امدادیہ" فیصل آباد

کے نام جہاں کے علمی و تربیتی ماحول نے میری نشو و نما میں نمایاں کردار ادا کیا ہے

اظہارِ تشکر

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى أصحابه أجمعين وبعد!

اللہ رب العزت کا بندہ ناچیز پر احسانِ عظیم ہے کہ جس نے تحقیق کا ایک سنگ میل محض اس کے فضل وکرم سے طے کیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری نیت کو احساس قابلیت کی بجائے شرف قبولیت کے لئے خالص کردے اور خدائے شکور سے امید کرتا ہوں کہ وہ اسے استفادہ امت کا باقی رہنے والا ذریعہ بنائے اور آخرت میں ذکر سید الصالحین کے طفیل اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور معاونین کو اس صدقہ جاریہ میں تا قیامت شریک فرمائے (آمین)

اس مقالہ کے آغاز سے تکمیل تک کسی بھی صورت میں نگرانی اور تعاون کرنے والے جملہ افراد کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، خصوصا نگران مقالہ محترم ڈاکٹر نور حیات خان حفظہ اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس تحقیقی کام کے ہر قدم پر مجھے جن کی رہنمائی حاصل رہی اور اللہ کے فضل و کرم سے مقالہ مکمل ہو سکا۔ میں استاد محترم ڈاکٹر عبد الغفّار بخاری (صدر شعبہ علوم اسلامیہ) کا بھی شکر گزار ہوں جن کی شفقت ورہنمائی اور خاص کر خطہ کی تیاری میں تعاون شامل رہا۔ اسی طرح میں اپنے جامعہ نمل کے تمام اساتذہ کرام کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے مجھے درس و تدریس کے قابل بنایا۔

اس کے ساتھ ساتھ میں نے ادارہ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد)، پنجاب یونیورسٹی (لاہور)، نذیر لائبریری (نمل ، اسلام آباد)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) اور ڈاکٹر سہیل حسن صاحب کی ذاتی لائبریری سے خوب استفادہ کیا ہے۔ میں ان تمام لائبریریوں کے منتظمین کا مشکور و ممنون ہوں۔

حیات اللہ

Abstract

Hadith is the second source of legislation in Islam and its significance has been felt since the beginning up to its evolution. Moreover, the discipline acquired greater attention in the era of Companions (may God be pleased with them) which continued till the codification of Hadith. On one hand, Hadith has been shown interest from a number of perspectives such as: theological, legal and missionary and at the same time the discipline of Hadith saw its pinnacle. It started from oral transmission and small codices however, the foundations of this discipline were set during Umayyad rule which later on acquired a scholarly form in the prime time of Abassid rule (132 AH to 247AH). During this golden era research went underway in different sub-disciplines – research into the textual content of Hadith, chains of transmission, biographies of narrators, Interpretation of rare and difficult terms and implicit weaknesses in Hadith among many.

This project aims to promote a broader understanding of Hadith scholars and their scholarly work during Abassid rule (132 AH to 247AH). Thus, it carries the title "The services of Hadith scholars during the pinnacle of Abassid rule. It includes the following chapters.

Chapter One"The historical perspective of Abbasid dynasty" draws a circle around the political background of Abbasid dynasty and detailed introduction of caliphs. In addition, it describes the religious and political sects of that era.

Chapter two, "Introduction to famous Hadith scholars during Abbasid dynasty" describes the propagation of Hadith disciplines.

Chapter three, "The various centers of Hadith scholarship" describes the various centers of Hadith Scholarship besides; their importance and scholarly nature. Moreover, Arab and non-Arab centers have also been distinguished. The chapter concludes on the scholarly activities of these centers.

Chapter four," Contribution of Hadith Scholars" discusses the first and second generation of successors of Companions (may God be pleased with them) and their academic contribution to Hadith. The four major legal schools and their services regarding Hadith have been discussed.

Chapter five," Hadith disciplines during Abbasid dynasty" describes various disciplines that deal with textual content of Hadith and its chains of transmission. The branches of the discipline of Hadith have also been discussed. The heretic sects who deny the legal consequences of Hadith also come under discussion.

In the end, the thesis includes conclusions and suggestions.

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1۔	مقالہ منظوری کا فارم	i
2۔	حلف نامہ فارم	ii
3۔	انتساب	iii
4۔	اظہار تشکر	iv
5۔	Abstract	v
6۔	فہرست عنوانات	vi
7۔	مقدمہ تحقیق	xiii
8۔	**باب اول: عہد بنو عباس کا تاریخی جائزہ**	1
9۔	**فصل اول: خاندان بنو عباس، تاریخی پس منظر**	2
10۔	**مبحث اول: بنو عباس کا خاندانی پس منظر**	4
11۔	**مبحث دوم: بنو عباس کا سیاسی پس منظر**	11
12۔	**فصل دوم: خلفائے بنو عباس**	16
13۔	آبو العباس عبد اللہ سفاح(132ھ تا136ھ)	17
14۔	ابو جعفر عبد اللہ منصور(136ھ تا158ھ)	23
15۔	مہدی بن ابو جعفر منصور(158ھ تا169ھ)	26
16۔	ہادی بن مہدی(169ھ تا170ھ)	31
17۔	ہارون الرشید بن مہدی(170ھ تا193ھ)	33
18۔	امین الرشید(193ھ تا198ھ)	35
19۔	مامون الرشید(198ھ تا218ھ)	37
20۔	معتصم باللہ(218ھ تا227ھ)	39

41	واثق باللہ (227ھ تا 232ھ)	21۔
44	متوکل علی اللہ (232ھ تا 247ھ)	22۔
47	زوال پذیر دور	23۔
48	دورزوال	24۔
49	**فصل سوم: عہد بنو عباس میں سیاسی و مذہبی فرقوں کا ظہور**	25۔
50	علوی تحریک	26۔
53	خوارج	27۔
56	معتزلہ	28۔
59	فرقہ راوندیہ	29۔
60	فرقہ مقنعیہ	30۔
61	فرقہ خرمیہ	31۔
65	فرقہ زنادقہ	32
71	**باب دوم: عہد بنو عباس کے مشاہیر محدثین کا تعارف**	33۔
72	**فصل اول: عہد بنو عباس میں علم حدیث کی نشرواشاعت**	34۔
79	**فصل دوم: تابعین محدثین کرام کا تعارف**	35۔
80	**مبحث اول: باقاعدہ صحابہ کرامؓ سے باضابطہ روایت کرنے والے محدثین تابعین کرامؒ**	36۔
80	سلمۃ بن دینارأبو حازم الاعرج (م135ھ)	37۔
82	عطاء بن ابی مسلم الخراسانی (م135ھ)	38۔
83	زید بن اسلم مولیٰ (حضرت عمرؓ) (م136ھ)	39۔
85	عطاء بن السائب (م136ھ)	40۔
87	عاصم بن سلیمان الأحول (م142ھ)	41۔
89	ہشام بن عروہ (61۔ 146ھ)	42۔

90	اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی (م146ھ)	43۔
93	**مبحث دوم: وہ محدثین تابعین کرامؒ جنہوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا یا ملاقات کی**	44۔
93	داود بن أبی ہند دینار (م139ھ)	45۔
95	یونس بن عبید العبدی (م140ھ)	46۔
96	سلیمان بن مہران، الأعمش (61۔ 147ھ)	47۔
99	ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفی (80۔150ھ)	48۔
101	محمد بن اسحاق (م151ھ)	49۔
103	نجیح بن عبد الرحمن السندی (170ھ)	50۔
107	**فصل سوم: مشاہیر تبع تابعین محدثین کرام کا تعارف**	51۔
108	**مبحث اول: دوسری صدی ہجری کے مشاہیر تبع تابعین محدثین کرامؒ اور ان کا تعارف واحوال**	52۔
108	ابن جریج (80-150ھ)	53۔
111	معمر بن راشد (95-153ھ)	54۔
113	سعید بن ابی عروبہ (156ھ)	55۔
116	امام اوزاعی (88-157ھ)	56۔
118	ربیع بن صبیح (160ھ)	57۔
120	شعبۃ بن الحجاج (82-160ھ)	58۔
123	سفیان ثوری (97-161ھ)	59۔
126	حماد بن سلمہ (167ھ)	60۔
128	لیث بن سعد (94-175ھ)	61۔
130	امام مالکؒ (179ھ)	62۔
133	حماد بن زید (98-179ھ)	63۔
135	عبد اللہ بن مبارک (118-181ھ)	64۔

138	امام ابو یوسف(113-182ھ)	65۔
140	ہشیم بن بشیر الواسطی(106-183ھ)	66۔
142	جریر بن عبد الحمید(110-188ھ)	67۔
144	امام محمد بن حسن الشیبانی(132-189ھ)	68۔
146	وکیع بن جراح(128-196ھ)	69۔
148	سفیان بن عیینہ(107-198ھ)	70۔
152	یحیٰ بن سعید القطان(120-198ھ)	71۔
154	عبد الرحمٰن بن مہدی(135-197ھ)	72۔
158	**مبحث دوم: تیسری صدی ہجری کے مشاہیر تبع تابعین محدثین کرامؒ اوران کا تعارف واحوال**	73۔
158	امام شافعیؒ(204ھ)	74۔
161	سلیمان بن داؤد الطیالسی(133-204ھ)	75۔
163	عبد الرزاق بن ہمام(126-211ھ)	76۔
165	عبد اللہ بن زبیر حمیدی(219ھ)	77۔
167	سعید بن منصور(227ھ)	78۔
169	یحیٰ بن معین(158-233ھ)	79۔
171	علی بن مدینی(161-234ھ)	80۔
173	مصنف ابن ابی شیبہ(159-235ھ)	81۔
175	اسحاق بن راہویہ(161-238ھ)	82۔
177	امام احمد بن حنبلؒ(241ھ)	83۔
180	**باب سوم: عہد بنو عباس میں مراکز علم حدیث**	84۔
181	**فصل اول: عہد بنو عباس میں مراکز علم حدیث کی اہمیت، نوعیت اور منہجِ تدریس**	85۔
194	**فصل دوم: بلاد عرب کے مراکز علم حدیث**	86۔

195	مکہ مکرمہ	87۔
197	مدینہ منورہ	88۔
206	بغداد	89۔
210	کوفہ	90۔
214	بصرہ	91۔
216	شام	92۔
220	مصر	93۔
223	یمن	94۔
225	**فصل سوم: بلاد عجم کے مراکز علم حدیث**	95۔
226	سندھ	96۔
227	اندلس	97۔
229	رے	98۔
230	خراسان	99۔
232	مرو	100۔
235	بلخ	101۔
238	بخارا	102۔
240	**باب چہارم: عہد بنو عباس میں محدثین کی خدمات**	103۔
241	**فصل اول: تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث**	104۔
269	**فصل دوم: تبع تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث**	105۔
270	**مبحث اول: دوسری صدی ہجری کے تبع تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث**	106۔
332	**مبحث دوم: تیسری صدی ہجری کے تبع تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث**	107۔
341	**فصل سوم: مشاہیر محدثین کی خدمات اور کتب کا تعارف**	108۔

342	**مبحث اول: آئمہ اربعہ**	109۔
342	امام ابو حنیفہؒ	110۔
345	امام مالکؒ	111۔
347	امام شافعیؒ	112۔
348	امام احمد بن حنبلؒ	113۔
350	**مبحث ثانی: آئمہ اربعہ کے علاوہ دیگر مشاہیر آئمہ محدثین کرامؒ**	114۔
350	امام اوزاعیؒ	115۔
351	سفیان ثوریؒ	116۔
352	لیث بن سعدؒ	117۔
353	امام ابو یوسفؒ	118۔
355	امام محمدؒ	119۔
358	اسحاق بن راہویہؒ	120۔
360	**باب پنجم: عہد بنو عباس میں علوم حدیث**	121۔
361	**فصل اول: علوم حدیث کی اہمیت اور ضرورت**	122۔
367	**فصل دوم: عہد بنو عباس میں سند حدیث کی خدمت**	123۔
368	سند کا معنی و مفہوم	124۔
369	علم جرح و تعدیل	125۔
372	علل الحدیث	126۔
374	**فصل سوم: عہد بنو عباس میں متن حدیث کی خدمت**	127۔
375	متن کا معنی و مفہوم	128۔
375	غریب الحدیث	129۔
379	اختلاف الحدیث	130۔

131۔	ناسخ و منسوخ	381
132۔	**فصل چہارم: عہد بنو عباس اور منکرین حدیث**	384
133۔	**خاتمہ:**	391
134۔	نتائج بحث	392
135۔	سفارشات	394
136۔	فہارس	395
137۔	فہرست آیات	396
138۔	فہرست آحادیث نبویہ	397
139۔	فہرست شخصیات	398
140۔	فہرست فرق	400
141۔	فہرست اماکن	401
142۔	فہرست اصطلاحات	403
143۔	فہرست مصادر و مراجع	404

مقدمہ

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امابعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عنایت خصوصی سے تمام شرائع سابقہ کے مقابلے میں شریعت محمدیہ ﷺ کو یہ عظیم خصوصیت بخشی ہے کہ وہ تاقیامت محفوظ اورباقی رہے گی ،جو قرآن وسنت سے عبارت ہے۔ قرآن مقدس کے محفوظ ہونے کے حوالے سے تو اللہ رب العزت نے واضح الفاظ میں فرمادیاہے کہ:

﴿ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾[1]

اس کے سامنے اور پیچھے کی طرف سے باطل نہیں آتا ہے۔

اس کتاب مقدس کی حیثیت کامل اور مکمل دستور حیات کی ہے۔ جس میں اصولی اعتبار سے جملہ شعبہ ہائے زندگی کے لیے رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ یہ کتاب ہدایت ہے اوراسے شفاء الصدور کا مقام حاصل ہے۔ جہاں تک سنت کا معاملہ ہے تو اللہ نے ہم پر یہ احسان فرمایاہے کہ حضور ﷺ کو قرآن کریم کا شارح اور مفسر قرار دیا تاکہ قرآن کریم کی تفسیر اور تبیین آپ کی زبان مبارک اورآپ کی سیرت وکردار سے اس طرح واضح ہوجائے کہ یہ کتابِ حکمت پھر کسی بیان وتفسیر کی محتاج نہ رہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے تیئس سالہ عہد کا ایک ایک لمحہ اس فریضہ کی انجام دہی میں صرف ہوا اورآپ ﷺ اپنے اقوال وافعال اوراخلاق وکردار کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر فرماتے رہے اسلئے قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال اوراخلاق وکردار کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو حدیث کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

غرضیکہ کتاب وسنت دونوں ہی دین اسلام کی خشتِ اساس اور صراط مستقیم کے مشعل نورہیں۔ حدیث نبوی کی اس ضرورت واہمیت اور عظمت کے پیش نظر آغازاسلام ہی سے علمائے سلف نے پوری محنت ،اخلاص اور عقیدت سے سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کے ساتھ ساتھ محفوظ اور مدون کرنے کا بھی اہتمام کیا اورایسی خدمات سرانجام دیں جن کی دنیاکے دیگر مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی چنانچہ حافظ ابن حزم لکھتے ہیں کہ:

" اقوام عالم میں کسی کو اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کی باتیں صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کرسکے۔ یہ شرف صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے ایک ایک کلمہ کو صحت واتصال کے ساتھ جمع کیا۔ آج روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں ہیں جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح

---

1 - فصلت،24: 42

طریق پر پیش کر سکے۔اس کے بر عکس اسلام نے اپنے رسول ﷺ کی سیرت کے ایک ایک گوشہ کو پوری صحت واتصال کے ساتھ محفوظ کیا"[1]

اور اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے،ایک غیر مسلم مستشرق ڈاکٹر سپر نگر[2](Springer) کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا، جس سے پانچ لاکھ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے۔[3]

سیرت رسول ﷺ کے جملہ پہلوؤں کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ کرنے کا یہ بے نظیر اہتمام اس لئے کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ کی ذات گرامی کو اللہ تعالی نے تا قیامت انسانیت کی لئے اسوہ حسنہ یعنی بہترین نمونہ قرار دیا، جو آپ ﷺ کے اقوال، افعال، احوال اور شب وروز کے جملہ معمولات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالی نے جس طرح آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو بہترین نمونہ قرار دیا، اسی طرح اس کی تمام تفصیلات کو نسل در نسل منتقل کرنے کے لئے احادیث وسنن کے حفظ وضبط کا ایک مستقل نظام قائم کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اسوہ حسنہ کے ایک ایک لمحہ کو نہ صرف اپنے دل ودماغ میں بٹھایا اور اس پر عمل پیرا رہے بلکہ اسے قیامت تک محفوظ کرنے کے لیے روایت اور تحریر کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ شمع رسالت کے ان پروانوں نے حضور اکرم ﷺ کی نجی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سیاسی معاملات تک کو ضبط کیا۔ پھر تابعین اور تبع تابعینؒ کی پوری پوری زندگیاں اس مقدس مشن میں صرف ہوتی رہیں۔ اس طرح احادیث نبویہ کا ایک ضخیم اور قابل فخر ذخیرہ بڑی بڑی کتب کی شکل میں مدون ہوتا گیا اس خاص عہد میں ان عظیم خدمات حدیث کو منظر عام پر لانے اور متعارف کرانے کے پیش نظر اس موضوع کو پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

---

1 - جوامع السیرۃ، علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی، جوامع السیرۃ وخمس رسائل أخری لابن حزم، دار المعارف، مصر، 1900م، 1/1؛ تدریب الراوی، عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین السیوطی، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، س ن، 2/ 159

2 - یہ جرمن کے مشہور عربی دان فاضل مستشرق ہیں کافی عرصہ برصغیر میں بھی رہا۔ اور ایک مدت تک ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں کام کیا۔ الاصابۃ کا نسخہ ان ہی کی تصحیح سے کلکتہ میں چھپا(سیرت النبی ﷺ، مولانا نعمانی شبلی، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور، 1991ء، 1/40، حاشیہ نمبر:۱؛ محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور، 2010ء، ص:29)

3 - الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، دار الجیل، بیروت، 1412ھ، ۱/۶۴؛ سیرت النبی ﷺ، 1/ 40، حاشیہ نمبر:۱

بیان مسئلہ:

ہر علم وفن کی ابتداء اوراساس ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ علم یا فن آگے جا کر پروان چڑھتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے۔ جو علوم وفنون اپنی اساس نہیں رکھتے، وہ نہ صرف اپنی اہمیت کھو بیٹھتے ہیں بلکہ ان کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے، گویا کسی بھی علم کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ اس سے فیض یاب ہونے کے لیے اس کی ابتدا واساس اور ارتقائی عمل کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

بالکل اسی طرح علم حدیث کی اہمیت کے پیش نظر اس کے ابتدائی اور اساسی مراحل کا جائزہ لینا ایک ناگزیر امر ہے، اسلامی حکومتوں کی تاریخ میں عہد بنو عباس علم وفن اور تہذیب وتمدن کے اشاعت کے اساسی ادوار میں سے ہیں جس میں خاص کر حدیث اوراس کے متعلقہ علوم وفنون کی تدوین ہوئی،اس دور کے خاص کر درج ذیل موضوعات کا احاطہ کیا جائے گا۔

ا۔ تاریخ عہد عروج بنو عباس کا تجزیاتی مطالعہ کرنا۔

۲۔ عہد عروج بنو عباس کے ممتاز محدثین وخلفاء کا تعارف اور علم حدیث کے لئے ان کی خدمات کا جائزہ لینا۔

۳۔ اس دور میں علم حدیث کی ترویج واشاعت اور تدوین پر ہونے والے کام کا جائزہ لینا۔

۴۔ اس دور کے تابعین اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف۔

موضوع پر ہونے والے سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

مجوزہ موضوع مقالہ بنو عباس کے عہد عروج میں محدثین کی خدماتِ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس حوالے سے کی جانے والی سابقہ تحقیقات عمومی نوعیت کی ہیں، اور کسی خاص دور کے حوالے سے نہیں ہے، تاہم اس موضوع سے قریب ترین کام ڈاکٹر عبد الحمید عباسی صاحب کا ہے جس کا عنوان ہے "**تدوین حدیث کے اسالیب ومناھج (عہد رسالت ﷺ سے ۴۵۸ھ تک)**" جو اس موضوع کیلئے ترغیبی امور میں سے ہو سکتا ہے اور بعض جوانب کی طرف سرسری راہنمائی فراہم تو کرتا ہے تاہم خصوصی اور تفصیلی کام کے لئے مذکورہ موضوع ترتیب دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں عہد بنو امیہ پر ڈاکٹر عبد الغفار بخاری صاحب کا کام اس موضوع کیلئے نشان راہ مہیا کرتا ہے جس کا عنوان ہے "**عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت اوراس پر ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ**" زیرِ نظر موضوع اس طرز کے کام کا اگلہ حصہ قرار پائے۔لہذا مناسب معلوم ہوا کہ مذکورہ موضوع پر کام کیا جائے۔

تحدید موضوع:

مقالہ ہٰذا کا عنوان بنو عباس کے عہد عروج میں محدثین کی خدمات (تاریخی و تجزیاتی مطالعہ) ہے۔ بنو عباس کا عہد عروج تقریباً ایک سو پندرہ سالہ تاریخ پر محیط ہے لہٰذا اس موضوع کی مناسبت سے یہی دور ہماری بحث تحقیق کا حصہ ہے۔ اس دور میں مشاہیر محدثین کا تعارف، مراکز علم حدیث، محدثین کی خدمات حدیث، اور علوم حدیث وغیرہ اہم موضوعات شامل ہیں چنانچہ ۱۳۲ھ تا اور ۲۴۷ھ کے درمیان کا عرصہ اس مقالہ کا موضوع ہے۔

مقاصد تحقیق:

باحث کیلئے زیر نظر مقالہ کا انتخاب اور پھر اس پر کام کرنے کے پس منظر میں درج ذیل مقاصد ہیں:

۱۔ علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم کی خدمات کے سلسلے میں ایک طرح سے تاریخی اور عمومی کام تو ہوا ہے لیکن اس دور کے حوالے سے خصوصی اور جامع کام نہیں ہوا ہے۔ خاص کر عہد بنو عباس علم حدیث کی تدوین اور اس کی نشر و اشاعت کا اساسی دور ہے، اس لئے اس پر کام کرنے کی ضرورت تھی۔

۲۔ علاوہ ازیں اردو زبان میں اس موضوع پر خصوصیت کے ساتھ اتنا وسیع کام کسی ایک کتاب میں یک جانہ تھا، یہ ضرورت بھی مجوزہ مقالہ تحقیق کا مقصد ٹھری۔ اور اس تحقیق کے ذریعے:

۱۔ عہد بنو عباس (عروج) کے ممتاز خلفاء اور محدثین عظام کے خدمات حدیث کو متعارف کرانا۔

۲۔ عہد عباسی میں فن حدیث کے ترویج و اشاعت اور تدوین پر ہونے والے کام کا تجزیہ پیش کرنا۔

۳۔ اس دور کے اہم اور مشہور مجموعہ ہائے حدیث سے قارئین کو متعارف کرانا بطورِ خصوصی مدِ نظر ہے۔

تحقیقی سوالات:

۱۔ عہد بنو عباس کے وہ کون کونسے خلفاء ہیں جنہوں نے فنون علم حدیث کے خدمات کی سرپرستی کی ہیں؟

۲۔ اس عہد میں کس قسم کی مجموعہ ہائے حدیث تحریر کئے گئے ہیں؟ اور اس پر کس نوعیت کا کام ہوا ہے؟

۳۔ اس عہد میں مشہور محدثین کون کونسے ہیں؟

۴۔ حفاظت حدیث کے لئے عہد عباسی میں کون کونسے اقدامات کئے گئے ہیں؟

پس منظری مطالعہ:

تحقیق نسل در نسل ایک جہد مسلسل سے عبارت ہے جو کسی ایک فرد یا ادارہ کا کام نہیں، بلکہ افراد اور ادارے گزشتہ کئے گئے کام کو اپنی بساط کے مطابق آگے بڑھاتے رہے ہیں، تاکہ تہذیب و ثقافت کا یہ سفر جاری رہے

علمِ حدیث کے سلسلے میں باحث نے مجوزہ موضوع پر مختلف کتب، مقالاجات اور رسائل کا مطالعہ کیا تو موضوعِ تحقیق کے لئے جن تخلیقات نے ترغیبی کام دیا وہ درج ذیل کتب تھیں:

☆ دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ، از ڈاکٹر محمد مصطفی الا عظمی

☆ بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفہ، از ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری

☆ السنۃ قبل التدوین، از ڈکٹر عجاج الخطیب

☆ تاریخ الاسلامی (السیاسی والدینی والثقافی والاجماعی)، از دکتور حسن ابراہیم حسن

☆ تاریخ افکار وعلومِ اسلامی، از علامہ راغب الطباخ

☆ عہد بنوامیہ میں محدثین کی خدمات، از ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

☆ امام اعظمؒ اور علم الحدیث، از مولانا محمد صدیق کاندہلوی

☆ تدوین حدیث، از مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

☆ محاضرات حدیث، از ڈاکٹر محمود احمد غازی

☆ تاریخ حدیث، برائے ایم اے (علوم اسلامیہ) مرتب از ڈاکٹر علی اصغر چشتی

مذکورہ بالا کتب ومقالاجات کے اختصارات نے اس موضوع پر ایک جامع کام کے لئے آمادہ کیا اور مناسب معلوم ہوا ہے، کہ مذکورہ موضوع پر کام کیا جائے۔

اسلوب تحقیق

دورانِ تحقیق مقالہ نگار نے جن اسلوب کو مدِ نظر رکھا وہ درج ذیل ہیں:

☆ اس ریسرچ کے دوران بیانیہ تحقیق (Descriptive Research) سے کام لیا گیا ہے۔

☆ اس تحقیق میں تاریخی تحقیق (Historical Research) سے بھی مدد لی گئی ہے۔

☆ اس تحقیق کے دوران تجزیاتی (Analytical) اسلوب سے کام لیا گیا ہے۔

☆ یہ ریسرچ لائبریری Based ہونے کے ساتھ رسائل وجرائد، انٹرنیٹ اور جدید ذرائع سے بھی مدد لیا گیا ہے۔

☆ علاوہ ازیں عمومی اصولِ تحقیق کو بھی مدِ نظر رکھا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر اقسام تحقیق سے بھی کچھ نہ کچھ مدد لینے پڑا ہے؛ مثلاً: Definition Research، اور حاصلاتی تحقیق (Result Research) وغیرہ

باب اول

عہد بنو عباس کا تاریخی جائزہ

فصل اول: خاندان بنو عباس، تاریخی پس منظر

فصل دوم: خلفائے بنو عباس

فصل سوم: عہد بنو عباس میں مختلف فرقوں کا ظہور

فصل اول

خاندان بنو عباس، تاریخی پس منظر

مبحث اول: بنو عباس کا خاندانی پس منظر

مبحث دوم: بنو عباس کا سیاسی پس منظر

تمہید:

انسانی معاشرہ اپنے آغاز سے دور حاضر تک عروج وزوال سے آشنا رہا ہے، یہ اپنے دامن میں رنگ و نسل کے اختلافات بھی سمیٹے ہوئے ہیں اور صدرنگوں میں یک رنگی سے لطف اندوز بھی ہوئے ہیں۔ یہی عروج وزوال، یہی اختلاف رنگ ونسل اس کی زمام اقتدار کبھی کسی ایک ہاتھ میں اور کبھی کسی دوسرے کے ہاتھ میں تھمادیتا ہے۔ اسلامی تاریخ بھی ان فطری محرکات اور ان کے نتائج سے متاثر رہی ہے، قلب ونظر کی اعلیٰ پاکیزگیوں کا سامان ہونے کے باوجود بھی اختلاف رنگ ونسل نے ہر دور میں مسلمانوں کو متاثر کیا ہے۔

اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں بھی یہ کیفیت واضح ہے، جب مسلم امت سیاسی اعتبار سے اموی، علوی اور عباسی تقسیمات میں منقسم نظر آتی ہے جس میں سے ہر گروہ ایک مضبوط خاندانی پس منظر اور ایک جداگانہ سیاسی فکر کا حامل ہے۔ عباسی خاندان ان تینوں طبقوں میں اپنے طویل دور حکومت کی وجہ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ مقالے کے میدان عمل کا تعلق بھی چونکہ انہی کے دور حکومت کے ایک حصے (عہد عروج 132ھ تا 247ھ) سے ہے اس نسبت سے آغاز ہی میں ان کے خاندانی پس منظر اور ان کی سیاسی تاریخ کا جامع تذکرہ انتہائی مفید ہو گا۔

ہمارے پیش نظر بنو عباس کے خاندانی اور سیاسی پس منظر کا مختصر تعارف ہے اس وجہ سے اس کو دو مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

مبحث اول: خاندانی پس منظر

مبحث دوم: سیاسی پس منظر

مبحث اول:

بنو عباس کا خاندانی پس منظر

اسلام سے پہلے عرب معاشرہ جن قبائلی اور خاندانی گروہ بندیوں میں بکھرا ہوا تھا، ان میں سے اپنے مضبوط خاندانی پس منظر اور تولیت کعبہ کے مذہبی منصب کے باعث قریش ایک ممتاز اور جداگانہ حیثیت کا حامل قبیلہ تھا۔ قریش کی دس شاخیں تھیں[1] جو اگرچہ خونی اعتبار سے برابر تھیں لیکن مختلف مناصب نے ان کو غیر رسمی درجہ بندیوں میں تقسیم کر دیا تھا، ان میں بجاطور پر تولیت کعبہ کے عظیم منصب کے باعث بنو ہاشم کو سب سے زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ان کا قریب ترین خاندان بنو امیہ ہے جو خاندانی اعتبار سے بھی قریب تر تھے (کہ بنو امیہ کے سرخیل عبد الشمس کے بیٹے امیہ ہیں جو رشتہ میں ہاشم کے بھتیجے تھے) اور امارت اور سپہ سالاری جیسے مضبوط عہدے کے باعث دنیاوی طور پر کسی طرح بنو ہاشم سے کم نہ تھے۔ اور یہی دونوں خاندان قریش کی اصل پہچان تھے، اسی کیفیت نے ان میں باہمی رقابت کی فضا بھی قائم کر دی تھی جو بعد کے دور میں بالکل کھل کر نظر آتی ہے (اس پر بعد میں گفتگو کی جائے گی)۔

اس مبحث کے آنے والی سطور میں اس خاندان کے اہم افراد کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔[2]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب (م32ھ)

آپ کا پورا نام حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی المکی[3]، کنیت ابو الفضل[4] تھی۔ والدہ کا نام نُتیلہ بنتِ جناب بن کلب یا کلیب تھا۔ آپ عام الفیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے، اس طرح آپؓ، آنحضرت ﷺ سے عمر میں تین سال بڑے تھے[5] جبکہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

1۔ قبیلہ قریش کی دس شاخیں بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو نوفل، بنو عبد الدار، بنو أسد، بنو تمیم، بنو مخزوم، بنو عدی، بنو جمح اور بنو سہم ہیں (المحبر، محمد بن حبیب بن أمیۃ بن عمرو الہاشمی، أبو جعفر البغدادی، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، س ن، 1 / 167)

2۔ خاندان بنو عباس کے تعارف میں صرف ان افراد کا تعارف ذکر کیا گیا ہے جو محمد بن علی کے شجرہ نسب میں آتے ہیں، دیگر جملہ افراد بنو عباس کا تعارف ہمارے پیش نظر نہیں ہیں۔

3 - تھذیب التھذیب، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی، دار الفکر، بیروت، 1984ء، 5 / 107

4 - فضل آپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے، اسی نسبت سے آپ کی کنیت ابو الفضل قرار پائی (الطبقات الکبری، محمد بن سعد بن منیع أبو عبد اللہ البصری، دار صادر، بیروت، س ن، 4 / 6)

5 - الطبقات الکبری، 4 / 5

"کہ آپ حضور ﷺ سے دو سال قبل پیدا ہوئے"۔[1] آپؓ بنو عباس کے مورثِ اعلیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے، عباسی خاندان، آپؓ ہی کی طرف منسوب ہے جو کہ آپؓ کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے۔ آپ بڑے حسین و جمیل تھے، قد درمیانہ تھا، دور جاہلیت میں امورِ بنی ہاشم کے والی تھے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عباس رضی اللہ عنہ، قریش کے سب سے بڑے سخی اور صلہ رحم انسان ہیں اور آپ ﷺ اپنے تمام معاملات میں آپ پر اعتماد فرماتے تھے۔[2] آپ سے آپ کی اولاد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کیں۔[3] اشاعتِ اسلام کے لئے آپ کی دوسری خدمات بھی بڑی واضح ہیں۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسجد نبوی کی توسیع کرنا چاہی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان اس مقصد کے لئے ان کے نذر کر دیا۔[4] آپ نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں جمعہ کے دن 14 رجب 32ھ کو 88 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور بقیع میں مقبرہ بنی ہاشم میں دفن کیا گیا۔[5]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (م 65ھ)

آپ کا پورا نام حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب الہاشمی[6] اور کنیت أبو العباس ہے۔[7] آپ ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے[8] آپ کی والدہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث الہلالیہ ہیں جو ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث کی بہن ہیں۔ آپ کی والدہ نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا، اس لئے آپؓ پیدائش کے وقت سے ہی مسلمان تسلیم کئے جاتے ہیں۔[9] آپ کے دس بھائی تھے اور پیدائش کے لحاظ سے آپ سب بھائیوں سے آخر میں پیدا ہوئے۔ آپ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کے علاوہ ایک عالمِ دین، مفسر قرآن

---

1 - الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 3 / 631

2 - الطبقات الکبری، 4 / 6

3 - تھذیب التھذیب، 5 / 107

4 - الطبقات الکبری، 4 / 22

5 - ایضاً، 4 / 31

6 - تھذیب التھذیب، 5 / 242

7 - الثقات، محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التمیمی البستی، دار الفکر، بیروت، 1975ء، 3 / 207

8 - تقریب التھذیب، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی، دار الرشید، سوریا، 1986ء، 1 / 309

9 - الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 8 / 276

اور راوی حدیث تھے۔[1] آپ نے رسول اللہ ﷺ، اپنے باپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، اپنی والدہ اُم الفضل، خالہ میمونہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی ہیں۔
اور آپ سے عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ وغیرہ نے روایت کی ہیں۔[2]
آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

«اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الكِتَابَ»[3]

ترجمہ: اے اللہ! اسے کتاب کا علم عطا فرما۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

«اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ»[4]

ترجمہ: اے اللہ! انہیں حکمت سکھا۔

کثرتِ علم کی وجہ سے ان کا نام سمندر رکھ دیا گیا تھا۔[5]
آپؓ نے طائف میں 68ھ میں وفات پائی اور محمد بن حنفیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اس موقع پر محمد بن حنفیہ نے کہا: "آج دنیا سے اس امت کا عالم ربانی اُٹھ گیا ہے"۔[6]

حضرت علی بن عبد اللہ (م118ھ)

آپ کا نسب نامہ علی بن عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب بن ہاشم، کنیت أبو محمد یا أبو عبد اللہ اور یا أبو الفضل المدنی ہے۔[7] آپ رمضان المبارک 40ھ کو اسی رات پیدا ہوئے جس رات خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کئے

1 - البدایہ والنہایہ، إسماعیل بن عمر بن کثیر ابو الفداء القرشی، مکتبۃ المعارف، بیروت، س ن، 8/ 295
2 - تھذیب التھذیب، 5 / 242
3 - صحیح البخاری، محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ البخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ، اللھم علمہ الکتاب، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، 1987، 1 / 41
4 - سنن الترمذی، محمد بن عیسی أبو عیسی الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن عباسؓ، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س ن، 5/ 680
5 - الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 4/ 148
6 - تذکرۃ الحفاظ، محمد بن أحمد بن عثمان أبو عبد اللہ الذہبی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، 1998م، 1/ 41
7 - تھذیب التھذیب، 7/ 312

گئے۔[1] آپ کی والدہ کا نام زرعۃ بنت مشرح تھا۔[2] آپ اپنے والد کے سب سے چھوٹے بیٹے، قریش میں سے بہت حسین و جمیل اور بلند آواز کے مالک تھے۔[3]

آپ نے اپنے باپ عبد اللہ، ابو سعید، أبو ہریرۃ، ابن عمر، عبد اللہ بن جبیر اور عبد الملک بن مروان سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بیٹوں محمد، عیسی، عبد الصمد، سلیمان، داؤد، منہال بن عمرو، زہری، حبیب بن أبی ثابت، أبان بن صالح، عبد اللہ بن طاوس بن عبد الرحمن بن عوف و منصور بن المعتمر وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اور آپ کو بہت زیادہ نمازیں پڑھنے کے باعث "**السجاد**" (بہت سجدے کرنے والا) کا لقب دیا گیا۔[4] آپ زہد و تقوی کے ساتھ ساتھ سیاسی عزائم بھی رکھتے تھے۔ اس لیے آپ کو خلیفہ ولید بن عبد الملک نے ملک بدر کر دیا۔ چنانچہ آپ نے عرب اور فلسطین کی سرحد پر صوبہ "الشرات" میں جا کر رہائش اختیار کر لی۔ اور وہیں 118ھ میں حمیمہ نامی گاؤں (جو مدینہ منورہ سے دمشق جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے) میں وفات پائی۔[5] یہی مقام بعد ازاں عباسی تحریک کا صدر مقام رہا۔

حضرت محمد بن علی (م124ھ)

آپ کا نام محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس الہاشمی القرشی، کنیت أبو عبد اللہ ہے۔[6] آپ 60ھ میں حمیمہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔[7] دعوت عباسی کی بنیاد ان ہی سے پڑی اور پہلے دو عباسی خلفاء السفاح اور المنصور کے والد اور اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے ہم عصر تھے۔ آپ ایک عقل مند، بردبار اور خوبصورت انسان تھے۔[8]

---

1 - المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، جمال الدین أبو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1992م، 7 / 181 ؛ أخبار الدولۃ العباسیہ، الدکتور عبد العزیز الدوری والدکتور عبد الجبار المطلبی، دار الطلیعۃ للطباعۃ والنشر بیروت، س ن، 1 / 134

2 - طبقات ابن خیاط، خلیفۃ بن خیاط أبو عمر اللیثی العصفری، دار طیبۃ، الریاض، س ن، 1982، 1 / 255

3 - وفیات الأعیان، أبو العباس شمس الدین أحمد بن محمد بن إبراہیم بن أبی بکر ابن خلکان البرمکی، دار صادر، بیروت، س ن، 3 / 274

4 - تھذیب التھذیب، 7 / 312

5 - وفیات الأعیان، 3 / 278

6 - الثقات، ابن حبان، 5 / 352

7 - وفیات الأعیان، 4 / 187

8 - العبر فی خبر من غبر، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن، 1 / 123

آپ نے اپنے باپ علی، سعید بن جبیر، عبد اللہ بن محمد بن الحنفیہ اور عمر بن عبد العزیز وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بیٹے السفاح، ابو جعفر المنصور اور آپ کا بھائی عیسی بن علی اور حبیب بن أبي ثابت، عقیل بن خالد اور ہشام بن عروۃ وغیرہ نے روایت کی ہے۔[1] روایت حدیث کے اعتبار سے محدثین نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔[2]

آپ نے ذیقعدہ کی چاندرات 124ھ یا 125ھ کو "شرات "[3] میں وفات پائی اور وفات سے قبل اپنے بیٹے ابراہیم کو قیادت وامامت کا منصب سونپ دیا تھا۔[4]

---

1 - تھذیب التھذیب، 9 / 316

2 - تقریب التھذیب، احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی، دار الرشید ، سوریا، 1986، 1 / 497

3 - یہ شام کا ایک علاقہ ہے جو دمشق اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے(معجم البلدان، شهاب الدین أبو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی الحموی، دار صادر، بیروت، 1995 م، 3 / 332)

4 - المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 7/ 245؛ تقریب التھذیب، 1/ 497؛ تاریخ الإسلام، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، دار الکتاب العربی، بیروت، 1993م ، 8 / 225

امام ابراہیم بن محمد (م131ھ)

آپ کا سلسلہ نسب: ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب ہے۔82ھ میں پیدا ہوئے۔ والدہ کا نام سلمٰی تھا۔[1] آپ محمد بن علی کے بڑے بیٹے اور پہلا عباسی خلیفہ ابو العباس السفاح کے بڑے بھائی تھے۔ خاندان بنو عباس نے اُموی حکومت کے خلاف جو خفیہ تحریک چلا رکھی تھی۔ آپ کے والد امام محمد کی وفات کے بعد آپ اس تحریک کے قائد بنے۔ آپ بھی اپنے باپ امام محمد کی طرح فضل وکمال سے متصف تھے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں:

"**وكان إبراهيم خيرا فاضلا كريما**"۔[2] ابراہیم امام بہت نیک، بڑے عالم اور سخی تھے۔

ابن کثیرؒ کا بیان ہے: "آپ بڑے کریم، سخی اور خوبیوں کے مالک تھے"۔[3]

آپ کے متعلق امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: "آپ بڑے کریم، سخی، خوبیوں کے مالک، صاحب عقل، خفیہ تحریک چلانے والے اور خلافت کے اہل تھے"۔[4]

آپ نے اپنے والد، دادا اور ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے اَیوب بن سیار، حماد بن عبد الرحمن الأنصاری، عمر بن عبد اللہ مولٰی غفرۃ، محمد بن إسحاق بن یسار اور یاسین العجلی نے روایت کی ہے۔[5]

آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد نے آپ کو گرفتار کرکے حران[6] کے قید خانہ میں قید کیا، پھر قید خانہ میں ماہ صفر 131ھ یا 132ھ کو مروان کے حکم سے زہر دے کر ہلاک کیا گیا۔ بہلول بن صفوان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔[7]

---

1 - تفصیل دیکھیے: الکامل فی التاریخ، أبو الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری عز الدین ابن الأثیر، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1997م، 5/ 1؛ تاریخ الإسلام، 8 / 367

2 - الکامل فی التاریخ، 5/ 17

3 - البدایۃ والنھایۃ، 10 / 43

4 - تاریخ الإسلام، 8 / 368

5 - تھذیب الکمال، یوسف بن الزکی عبد الرحمن أبو الحجاج المزی، مؤسسۃ الرسالہ ، بیروت، 1980ء، 2/ 183

6 - ماضی میں یہ شہر ملک شام کے حدود میں شامل تھا۔ آج کل یہ ترکی کے قبضہ میں شامل ہے اور دریائے بلخ کے معاون ندی جُلّاب پر واقع ہے۔ عہد فاروقی میں عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوا۔ مروان ثانی نے حرّان میں سکونت اختیار کرکے اسے اموی سلطنت کا دار الحکومت بنالیا تھا۔ اس کا نام حضرت ابراہیمؑ کے بھائی (ہاران) کے نام پر رکھا گیا تھا جس نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ مشہور عالم دین ابن تیمیہؒ اسی شہر میں پیدا ہوئے۔ جغرافیائی لحاظ سے حران، الجزیرہ (دیارِ مُضر) میں واقع ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے (معجم البلدان، 2 / 235؛ الروض المعطار فی خبر الأقطار، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المنعم الحِمیری، مؤسسۃ ناصر للثقافۃ ، بیروت، طبع علی مطابع دار السراج، 1980م، 1 / 191؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، 1973ء، 8/62)

7 - الکامل فی التاریخ، 5 / 16؛ البدایۃ والنھایۃ، 10 / 40

خاندان بنوعباس نے تقریباً سواپانچ سوسال حکومت کی اوراس میں سینتس(37)خلفاء ہوئے۔ان کے سواپانچ سوسالہ اقتدار میں کئی انقلابات اور کئی نشیب وفرازآئے، مگر بحیثیت مجموعی عباسی خاندان کو ہی مرکزی حیثیت حاصل رہی اور عالم اسلام کے اکثروبیشتر سلاطین ان کی وفاداری کادم بھرتے تھے۔اس عہد میں مذہبی، سیاسی، تمدنی اور علمی لحاظ سے بہت ترقی ہوئی۔

مبحث دوم:

بنو عباس کا سیاسی پس منظر

ظہوراسلام سے قبل قبیلہ قریش کی دو شاخوں بنوہاشم اور بنوامیہ میں رقابت موجود تھی، حضرت محمد ﷺ بنوہاشم سے تھے اس لئے بنوامیہ کے اکثر زعماء نے آپ ﷺ کی شدید مخالفت کی اوراشاعتِ اسلام کی راہ میں ہر طرح کی رکاوٹیں کھڑی کیں۔ لیکن فتح مکہ کے موقع پر بنوامیہ کی اکثریت نے اسلام قبول کرلیاتوباہمی مخالفت اسلامی جذبہ اخوت کی وجہ سے دب کررہ گئی، تب بنوامیہ نے اسلام کی سربلندی کے لئے زریں خدمات انجام دے کر مسلم امہ میں قابلِ قدر مقام حاصل کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک تو دونوں قبائل اتحادوتعاون کا مظاہرہ کرتے رہے لیکن شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعدان کے درمیان زمانہ جاہلیت کی عصبیت دوبارہ لوٹ آئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونی والی لڑائیوں کے دوران یہ عصبیت کھل کر سامنے آگئی۔ یہ مخالفت فریقین تک محدود نہ رہی بلکہ طرف داری تمام امت میں سرایت کرگئی اوراکثر مسلمانوں نے بنوامیہ کے موافق یامخالف پہلو اختیار کرلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپؓ کے صابزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بطور خلیفہ بیعت لی گئی مگر کچھ عرصہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مصلحت کے پیشِ نظر خلافت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوگئے، اکثر شیعانِ علی رضی اللہ عنہ اس پرراضی نہ تھے۔ اس لئے وہ خفیہ طورپر اہلِ بیعت کے حقِ خلافت کے لئے مشورے کرنے لگے، اسی دوران انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی، امام حسین رضی اللہ عنہ نے سرِدست آنے سے انکار کردیامگر یہ وعدہ کرلیاکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعدوہ آئیں گے۔ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کاواقعہ پیش آیا(جس کاتذکرہ تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے موجودہے) آپ کے شہادت کے بعد شیعانِ علی رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام زین العابدین کومنصب امامت پیش کیالیکن آپ واقعہ شہادت سے اتنے دل شکستہ تھے کہ سیاسی میدان میں قدم رکھناپسندنہ فرمایا، ان کے انکارپر شیعان علی رضی اللہ عنہ (کیسانیہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر فاطمی بیٹے محمد بن حنفیہ کی طرف رجوع کیاانہوں نے یہ منصب قبول کرلیا۔[1] اس طرح یہ منصب اہل بیت نبویؐ سے آل علوی میں منتقل ہوگیا۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: وفیات الأعیان،4 / 172

امام محمد بن حنفیہ کے بعد ان کے صاحبزادے ابوہاشم عبد اللہ ان سرگرمیوں کے قائد بنے۔ وہ اس طرح کہ 98ھ میں سلیمان بن عبد الملک نے ابوہاشم کو بڑی عقیدت سے مدعو کیا اور جب وہ تشریف لے گئے تو بڑے احترام سے ان کا خیر مقدم کیا اور بے پناہ دوستی اور محبت کا اظہار کیا لیکن یہ سب کچھ سوچی سمجھی ہوئی پالیسی کے ماتحت کیا گیا تھا۔ ابوہاشم کی مقبولیت اوراثر نفوذ سے سلیمان بن عبد الملک کو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ابوہاشم نے امامت کا دعویٰ کر دیا تو اس کے لئے بنی امیہ کی حکومت کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ اس اندیشے سے ان کا خاتمہ کر دینے کی سازش کی چنانچہ جب وہ دربار خلافت سے رخصت ہو کر حمیمہ (شام اور حجاز کے درمیان ایک گاؤں) پہنچے تو انہیں زہر دلوادیا گیا۔ اس وقت اسی گاؤں میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن علی (جو بلند پایہ مدبر اور باوقار شخص تھا جس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ وہ تمام فرقوں کے دل جیت کر کامیابی کے ساتھ حکمرانی کر سکے گا تاہم تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ محمد بن علی نے اپنا کام بڑی جانفشانی، خلوص اور لگن سے کیا) مقیم تھے۔ ابوہاشم کو جب اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے محمد بن علی (م124ھ) کو بلایا اور دعوت ہاشمیہ کے سارے اسرار سے انہیں آگاہ کر دیا اور ان کے حق میں امامت سے دستبردار ہو گئے اور کوفہ میں دعوت ہاشمیہ کے جو داعی اور دوسرے ممتاز اشخاص تھے، ان سب کے نام انہیں بتادئے اور وہ سب خطوط بھی ان کے حوالے کر دئے جو انہیں بھیجے گئے تھے۔[1]

اس طرح منصب امامت علویوں کے خاندان سے بنو عباس کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور تحریک کی قیادت بنو عباس نے سنبھالی۔

ابھی تک یہ تحریک خفیہ طور پر جاری تھی۔ مگر محمد بن علی جو بڑے مدبر اور دور اندیش انسان تھے پہلے شخص ہیں جنہوں نے فلسطین کے ایک چھوٹے سے گاؤں حمیمہ[2] میں بیٹھ کر اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت باقاعدہ اپنی خلافت کا دعویٰ کیا اور عباسی تحریک کو منظم صورت عطا کی۔ اس دعوت کی اشاعت کے لئے بے شمار داعی مقرر کئے اور بارہ (12) نقیبوں[3] پر مشتمل ایک خصوصی مجلس نگران تشکیل دی گئی۔ اس کے ماتحت ستر (70) سرداروں پر مشتمل ایک عمومی مجلس بھی قائم کی گئی جو دعوتی کاموں کے سلسلے میں مشورے دیا کرتی تھی۔ اس تحریک کا تمام پروگرام صیغہ راز میں رہتا تھا۔[4]

---

1 ۔تفصیل کے لئے دیکھیے: الفاطمیون فی مصر، حسن ابراہیم حسن، المطبعۃ أمیریۃ، قاہرۃ،1932، ص:38

2 ۔حمیمہ دمشق (شام) کے ایک گاؤں یا شہر کا نام ہے۔ یہاں بہت سے آلِ عباس موجود تھے (الروض المعطار فی خبر الأقطار، ص: 199)

3 ۔ ناموں کے تفصیل کے لئے دیکھیے: محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ (الدولۃ العباسیہ)، الشیخ محمد الخضری بک، مؤسسۃ المختار للنشر والتوضیع، قاہرۃ،2003م، ص: 17

4 ۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: تجارب الأمم وتعاقب الھمم، ابو علی أحمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ، سروش، طہران،2000م،2 / 468

تحریک عباسی کے داعیوں کو تاجروں اور فقیروں کے بھیس میں عراق وخراسان کے دوروںنزدیک کے علاقوں میں بھیجا جاتا تھاجہاں یہ لوگ چونکہ اموی مظالم کی داستانیں بڑے مبالغہ آمیز انداز میں لوگوں کو سناتے تھے۔ لوگ اموی عمال کے ظلم وستم کی وجہ سے پہلے ہی ان سے متنفر تھے، لہذا اس تحریک میں شامل ہونے لگے۔ عباسی داعیوں نے عوام کے ذہنوں میں یہ راسخ کر دیا تھا کہ اہل بیت رسول ﷺ ہی خلافت کے حقدار ہیں اور بنوامیہ غاصب ہیں، لہذا خلافت ان سے آل رسول ﷺ کی طرف منتقل ہونی چاہیے۔ انہوں نے اپنی دعوت میں اس بات کا خاص خیال رکھا کہ لفظ عباس کے بجائے لفظ ہاشم پر زور دیا جائے تاکہ خود کو آل رسول ﷺ ثابت کر کے تمام لوگوں کو اپنے ساتھ ملا سکیں۔ یہ طریقہ کار عوامی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے بہت موزوں ثابت ہوا۔ عوام کی اکثریت بنوعباس کی اس دعوت کو بنوہاشم اور خاندان اہل بیت کے حامیوں کی تحریک سمجھتے ہوئے پذیرائی بخشی تھی۔ ادہر علوی بھی آخری وقت تک یہی سمجھتے رہے کہ اس تحریک کی کامیابی کی صورت میں وہی برسر اقتدار آئیں گے لہذا انہوں نے اس دعوت کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور عوام کی علاوہ بہت سے اشراف وعمائدین نے بھی اس تحریک کے بھرپور ساتھ دیا، ابو مسلم خراسانی بھی اسی زمانہ میں اس دعوت میں شامل ہوا (جس کا مختصر ذکر آگے آرہاہے) 126ھ میں محمد بن علی عباسی انتقال کر گئے اور اپنے تینوں بیٹوں ابراہیم، ابوالعباس السفاح اور ابوجعفر منصور کو بالترتیب جانشین بنا گئے۔[1]

امام محمد بن علی کی وفات کے بعد وصیت کے مطابق امام ابراہیم (جو اپنے باپ سے زیادہ دوراندیش، معاملہ فہم، مردم شناس اور بہترین منتظم ثابت ہوا) نے جانشین بننے کے بعد اس تحریک کی از سرنو تنظیم کی، اس کے اصول وقواعد بنائے اور تجربہ کار داعیوں کے ذریعے نہایت نظم وترتیب کے ساتھ عراق، خراسان، فارس، شام اور حجاز وغیرہ ممالک اسلامیہ میں اپنی تحریک کا جال بچھادیا۔[2] لیکن جس مبلغ اعظم نے عباسی تحریک کو سارے خراسان میں بلند کر دیا اور ہاشمی خلافت کے تخیل کو تاریخ میں واقعہ کی شکل دی وہ ابومسلم خراسانی ہے جس کا مختصر تذکرہ یہ ہے۔

ابومسلم خراسانی کا اصل نام ابومسلم بن عبدالرحمٰن بن مسلم خراسانی تھا۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک عجمی الاصل اور پارسی نژاد شخص تھا جو اصفہان میں پیدا ہوا تھا اور کوفہ میں پرورش پائی۔[3]

امام ابراہیم نے ابومسلم کو 128ھ میں عراق وخراسان میں تحریک عباسی کا داعی اعظم مقرر کیا جس نے خراسان پہنچتے ہی اپنی ذہانت، شجاعت، عزم وہمت اور سوجھ بوجھ سے کام لے کر دعوت عباسی کو پھیلانے میں بہت سرگرمی دکھائی جو محض اسی کا حصہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عباسی دعوت خراسان کے ہر گھر میں پہنچ گئی اور چندہی دنوں میں

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر أبو جعفر الطبری، دارالتراث، بیروت، 1387ھ، 7 / 379

2 - تفصیل دیکھیے: الکامل فی التاریخ، 4 / 320؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 7 / 252

3 - تفصیل دیکھیے: وفیات الأعیان، 3 / 145؛ الکامل فی التاریخ، 4 / 277

اتنے خراسانی اس میں شامل ہوگئے کہ وہ علانیہ بنوامیہ کے مقابلے میں اٹھنے کے قابل ہوگئے۔ چنانچہ اس نے 25رمضان 129ھ میں عباسیوں کا سیاہ جھنڈے (ظل) اور (السحاب) بلند کرکے ایک گاؤں سفیدنخ میں اپنی تحریک کا کھلم کھلا اعلان کردیا۔[1]

ابو مسلم نے تحریک کا اعلان کرنے کے بعد خراسان کے گورنر نصر بن سیار کو پیروی کی دعوت دی مگر اس نے مقابلے کے لئے فوج بھیجی جس کو ابو مسلم کے ایک جرنیل مالک بن الہیثم الخزاعی نے شکست دی۔ نصر بن سیار ابو مسلم کے خلاف مزید کاروائی کرنے سے قاصر تھا کیونکہ ان دنوں وہ یمنی قبائل سے برسرپیکار تھا۔ نصر بن سیار مضری قبائل سے تھا اور یمنیوں سے دشمنی رکھتا تھا۔ چنانچہ یمنی اوران کے حلیف اپنے سردار جدیع بن شبیب[2] کی قیادت میں نصر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ صورت حال ابو مسلم کے لئے اطمینان بخش تھی۔ چنانچہ اس نے نصر اور کرمانی کی رقابت کو مزید ہوا دی، نصر بن سیار نے ابو مسلم خراسانی کا زور توڑنے کی بہت کوشش کی اور یمنی وربیعہ قبائل کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ ابو مسلم اسے شکست دے کر خراسان کے بیشتر حصہ پر قابض ہوگیا۔[3]

اسی اثناء میں اس تحریک کے قائد ابراہیم جو حمیمہ میں سکونت پذیر تھے نے ابو مسلم خراسانی کو ایک خط لکھا جو پکڑا گیا۔ جس میں اسے حکم دیا تھا کہ خراسان میں جو شخص بھی عربی بولتا ہے، اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس سے مروان بن محمد پر سارا راز فاش ہوگیا اور اس نے ابراہیم کو گرفتار کرواکر نظر بند کردیا اور چند دنوں بعد مرواڈالا۔[4]

امام ابراہیم کو جب اپنی موت کا یقین ہوگیا تھا تو انہوں نے اپنے بھائی ابو العباس السفاح کو اپنا ولی عہد مقرر کردیا اور انہیں وصیت کی کہ وہ دعوت عباسیہ کا مشن جاری رکھیں اور اہل وعیال سمیت کوفے چلے جائیں۔ ابو العباس نے اپنے آبائی مسکن قصبہ حمیمہ کی رہائش ترک کردی۔ اور اپنے تمام اہل عیال کے ساتھ ماہ صفر 132ھ میں کوفہ آگئے۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الطبری،7 / 356؛الکامل فی التاریخ،4 / 360

2- آپ کا نام ونسب: جُدیع بن شبیب بن عامر بن براری بن صُنیم ہے۔ بعض کے بقول آپ کا سلسلہ نسب اسطرح ہے: جدیع بن علی بن جدیع بن شبیب بن میمون بن جدیع بن عمرو بن عدی بن وائل بن عتیک ہے، لیکن ابن حزم فرماتے ہیں: کہ میرے نزدیک پہلا سلسلہ نسب صحیح ہے۔ آپ خراسان میں قبیلہ ازد کے سردار تھے اور تاریخ میں کرمانی کے نام سے مشہور ہے۔ تفصیل دیکھیے (نسب معد والیمن الکبیر، أبو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی، عالم الکتب مکتبۃ النہضۃ العربیۃ، 1988م،2 / 492؛ جمہرۃ أنساب العرب، أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی، دار الکتب العلمیۃ ،بیروت، 1403ھ 1 / 381)

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے:البدایہ والنہایہ،10 / 31

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الطبری، 7 / 422

تھوڑی ہی مدت میں ابو مسلم خراسانی، ابو سلمہ [1] خلال اور دیگر حامیوں کی مدد سے بالآخر عراق پر ابو العباس کا قبضہ ہو گیا۔ چنانچہ ربیع الاول 132ھ میں ابو العباس کی خلافت کا کھلم کھلا اعلان کیا گیا۔ اور ابو مسلم خراسانی اور تمام عباسی داعیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس کے بعد ابو العباس کے چچا عبداللہ بن علی نے بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد یعنی مروان ثانی کا خاتمہ کر کے بنی عباس کی مستقل خلافت کی بنیاد رکھی۔ اس طرح امویوں کی حکومت کا ستارہ ڈوب گیا اور عباسیوں کا ستارہ اقبال طلوع ہوا۔ اور یوں سیاسی اقتدار بنو امیہ سے بنو عباس کے پاس منتقل ہو گیا۔

---

1 - آپ کا نام حفص بن سلیمان الہمدانی الکوفی الخلّال، کنیت اَبو سلمہ ہے، خلاّل کے نام سے مشہور تھے اس لئے کہ آپ خلالین کے محلے میں رہتے تھے یا ان کے پاس کثرت سے بیٹھتے تھے جس کی وجہ سے آپ بھی خلاّل کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ابو العباس السفاح کے وزیر تھے۔ اور دعوت عباسیہ کے لئے آپ نے بہت مال خرچ کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ اسلام میں پہلے شخص ہے جن کو وزیر کا لقب دیا گیا۔ امام ذہبیؒ کا بیان ہے، اپ پہلے شخص ہے جن کو عہد بنو عباس میں وزیر بنایا گیا اور آپ ادیب، بڑے ہمت والے اور تدبیر و سیاست کے جاننے والے تھے۔ آپ کو سفاح کی بیعت خلافت کے چار ماہ بعد 132ھ کو کوفہ میں قتل کرادیا۔ تفصیل دیکھیے (الأعلام، 2 / 263؛ الوافی بالوفیات، صلاح الدین خلیل بن اَیبک بن عبد اللہ الصفدی، دار اِحیاء التراث، بیروت، 2000م، 13 / 63؛ تاریخ الِاسلام، 8 / 400)

فصل دوم

خلفائے بنو عباس

مسلمانوں کی پندرہ صدیوں پر محیط تاریخ میں بہت سے خاندان تخت نشین ہوئے، لیکن ان میں سے جو عظمت و شوکت اوراہمیت عباسی خاندان کے خلفاء کو حاصل ہوئی، وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی۔ اس خاندان نے 132ھ تا656ھ یعنی تقریباً سواپانچ صدیاں حکومت کی اوراس میں کل سینتیس(37)خلفاءہوئے، ان کے ساڑھے پانچ سو سالہ دور حکومت کو تین ادوار میں تقسیم کیاجاسکتاہے۔

دور عروج:

یہ دور132ھ سے247ھ تک پھیلاہواہے۔ اس میں بنوعباس کے پہلے دس خلفاء آتے ہیں۔ یہ فرمانر واغیر معمولی صلاحیتوں کے مالک اوراعلیٰ پایہ کے مدبر تھے اس دور میں تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کو بہت ترقی ہوئی اور عجمی اثرورسوخ کو بہت فروغ ہوا۔ خاص کر آٹھویں خلیفہ معتصم نے فوج میں عربوں کی بجائے ترکوں کو بھرتی کرنا شروع کردیا جس کااثر یہ ہواکہ ترک بہت زور پکڑ گئے۔

اس فصل میں بنوعباس کے عہد عروج(132ھ تا247ھ)کے خلفاء کاتذکرہ تفصیلی اورباقی دورزوال پذیر اور زوال کا مختصر کیاجائے گا۔

اٴبوالعباس السفاح(132ھ تا136ھ)

آپ کانام ونسب: عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب، کنیت ابو العباس اور لقب سفاح تھا، بمقام حمیمہ(اردن جنوبی فلسطین)علاقہ بلقاءمیں سن108ھ یا104ھ کو پیداہوئے، اوروہیں پرورش پائی، ماں کانام ریطۃالحارثیہ تھا، یہ عمرمیں اپنے بھائی منصور سے چھوٹے تھے۔[1] اموی خلیفہ مروان ثانی نے جب آپ کے بھائی ابراہیم کو گرفتار کراکے قتل کیاتو ابوالعباس ان کا جانشین بنا۔ اس نے اپنے آبائی مسکن(حمیمہ)کی رہائش ترک کردی اور اہل و عیال سمیت ماہ صفر 132ھ میں کوفہ آگیا۔ ابومسلم خراسانی اور دیگر حامیان عباسیہ کی کامیاب تحریک کے بعد عراق پرجب عباسی حکومت قائم ہوئی توابوالعباس پہلا خلیفہ بنا۔[2]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الخلفاء ، عبد الرحمن بن اٴبی بکر جلال الدین السیوطی ، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، 2004م ، 1 / 191؛ مورد اللطافۃ فی من ولی السلطنۃ والخلافۃ، یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ الظاہری الحنفی اٴبوالمحاسن جمال الدین، دار الکتب، المصریۃ، القاہرۃ،1 / 115؛ تاریخ بغداد ، احمد بن علی اٴبو بکر الخطیب البغدادی، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت، س ن،10 / 46 ؛ تاریخ الیعقوبی، احمد بن إسحاق (ابی یعقوب) بن جعفر بن وہب الیعقوبی، التاریخ، دار صادر للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، س ن، ص: 251

2 - البدایہ والنہایہ،10 / 36

آپ نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے اگرچہ بڑی سفاکی سے کام لیا مگر اس کے باوجود مورخین نے آپ کی سخاوت، حاضر جوابی، تیز فہمی، عقل و تدبر اور حسن اخلاق کی تعریف کی ہے۔

مسعودی کا قول ہے:

"سفاح مردانہ حسن کا حامل اور متناسب الاعضاء شخص تھا"۔[1]

صاحب فخری لکھتے ہیں:

" وہ شریف متحمل مزاج، باوقار، انتہائی دانشمند، حد درجہ غیرت مند اور اچھے اخلاق کا مجسمہ تھا"۔[2]

علامہ سیوطی کا بیان ہے:

"اپنے زمانے کا سب سے سخی انسان تھا۔ ایک بار اگر کسی چیز کے دینے کا وعدہ کر لیتا تو اس میں کبھی تاخیر نہ کرتا۔ اس کا معمول تھا کہ مجلس سے اٹھنے سے پہلے اپنے وعدے پورے کر دیتا۔ ایک بار عبد اللہ بن حسن نے سفاح سے کہا، میں نے دس لاکھ درہم کا نام تو سنا ہے لیکن بد قسمتی سے کبھی دیکھے نہیں، سفاح نے دس لاکھ درہم منگوا کر اس کے سامنے رکھوا دئے۔ اس کے بعد یہ درہم اس کے گھر بھجوا دئے"۔[3]

مسعودی لکھتے ہیں:

"سفاح اہل علم وفضل کی صحبت کا گرویدہ تھا، وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو ایسے طریقوں سے گریز کرتے ہیں، جن سے علم وفضل بڑے اور ایسے مشغلے اختیار کرتے ہیں جن سے جہل ونادانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ابو بکر ہذلی نے دریافت کیا، امیر المومنین کے اس مقولے کا کیا مطلب ہے؟ سفاح نے جواب دیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آپ اور آپ جیسے فاضلوں کی صحبت سے فائدہ نہ اٹھائے اور اس کے بجائے عورتوں اور باندیوں میں نشست وبرخاست رکھے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خرافات اور غیر سنجیدہ باتیں سنتا ہے اور معاشرے میں بھی انہیں پھیلاتا ہے۔ ہذلی نے انہیں جواب دیا، انہیں باتوں کی وجہ سے خدا نے آپ کے خاندان کو دنیا میں ممتاز کیا ہے اور اسی خاندان سے نبی آخر الزمان کا ظہور ہوا ہے"[4] لیکن اس کے ظلم و ستم نے تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ

---

1 - مروج الذهب ومعادن الجوهر، أبي الحسن علي بن الحسن بن علي المسعودي، دار الفكر، بيروت، 1973م، 1 / 462

2- الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الإسلامیہ، محمد بن علی بن طباطبا (ابن الطقطقی)، دار القلم العربی، بیروت، 1997م، 1 / 55

3 - تاریخ الخلفاء، 1 / 192

4 - مروج الذهب، 1 / 464

نے فرائض سے کبھی غفلت نہیں برتی، عیش و عشرت سے اسے سخت نفرت تھی۔ البتہ شعروادب اور موسیقی سے دلچسپی رکھتا تھااور شعراءاور موسیقی کے ماہرین کوبڑے بڑے انعامات دیتا تھا۔[1]

مروان کے قتل کے بعد ربیع الاول یاجمادی الثانی 132ھ میں آپ کو بنوعباس کا خلیفہ تسلیم کیا گیا۔ اورلوگوں نے مجتمع ہوکر دارالامارۃ سے جامع مسجد میں لایا، منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دیا،(کیونکہ بنوامیہ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے) جس پر لوگوں نے سفاح کی تعریف کی، نماز جمعہ پڑھائی اور بعد نماز جمعہ پھر منبر پر چڑھ کر بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ دیا اور لوگوں سے بیعت لی۔ یہ خطبہ نہایت بلیغ و فصیح تھا۔ اس میں اپنے آپ کو مستحق خلافت ثابت کیا، آل محمد کی بہت تعریف کی اورامویوں کی شدید مذمت کی، لوگوں کے وظائف بڑھانے کا وعدہ کیا، اہل کوفہ کی ستائش کی۔ اس خطبہ کے بعد ابوالعباس کے چچاداؤدنے منبر پر چڑھ کر تقریر کی اور بنوعباس کی خلافت کے متعلق مناسب الفاظ بیان کرکے اس نے بھی بنوامیہ کی مذمت کی۔ اس کے بعد ابوالعباس کسی قدر بخار اوراعضا شکنی کی تکلیف میں مبتلا ہونے کے بنا پر قصر امارت کی طرف روانہ ہوااورآپ کا بھائی ابو جعفر منصور مسجد میں بیٹھا ہوارات تک لوگوں سے بیعت لیتا رہامؤرخین لکھتے ہیں کہ اس قدر لوگوں نے بیعت کی کہ ابوجعفر منصور بیعت لیتے لیتے تھک گئے تھے۔[2]

بیعت خلافت کی تکمیل کے بعد ذوالحجہ سن 134ھ کو سفاح عراق کے ایک قصبہ انبار گیا، جو بغداد سے دس فرلانگ دور دریائے فرات کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اس شہر کی بنیاد ساسانی فرماں رواں سابور بن ہرمز [3] نے رکھی تھی ابوالعباس نے اس شہر کی ازسرنو تعمیر کی اوروہاں مہتم بالشان محلات بنوائے۔ ایک عالیشان محل تعمیر کرایا۔ اور شہر کو اپنا دارالخلافہ قرار دیااور شہر کا نام اپنے جد اعلیٰ کے نام پر "مدینہ ہاشمیہ" رکھا اور اسے دارالخلافہ قرار دیا۔[4]

آپ کے دور خلافت کا زیادہ تر حصہ فتنوں کے دبانے اور نئی حکومت کے استوار کرنے میں گزرا اور اپنی خلافت کے استحکام کی خاطر بڑی خونریزی کی۔ خاص کر بنو امیہ پر تو اس کی سختیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ آپ کے چچاداؤد بن علی حاکم

---

1 - تفصیل دیکھیے: تاریخ الاسلام (السیاسی والاقتصادی والاجتماعی)، حسن ابراہیم حسن، دارالجیل، بیروت، لبنان، 1996م، 2/25

2 - تفصیل دیکھیے: المختصر فی أخبار البشر، ابوالفداء عماد الدین إسماعیل بن علی بن محمود بن محمد ابن عمر بن شاہنشاہ بن أیوب، الملک المؤید، صاحب حماۃ، المطبعۃ الحسینیۃ المصریۃ، س ن، 1 / 210؛ البدایہ والنہایہ، 10 / 40

3 - آپ کا نام سابور بن ہرمز اور لقب ذوالأکتاف ہے، اپ فارس کے بادشاہوں میں سے ہیں اور آپ کو بادشاہت والد کے وصیت کے ذریعہ ملی۔ چونکہ آپ کو چھوٹی عمر میں بادشاہت ملی تو ترکوں، عربوں اور رومیوں کی نظر فارس پر لگ گئی۔ تفصیل دیکھیے (المعارف، ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، القاہرۃ، 1992م، 1 / 656؛ الکامل فی التاریخ، 1 / 358؛ تجارب الأمم و تعاقب الھمم، 1 / 147)

4 - تفصیل دیکھیے: معجم البلدان، 1 / 257؛ فوات الوفیات، محمد بن شاکر بن أحمد بن عبد الرحمن بن شاکر بن ہارون صلاح الدین، دار صادر، بیروت، 1973ء، 2 / 215

حجازنے مکہ اور مدینہ میں مقیم تمام بنوامیہ کو قتل کروادیا۔ دوسرے چچاسلیمان بن علی نے بصرہ کے امویوں کو قتل کراکے ان کی نعشیں شاہراہوں پر پھینکوادیں، تیسر چچاعبداللہ بن علی نے شام میں رہنے والے تمام بنوامیہ کوتہ تیغ کرڈالا اور سوائے شیر خوار بچوں کے کوئی بھی اس کے انتقام سے نہ بچ سکا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ زندوں کے علاوہ مردے بھی اس کے جوش انتقام سے محفوظ نہ رہ سکے اور سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اکثر اموی خلفاء کی قبریں کھدوا کر ان کی ہڈیاں پسی گئیں۔ ہشام بن عبدالملک کی لاش قبر سے صحیح سلامت ملی تو اس کو کوڑوں سے پیٹا گیا اور کئی دن سر عام لٹکانے کے بعد نذر آتش کردیا گیا، اس طرح سفاح نے تمام بنوامیہ کا خاتمہ کردیا، اوراس خاندان کا صرف ایک فرد عبدالرحمٰن بن معاویہ الداخل[1] بھاگ کر نکل گیا اور اسپین پہنچ کر اس نے بنوامیہ کی عظیم الشان سلطنت قائم کی جو تین سو سال تک بڑی شان و شوکت سے قائم رہی اس قتل و غارت گری اور سفاکی کے باعث ابوالعباس سفاح کے لقب سے مشہور ہوا جس کے معنی (خونریز) کے ہیں۔[2]

سفاح کے بے پناہ جبر و تشدد کے باعث بنوامیہ کے حامی امراءنے دمشق، حمص اور قنسرین وغیرہ کے مقامات پر بغاوت کردی اور اکثر صوبائی گورنروں نے خود مختاری کا اعلان کردیا۔ اس طرح آرمینیا، موصل اور سند وغیرہ کے حاکموں نے اطاعت سے انکار کردیا چنانچہ ان کی سرکوبی کے لئے متعدد لشکر روانہ کئے گئے جنہوں نے کئی معرکوں کے بعد ان صوبوں کو مطیع بنایا۔ ان کے علاوہ حامیان اہل بیت نے بھی چند ایک مقامات پر شورشیں برپا کیں۔ عباسیوں نے چونکہ اپنی دعوت کا آغاز اہل بیت کے نام سے کیا تھا۔ اس لئے بہت سے شیعانِ علی نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مگر بنوامیہ کے

---

1 - آپ کانام ونسب: عبد الرحمن بن معاوية بن ہشام بن عبد الملك الأموی القرشی کنیت أبو المطرِّف اورلقب الداخل ہے۔ شام میں 113ھ کو پیداہوئے۔ عباسیوں کے ہاتھوں خاندان امویہ کے قتل عام میں بچ جانے والا واحد فرد تھا، اندلس میں امارت امویہ کا بانی تھے۔ ان کے بارے میں اہل علم کی رائے حسن ظن پر مبنی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:" **وكان من أهل العلم وعلى سيرة جميلة من العدل ومن قضاته** " آپ نے اندلس میں 172ھ کووفات پائی: تفصیل کے لئے دیکھیے(جذوة المقتبس فی ذکر ولاة الأندلس، محمد بن فتوح بن عبد الله بن فتوح بن حميد الأزدی أبو عبد الله بن أبی نصر الحميدی، الدار المصرية تأليف والنشر، القاہرة، 1966م، 1 / 8؛ البيان المغرب فی أخبار الأندلس والمغرب، أبو عبد الله محمد بن محمد ابن عذاری المراكشی، دار الثقافة، بيروت، لبنان، 1983م، 2 / 47؛ الوافی بالوفيات، 18 / 167؛ المعجب فی تلخيص أخبار المغرب، عبد الواحد بن علی التميمی المراكشی، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، 2006م، 1 / 23؛ الحلة السيراء، محمد بن عبد الله بن أبی بكر القضاعی البلنسی، دار المعارف، القاہرة، 1985م، 1 / 35؛ النجوم الزاہرة فی ملوک مصر والقاہرة، يوسف بن تغری بردی بن عبد الله الظاہری الحنفی، وزارة الثقافة والإرشاد القومی، دار الكتب، مصر، س ن، 2 / 70

2 - تفصیل دیکھیے: مروج الذہب، 1 / 438؛ الأعلام، 4 / 116؛ تاریخ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن محمد ابن خلدون أبو زيد ولی الدين الحضرمی الإشبيلی، دار الفكر، بيروت، 1988م، 7/ 90

خاتمہ کے بعد جب عباسی خلافت پر خود قابض ہوگئے اوراپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا جائز وارث قرار دے کر خود اہل بیت بن بیٹھے تو آلِ فاطمہ کے طرف داران کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ بخارا کے حامیان اہل بیت نے بغاوت کی اور تیس ہزار لشکر کے ساتھ ابو مسلم کے مقابلہ کو آئے مگر شکست کھاکر منتشر ہوگئے۔ [1] اسی طرح ایک خراسانی امیر، بسام بن ابراہیم [2] نے سن 134ھ میں اہل بیت کی حمایت میں بغاوت کی مگر عباسی فوج کے مقابلے شکست کھائی اور مارا گیا۔ [3]

اس طرح خوارج بھی بنوامیہ کی طرح بنوعباس کے مخالف تھے جنہوں نے بحرین اور عمان کے علاقوں میں بغاوت کر رکھی تھی۔ سفاح نے ایک سردار خازم بن خزیمہ [4] کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا جس نے کئی خوں ریز لڑائیوں کے بعد ان کا زور توڑ دیا۔ [5]

عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح نے نہ صرف اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کا خاتمہ کیا، بلکہ پے درپے بیرونی فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ خالد بن ابراہیم اور صالح بن زیاد نے چین کے سرحد پر ختن [6]، شاش [7] (چاچ)،

---

1 - تاریخ الطبری، 7 / 459

2 - آپ کا نام بسام بن ابراہیم بن بسام ہے۔ خراسان کے امیروں میں سے تھے۔ آپ نے اہل بیت کی حمایت میں بنوعباس کی مخالفت، جس کی بناء پر ابوالعباس السفاح نے آپ سے مقابلے کے لئے ایک سردار خازم بن خزیمہ کو روانہ کیا جس نے عباسی فوج کے مقابلے میں شکست کھائی اور مارا گیا۔ تفصیل دیکھیے (تاریخ الطبری، 7/ 461؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 7/324؛ الکامل فی التاریخ، 5/41)

3 -البدایہ والنھایہ، 10 / 56

4 - آپ کا نام خازم بن خزیمۃ بن عبد اللہ التمیمی یا النہشلی اور کنیت أبو خزیمہ ہے۔ بنوعباس کے بڑے مشہور کمانڈر اور سرداروں میں سے تھے۔ عہد بنوعباس میں بڑی جنگیں لڑی اور اس کے ساتھ ساتھ آپ خراسان اور عمان کے گورنر کے منصب پر بھی فائز رہے ہیں۔ 152ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ تفصیل دیکھیے (المعارف، 1 / 417؛ الجوھرۃ فی نسب النبی وأصحابہ العشرۃ، محمد بن أبی بکر بن عبد اللہ بن موسی الأنصاری، دار الرفاعی للنشر والطباعۃ والتوزیع، الریاض، 1983م، 1/ 314؛ أنساب الأشراف،، احمد بن یحیی بن جابر بن داود البلاذری، دار الفکر، بیروت، 1996م، 12 / 136)

5 - تفصیل دیکھیے: الکامل فی التاریخ، 5 / 168

6 - ختن کے مقامی مسلمان اپنے علاقے کو چین کے بجائے مشرقی ترکستان کہتے ہیں۔ قتیبہ بن مسلم الباہلی نے اس کو فتح کیا تھا۔ چینی زبان میں اس کو شین جیانگ یا سین کیانگ اور یاسنجان کہتے ہیں تفصیل دیکھیے (الموسوعۃ الحرۃ)

https://ar.wikipedia.org/wiki/%D8%B3%D9%86%D8%AC%D8%A7%D9%86

7 - اسے ان دنوں "تاشقند" کہا جاتا ہے۔ چاچ یا شاش کی سرزمین اور اس کے پایۂ تخت کے اولین حالات تیسری صدی مسیحی کے چینی مآخذ میں ملتے ہیں۔ اسلامی دور میں ملک کا نام شاش تھا۔ شاش کے بادشاہ کے بیٹے نے عربوں سے امداد مانگی تو ابو مسلم خراسانی نے زیاد بن صالح کو بھیجا جس نے ذی الحجہ 133ھ میں چینیوں کو شکست دی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 6/79)

فرغانہ [1] اور کش [2] کے علاقے فتح کر کے وہاں پر عباسی حکمران مقرر کیے۔ البتہ رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو شکست اٹھانی پڑی اور کخ و ملطیہ [3] کے شہر ان کے قبضے میں چلے گئے۔ رومیوں نے ان شہروں کو تباہ و برباد کر دیا اور تمام مسلمان باشندوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ [4]

اموی خلافت کے خاتمے کے بعد زندگی کے سب ہی شعبوں میں شکست وریخت ہوئی، ابو العباس نے نئے انتظامی ڈھانچے کی تشکیل کی طرف خاص توجہ دی، اس نے وزارت کا عہدہ قائم کیا جس کا بنو امیہ کے دور میں کوئی وجود نہ تھا۔ اس نے ابو سلمہ کو وزیر بنایا اور بعد میں اس سے بد ظن ہو گیا اور اسے قتل کروا کے اس کی جگہ خالد بن برمک [5] کو وزیر بنا دیا۔ اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو جزیرہ، ازربائجان اور آرمینیا کا والی (گورنر) بنایا۔ [6] اپنے چچا داؤد کو مدینہ، مکہ،

---

1 - یہ ازبکستان کی وادی فرغانہ کا ایک شہر ہے۔ ولید بن عبد الملک نے 94ھ میں اس کو فتح کیا۔ اس کے دیگر شہر اندیجان، قوقند، اوش اور مار گیلان ہیں۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابر فرغانہ ہی کا رہنے والا تھا (اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ، احمد عادل کمال، مترجم: محسن فارانی، دارالسلام، 2 / 164)

2 - اس کا موجودہ نام شہر سبز ہے اور یہ ازبکستان (سابقہ ریاست بخارا) شاش (تاشقند) میں واقع ہے۔ چینی مآخذ میں اس کا نام کیاشہ تھا۔ شہر سبز کا نام پہلی بار سکّوں پر آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں سامنے آیا۔ بادشاہ تیمور لنگ کش کے رہنے والا تھا۔ اس نے 772ھ /1370ء میں یہاں آق سرائے محل بنایا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 7/15)

3 - ترکی یہ شہر دریائے فرات کے قریب جنوب مغرب میں واقع ہے۔ خسرو اول (نوشیرواں) نے 575ء کو ملطیہ میں شکست کھانے کے بعد اسے جلا دیا تھا۔ خلفہ عبد الملک اور ابن زبیرؓ کے عہد میں بازنطینیوں نے اسے تاخت و تاراج کیا۔ 133ھ میں قسطنطین ششم نے ملطیہ کے محصورین کو شہر چھوڑنے پر مجبور کیا اور پھر اسے پیوند زمین کر دیا۔ چھ سال بعد 139ھ میں المنصور کے سپہ سالار صالح بن علی بن عبد اللہ نے قسطنطین کی ایک لاکھ فوج کو شکست دے کر ملطیہ پر قبضہ کر لیا اور المنصور کے بھتیجے عبد الوہاب بن ابراہیم نے اسے از سرِ نو تعمیر کرایا۔ اس کی بنیاد سکندر اعظم نے رکھی تھی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 21/565)

4 - تفصیل دیکھیے: الکامل فی التاریخ، 5 / 39

5 - آپ کا پورا نام خالد بن برمک، ابو سلمہ الخلاّل کے بعد آپ ابو العباس السفاح کے وزیر تھے۔ 90ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ذہبی کا بیان ہے: آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن میں سرداری کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور یہ اوصاف آپ کی اولاد میں بھی منتقل ہوئے۔ آپ اسلام سے قبل فارس کے مجوسی تھے آپ پر الزام تھا کہ آپ اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہے (واللہ اعلم) آپ جب سفاح کے پاس داخل ہوئے تو سفاح آپ کی عربی فصاحت سے متاثر ہوا اور گمان کیا کہ شاید آپ عرب ہیں۔ آپ نے 165ھ میں وفات پائی۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: (الوافی بالوفیات، 13 / 149؛ الأعلام، 2 / 295؛ تاریخ الإسلام، 10 / 87

6 - فتوح البلدان، أحمد بن یحیٰ بن جابر بن داود البلاذری، دار و مكتبة الهلال، بیروت، 1988م ،1 / 207

یمن اور یمامہ کا ایک دوسرے چچا عبد اللہ بن علی کو شام کا، ایک بھتیجے کو کوفہ کا، ابو مسلم خراسانی کو خراسان کا اور اپنے ایک بھائی کو فارس کا حاکم مقرر کیا۔[1]

ابو العباس نے چار سال اور آٹھ ماہ یا نو ماہ حکومت کی۔ وفات سے قبل اپنے بھائی ابو جعفر منصور اور اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو بالترتیب ولی عہد مقرر کیا۔ چیچک کی مرض میں مبتلا ہو کر بروز ہفتہ 13 ذی الحجہ 136ھ کو اسی بیماری میں 29 یا 33 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے چچا عیسیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دار الحکومت ہاشمیہ (أنبار)[2] میں دفن کیا گیا۔[3]

ابو جعفر منصور (136ھ تا 158ھ)

آپ کا نام عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس، کنیت ابو جعفر اور لقب منصور تھا۔ تاریخ کے صفحات میں ابو جعفر منصور کے نام سے مشہور ہے، ولید بن عبد الملک اموی کے زمانہ خلافت سن 95ھ کو حمیمہ کے گاؤں میں پیدا ہوئے۔[4] ماں کا نام سلامہ بنت بشیر تھی جو لونڈی تھی اور بربری[5] نسل سے تعلق رکھتی تھی۔ بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون تھی۔[6] منصور نے بنی ہاشم کی ممتاز شخصیتوں کے سایہ عاطفت میں نشوو نما پائی۔ اور اپنے والد اور دادا کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ادب اور فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل تھا اور سلاطین اور امراء کے حالات و واقعات پر پورا عبور حاصل کیا تھا۔[7]

---

1 - تفصیل دیکھیے: الکامل فی التاریخ، 5 / 167

2 - یہ شہر بغداد کے مغرب میں دس (10) فرسخ دور دریائے فرات پر واقع ہے۔ اہل فارس اسے شاپور کا نام دیتے تھے۔ گندم اور جو وغیرہ کے ڈھیروں کے باعث اس کا یہ نام پڑا۔ پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح نے اسے اپنا دار الحکومت بنایا تھا۔ نیز اب عراق کے مغربی صوبے کا نام انبار ہے جو شام اور اردن سے ملحق ہے۔ اس کا دار الحکومت رمادی ہے اور اس میں قائم، حدیثہ، ہیت، فلوجہ، رُطبہ اور عنہ کے اضلاع بھی ہیں (معجم البلدان، 1 / 257)

3 - دیکھیے: تاریخ ابن خلدون، 3 / 227؛ الوافی بالوفیات، 17 / 231؛ فوات الوفیات، 2 / 215

4 - تاریخ بغداد، 10 / 53

5 - ایک قول یہ ہے کہ سلامہ بنت بشیر نام تھا اور بصرہ کی پیدائش تھی (التنبیہ والاشراف، أبو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی، دار الصاوی، القاہرۃ، س ن، 1/340)

6 - تاریخ الخلفاء، 1 / 193

7 - مروج الذہب، 1 / 472

سیرت کے لحاظ سے منصور ایک بلند پایہ انسان تھا۔ اس کا اخلاق پاکیزہ اور عادات شستہ مگر سادہ تھیں، مورخین کے خیال میں ہیبت، شجاعت، عقل ورائے، حزم واحتیاط، سیاست وتدبر اور ہمت واستقلال میں تمام عباسی خلفاء میں کوئی بھی اس کا ہم پلہ نہیں تھا، نازک سے نازک موقعوں پر بھی گھبراتا نہیں تھا۔ [(1)]

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں :

"ہیبت وشجاعت، حزم ورائے اور سطوط وجبروت کے لحاظ سے خلفاء بنوعباس میں بڑا آدمی تھا، کھیل کود کے پاس نہ پھٹکتا تھا، کامل العقل، علم وادب اور فقہ میں اعلیٰ مرتبہ رکھتا تھا"۔ [(2)]

سفاح کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا، سفاح کی وفات کے وقت منصور مکہ میں تھا، دارالخلافہ میں اس کے چچا عیسیٰ بن علی نے آپ کی جانب سے بیعت لی۔ راستہ میں منصور کو سفاح کی وفات کی خبر ملی۔ ابو مسلم ساتھ تھا، پہلے اس نے خود بیعت لی اس کے بعد جس قدر بنوہاشم اور اراکین سلطنت ساتھ تھے، ان سے بیعت لی، اور ذی الحجہ سن 136ھ میں آپ نے خلافت کا منصب سنبھالا، اس وقت عمر کا اکتالیسواں سال تھا۔ [(3)]

خلافت عباسی کی بنیاد اگرچہ سفاح نے رکھی تھی مگر اسے مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے والا منصور ہی تھا اسی بناء پر اسے عباسی اقتدار کا حقیقی بانی تصور کیا جاتا ہے۔ اسے بنوعباس میں وہی مقام اور مرتبہ حاصل تھا جو عبد الملک کو بنوامیہ میں حاصل تھا، اغاز خلافت میں اسے قدم قدم پر مشکلات اور آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا لیکن منصور نے اپنی دور اندیشی، سیاسی بصیرت اور بے مثال تدبر کے باعث تمام مشکلات پر قابو پالیا۔ سفاح کے حالات میں ذکر کیا گیا کہ سفاح نے انبار کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا جب منصور خلیفہ بنا تو "ہاشمیہ" میں تھا کہ خراسانیوں کا ہنگامہ ہوا۔ اس کے بعد 140ھ یا 141ھ میں ابو جعفر منصور نے اپنا ایک نیا دارالخلافہ بنانا چاہا اور شہر بغداد کی بنیاد رکھی، اس کی تعمیر کا کام قریباً نو دس برس تک جاری رہا اور آخر کار 149ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہوگئی اور اس روز سے بنوعباس کا دارالخلافہ بغداد رہا۔ [(4)]

منصور کے دور خلافت میں بہت اہم واقعات پیش آئے۔ ان میں سب سے اہم واقعہ، عربوں اور عجمیوں کی بغاوت تھی جو منصور کی خلافت سے ناخوش تھے۔ باغی عربوں کا سرغنہ منصور کا چچا عبد اللہ بن علی تھا اور ناخوش عجمیوں کی ترجمانی ابو مسلم خراسانی کر رہا تھا جو در حقیقت دولت عباسیہ کا بانی تھا۔ اس شدید کشمکش کی وجہ سے سلطنت عباسیہ کا مرکز متزلزل ہوگیا تھا۔ لیکن منصور نے اپنی پختہ کاری اور حکمت عملی سے عربوں کی شورش کا استیصال کر دیا۔ ان کے لیڈر

---

1 - الکامل فی التاریخ، 5 / 198

2 - تاریخ الخلفاء، 1 / 193

3 - المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 7/ 338؛ البدایہ والنهایہ، 10 / 129

4 - تاریخ الاسلام، السیاسی، 2/31

عبداللہ بن علی کو گرفتار کرلیا اور قتل کرا دیا۔ منصور نے عجمیوں پر بھی قابو پالیا اوران کے قائدابو مسلم خراسانی کا خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح منصور نے علویوں کی باغیانہ سرگرمیوں کو سختی سے کچل دیا۔ اورامام محمد(النفس الزکیہ)بن عبداللہ بن حسن کو حجاز میں ختم کرادیا اوران کے بھائی ابراہیم کو عراق میں قتل کرا دیا۔ [1]

منصور کا چچا عبداللہ بن علی سفاح کے بعد منصور کے بنسبت اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتا تھا، اس نے منصور کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور خود خلافت کا دعویدار بن گیا، اور باقاعدہ لوگوں کو جمع کرکے ان سے کہا کہ سفاح نے کہا تھا جو شخص حران کے مہم پر جائے گا وہ میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ چنانچہ اس مہم پر میں روانہ ہوا اور میں نے ہی مروان بن محمد اور دوسرے اموی سرداروں کو شکست دے کر اس مہم میں کامیابی حاصل کی۔ سب لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اطلاع پہنچنے پر منصور نے اس کے خلاف ابو مسلم خراسانی کی قیادت میں لشکر بھیجا نصیبین کے مقام پر ہر دو مقابل ہوئے، عبداللہ بن علی کی فوج کو شکست ہوئی اور خود گرفتار ہو گیا، بعد میں اسے قید میں ڈال دیا گیا اور وہیں اس کی وفات ہوئی۔ [2]

ابو مسلم خراسانی خلافت بنو عباس کے بانیوں میں سے تھا اور دعوت عباسیہ کو کامیاب بنانے میں سب سے بڑا کام کیا تھا، جسے منصور اپنے اقتدار کے لئے خطرہ تصور کرتا تھا۔ چنانچہ منصور نے اسے سن 137ھ کو عثمان بن نہیک، شبیب بن ارواح وغیرہ کے ہاتھوں دھوکے سے قتل کروادیا۔ ابو مسلم خراسان اور فارس میں بہت ہر دلعزیز تھا، اس کی ہلاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مجوسی (آتش پرست) فیروز نامی جو سنباد [3] کے نام سے مشہور تھا عباسیوں کے خلاف خراسان میں ابو مسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرنے کے لئے بغاوت کر دیا۔ اور کوہستان کے لوگوں نے اس کا ساتھ

---

1 - تفصیل دیکھیے: البدایہ والنہایہ، 10/ 61؛ الکامل فی التاریخ، 5/ 56

2 - البدایہ والنہایہ، 10 / 61

3 - فیروزنامی جو سنباد کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک مجوسی (آتش پرست) تھا۔ جس کا تعلق قارن نامی شاہی پہلوی خاندان سے تھا۔ بقول ابن اثیر اس نے کعبہ کو تباہ کرنے کا بھی ارادہ کیا تھا۔ اس نے عباسیوں کے خلاف خراسان میں ابو مسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرنے کے لئے بغاوت کر دیا تھا۔ خلیفہ منصور نے اس کے سرکوبی کے لئے جمہور بن مرار عجلی کو مامور کیا۔ جمہور نے سنباد کو شکست دی، سنباد نے فرار ہو کر طبرستان میں پناہ لی۔ وہاں عامل طبرستان طبرستان کے ایک خادم نے سنباد کو قتل کر دیا۔ تفصیل کے لئے دیکھیے (الکامل فی التاریخ،5 /56- 66؛ تاریخ ابن خلدون،3 / 232؛ Wikipedia)
https://en.wikipedia.org/wiki/Sunpadh

دیا۔ خلیفہ منصور نے جب اس فتنہ کا حال سنا تو سنباد کی سرکوبی کے لئے جمہور بن مرار عجلی کو مامور کیا ہمدان[1] اور رے کے درمیان لڑائی ہوئی، جمہور نے سنباد کو شکست دی، سنباد نے فرار ہو کر طبرستان میں پناہ لی۔ وہاں عامل طبرستان طبرستان کے ایک خادم نے سنباد کو قتل کر دیا۔[2]

اس کے علاوہ علاوہ بھی کچھ لوگوں نے بغاوتیں کیں لیکن منصور نے اپنی دور اندیشی، سیاسی بصیرت اور بے مثال تدبر کے باعث بروقت ان تمام پر قابو پالیا۔ مثلاً: گورنر خراسان عبد الجبار بن عبد الرحمٰن نے خلیفہ کے مقرر کردہ چند افسروں کو قتل کرادیا۔ منصور نے موقعہ پا کر بالآخر یہ کانٹا بھی رستے سے ہٹادیا۔

آپ حج کے ارادہ سے نکلے راستہ میں بیمار ہوگئے بیر معونہ[3] پہنچے تو احرام کی حالت میں بروز ہفتہ ذی الحجہ 158ھ کو باختلاف روایات 65،64،63اور یا68سال کی عمر میں وفات پائی۔[4]

مہدی بن ابو جعفر منصور(158ھ تا169ھ)

آپ کا نام محمد بن عبد اللہ منصور بن محمد بن علی، لقب المہدی اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ 126ھ یا127ھ میں مقام اِیذج[5] میں پیدا ہوئے، والدہ اردی خاندان حمیری سے تھیں(حمیر خاندان ایک طویل مدت تک یمن پر فرمانروائی کرتا رہا تھا)[6]، مہدی کی نشوونما قصر خلافت میں ہوئی، اسے بچپن سے ہی لکھنے پڑھنے کا بے حد شوق تھا منصور نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی۔ بہت سے علماء کی شاگردی اور صحبت میں رکھااورایک اتالیق مقرر کیا جس نے اسے عربی کی تعلیم دی۔ اس کے لئے عربوں کی امثال اور عربی زبان کے منتخب اشعار جمع کئے اس طریق

---

1 - ایران کا یہ شہر طہران کے جنوب میں (کوہ الوند کے دامن میں)واقع ہے۔ یہ صوبہ ہمدان کا دارالحکومت ہے۔ منگولوں (تاتاریوں) نے 617ھ میں ہمدان کو تاخت و تاراج کیا۔1789ء میں محمد خان قاچار نے قلعہ ہمدان مسمار کرادیااوراس کے کھنڈر، جواب الحصلّیٰ کہلاتے ہیں، بیرون شہر موجود ہیں۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ،166/23)

2 - الکامل فی التاریخ،5 /56- 66؛ تاریخ ابن خلدون،3 / 232

3 - یہ علاقہ بنو عامر اور بنو سلیم کے علاقوں حرۃ بنو سلیم کے درمیان ہے جو کہ نجد میں واقع ہے اور حرۃ کے نسبتاً زیادہ قریب ہے ۔ آپ ﷺ نے حضرت منذر بن عمرو الأنصاریؓ کو چالیس باعلم و عمل افراد جو کہ اصحاب صفہ میں سے تھے ان کا وفد نجد کی طرف بھیجا بیر معونہ کے مقام پر مشرکین نے ان کو شہید کر دیا تھا(البدء والتاریخ، مطہر بن طاہر المقدسی ، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، بور سعید، س ن،4 / 211؛ تاریخ الطبری،2 / 546)

4 -الوافی بالوفیات ، 17 / 233

5 - یہ خوزستان اور اَصبہان کے درمیان واقع ہے۔ زلزلوں کی اور معدنیات کی کثرت کی وجہ سے یہ علاقہ مشہور ہے۔ اِیذج نامی ایک علاقہ اہواز میں بھی واقع ہے ایذج اور خوزستان آج کل ایران میں شمار ہوتے ہیں(معجم البلدان،1 / 288)

6 - تاریخ الخلفاء، 1 / 201؛تاریخ بغداد، 5 / 391

تعلیم سے مہدی کو علم وادب کا ذوق اوراس سے دلچسپی پیدا ہوئی اوراس نے قدیم عرب کے حوادثات و واقعات ان کے امتیازی اخلاق اوران کی شاعری اورادب کا پوری طرح مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ نے نہ صرف مہدی کے قلب ودماغ کو جلادی بلکہ اس میں صحیح ادبی ذوق بھی پیدا کر دیا۔ وہ شعر بھی بہت اچھے کہتا تھا۔ عربی کے ہزاروں منتخب اشعار اور بے شمار امثال عرب اسے یاد تھیں۔ اس کے علاوہ مروجہ علوم حاصل کیے، حدیث کی سماعت اپنے باپ اور مبارک بن فضالہ [1] جیسے عالم متبحر سے کی۔[2]

خلیفہ مہدی طبعاً حلیم اور خود دار واقع ہوا تھا اور مزاج میں عفو کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مختلف موقعوں پر بڑے بڑے سیاسی مجرموں کو آپ نے معمولی فہمائش کرنے کے بعد چھوڑ دیا۔ آپ نے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کبھی تساہل سے کام نہ لیا، مذہب کا پابند تھا، چنانچہ وہ کسی غیر شرعی حرکت کو گوارا نہ کرتا تھا، زندیقوں اور ملحدوں کے آپ جانی دشمن تھے آپ پہلے شخص ہیں جس نے زندیقوں اور ملحدوں کے رد میں کتابیں لکھنے کا حکم دیا۔[3] فخری آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مہدی، بیدار مغز بیحد ذہین اور شرافت کا مجسمہ تھا ملحدوں اور زندیقوں کے حق میں نہایت سخت تھا ان کا استیصال کرنے میں وہ کسی بات کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ مہدی کا دور خلافت بھی منصور کے عہد خلافت کی طرح حوادث اور شورشوں سے معمور تھا۔ مہدی ناانصافیوں اور ظلم وزیاتیوں کے خلاف دادرسی کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ وہ بے انتہا تیز فہم، فصیح وبلیغ، بلند ہمت، پختہ رائے اور نہایت دوراندیش خلیفہ تھا۔ تقریر و تحریر دونوں پر اسے پوری قدرت تھی۔ سیاست کی گوناگوں نیرنگیوں اوراس کے نشیب وفراز کو خوب سمجھتا تھا۔ انہیں خوبیوں نے اسے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ وسیع اسلامی سلطنت کا نظم ونسق حسن وخوبی کے ساتھ چلا سکے۔ منصور انہیں اوصاف کے بنا پر فخر سے بار بار آپ کو دیکھتا تھا اور موقع بموقع کچھ نہ کچھ نصیحت بھی ضرور کرتا تھا۔[4]

---

1 - آپ کا نام ونسب: مبارک بن فضالۃ بن أبي أمیۃ البصري القرشي اور کنیت أبو فضالۃ ہے۔ آپ زید بن الخطاب کے مولی تھے۔ اور بصرہ کے رہنے والے تھے۔ امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ نے عباسی خلیفہ مہدی کی زمانہ خلافت میں بصرہ میں 165ھ یا 166ھ کو وفات پائی۔ تفصیل دیکھیے (الطبقات الکبری، 7 / 277؛ تھذیب التھذیب، 10 / 27؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 222 ؛ الثقات لابن حبان، 7 / 501)

2 - تفصیل دیکھیے: تاریخ الخلفاء، 1 / 202؛ تاریخ بغداد، 5 / 391

3 - تاریخ الخلفاء، 1 / 202 ؛ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، أبو محمد عفیف الدین عبد اللہ بن أسعد بن علي بن سلیمان الیافعي، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان ،1997 م، 1 / 275

4 - الفخري في الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ، 1 / 176

مسعودی لکھتے ہیں:

انصاف اور مساوات کے اصولوں کا وہ دلدادہ تھا، قاضی کی عدالت میں خود بھی عام ملزموں کی طرح پیش ہوتا تھااوراس کے فیصلے کا احترام کرتا تھا، مساجد میں بادشاہوں کی حفاظت کے لئے جو مقصورے بنائے گئے تھے آپ نے انہیں اکھڑوادئے۔ فیاض اور سخی اتنا تھا کہ چند ہی سالوں میں اپنے والد کے جمع کئے ہوئے ساٹھ کروڑ درہم اور ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار ملک کے فلاح و بہبود کے لئے خرچ کر دئے تھے بلکہ اپنے دور خلافت کی آمدنی کی بھی بہت بڑی مقدار صرف کی تھی۔[1]

امام ذہبیؒ آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كان جوادا ممدّحا مليح الشكل محبّبا إلى الرعيّة قصّابا للزّنادقة "۔[2]

ترجمہ: آپ نہایت سخی، لوگوں میں معروف، خوب شکل، رعایا کے محبوب اور زندیقوں کا سر قلم کرنے والا تھا۔

امام ابن کثیرؒ آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وبالجملة فإن للمهدي مآثر ومحاسن كثيرة"۔[3] اوراس میں کافی خوبیاں تھیں۔

منصور کی وفات مکہ کی قریب ہوئی جو عمائد سلطنت اورافسران فوج ساتھ تھے ان سے ربیع بن کاتب نے اوراہل مکہ سے عباس بن محمد اور محمد بن سلیمان نے بیعت لی۔ اور منصور کی وفات کے بارہویں دن بغداد میں بیعت عام ہوئی، اورذی الحجہ سن 158ھ میں خلیفہ مہدی تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر 33 سال تھی۔[4]

علامہ سیوطی اور خطیب بغدادی کا بیان ہے:

"کہ قیام خلافت کے بعد مہدی نے ذی الحجہ 158ھ میں بمقام بغداد پہلا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: لوگو امیر المومنین بھی اللہ کا بندہ ہے۔ آواز دینے پر جواب دیتا ہے اور احکام کی تعمیل کرتا ہے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ اس کی آنکھیں ڈبڈا گئیں اور اس نے روتے ہوئے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے احباب کے فراق میں گریہ فرمایا اور مجھ پر بھی دوہری مصیبت پڑی ہے ایک تو میرے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا اور پھر خلافت کا بوجھ، خلافت کے بارے میں اللہ ہی سے میں امور خلافت کی تکمیل کا طلب گار ہوں وہی میری مدد کرے گا۔ لوگو اس شخص کی اطاعت قبول کرو جو تم میں عدل و انصاف کو رواج دے۔ تمہاری غربت و پریشانی دور کرے۔ جو تمہارے لیے امن و

---

1 - مروج الذھب، 1 / 487

2 - تاریخ الإسلام، 10 / 435

3 - البدایہ والنھایہ، 10 / 156

4 - ایضاً، 10 / 162

سلامتی کے اسباب مہیا کرے جو تمہاری معیشت کے ذرائع تم پر کھولے۔ بخدا میں تمہیں سزائیں دینے سے گریز کروں گا اور اپنے آپ کو تم پر احسان کرنے پر مائل رہوں گا"۔[1]

اس کے بعد مہدی نے پہلا کام یہ کیا کہ تمام علوی قیدیوں اور حجاز سے گرفتار شدہ لوگوں کو آزاد کر دیا، ان کی ضبط شدہ جائدادیں انہیں واپس کر دیں اور دیگر مراعات بھی بحال کر دیں۔ خلیفہ کے اس محبت بھرے رویے نے اسے عوام میں بہت مقبول بنا دیا۔

مہدی کا تقریباً دس سالہ دور رعایا کے لئے امن وامان اور خوشحالی کا دور تھا۔ مہدی سے پہلے خلفاء کی پالیسی، سخت گیری اور انتہاپسندی کی بنیاد پر قائم تھی، لیکن مہدی کے دور خلافت سے عباسی خلفاء کی پالیسی اعتدال اور نرمی کی اساس پر قائم ہوئی، جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر کیا کہ سب لوگوں کا مال ودولت واپس کر دیا جو اس کے باپ منصور نے ضبط کر لیا تھا اور ان سب علوی خاندان کے افراد کو رہا کر دیا جنہیں منصور نے جیل میں ڈال دیا تھا۔ آپ نے رعایا کی فلاح وبہبود کے لئے کئی کام کئے اور انتظام سلطنت کو بہتر بنانے کی خاطر کئی اصلاحات نافذ کیں۔ آپ نے تمام محکموں کی از سرِ نو تنظیم کی اور ہر ایک محکمے کے لئے جدا جدا نگران مقرر کئے، مکہ، مدینہ، یمن، اور بغداد کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قائم کیا، امام ذہبیؒ فرماتے ہیں آپ پہلا شخص ہے جس نے حجاز سے عراق تک ڈاک کا سلسلہ قائم کیا، کوڑھیوں اور جزامیوں کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر کئے۔ تاکہ وہ مانگنے سے باز رہیں اور اور یہ متعدی مرض ملک کے دوسرے حصوں میں نہ پھیلائیں۔ مکہ کو جانے والے تمام راستوں کو درست کرا کے جابجا قافلوں کے ٹھہرنے کے لئے سرائیں بنوائیں اور کنویں کھدوائے، سڑکوں کی مرمت کرائی، جابجا پانی کے حوض بھی بنوائے تاکہ گزرنے والے قافلوں کے جانوروں کو پانی کی تکلیف محسوس نہ ہو، خلیفہ ولید بن عبد الملک کی طرح آپ کو بھی نئی عمارات بنوانے کا بہت شوق تھا، چنانچہ دجلہ کے کنارے آپ نے ایک نیا محل بنوایا، بصرہ کی جامع مسجد اور مسجد حرام کی توسیع کی، رومی سرحد پر کئی نئے قلعے تعمیر کرائے وغیرہ۔[2]

آپ کے دور خلافت میں سب سے شدید اور سب سے خطرناک وہ شورشیں تھیں، جو زندیقیوں نے برپاء کی تھیں، اور اس دور میں مذہبی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کے لئے یہ زندیق بہت بڑا خطرہ بن گئے تھے، ایک خراسانی ملحد (مقنع) نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بہت جلد ہی اس نے اپنے پیروؤں کی اچھی خاصی جمعیت فراہم کر لی جس کی تفصیل باب اول فصل سوم، ص: (55) عہد بنو عباس میں مختلف فرقوں کے ذکر میں آئے گا۔

---

1 - تاریخ الخلفاء، 1 / 202؛ تاریخ بغداد، 5 / 391

2 - دیکھیے: تاریخ الخلفاء، 1 / 203؛ تاریخ الإسلام، 10 / 7؛ تاریخ ابن الوردی، أبو حفص عمر بن مظفر بن عمر بن محمد ابن أبی الفوارس ابن الوردی الکندی، دار الکتب العلمیة، لبنان، بیروت، 1996م، 1 / 191

162ھ میں جزیرہ کے ایک رئیس عبد السلام بن ہشام یشکری[1] نے بغاوت کی اوراتنازور پکڑ لیا کہ شاہی افواج اس کے مقابلے میں عاجز آگئی۔ بالآخر اسے شکست دے دی گئی اور قتل کر دیا گیا۔[2]

158ھ میں مصر کے علاقہ الحوف کے باشندوں نے بھی یورش کر کے وہاں کے عباسی گورنر موسیٰ بن مصعب[3] کو قتل کر دیا۔ مہدی نے ان کی سرکوبی کے لئے فضل بن صالح کو مامور کیا جس نے کئی خونریز معرکوں کے بعد اس بغاوت کو فرو کیا۔[4]

اسی طرح آپ کے دور میں رومی سپہ سالار میخائل[5] نے سرحدی علاقوں پر حملہ کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا جس پر 163ھ میں مہدی نے بذات خود رومیوں کے خلاف فوج کشی کی اوران کے متعدد شہروں کو فتح کر لیا۔ دو سال بعد مہدی نے اپنے لڑکے ہارون الرشید کو ایک لاکھ سپاہیوں کا لشکر دے کر رومیوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے بھیجا۔ عباسی فوج ایشیائے کوچک[6] میں سے یلغار کرتی ہوئی آبنائے باسفورس[7] تک پہنچ گئی۔ رومیوں کی ملکہ ایرینی نے گھبرا کر مسلمانوں

---

1 - آپ کا نام عبد السلام بن ہشام یشکری ہے۔ آپ ایک جزیرہ کے سردار تھے۔ عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ میں بغاوت کی اوراتنازور پکڑ لیا کہ شاہی افواج بھی آپ کے مقابلے میں عاجز آگئی، لیکن بالاخر آپ کو شکست دی گئی اور 162ھ میں آپ کو قتل کر دیا گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھیے(الکامل فی التاریخ، 5 / 229؛الأعلام، 4 / 10؛ تاریخ الطبری،8 / 142)

2 - تاریخ الطبری،8 / 142

3 - آپ کا نام ونسب: موسی بن مصعب بن الربیع الخثعمی ہے۔ خثعم کے مولیٰ تھے، موصل کے رہنے والے تھے۔ عباسی خلیفہ مہدی نے آپ کو 167ھ میں مصر کا گورنر مقرر کیا۔ خراج کی وصولی میں شدت کی وجہ سے آپ کے خلاف بغاوت ہوئی جس میں آپ کو168ھ کو قتل کیا گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھیے(النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ (2 / 54؛ کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ، ، ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب الکندی المصری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2003م، 1 / 95؛الأعلام، 7 / 329)

4 - الکامل فی التاریخ، 5 / 216- 220

5 - پانچویں قسطنطین نامی بادشاہ جس نے 741عیسوی سے 775عیسوی تک حکومت کی۔ اس کا بڑا معزز جنرل تھا۔ یہ عیسایت میں تصویر کشی کا نہایت مخالف تھا۔ اس نے 792عیسوی میں وفات پائی (موسوعۃ الحرۃ)

https://en.wikipedia.org/wiki/Michael_Lachanodrakon

6 - یہ ترکی کا قدیم نام ہے(آزاد دائرۃ المعارف)

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A7%D9%86%D8%A7%D8%B7%D9%88%D9%84%DB%8C%DB%81

7 - یہ ترکی کے یورپی حصے اور ایشیائی حصے کے درمیان واقع سرحد کا نام ہے(آزاد دائرۃ المعارف)

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A2%D8%A8%D9%86%D8%A7%D8%A6%DB%92_%D8%A8%D8%A7%D8%B3%D9%81%D9%88%D8%B1%D8%B3

سے صلح کرلی اورایک بہت خطیر رقم بطور تاوان جنگ ادا کی۔ اس مہم کے باعث رومیوں پر عباسی طاقت کا رعب چھا گیااوروہ مسلمانوں کے علاقوں پر دست درازی کرنے سے گریز کرنے لگے۔[1]

آپ کی وفات کے متعلق مؤرخین نے دو سبب بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک دن آپ شکار کھیلنے گئے، کسی جاڑی سے ایک ہرن نکلامہدی نے اس کے پیچھے اپناگھوڑادوڑایا۔ ہرن ایک کنڈر میں گھس گیا، آپ کا گھوڑا بھی کنڈر میں گھستے ہوئے مہدی دروازے سے ٹکرا گیااوراس کی کمر ٹوٹ گئی اوراسی وقت دم توڑدیا۔ دسری یہ کہ مہدی کی ایک باندی نے کسی دوسری باندی کی جلن میں مہدی کے کھانے میں زہر ملادیا تھا، وہ آپ کی موت کا باعث ہوا۔ آپ کی مدت خلافت دس سال ایک ماہ تھی، وفات سے پہلے اپنے بیٹے ہادی اور ہارون کو یکے بعد دیگرے اپناولی عہد مقرر کیا، اور بارہ محرم سن 169ھ میں تینتالیس (43) سال کی عمر میں وفات پائی۔[2]

ہادی بن مہدی (169ھ تا170ھ)

آپ کانام موسی ہادی بن مہدی بن منصور بن محمد، کنیت ابو محمد اور لقب ہادی تھا، 147ھ کو مقام رے میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ بربر کی رہنے والی ام ولد (لونڈی) تھی جس کانام خیزراں تھی۔[3]

مورخین نے آپ کی سیرت وکردار کے بارے میں بہت کم لکھاہے کیونکہ اس کی مدت خلافت بہت کم تھی۔ ہادی اگرچہ مزاج کا کچھ سخت تھالیکن امور سلطنت سے غافل نہ تھااور دوسرے عباسی حکمرانوں کی طرح فیاض اور ذہین تھا۔ دربار میں قواعد وضوابط کی سختی سے پابندی کرتا لیکن نجی مجالس میں خوش طبع اور پر تکلف تھا۔ طبعاً آزاد خیال اور کھیل کود کو پسند کرتا تھالیکن دین کے دشمنوں اور ملحدوں خاص کر خوارج اورزندیقوں کا سخت دشمن تھا۔[4]

اپنے والد مہدی کی وصیت کے مطابق تخت نشین ہوا۔ مہدی کی بیوی ملکہ خیزران ہادی کے بجائے اپنے بیٹے ہارون کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی لیکن مہدی کی اچانک وفات کی وجہ سے ایسانہ ہوسکا، مہدی کی وفات سفر کی حالت میں ماسبذان[5] میں

---

1 - تفصیل دیکھیے: تاریخ ابن الوردی، 1 / 192؛ تاریخ ابن خلدون، 3 / 264

2 - تفصیل دیکھیے: تاریخ الإسلام، 10 / 445؛ البدایہ والنھایہ، 10 / 162؛ تاریخ الطبری، 8 / 168

3 - تاریخ الخلفاء، 1 / 207

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الخلفاء، 1 / 207؛ البدایہ والنھایہ، 10 / 159

5 - یہ عراق میں موصل اور تکریت کے درمیان ایک پہاڑ کانام ہے (مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع، عبد المؤمن بن عبد الحق ابن شمائل القطیعی البغدادی الحنبلی، دار الجیل، بیروت، 1412ھ، 1 / 151)

ہو اتھااتفاق سے اس وقت ہادی بھی دار الخلافہ سے دور جُرجان[1] کی مہم میں مصروف تھا۔ یحیٰ بن خالد برمکی اور ہارون الرشید جو سفر میں مہدی کے ساتھ تھے، ہادی کے لیے ارکانِ سلطنت سے بیعت لی اور مہر، عصا اور رداء خلافت مع تعزیت نامہ ہادی کے پاس جرجان بھیج دیئے، چند روز کے بعد ہادی جرحان سے بغداد پہنچا اور صفر سن 169ھ میں عنان حکومت سنبھال لی، مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد ربیع حاجب کو اپنا وزیر مقرر کر دیا اس وقت ہادی کی عمر پچیس (25) سال تھی۔[2]

عباسی خلیفہ ہادی کو زندیقوں سے انتہائی نفرت اور ان کے استیصال کا جذبہ آپ کو اپنے باپ مہدی سے ورثہ میں ملا تھا۔ مہدی نے اسے وصیت کی تھی کہ "اے بیٹے! جب تجھے خلافت ملے تو ان زندیقوں کا قلع قمع کرنے اور ملک کو ان کی نجات سے پاک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا"[3]۔ ہادی نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے دور خلافت میں جہاں کہیں ان میں سے جن پر بھی قابو پایا، اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

آپ کے عہد کا دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ آپ اپنے دادا منصور کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور اپنے باپ ہادی کے وصیت نامہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے بھائی ہارون کو ولی عہدی سے معزول کرنے اور اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ خلافت کے ممتاز افراد اس معاملے میں اس کے ساتھ تھے، اور اس سلسلے میں ہارون پر اس حد تک اس نے عرصہ حیات تنگ کر دیا کہ اسے شہر بدر ہونا پڑا، یہاں تک کہ اسے ہادی کی موت کے بعد ہی بغداد آنا نصیب ہوا، مگر یحیٰ بن خالد برمکی نے اسے ایسا کرنے سے باز رکھا اور مہدی کے وصیت کا احساس دلایا، ابھی یہ کش مکش جاری تھی کہ ہادی اس جہان فانی سے چل بسا اور ہارون کے لئے راستہ خود بخود صاف ہو گیا۔[4]

آپ کا دور خلافت زیادہ طویل نہ تھا۔ اور اچانک 18 ربیع الاول 170ھ کو بغداد میں وفات پائی، مدت خلافت ایک سال ایک مہینہ اور چند دن تھی۔ (جس رات ہادی کا انتقال ہوا، وہ ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ اس شب میں ایک خلیفہ نے وفات پائی (جو ہادی تھا)، ایک خلیفہ خلافت پر تخت نشین ہوا (جو ہارون تھا) اور ایک خلیفہ پیدا ہوا (جو مامون تھا)۔[5]

---

1 - یہ طبرستان اور خراسان کے درمیان واقع مشہور شہر ہے۔ اس کا قدیم نام ورکانا اور پھر گُرگان تھا جو معرب ہو کر جُرجان بن گیا۔ قرون وسطیٰ کا گرگان موجودہ شہر گرگان (پرانا استر آباد) کے شمال مشرق میں واقع تھا دیکھیے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 537/2)

2 - تفصیل دیکھیے: المختصر فی أخبار البشر، 2 / 10؛ البدایہ والنھایہ، 10 / 167؛ الکامل فی التاریخ، 5 / 258

3 - تاریخ الاسلام، السیاسی، 42/2

4 - تاریخ الطبری، 8 / 207

5 - الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ، 1 / 190

ہارون الرشید بن مہدی (170ھ تا 193ھ)

آپ کا نام ہارون الرشید بن مہدی محمد بن ابوجعفر منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، کنیت ابوجعفر اور لقب الرشید تھا[1]، یہ نامور خلیفہ 27 ذوالحجہ 145ھ کو مقام رائے میں پیدا ہوا، اس کی ماں ایک یمنی کنیز جرشیہ تھی، جو خیزران کے نام سے مشہور ہے۔[2]

خلیفہ مہدی کی وصیت کے مطابق ہارون الرشید اپنے بھائی ہادی کی وفات کے بعد 18 ربیع الاول 170ھ 33 سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔[3]

آپ کا دور سلطنت سب سے اچھا دور سمجھا جاتا ہے۔ یہ عہد سب سے زیادہ باوقار بارونق اور فلاح و بہبود کا حامل دور تھا۔ اس کو عباسی حکومت کا سنہری دور کہا جاتا ہے، رقبہ کے لحاظ سے بھی ہارون کے سلطنت سب سے زیادہ وسیع تھی اور وسطی ایشیاء اور افریقہ کے بہت سے علاقے شامل تھے، بغداد اس وسیع سلطنت کا پایہ تخت تھا، یہ شہر اپنی عظمت، عالی شان محلات اور عمارتوں کے باعث دینی اور دنیاوی علوم کا مرکز بنا ہوا تھا، خلیفہ خود بڑا فاضل، بلند پایہ شاعر اور قدیم تاریخی واقعات کا زبردست عالم تھا اور اہل علم کی سرپرستی کرتا تھا، ایک دعوت کے موقع پر خود خلیفہ ہارون نے ایک نابینا عالم ابو معاویہ الضریر[4] کے ہاتھ دھلوائے، اس قدردانی کے باعث دنیا بھر کے ارباب علم و فضل کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔[5]

امام سیوطیؒ آپ کے دور خلافت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کہ ہارون الرشید کے دور خلافت کا ایک ایک دن خوبیوں سے معمور تھا گویا اپنے حسن میں عروس تھا"۔[6]

---

1 -البدایہ والنہایہ،10 / 213

2 - تاریخ الطبری،8 / 230

3 - تاریخ الخلفاء،1 / 210

4 - آپ کا نام ونسب: محمد بن خازم التمیمی السعدی الکوفی، کنیت أبو معاویہ الضریر ہے۔ آپ کنیت سے مشہور تھے اور آپ عقیدہ مرجئہ کی دعوت دیتے تھے۔ آپ کو نابینا بھی کہا جاتا تھا۔ آپ نے عاصم الأحول، اعمش اور داود بن أبی ھند وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحیی القطان ، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اور آپ اعمش کے احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ اور متقن کہا ہے لیکن اس کے ساتھ آپ کی عقیدہ مرجئہ کی طرف میلان اور کبھی کبھار تدلیس وارسال کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ 113ھ کو پیدا ہوئے اور 195ھ میں وفات پائی۔ تفصیل دیکھیے:(الثقات، حبان، 7/441؛ تھذیب التھذیب، 9 / 120؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 294)

5 -الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ،1 / 191

6 - تاریخ الخلفاء،1 / 212

آپ کے زمانہ خلافت میں ملک کے مختلف حصوں میں شورشیں نمایاں ہوئیں، لیکن اس نے بروقت ان کا تدارک کیا اور کوئی انقلاب نہ ہونے پایا۔

176ھ میں محمد عبداللہ (نفس زکیہ) کے بھائی یحیٰ بن عبداللہ بن حسن نے شمالی ایران کے دشوار گزار علاقہ دیلم میں عباسی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا، ہارون نے اس کے مقابلے پر فضل بن یحیٰ بن عبداللہ کو روانہ کیا مگر چونکہ برمکیوں کا مذہبی رجحان اہل بیت کی طرف تھا اس لئے فضل نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے یحیٰ کو صلح کر لینے پر آمادہ کر لیا، چنانچہ معافی اور امان نامہ حاصل کرنے کے وعدے پر یحیٰ بن عبداللہ فوجی سرگرمیوں کو ترک کر کے بغداد چلا آیا، اس طرح یہ شورش بآسانی ختم ہو گیا۔[1]

اسی سن میں دمشق کے یمنی اور مضر قبائل کے درمیان پرانی عصبتیں دوبارہ جاگ اٹھنے کی وجہ سے ان کے درمیان خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ 179ھ میں مضری قبیلہ کے ایک رئیس نے دمشق پر قبضہ کر کے یمنیوں کے محلوں کو خوب لوٹا اور شاہی فوجوں کا کئی مرتبہ کامیابی سے مقابلہ کیا، اخر موسیٰ بن عیسی حاکم شام کی کوششوں سے یہ فتنہ بمشکل فرو کر دیا گیا۔[2]

اسی طرح یحیٰ بن عبداللہ کے بھائی ادریس بن عبداللہ[3] نے بلاد مغرب میں بربریوں میں اپنی امامت کی دعوت شروع کی اور 172ھ میں شہر دلیلہ کے اندر خروج کر کے علانیہ لوگوں سے بیعت لی اور ملک مراکش میں "الأدارسة" کے نام سے

---

1 - الکامل فی التاریخ،5 / 291

2 - ایضاً،5 /292

3 - آپ کا سلسلہ نسب: إدریس بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن ابن علی بن أبي طالب ہے۔ آپ مغرب میں ادریسیہ خاندان کا علوی بانی ہے۔ آپ نے 169ھ میں عباسی خلیفہ موسیٰ الہادی کے خلاف علویوں کے خروج میں حصہ لیا تھا، شکست کھا کر کچھ مدت تک روپوش رہا۔ بعد میں اپنے ایک وفادار مولیٰ الراشد کی معیت میں مصر اور وہاں سے ایک پوسٹ ماسٹر الواضح نامی کی مدد سے المغرب کی طرف نکلا۔ یہاں پر بربر قبیلے اوربہ کے سردار اسحاق بن محمد نے آپ کا استقبال کیا اور اسی کی تحریک پر رمضان 172ھ میں اوربہ قبیلے نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی بعد میں دوسرے قبائل زناتہ، زواغہ اور لمایہ وغیرہ نے بھی بیعت کی۔ پھر 173ھ یا 174ھ کے قریب مشرق کے جانب تلمسان پر حملہ کر کے وہاں کے خود مختار حاکم محمد بن خایر بن سولت کو شکست دی اور محمد بن خایر نے آپ کو امام برحق تسلیم کیا۔ تلمسان میں کچھ مدت تک مقیم رہا۔ یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ الشماخ نامی ایک شخص نے آپ کو زہر دے کر 177ھ کو وفات پائی۔ تفصیل دیکھیے: (الحلة السیراء، 1 / 50؛ الأعلام، 1 / 279؛ الوافی بالوفیات، 8 / 207؛ البیان المغرب فی أخبار الأندلس والمغرب، 1 / 82؛ النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، 2 / 40-59)

سلطنت قائم کی جو مراکش میں علویوں کی سب سے پہلی حکومت تھی۔[1] اس کے علاوہ خوارج اور برامکہ کے خروج کے تفصیل کے لئے دیکھیے عہد بنو عباس میں مختلف فرقے۔

آپ طوس کے ایک بستی میں بیمار ہوئے اور وہیں اسی مرض میں جمعہ یا ہفتہ کے دن 3 جمادی الثانی سن 193ھ میں انتقال کیا۔ وفات کے وقت اس کی عمر 44 یا 45 یا 46 یا 47 سال چار ماہ اور چند دن تھی۔ مدت خلافت 23 سال ڈھائی مہینے رہا۔[2]

امین الرشید (193ھ تا 198ھ)

آپ کا نام و نسب: محمد بن ہارون الرشید بن مہدی، کنیت أبو موسیٰ یا أبو عبد اللہ اور لقب الامین تھا۔ آپ 170ھ کو رصافہ بغداد میں پیدا ہوئے، اور عمر میں اپنے بھائی مامون سے چھ ماہ بڑے تھے، آپ تاریخ اسلام کی نامور خاتون زبیدہ بنت جعفر الأکبر بن المنصور کے بیٹے تھے۔[3]، خلفاء بنو عباس میں صرف آپ ہی ماں باپ دونوں کی جانب سے ہاشمی تھے۔[4]

امام طبری آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ سرخ و سپید حسین، چوڑے چوڑے مونڈے اور کشادہ سینہ کے مالک تھے"۔[5]

امام سیوطی لکھتے ہیں:

"آپ اپنے زمانے میں حسین ترین نوجوان تھے، سرخ، سپید، لمبے اور چوڑے قد کے مالک تھے، کہا جاتا ہے کہ ایک دن اس نے اپنے ہاتھ سے شیر مارا تھا۔ آپ بہت فصیح و بلیغ ادیب تھے اور بہت سی خوبیوں کا حامل تھے لیکن ناعاقبت اندیش، بے حد فضول خرچ، ضعیف الرائی اور مغرور تھا خلافت کا اہل بالکل نہ تھا"۔[6]

طوس میں جب ہارون الرشید کا انتقال ہوا تو مامون مرو میں اور امین بغداد میں تھا۔ اور صالح ہارون الرشید کے ساتھ تھا۔ ہارون الرشید کی وفات سے اگلے دن سن 193ھ کو طوس میں لشکر ہارون الرشید اور موجودہ سرداروں نے امین کی خلافت پر نیابۃً صالح کے ہاتھ پر بیعت کی اور محکمہ ڈاک کے افسر حمویہ نے فوراً اپنے نائب سلام ابو مسلم کو جو بغداد میں

---

1 - البیان المغرب فی أخبار الأندلس والمغرب، 1 / 210

2 - تفصیل دیکھیے: الوافی بالوفیات، 27 / 118؛ البدایہ والنھایہ، 10 / 213؛ مروج الذھب، 1 / 498؛ تاریخ الطبری، 8 / 345

3 - البدایہ والنہایہ، 10 / 262؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 9 / 218

4 - تاریخ الیعقوبی، 1 / 286

5 - تاریخ الطبری، 8 / 499

6 - تاریخ الخلفاء، 1 / 219

تھا، اس واقعہ کی اطلاع دی۔ چنانچہ اسی نے فوراً امین کو ہارون الرشید کے مرنے اور اس کے خلیفہ تسلیم ہونے کی خبر سنائی اور ساتھ ہی خلافت کی مبارک باد دی۔ صالح بن ہارون الرشید نے بھی اپنے بھائی امین کی خدمت میں اس واقعہ کو لکھا اور ساتھ ہی ہارون الرشید کے خادم رجاء کے ہاتھوں خاتم خلافت، عصا اور چادر بھیج دی۔ امین نے ان خبروں اور خطوں کے آنے پر اپنے محل سے محل خلافت کے طرف منتقل ہوئے اور جامع مسجد میں جاکر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ پھر منبر پر بیٹھ گئے خلیفہ ہارون الرشید کی وفات کا حال سنایا اور لوگوں سے بیعت لی۔[(1)]

آپ کا دور خلافت داخلی فتنوں اور شورشوں سے معمور تھا، ہارون الرشید کی آنکھیں بند ہوتی ہی امین اور مامون کے درمیان رسہ کشی شروع ہوگئی۔ اس نازک وقت میں بلاد شام میں علی بن عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہؓ (جو سفیانی کے نام سے معروف تھا) نے بغاوت کی آگ بڑکائی، اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، دمشق اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر تسلط قائم کر لیا اور خلیفہ امین کے گورنر کو باہر نکال دیا اور قریب تھا کہ اسے ان بلاد میں خود مختاری اور استقلال حاصل ہو جائے لیکن انہیں دنوں میں یمنیوں اور مضریوں میں رقیبانہ مقابلہ شروع ہوگیا جو اس کی آرزوؤں کے راستے میں حائل ہوگیا اور انہیں پورا نہ ہونے دیا۔ عباسی خلیفہ امین نے ان شورشوں کا قلع قمع کرنے کے لئے حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان کی قیادت میں ایک زبردست فوج بھیجی۔ اسے جب کامیابی نہیں ہوئی تو امین نے عبد اللہ بن صالح بن علی عباسی کی کمان میں ایک اور فوج روانہ کی، لیکن بغداد میں مرکزی حکومت کے شیرازہ کی پراگندگی کی وجہ سے سفیانی کے خلاف یہ اقدامات موثر ثابت نہ ہوئے اور بلاد شام دو سال سے زیادہ شورشوں اور بغاوتوں کی آماجگاہ بنے رہے، اخر کار حسین ابن علی نے ان کی اجتماعی قوت توڑنے کے لئے شاہی فوجوں اور خراسانی فوجوں میں تصادم کرا دیا اور خود اچانک بغداد جا پہنچا۔[(2)]

امین اور اس کے بھائی مامون کے درمیان جو ایک عرصہ سے کشمکش چل رہی تھی (وہ اس طرح کہ امین نے مامون کو ولی عہدی سے معزول کر دیا تھا اور اس کی جگہ اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور اپنے باپ ہارون کے اس وصیت نامہ کا کوئی احترام نہیں کیا جس میں امین کے بعد مامون کو ولی عہد بنایا گیا تھا) آخر کار امین اس کشمکش کی بھینٹ چڑھ گیا اور 198ھ کو اسے 23 یا 24 سال 6 ماہ اور چند دن کی عمر میں قتل کر دیا گیا، بغداد میں دفن کر دیا گیا اور اس کا سر کاٹ کر خراسان لایا گیا۔ تواریخ کے اختلاف کے مطابق مدت خلافت چار سال 8 ماہ اور تقریباً پانچ دن ہے۔[(3)]

---

1 - تفصیل دیکھیے: الکامل فی التاریخ، 5 / 395؛ تاریخ ابن خلدون، 3 / 288

2 - تاریخ الطبری، 8 / 415

3 - تفصیل دیکھیے: البدایہ والنھایہ، 10 / 241؛ الکامل فی التاریخ، 5 / 452؛ مروج الذھب، 2 / 22

مامون الرشید (198ھ تا218ھ)

آپ کا نام عبد اللہ بن ہارون الرشید بن مہدی، باپ نے اسے مأمون کا لقب دیا تھا، والد کے زمانہ خلافت میں کنیت اَبو العباس اور اپنی زمانہ خلافت میں اَبو جعفر تھا، بروز جمعہ ماہ ربیع الأول 170ھ کو پیدا ہوئے، آپ کی والدہ اُم ولد خاتون تھی جو مراجل بادغیس علاقہ ہرات میں پیدا ہوئی تھی جس کی وجہ سے آپ کو "مراجل بازغیسیہ [1]" کہا جاتا ہے۔ جو آپ کی ولادت کے تھوڑے عرصے بعد وفات پائی۔ [2]

آپ کی ابتدائی پرورش مشہور وزیر جعفر بن یحیٰ برمکی کی نگرانی میں ہوئی تھی، خداداد ذہانت اور اساتذہ کی محنت سے مامون نے بہت جلد جملہ دینی و دنیاوی علوم میں خاطر خواہ دسترس حاصل کرلی، ماں نسلاً ایرانی تھی اس لئے آپ شروع سے ہی ایرانی تہذیب و تمدن کا دلدادہ تھے۔ الفخری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مامون بہت بڑے عباسی خلفاء میں سے تھا، وہ غیر معمولی دانشمند تھا، اپنے دور خلافت میں اس نے تہذیبی ترقی کے بہت سے کام کئے مثلاً خلفاء عباسیہ میں سب سے پہلے اس نے علوم حکمت کی طرف خاص توجہ مبذول کی اور علوم حکمت کی نادر کتب حاصل کرنے کے بعد عربی میں ان کا ترجمہ کرایا اور ارباب علم و فن تک انہیں پہنچایا، اقلیدس [3] کو حل کیا، قدیم علوم کے احیاء اور ترویج کا انتظام کیا، علم طب کو ترقی دی اور ارباب علم و حکمت کو مقرب بنایا اسی کے ساتھ خلق قرآن کا مسئلہ بھی مامون کا اختراع تھا۔ اس نے لوگوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ قرآن کو مخلوق اور حادث کہیں، اس کے عہد خلافت میں سب سے پہلے قرآن کا مسئلہ اٹھا، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ سے اس مسئلہ پر مناظرے کئے گئے۔ خلیفہ مامون خلق قرآن کے مسئلے کا اتنا زبردست علمبردار تھا کہ مرتے وقت اپنے بھائی معتصم کو وصیت کی تھی کہ خلق قرآن کے مسئلہ کی تبلیغ واشاعت کے کام میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھنا، معتصم نے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس مسئلے کو منوانے کے لئے بڑے جبر واستبداد سے کام لیا اور جس نے بھی قرآن کو مخلوق تسلیم کرنے سے انکار کیا اسے سخت سے سخت سزائیں دیں"۔ [4]

---

1 - یہ افغانستان کا شمال مغربی صوبہ ہے جس کا صدر مقام قلعۂ نو ہے۔ یہ ہرات، غور اور فاریاب کے صوبوں میں گھرا ہوا ہے ۔ "بادغیس" اصل میں بادخیز (آندھی اٹھنے کی جگہ) تھا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 3/865)

2 - تفصیل دیکھیے: البدایہ والنہایہ، 10 / 274؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 10 / 49

3 - یہ ایک یونانی ریاضی دان تھا جو مصری شہر اسکندریہ میں تیسری صدی قبل مسیح میں رہا جس کے نام سے کتاب اقلیدس مشہور ہے، (آزاد دائرۃ المعارف)

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A7%D9%82%D9%84%DB%8C%D8%AF%D8%B3

4 - الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ، 1 / 213

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"عباسی خلفاء میں مامون سب سے زیادہ زبان آور، فصیح اور قادرالکلام تھا"۔ (1)

امین کے قتل کے بعد محرم سن 198ھ کو بغداد میں مأمون کے لئے بیعت عام لی گئی اور اس طرح مامون الرشید کی خلافت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ خلیفہ بننے کے بعد آپ بدستور رجب 203ھ تک مرو (خراسان) میں ٹھہرا رہا اور اسے اپنا پایہ تخت بنائے رکھا۔ ان دنوں حکومت کی باگ ڈور اس کے ایرانی وزیر فضل بن سہل کے ہاتھ میں تھی، ان کی غلط حکمت عملی سے عراق اور حجاز میں شورشیں برپا ہوئیں۔ اس پر مامون بغداد چلا آیا۔ کچھ عرصہ بعد مامون کی ایماء پر چند لوگوں نے فضل بن سہل کو قتل کرڈالا اور مامون نے حسن بن سہل کو اپنا وزیر بنالیا اس طرح چند ہفتوں کے اندر اسلامی مملکت میں امن وامان قائم ہو گیا۔ (2)

آپ کے عہد خلافت میں ایک ایرانی شخص بابک خرمی (3) نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا جس میں عورتوں سے جنسی تعلقات قائم کرنے پر کسی اخلاقی اصول کی پابندی لازم نہیں تھی جس کے تفصیل کے لئے دیکھیے باب اول، فصل سوم: عہد بنو عباس میں مختلف فرقے۔

اسی طرح آپ سے پہلے سلطنت کے نظم ونسق پر عربوں کو غلبہ حاصل تھا مگر چونکہ مامون کو امین پر ایرانیوں کی بدولت فتح حاصل ہوئی تھی اس لئے آپ نے سلطنت کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر ایرانیوں کو مقرر کیا، جس پر آپ کی حکومت پر تمام ایرانی چھاگئے اور ایرانی تمدن کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ فارسی زبان نے اس دور میں خوب ترقی کی اور کئی کتابوں کا غیر ملکی زبانوں سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔

ان کمالات کے ساتھ وہ علم دوست اور علماء پرور بھی تھا۔ آپ کا عہد خلافت ہر لحاظ سے بنو عباس کا سنہری دور تھا، جس میں دارالحکومت کی علمی روشنی بدستور جاری رہیں

ابن صاعد اندلسی لکھتے ہیں:

"کہ جب مامون کو خلافت ملی تو اس نے اپنے دادا منصور کے اس کام کو جسے اس نے شروع کیا تھا، کمال تک پہنچادیا۔ وہ اپنی بلند، شریف ہمت اور اپنے نفس فاضل کی قوت سے علوم کو ان خزانوں اور معدنوں سے نکالنے پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ شاہ روم کے پاس آپ نے ایک وفد بھیجا جنھوں نے وہاں ایک کتب خانہ سے مفید کتابیں منتخب کیں اور اپنے ساتھ لائے جو زیادہ تر فلسفہ سے متعلق تھیں، بعد ازاں ان کتابوں کا ترجمہ بیت الحکمت میں کیا گیا۔ پھر بعد میں مامون نے لوگوں

---

1 - تاریخ الخلفاء، 1 / 226

2 - البدایہ والنہایہ، 10 / 244

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: باب اول، فصل سوم: فرقہ الخرمیہ، ص: 61

کو ان کتابوں کے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا شوق دلایا۔ اور اس طرح اس کے زمانہ میں بغداد میں علم کا بازار گرم ہو گیا اور سلطنت حکمت قائم ہو گئی"۔[1]

آپ سفر روم سے واپسی میں طرطوس کے مقام پر خیمہ زن ہوئے، قریب ہی ایک دریا کی سیر کو گئے سیر سے واپسی پر بخار میں مبتلا ہوئے اور اسی بیماری میں آپ نے جمادی الثانی 218ھ کو وفات پائی۔ آپ کی میت طرطوس[2] میں لائے اور وہی دفن کیا۔ وفات کے وقت 48 سال کی عمر تھی، مدت خلافت بیس سال پانچ مہینے دس دن تھی۔[3]

معتصم باللہ (218ھ تا 227ھ)

آپ کا نام محمد بن ہارون الرشید بن مہدی، کنیت أبو إسحاق اور لقب معتصم باللہ تھا، سن 178ھ یا 180ھ کو رفاقہ میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ اُم ولد مولداتِ کوفہ سے تھی جس کا نام ماردہ یا ماریہ تھی، آپ پہلے خلیفہ ہیں جن کی خلافت کے نام کی اضافت اللہ عزوجل کی طرف ہے۔[4]

معتصم تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا جانتا تھا زیادہ نہیں اس لئے اس کے عہد خلافت میں وہ علمی سرگرمیاں جو ہارون اور مامون کے زمانے میں زور شور سے شروع ہو کر ترقی پذیر تھیں، مدہم پڑ گئیں، تند مزاج اور سخت گیر انسان ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بہادر اور اچھا منتظم تھا۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"معتصم بڑا قوی، شجاع اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا مگر پڑھا لکھا نہ تھا"۔[5]

اس نے زراعت کی ترقی میں بڑا حصہ لیا اور غیر آباد زمینوں کو آباد کرانے کی کوشش کی، معتصم علم و ادب سے بیگانہ تھا مگر وسیع معلومات رکھتا تھا اس کی بہادری اور جوان مردی کے باعث مورخین نے آپ کو سپاہی خلیفہ کا خطاب عطا کیا۔

---

1 - طبقات الامم، ابو القاسم صاعد بن أحمد بن صاعد الأندلسی، المطبعۃ الکاثولیکیۃ للآباء الیسوعیین، بیروت، 1912، ص:48

2 - طرطوس شام کی بندر گاہ ہے جو بانیاس اور حمیدیہ کے ساحلی شہروں کے درمیان واقع ہے۔ 1099ء میں صلیبیوں نے طرطوس پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلطان محمد بن قلادون نے 1291ء میں اسے آزاد کرایا (المنجد فی الاعلام، ص:356؛ تاریخ الإسلام، 49 / 54)

3 - تفصیل دیکھیے: المعارف ابن قتیبہ، 1 / 391؛ الکامل فی التاریخ، 5 / 579

4 - تفصیل دیکھیے: الإنباء فی تاریخ الخلفاء، محمد بن علی بن محمد المعروف بابن العمرانی، دار الآفاق العربیۃ، القاهرة، 2001م، 1 / 104؛ تاریخ الإسلام، 16 / 393

5 - تاریخ الخلفاء، 1 / 243

امام ذہبیؒ کا قول ہے:

"كان المعتصم من أعظم الخلفاء وأهيبهم، لولا ما شان سؤدده بامتحان العلماء بخلق القرآن"۔(1)

ترجمہ: معتصم بڑے خلفاء میں سے اور سب سے زیادہ بارعب تھا لیکن اس نے علماء کو خلق قرآن کے مسئلے پر آذیت دے کر اپنا کردار مشکوک بنادیا۔

خلیفہ مامون کی وفات کے بعد فوج نے عباس بن مامون کو خلیفہ بناناچاہا مگر عباس نے باپ کی وصیت کا احترام کرتے ہوئے اپنے چچا معتصم کی بیعت کرلی اور ناچار فوج کو بھی اس کے نقش قدم پر چلناپڑا اوراس طرح جس دن مامون نے وفات پائی اسی دن 18 رجب 218ھ کو معتصم باللہ عباسی سلطنت کا فرمانروا تسلیم کر لیا گیا۔(2)

مامون الرشید کی طرح اس نے بھی معتزلی عقائد کو فروغ دیا۔ اور مسئلہ خلق قرآن کے بارے میں اپنے بھائی مامون کی وصیت پر سختی سے عمل کیااوراس معاملے میں مامون سے بھی زیادہ سختی کارویہ اختیار کیااورارباب علم اورامام احمدؒبن حنبل جیسے اہل علم کواس سلسلے بڑی بڑی اذیتیں پہونچائیں، تمام علماء کو حکم دیاگیاتھا کہ وہ لوگوں سے زبردستی خلقِ قرآن کااقرار لیں،اور درسِ علوم میں بھی اس عقیدہ کی تلقین لازمی قراردی گئی تھی۔(3)

معتصم نے دولت عباسیہ کے نظم ونسق میں جواستبدادی پالیسی اختیار کی تھی اس میں نرمی اور حسن تدبیر دونوں کا امتزاج تھا مسعودی لکھتے ہیں:

"اس زمانے کے سیاسی ماحول میں یہ پالیسی حسن تدبیر اوراستقامت پر مبنی تھی"۔(4)

اپنی خلافت کے آخری ایام میں ایک موذی مرض میں مبتلاہو گیاتھاچندروز بیماررہ کراسی بیماری میں ربیع الاول سن 227ھ کو47سال کی عمرمیں سامرہ(5)شہرمیں وفات پائی۔ اوروہیں سپردخاک کیاگیا، مدت خلافت آٹھ سال آٹھ ماہ رہی۔(1)

---

1 - تاریخ الخلفاء، 1 / 244

2 - تاریخ الطبری،8 / 667

3 - تاریخ الخلفاء، 1 / 244

4 -مروج الذہب،2/ 66

5 -یہ دجلہ کے مشرق میں بغداداور تکریت کے درمیان بغداد کے قریب بڑاشاندار شہر تھا، جس کو عباسی خلیفہ معتصم باللہ نے230ھ میں اپنی فوجی ضروریات کے لئے تعمیر کیاتھا اوراسی سال بجائے بغداد کے سامرادارالخلافہ بن گیا۔معتصم سے لیکر معتضد باللہ کے عہدتک خلفائے عباسیہ کا مستقررہاہے دیکھیے(ابن ماجہ اور علم حدیث، مولانامحمد عبدالرشید نعمانی،میر محمد،کتب خانہ مرکزعلم وادب، ارام باغ کراچی،ص:72؛تاریخ اسلام ،مولانااکبرشاہ نجیب آبادی،علم وعرفان پبلشرز،اردوبازار،لاہور،2004ء،2/381)

1 -تفصیل دیکھیے:تاریخ الِاسلام، 16 / 397؛تاریخ بغداد، 3 / 347 ؛مروج الذہب،2/ 57

واثق باللہ (227ھ تا 232ھ)

اس کا نام ہارون بن محمد معتصم بن ہارون الرشید بن مہدی، کنیت ابو جعفر یا ابو القاسم اور لقب واثق باللہ تھا، شعبان 196ھ کو مکۃ المکرمہ کے راستے میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ایک رومی ام ولد (لونڈی) تھی جس کا نام قراطیس تھا۔ (1)

واثق بچپن ہی سے نہایت ذہین تھا۔ خلفاء عباسیہ میں سلطنت کے نظم و نسق اور سیاسی فہم و فراست کے لحاظ سے اس کا مرتبہ بہت انچا ہے۔ اس کی غیر معمولی صلاحیت اور امتیازی اوصاف کی وجہ سے اس کا باپ معتصم اس پر بہت اعتماد کرتا تھا، معتصم نے بغداد کے مشہور معلم ہارون بن زیاد سے واثق کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ رجحانِ طبع علم کی طرف تھا۔

واثق باللہ اپنے استادِ محترم ہارون بن زیاد کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"یہ وہ شخصیت ہیں جنھوں نے مجھے اس درجہ کمال تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے مجھے زبان دانی سکھائی اور مجھے اللہ کی رحمتوں سے قریب کیا"۔ (2)

تھوڑے عرصہ میں واثق نے عربی علم و ادب میں ید طولیٰ حاصل کر لیا اور عربی اشعار اس قدر یاد کر لئے کہ خلفاء عباسیہ میں کسی کو اتنے اشعار یاد نہ تھے، چنانچہ آپ ادیب کامل اور شاعر شیرین مقال بن گئے، امام سیوطیؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"واثق باللہ اپنے علم و ادب اور فضل و کمال کی وجہ سے اپنے چچا مامون الرشید کو اپنے آپ سے کمتر سمجھتا تھا تاہم لوگ اسے علم و ادب میں امتیازی حیثیت کی وجہ سے چھوٹا مامون کہا جاتا تھا مزید لکھتے ہیں اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے بڑا عالم اور شاعر تھا"۔ (3)

آپ کے والد معتصم نے واثق کو اپنا ولی عہد بنایا تھا، معتصم کی وفات کے دن سامرا میں متفقہ طور پر اس کی بیعت ہوئی، دوسرے دن صبح کو اسحاق بن ابراہیم نے بغداد میں افسرانِ فوج اور عمائدین بغداد سے بیعت لی اور ربیع الاول 227ھ کو تخت خلافت پر متمکن ہو گیا(4)، آپ اپنے باپ کی سیاسی اور مذہبی حکمت عملی پر کامزن رہا، اور مسند افروزِ خلافت ہوتے ہی وہ کام کئے کہ رعایا کے دل میں اس کی طرف سے بڑی بڑی شاندار امیدیں پیدا ہو گئیں، اپنے باپ کی طرح واثق نے بھی ترکوں پر غیر معمولی اعتماد کیا، جن کی اس دور میں بہت کثرت ہو گئی تھی، اور سلطنت کے بڑے

---

1 - تاریخ بغداد، 14 / 15 ؛ تاریخ الخلفاء، 1 / 248

2 - تاریخ الخلفاء، 1 / 250

3 - ایضاً، 1 / 249

4 - الإنباء فی تاریخ الخلفاء، 1 / 111

بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ جیسا کہ ایک مشہور مؤرخ کا بیان ہے: ’’میرے خیال میں واثق پہلا عباسی خلیفہ تھا جس نے اپنی عنان حکومت بالکل کسی غیر کے حوالے کر دی تھی۔ ترک اس کے باپ معتصم کے عہد میں قلمرو عباسی میں کثرت سے پھیل گئے تھے ‘‘[1] اوراس کے عہد میں ترکوں کو مزید عروج حاصل ہوا، اپ پہلا خلیفہ ہے جس نے نیابت سلطانی کا عہدہ قائم کیا۔[2]

واثق کے دور خلافت میں مرکزی حکومت کی کمزوری کی وجہ سے صوبوں کے گورنروں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا اور بعض نے کئی کئی صوبوں کا نظم ونسق سنبھال رکھا تھا۔ اورآپ کی حکومت کے نظم ونسق میں ضعف واستبداد دونوں کا امتزاج تھا۔[3]

خلیفہ واثق کے زمانہ خلافت میں عربوں نے مختلف مقامات پر شورشیں برپا کی اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب جن کا صدیوں سے فوجی خدمت کا پیشہ چلا آرہا تھا، اب آہستہ آہستہ خلیفہ واثق کے زمانے میں عربوں سے یہ پیشہ چھن گئی، اب وہ خانہ جنگی، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ سب سے پہلے بنو قیس نے دمشق میں ہنگامہ برپا کیا، اور دمشق کے گورنر کا محاصرہ کر لیا۔ واثق نے ان کے سرکوبی کے لئے رجاء بن ایوب کی قیادت میں ایک فوج بھیجی جس نے مرج راہط[4] کے مقام پر انہیں شکست دی، ان کے کچھ آدمی قتل کر دئے اور کچھ جان بچا کر بھاگ گئے، اس کے بعد وہاں پوری طرح امن وامان قائم ہو گیا۔[5]

اس کے بعد بنو سلیم اور دوسرے قبائل کے بدوؤں نے بلاد حجاز میں فتنہ وفساد برپا کیا تھا، اور وہاں کے بازاروں، مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستوں پر لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی تھی۔ خلیفہ واثق کو جب ان حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے شعبان 230ھ کو اپنے ایک ترک سپہ سالار بغا کبیر کو ترکی فوج کے ساتھ اس طرف روانہ کی، اوران کی شورش کو کچل دیا۔ یمامہ کے بنو نمیر نے سرکشی کی تو واثق نے بغا کبیر کو ان کے خلاف بڑھنے کا حکم دیا، بنو نمیر بڑی بہادری سے لڑے اور انہوں نے بغا کبیر کی فوج کا ایک حصہ ضائع کر دیا لیکن واثق نے مزید ایک اور ترک سالار کو بغا کبیر کے مدد کے لئے بھیج

---

1 - تاریخ الخلفاء، 1 / 248

2 - ایضاً، 1 / 248

3 - تاریخ الطبری،9 / 128

4 - یہ دمشق کے نواحی علاقے میں واقع ہے۔ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر مروان بن حکم اور ضحاک بن قیس کا مقابلہ ہوا تھا ضحاک ابن زبیر کی خلافت کے داعی تھے (الروض المعطار فی خبر الأقطار،1 / 536؛ معجم البلدان،5 / 101)

5 - المختصر فی أخبار البشر،2 / 35

دیا جس کی وجہ سے ترک سالار کو فتح ہوئی اوراس نے عربوں کو بے دریغ قتل کیا اور بہت سے شرفائے عرب کو قید کر کے اپنے ساتھ بغداد لے آیا۔[1]

معتصم کی طرح واثق بھی مذہباً معتزلہ عقائد کا پیروکار تھااور باپ کی طرح واثق نے بھی معتزلہ کی پشت پناہی کی اور خلق قرآن کے مسئلہ میں اپنے باپ معتصم کا طرز عمل اختیار کیااور اپنے مذہبی خیالات منوانے میں بڑی سختی سے کام لیا، جس کے وجہ سے اہل بغداد کے دلوں میں بغاوت کے جذبات مشتعل ہوگئے، اس پر بغداد کے بہت سے لوگوں نے واثق کی مذہبی پالیسی کے خلاف احتجاج کے طور پر احمد بن نصر الخزاعی[2] کے ہاتھ پر بیعت کر کے 231ھ کو بغداد میں خروج کر کے علم بغاوت بلند کیااور واثق کے معزولی کا مطالبہ کیا، احمد بن نصر ایک متقی اور حق گو انسان تھے۔ دعوت عباسیوں کے نقیبوں میں سے تھا، اصحابِ حدیث کی صحبتوں میں اکثر رہتا تھا، اسی لئے اس کا شمار محدثین میں تھا۔ مسئلہ خلق قرآن کا مخالف تھا۔ اور خلیفہ واثق کے معتزلی عقائد کے خلاف کھلم کھلا اظہار رائے کیا کرتے تھے، چنانچہ بغداد کے پولیس افسر کو اس کی اطلاع ہوگئی، اس نے نہایت ہوشیاری سے کام لے کر احمد بن نصر اوراس کے مدد گاروں کو گرفتار کر کے سامرا بھیج دیا۔ دربار عام میں احمد نے بڑی بے باکی سے اپنے عقائد بیان کئے اور معتزلہ عقائد کی تردید کی اس پر واثق نے اپنے ہاتھ سے قتل کیااوراس کا سر اور جسم جدا کر کے بغداد بھیجا گیا۔[3]

آپ ذی الحجہ سن 232ھ میں مرض استسقاء[4] میں مبتلا ہوااوراسی بیماری میں سامرا میں وفات پائی۔ اور مکہ مکرمہ کے سڑک پر مقام ہروانی یاہارونی میں دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت 36 سال نوماہ پانچ دن کی عمر تھی، مدت خلافت پانچ سال نوماہ چھ دن تھی۔[5]

---

1 - تفصیل دیکھیے: تجارب الأمم وتعاقب الھمم، 4 / 284؛ تاریخ ابن خلدون، 3 / 338؛ البدایہ والنھایہ، 10 / 302

2 - آپ کا نسب نامہ: أحمد بن نصر بن مالک بن الھیثم بن الخزاعی الشھید کنیت أبو عبد اللہ ہے۔ آپ کا دادا مالک بن ہیثم دعوت عباسیہ کے نقیبوں میں سے تھا۔ آپ اکثر اصحاب حدیث کی صحبتوں میں رہتے تھے اس لئے ان کا شمار محدثین میں تھا۔ آپ نے امام مالکؒ اور ابن عیینہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، شیخاً اور جلیلًا کہا ہے۔ آپ کو 231ھ میں قرآن کو مخلوق نہ ماننے کی وجہ سے خلیفہ واثق نے ظلماً شہید کیا گیا۔ تفصیل دیکھیے (تھذیب التھذیب، 1 / 75؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 14؛ تاریخ الإسلام، 17 / 54)

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الطبری، 9 / 135؛ تاریخ ابن خلدون، 3 / 339

4 - یہ پیٹ کے متعلق ایک بیماری ہے جس میں پیٹ میں مائع مادہ جمع ہوتا ہے اسی اردو میں جلودر اور انگریزی میں Ascites کہتے ہیں، (الموسوعۃ الحرۃ)

https://en.wikipedia.org/wiki/Ascites

5 - الوافی بالوفیات، 27 / 120؛ فوات الوفیات، 4 / 228

متوکل علی اللہ(232ھ تا 247ھ)

آپ کا نام جعفر بن محمد معتصم بن ہارون الرشید بن مہدی، کنیت ابو الفضل اور لقب المتوکل علی اللہ تھا، آپ سن 205ھ یا207ھ کو مقام فم الصلح [1] میں پید ہوئے، والدہ کا نام "شجاع"خوارزمی تھاجو ام ولد تھی۔ جو رائے اوردانائی میں سر دار عورتوں میں سے تھی۔ [2]

متوکل ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا، علمی حیثیت سے کوئی خاص پایہ نہ رکھتا تھا۔ فقہی مسائل میں امام شافعیؒ کے مسلک کا پیروکار تھا(یہ سب سے پہلا خلیفہ تھاجس نے شافعی مذہب اختیار کیا تھا)اورامام صاحبؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ ہشام بن عمار کا قول ہے:

"کہ متوکل کہتا تھا، !کاش کہ امام شافعیؒ اس زمانے میں زندہ ہوتے تو میں ان سے ملاقاتیں کرتا، ان کے دیدار سے فیضیاب ہوتا اوران سے تعلیم حاصل کرتا"۔ [3]

احادیث نبوی ﷺ اور شعر و سخن کا بڑا شائق تھا۔ شعراء کو بڑے بڑے گرانقدرانعام دیتا تھا۔

سیوطی کا بیان ہے:

"کہ ایک دفعہ مروان بن ابی جنوب نے متوکل کی شان میں ایک عالیشان قصیدہ سنایا، متوکل یہ قیصدہ سن کر بہت بڑا خوش ہو کر ابن ابی جنوب کو ایک لاکھ بیس ہزار درہم نقد اور کپڑے کے پچاس تھان دیتے ہوئے کہامیں اس وقت تک ہاتھ نہ روکوں گا جب تک میرا انعام تجھے ڈبو نہ دے"۔ [4]

آپ کے خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ سنت نبوی ﷺ کا احیاء اوراحادیث رسول ﷺ کی اشاعت ہے اور مسلمانوں میں دینی جذبہ بیدار کیا، اس سلسلے میں خلافت سنبھالتے ہی ملک کے طول و عرض میں سنت نبوی ﷺ پر عمل در آمد کرانے کے لئے احکامات جاری کر دیئے۔ آپ نے پورے ملک سے محدثین ومورخین کو دارالخلافہ سامرہ میں مدعو کیا اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آیا اورانہیں گراں قدر عطیات سے نوازا اوران سے سیرت رسول ﷺ

---

1 - یہ علاقہ شہر واسط کے نواح میں واقع ہے اس علاقے میں عباسی خلیفہ مامون نے اپنے وزیر حسن بن سہل کی بیٹی سے شادی کی اور یہاں حسن بن سہل کے محلات بھی واقع تھے(الروض المعطار فی خبر الأقطار، 1 / 358؛ معجم البلدان،2 / 481)

2 - تفصیل دیکھیے: تاریخ بغداد، 7 / 165 ؛ تاریخ الإسلام،18 / 196؛ البدایہ والنھایہ،10 / 349

3 - تاریخ الخلفاء،1 / 256

4 - سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی، عبد الملک بن حسین بن عبد الملک العصامی المکی، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت،1998م ،3 / 468

اوراحادیث پر کتب تحریر کرنے کی درخواست کی۔ اوراس کے ساتھ علامہ ابو بکر بن ابی شیبہ کو جامع رصافہ [1] میں اوران کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ کو جامع منصورہ [2] میں متعین کیاان میں سے ہر ایک کے وعظ میں تیس تیس ہزار لوگ شریک ہوتے تھے، اس حسن انتظام کی وجہ سے لوگوں نے متوکل کو بڑا سراہااوراس کی بھلائی کے لئے بڑی دعائیں کی گئیں، یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے کہ خلیفہ توصرف تین ہی ہوئے ہیں ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ جنھوں نے مرتدین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا، دوسرے حضرت عمر فاروقؓ جنھوں نے دنیامیں مظالم کاخاتمہ کیااور تیسرے متوکل ہیں جنھوں نے سنت نبوی ﷺ کا احیاء کیا، اسی وجہ سے بعض لوگ متوکل کو "محی السنہ" کے خطاب سے یاد کرنے لگ۔ [3]

واثق نے مرنے سے پہلے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا، اس لئے بعض امراء سلطنت نے کوشش کی کہ واثق کے کم عمر لڑکے محمد کو خلیفہ تسلیم کر لیا جائے، مگر قاضی احمد بن ابی داؤد کی مخالفت کی وجہ سے انہیں کامیابی نہ ہوسکی۔ اس پر سب نے متفقہ طور پر واثق کے چھوٹے بھائی جعفر بن معتصم کو شاہی لباس پہنا کر تخت پر بٹھایا۔ سب اراکینِ سلطنت نے بیعت کی اور متوکل علی اللہ کالقب اختیار کیا، یہ واقعہ ذی الحجہ سن 232ھ کا ہے، اس وقت متوکل کی عمر27 برس تھی۔ [4]

متوکل نے خلافت سنبھالتے ہی اپنے پیش روخلفاء باپ اور بھائی کی پالیسی ترک کر دی۔ اپنا میلانِ طبع احیاء سنت کی طرف ظاہر کیا۔ جیسا کہ ذکر کیا کہ تمام محدثین کو دارالخلافہ سامرہ میں مدعو کیااور بے حد تعظیم وتکریم سے پیش آیا۔ مسئلہ خلق قرآن اور صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہر قسم کے مناظروں اور مباحث کو قانوناً بند کر دیا، تمام غیر معتزلہ علماء جو قید وبند میں پڑے ہوئے تھے، ان سب کو رہائی دے دی۔ [5] آپ کے دور خلافت میں بعض علاقوں میں کچھ لوگوں نے بغاوتیں کیں جیسا کہ،234ھ میں آزربائجان کے ایک رئیس محمد بن بعیث نے بغاوت کر دی، مرکز سے امداد بھیجنے کے باوجود مقامی حکام اسے مغلوب کرنے میں ناکام رہے۔ اخر کار متوکل نے ترک سالار بغاشرابی کو روانہ کیا اوراس نے ابن بعیث کو مع قریب تیس ساتھیوں کے گرفتار کر کے دارالخلافہ سامرہ لا کر قید کر دیا۔ [6]

---

1 - یہ بغداد میں واقع ہے اور عباسی خلیفہ مہدی نے اسے تعمیر کروایا(المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم،13 / 211؛الأعلام،6 / 221)

2 - یہ بغداد میں واقع ہے اور عباسی دور خلافت میں یہاں نماز جمعہ ادا کی جاتی تھی(المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم،13 / 6)

3 - تفصیل دیکھیے:تاریخ الخلفاء، 1 / 252

4 -تفصیل دیکھیے:تاریخ بغداد، 7 / 165؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم،11 / 178؛تاریخ الخلفاء،1 / 252

5 - تاریخ الخلفاء، 1 / 252

6 - الکامل فی التاریخ، 6 / 117

سن 237ھ میں آرمینیا میں بطریقوں[1] نے بغاوت کر دی، بقراط بن اشوط نامی ان کے سردار نے یوسف بن محمد حاکم آرمینیا کے پاس حاضر ہو کر امان طلب کی، مگر یوسف کے فوج نے اسے گرفتار کر کے سامرا بھیج دیا۔ اس پر بطریقوں نے مشتعل ہو کر حملہ کر دیا اور فوج کو شکست دے کر یوسف کو قتل کر دیا، اس پر متوکل نے بغا کبیر کو روانہ کیا جس نے باغیوں کو شکست دی، تین ہزار کے قریب آدمی مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔[2]

سن 240ھ میں حمص کے عیسایوں نے علم بغاوت بلند کر دیا اور یہاں کا حاکم ابوالمغیث بن ابراہیم کو وہاں سے نکال دیا، خلیفہ نے محمد بن عبدویہ کو حمص کا حاکم مقرر کر کے ان کے ساتھ عتاب بن عتاب کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ دمشق اور رملہ سے فوجوں کو بھی ان کے مقابلے میں بڑھنے کا حکم دیا، باغیوں کو شکست ہوئی اور ان کو شہر بدر کر دیا گیا۔[3]

آپ کو شوال 247ھ کو آپ کے بیٹے منتصر اور ترکوں نے مل کر قتل کیا اور محل جعفری میں دفن کیا۔ وفات کی وقت آپ کی عمر تقریباً 40 یا 41 سال تھی مدت خلافت 14 سال نو مہینہ چند دن ہے۔[4]

---

1 - یہ آرمنیہ کا شاہی خاندان ہے جس نے عربوں کو آرمنیہ سے نکالا۔ عباسیوں نے اشوط کو 861 عیسوی میں شہزادے کا لقب دیا (موسوعۃ الحرۃ)

https://en.wikipedia.org/wiki/Bagratuni_dynasty

2 - الکامل فی التاریخ، 6 / 133

3 - ایضاً، 6 / 147

4 - وفیات الأعیان، 1 / 350؛ الوافی بالوفیات، 11 / 100؛ مروج الذھب، 2/ 75

زوال پذیر دور:

یہ دور 247ھ سے 400ھ تک جاری رہا۔ یہ انحطاط کا دور ہے، اس دور میں عباسی حکومت کمزور ہونا شروع ہو گئی اور سلطنت کا سارا کاروبار امیر الامراء کی مرضی ومنشاء کے مطابق ہونے لگا۔ اس ودر میں سامانیوں اور صفاریوں کی خود مختار حکومتیں وجود میں آئیں۔ اس عرصہ میں جو خلفاء رہے ان کے نام اور مدت حکومت درج ذیل ہے:

1۔ منتصر باللہ	(247ھ تا 248ھ)
2۔ مستعین باللہ	(248ھ تا 251ھ)
3۔ معتز باللہ	(251ھ تا 255ھ)
4۔ مہتدی باللہ	(255ھ تا 256ھ)
5۔ معتمد علی اللہ	(256ھ تا 279ھ)
6۔ معتضد باللہ	(279ھ تا 289ھ)
7۔ مکتفی باللہ	(289ھ تا 295ھ)
8۔ مقتدر باللہ	(295ھ تا 320ھ)
9۔ قاہرہ باللہ	(321ھ تا 322ھ)
10۔ راضی باللہ	(322ھ تا 329ھ)
11۔ متقی باللہ	(329ھ تا 333ھ)
12۔ مستکفی باللہ	(333ھ تا 334ھ)
13۔ مطیع للہ	(334ھ تا 363ھ)
14۔ طائع للہ	(363ھ تا 381ھ)
15۔ قادر باللہ	(381ھ تا 422ھ)

دورزوال:

یہ دور400ھ سے655ھ پر محیط ہے۔ اس دوران سلجوقیوں کو بہت غلبہ حاصل ہوااور خلفائے بنوعباس کی حیثیت کٹھ پتلیوں کی سی ہوگئی۔ اخر656ھ میں ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیااور خلیفہ مستعصم باللہ کو قتل کرکے بنوعباس کے دورِ خلافت کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ اس عرصہ میں جو خلفاء رہے ان کے نام اور مدت حکومت درج ذیل ہے:

1۔ قائم بامر اللہ	(422ھ تا 467ھ)
2۔ مقتدی بامر اللہ	(267ھ تا 487ھ)
3۔ مستظہر باللہ	(487ھ تا 512ھ)
4۔ مسترشد باللہ	(512ھ تا 529ھ)
5۔ راشد باللہ	(529ھ تا 530ھ)
6۔ مقتضی لامر اللہ	(530ھ تا 555ھ)
7۔ مستنجد باللہ	(555ھ تا 566ھ)
8۔ مستضی بامر اللہ	(566ھ تا 575ھ)
9۔ ناصر لدین اللہ	(575ھ تا 622ھ)
10۔ ظاہر بامر اللہ	(622ھ تا 623ھ)
11۔ مستنصر باللہ	(623ھ تا 640ھ)
12۔ مستعصم باللہ	(640ھ تا 655ھ)

بنوعباس کے مدت خلافت میں کل (37) خلفاء گزرے ہیں۔ اوران کی مدت خلافت تقریباً ساڑھے پانچ سو سال تک قائم رہی۔ [(1)]

خلفائے بنوعباس کے عمومی جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے تمام سیاسی اعمال وافعال اوران کی زندگی سرتاپا کسی مذہبی جذبے کا نتیجہ نہیں تھی وہ نہ تو ملک میں خالصتاً مذہب اسلام کے نمائندے کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور نہ ہی اسلامی مقبوضات میں اسلام کی نشرواشاعت ان کی کوششوں کی مرہون منت تھی۔ بلکہ موروثی سیاست کی شکل میں اسلام کے اندر ایک جاہلیت جدیدہ کی اساس رکھی گئی۔ مزید برآں بظاہر خلفاء بنوعباس کی شخصی زندگی پر اسلام کا کتنا ہی اثر کیوں نہ ہو لیکن اس کے سیاسی اداروں میں عجمی اور مجوسی اثرات غالب تھے۔

---

1 - مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، 3 / 338

فصل سوم

عہد بنو عباس میں مختلف فرقوں کا ظہور

خلافت عباسیہ کے دور میں کئی قسم کے مذہبی اداروں، دینی اور لادینی تحاریک اور طبقات نے جنم لیااوران سب کے پس پشت فاطمیوں، عباسیوں اور خراسانیوں کے مابین سیاسی اختلافات و مصالح تھے۔

- **علوی تحریک:**

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد سے علویوں میں یہ احساس برابر ترقی کرتا رہا کہ مسلمانوں کی خلافت ان کا حق ہے، اس احساس نے انہیں کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیااوروہ اس کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے اور انہوں نے اپنی زندگی کے کسی دور میں اس حق کو حاصل کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، جب کبھی انہیں قوت سے کام لینے اور تلوار میان سے نکالنے کاموقع ملااسے غنیمت سمجھااور بزور شمشیر اسے حاصل کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے، اورجب یہ محسوس کیا کہ وہ کمزورہیں اور مقابلے کی طاقت نہیں رکھتےاس وقت خاموشی اختیار کرلی اور امامت کے لقب اورآنحضرت ﷺ سے رشتہ قرابت پر اکتفا کیااور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دی، علوی خاموشی اور سکون کی زندگی گذاررہے تھے، اسی اثنامیں عباسیوں نے اہل بیت کے لئے خلافت کی دعوت کا آغاز کیا، چنانچہ اموی حکومت کے خلاف علویوں اور عباسیوں نے مل کر جدوجہد شروع کی، اس وقت علوی اوران کے حامی یہ خیال کرتے تھے کہ عباسی علویوں کے استحقاق خلافت کوتسلیم کرتے ہیں اوراموی اقتدار کے خاتمے کے بعد وہ خلافت کی باگ ڈور علویوں کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ مگر تحریک کی کامیابی کے بعد عباسیوں نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور علوی پہلے کی طرح محروم رہے۔ چنانچہ عباسی حکومت کے قیام کے بعدعلویوں نے پہلی کی طرح حالات پر نگاہ رکھی اور جب کبھی انہیں موقع ملتاسیاسی میدان میں قدم رکھ کر اپنے حق کے حصول کے لئے جدوجہد کا آغاز کر دیا اور اس طرح مختلف مواقع پر خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کرتے رہے۔ جس کااندازادرج ذیل وقعات سے لگایاجاسکتاہے:

بنوعباس کے خلیفہ اول ابوالعباس سفاح نے اپنے دورخلافت میں علویوں کوبے دریغ مال ودولت دے کرخاموش رکھا اورکسی کومقابلہ پر کھڑانہ ہونے دیا۔

علامہ سیوطیؒ کابیان ہے:

"کہ ایک بارابوالحسن علوی(عبد اللہ بن حسن) نے سفاح سے کہا، میں نے دس لاکھ درہم کانام توسناہے لیکن بد قسمتی سے کبھی دیکھے نہیں، سفاح نے دس لاکھ درہم منگواکراس کے سامنے رکھوادئے۔اس کے بعدیہ درہم اس کے گھر بھجوادئے"۔[1]

1 - تاریخ الخلفاء، 1 / 192

سفاح کی وفات کے بعد علوی خروج پر آمادہ ہوگئے اور ابو جعفر منصور کے عہد میں حجاز میں علوی خاندان کے ایک ممتاز بزرگ محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) اور عراق میں ان کے بھائی ابراہیم نے سب سے پہلے بغاوت کی۔ اور حصول خلافت کی جدوجہد شروع کی۔ اوران دوبزرگوں نے اپنے حق کے حصول کے لئے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ کرلیااور آخرکار مکہ ومدینہ میں بہت سے لوگوں نے 145ھ ان کی امامت کی بیعت کرکے ان کے حق خلافت کو تسلیم کرنے لگے۔ فخری کے الفاظ میں:

"محمد نفس زکیہ علم وفضل اور عزت وشرف میں بنی ہاشم کے سب سے ممتاز سرداراور نمایاں فرد، اچھے اوصاف سے موصوف اور شریفانہ عادات کے حامل تھے، ان اوصاف کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور لوگوں کے دلوں میں ان کا انتہائی احترام تھا، خون ریزی اور ظلم وستم سے طبعاً نفرت کرتے اور عفوودرگزر میں مشہور تھے، بڑے عابد وزاہد تھے، اسی وجہ سے ان کالقب نفس زکیہ (پاکیزہ نفس) تھا"۔ (1)

بیعت خلافت کے بعد محمد نفس زکیہ نے ڈہائی سو آدمیوں (250) کے ساتھ خروج کرکے مدینہ کے قیدخانہ کی طرف جاکر جولوگ قید میں تھے، ازاد کیا، پھر دارالامارۃ کی طرف آکر منصور کی طرف سے مامور گورنر مدینہ کو گرفتار کرکے قید کردیا۔ اس کے بعد مسجد کی طرف آئے اور خطبہ دیا جس میں منصور کی بری عادات اورافعال مجرمانہ کا ذکر کرکے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کے برتاؤ کا وعدہ کیااوران سے امداد کے خواہاں ہوئے (2)۔ منصور کو جب نفس زکیہ کے خروج اور منصور کی طرف سے مامور گورنر مدینہ کے مقید ہونے کے خبر پہنچی۔ وہ یہ سن کر سخت پریشان ہوا۔ فوراً کوفہ آیا، اور محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا، منصور نے آخری خط روانہ کرنے کے بعد رمضان المبارک سن 145ھ کو ان سے جنگ کرنے کے لئے اپنا چچااور ولی عہد عیسیٰ بن موسیٰ کی قیادت میں لشکر بھیجاجو مقام جرف آکر خیمہ زن ہوا۔ اور محمد بن قحطبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ ان کی مدد کے لئے عقب سے بھیجا۔ (3) غرضیکہ میدان جنگ میں ہر دو مقابل ہوئے اور صبح سے لیکر نماز عصر تک برابر تلوار چلتی رہی آخرکار محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کی فوج کو شکست ہوئی اور خود بھی شہید ہوگئے۔ ان کو شکست دینے کے بعد منصور کو عیسیٰ بن موسیٰ کی فوجی صلاحیتوں کا اندازہ ہوگیا تھااس نے فوراًاسے عراق میں نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا، اس نازک وقت میں عیسیٰ نے کہاکہ میں اس مقام سے اس حرکت نہیں کرونگاجب تک میری لاش اس جگہ نہ گر جائے یا مجھے ابراہیم کے مقابلے میں

1 -الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ،1 / 163

2 - تاریخ الطبری،7 / 558

3 - مروج الذہب،1/478

فتح حاصل ہو جائے[1] فریقین میں کوفہ اور واسط کے درمیان باخمریٰ[2] کے مقام پر زبردست مقابلہ ہوا، اخر کار ابراہیم کی فوج کو شکست ہوئی اوران میں سے اکثر بھاگ کھڑے ہوئے صرف ابراہیم اپنے چند مدد گاروں کے ساتھ میدان میں جمے ہوئے تھے، اس اثنامیں ان کے گردن میں ایک تیر لگا اور گر پڑے، حمید بن قحطبہ[3] نے ان کا سر کاٹ کر عیسیٰ کے سامنے پیش کیا، وہ خوشی سے سجدہ میں گر گیا، یہ 25ذی قعدہ 145ھ کا واقعہ ہے۔ اوراس طرح منصور نے ان کے خاندان کے دیگر افراد کو انتقام کا نشانہ بنایا، ان کے مکانات مسمار کر دیئے، جائدادیں ضبط کرلیں اور تمام افراد خانہ کو قید میں ڈال دیا۔ منصور کی ان سختیوں کی بناء پر علویوں کا زور توٹوٹ گیا، لیکن اس سے ان کے دلوں میں عباسی خلافت سے منافرت نے ایک مستقل صورت اختیار کرلی۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا کہ وہ خلافت کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے اورانہوں نے اپنی زندگی کے کسی دور میں اس حق کو حاصل کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، جب کبھی انہیں موقع ملااسے غنیمت سمجھا اوراسے حاصل کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے، اسی طرح محمد (نفس زکیہ) اوراان کے بھائی ابراہیم کے قتل کے ساتھ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ ان کے بعد بھی مہدی کے عہد میں حسین بن علی نے 169ھ میں اپنی خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن حسن علوی کے بیٹے، یحیٰ اورادریس ان کو ہارون الرشید کے دور خلافت میں بڑی شان وشوکت حاصل ہوگئی تھی، یحیٰ بلاد دیلم کے طرف چلے گئے تھے، اہل دیلم نے ان کی امامت کو تسلیم کرلیا تھااوران کی بیعت کرلی، جبکہ ان کے بھائی ادریس بن عبد اللہ 172ھ میں مصر کی طرف فرار ہوگئے تھے پھر وہاں سے بلاد مغرب اقصیٰ چلے گئے جہاں بربر باشندے ان کے ساتھ ہوگئے اورانہیں بڑی طاقت حاصل ہوگئی۔ اس کے مامون کے دور خلافت میں محمد بن جعفر نے مکہ میں خروج کیا اوروہاں ان کی بیعت کی گئی اورانہیں امیر المومنین کالقب دیا گیا۔ اور قاسم بن ابراہیم مصر میں روپوش تھا کہ جب انہیں اپنے بھائی محمد کی شہادت کی خبر ملی توانہوں نے اپنی خلافت کا دعویٰ کردیااور مختلف اسلامی ملکوں میں اپنے مبلغ روانہ کئے اور تقریباًدس سال تک اپنی خلافت کا خفیہ پروپیگنڈا کرتے رہے۔ اس کے بعد علویوں

---

1 - تاریخ الطبری،7 / 645

2 - یہ کوفہ اورواسط کے درمیان اہواز میں واقع ہے جو آج کل ایران میں شمار ہوتا ہے(سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی،4/ 178

3 - آپ کانام ونسب: حمید بن قحطبۃ بن شبیب الطائی ہے۔ آپ عباسی خلیفہ منصور کے دور خلافت میں جزیرہ، خراسان اور مصر کے امیر (سردار یا گورنر) رہے۔ آپ نے 159ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے(الأعلام،2 / 283؛ تاریخ دمشق، أبو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،1995م،15 / 289؛ تاریخ الإسلام،9/ 253)

اورعباسیوں میں یہ سلسلہ نظری جہاد (شعروشاعری)میں داخل ہوگیااور شعروشاعری کے میدان میں ایک دوسرے کے خلاف آگئے۔[1]

- **خوارج:**

لفظ خوارج خارجی کی جمع ہے۔صاحب المنجد اس کی تعریف کرتے ہیں:

خارجی وہ شخص ہے جو حکمران اور جماعت کی مخالفت کرے اور خوارج کے مذہب کا عقیدہ رکھے۔[2]

علامہ شہرستانیؒ خوارج کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کل من خرج علی الإمام الحق الذي اتفقت الجماعة علیه یسمی خارجیا سواء کان الخروج في أیام الصحابة علی الأئمة الراشدین أو کان بعدهم علی التابعین بإحسان والأئمة في کل زمان"۔[3]

ہروہ شخص جو امام برحق کے خلاف بغاوت کرے، جس امام کو مسلمانوں کی جماعت نے متفقہ طور پر منتخب کیا ایسے شخص کو خارجی کہا جائے گا، خواہ یہ بغاوت عہد صحابہؓ میں ائمہ راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد تابعین یا پھر کسی بھی دور کے ائمہ کے خلاف ہو۔

خوارج چونکہ لاحکم الاّ اللہ کے قائل تھے اس لئے انہیں **محکمة** کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ خارجیوں کی اکثریت اپنے لئے یہی نام پسند کرتی ہے۔ ان لوگوں نے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا اس لئے تاریخ میں یہ لوگ خارجیوں یا خوارج کے نام سے مشہور ہوئے۔[4]

خوارج کا ظہور:

جن دنوں خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات شدید ہوگئے تھے یہاں تک کہ ان کے بیچ صفین[5] کے مقام پر جنگ بھی ہوئی۔ اسی دوران ایک فرقہ خارجی کے نام سے پیدا ہوا تھا۔ پہلے حضرت علیؓ کے ساتھ تھے لیکن واقعہ تحکیم (حکم بنانے) کے بعد ان ہی کے شدید مخالف

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ اسلام السیاسی، 115/2

2 - المنجد، لوییس معلوف، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت، لبنان، س ن، ص:172

3 - الملل والنحل، محمد بن عبد الکریم بن أبی بکر أحمد الشہرستانی، دار المعرفۃ، بیروت، 1404ھ، 1 / 113

4 - Karen Armstroong,Islam:A Short History,65

5 - شام کا یہ مقام دریائے فرات کے دائیں کنارے پر رقّہ کے بالمقابل واقع ہے۔ یہاں صفر 37ھ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے لشکروں میں جنگ ہوئی تھی جس میں ستر (70) ہزار افراد مارے گئے جس کے آخر میں واقعہ تحکیم پیش آیا۔ اس کے بعد خوارج نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہ رقّہ اور بالس کے درمیان ایک جگہ ہے (معجم البلدان، 414/3)

ہو گئے تھے اور ان کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہ وہ لوگ تھے جو دونوں بزرگوں کی صلح کی کوشش کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیاسی معاملات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح نہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھانے کو لاکھ کوششیں کیں مگر کچھ بھی کام نہ آیا۔ ایک موقع پر ان کے ایک سردار نے خلیفہ چہارم کے خلاف کفر کا فتویٰ بھی دے دیا تھا اور پھر اس کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی اس جماعت نے کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ یہ لوگ مملکت اسلامی میں فتنہ اندازی کیا کرتے تھے اور ان کی سازش اس قدر بڑھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمروؓ بن العاص کے قتل کی سازش بھی رچنے سے گریز نہ کیا۔ چنانچہ خوارج کے تین آدمیوں نے بیت اللہ میں بیٹھ کر ان تینوں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر کے ان سے تحکیم اور نہروان کا بدلہ لینے کا فیصلہ کیا اور انہوں نے ان تینوں احباب پر ایک ہی دن ایک ہی وقت حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی کی۔ اس طرح عبد الرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، برک بن عبد اللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن ابو بکر تمیمی نے حضرت عمروؓ بن العاص کو اپنا ہدف بنانے کا اقرار کیا۔ چنانچہ ابن ملجم نے ایک روز فجر کی نماز میں جاتے ہوئے عین حالت نماز میں تلوار سے حملہ کر کے اس قدر زور سے سر میں ماری جس سے آپ شدید زخمی ہو کر گر پڑے اور دو دن تک زندہ رہنے کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تدفین کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے زندہ جلا دیا گیا تھا[1] طے شدہ منصوبے کے تحت نزال بن عامر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھانے میں مصروف تھے کہ خنجر سے حملہ کیا لیکن وار مہلک ثابت نہ ہوا، اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حفاظت کے لئے پہرے دار مقرر کر دیے ان کے حکم سے نزال بن عامر کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور اس کی زبان کھینچ دی گئی جس سے وہ مر گیا۔ اسی منصوبے کے تحت عبد اللہ بن مالک صیداوی نے اپنی دانست میں حضرت عمروؓ بن العاص پر حملہ کیا لیکن اس روز حضرت عمروؓ بن العاص نے اپنی جگہ کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کے لئے بھیجا تھا جو عبد اللہ بن مالک کے حملے کا شکار ہو گیا اور حضرت عمروؓ بن العاص خوش قسمتی سے محفوظ ہو گئے[2] بنو امیہ کی تاریخ کے ضمن میں بھی خارجیوں کا ذکر ملتا ہے۔ عبد الملک بن مروان نے جب حجاج بن یوسف کو کوفہ کو گورنر بنایا تو اس نے خارجیوں کے خاتمے کی کوششیں کیں مہلب بن ابو صفرہ کو اس کی سرکوبی کے لئے متعین کیا جس نے ان کی طاقت کو توڑ دیا۔ بعد میں بھی وہ کبھی کبھی سر اٹھاتے رہے انھوں نے اموی خلیفہ مروان بن محمد کے دور میں بھی سر اٹھایا تھا مگر یہ تب ہی سر اٹھاتے جب انھیں لگتا کہ خلیفۂ وقت کمزور ہے۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: تاریخ ابن خلدون، 2/ 645

2 - تفصیل دیکھیے: البدایہ والنہایہ، 7 / 361

خوارج عام طور پر باہمت تھے اور اپنے سے زیادہ لوگوں کی جمعیت کو ہرا دیتے تھے۔ مذہبی معاملے میں انتہائی سخت گیر تھے ان کا مرکز زیادہ تر عراق اور خراسان کا علاقہ رہا ہے۔ جس طرح بنوامیہ کے عہد میں مختلف اوقات میں سر اٹھاتے رہے، اسی طرح بنوعباس کے دور میں بھی مختلف مواقع پر ظاہر ہوتے رہے اور خلفاء کے لئے مشکلات کا باعث بنتے رہے مثلاً:

134ھ میں ابوالعباس سفاح (م136ھ) کے دور خلافت میں خارجیوں نے عمان اور جزیرہ کاوان میں بغاوت کی، جس کے مقابلہ کے لئے سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بھیجا۔ عمان اور بحرین ان کے مرکز تھے۔ غرضیکہ صحرائے عمان[1] میں ہر دو مقابل ہوئے۔ خونریز لڑائی کے بعد خارجیوں کو شکست ہوئی اوران کا سردار جلندی مارا گیااور خوارج کی بڑی تعداد اس معرکہ میں قتل ہوگئی اوروہ لوگ پسپا ہوگئے۔[2]

ابوجعفر منصور (م158ھ) کے دور خلافت میں موصل اور بحرین خارجیوں کے دو بڑے مرکز تھے،148ھ میں حسان بن مجالد ایک خارجی سردار نے موصل میں علم بغاوت بلند کیا۔ شاہی افواج اس کے مقابلے میں آئیں۔ مگر پے در پے شکستیں کھائیں اور حسان نے بڑھ کر موصل پر قبضہ کر لیا۔ اخر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیچ میں پڑ کر صلح کرادی اوراس طرح یہ بغاوت ختم ہوگئی۔

اسی طرح ان کے دور خلافت میں افریقہ کے اکثر بربری قبائل خارجی عقائد رکھتے تھے۔ انہوں نے بغاوت کرکے وہاں کے عباسی حاکم ابن اشعث کو بھگادیااور موسیٰ خراسانی کو اپناوالی بنالیا۔ منصور کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو یکے بعد دیگر خارجیوں کے مقابلے کے لئے اغلب اورابن حفص کو افریقہ کا امیر بنا کر بھیجا مگر خارجیوں کے مقابلے میں یہ کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کر سکے اور مزید قیروان[3] پر بھی خارجی اقتدار مسلط ہو گیا۔

آخر کار تنگ آکر منصور نے یزید بن حاتم کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ افریقہ بھیجا۔ متعدد خوں ریز معرکوں کے بعد بربروں کو شکست ہوئی اورافریقہ میں امن وامان بحال ہوگیا۔

ہارون الرشید (م170ھ) کے دور خلافت میں خراسان کے اندر قیس بن ثعلبہ کے آزاد غلام حصین خارجی نے علم بغاوت بلند کرکے بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ اس کے مقابلہ کے لئے مختلف لشکر روانہ کیے۔ اور بارہا لڑائیاں ہوئیں مگر ہر لڑائی میں

---

1 - یہ بحرین وہند (بحیرہ عرب) کے ساحل پر واقع عرب کا علاقہ ہے اور یہاں اکثر باشندے اباضی خوارج ہیں۔اس کا اہم شہر صُحار ہے ۔ سلطنت عمان جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرقی حصے میں واقع ہے۔اس کا دارالحکومت مسقط ہے (معجم البلدان،4 / 150)

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الکامل فی التاریخ، 5 / 42

3 - یہ تیونس کا ایک شہر ہے جس کی بنیاد عقبہ بن نافع نے50ھ میں رکھی تھی (موسوعۃ الحرۃ)
https://en.wikipedia.org/wiki/Kairouan

حصین نے لشکر خراسان کو شکست دی۔ اکر سن 177ھ میں حصین خارجی کے قتل ہونے سے خراسان میں امن وامان قائم ہوا۔[1]

اس کے علاوہ ولید بن طریف الشاری الشیبانی[2] نے 187ھ میں نصیبین[3] میں خروج کیا۔ ہارون نے اس کے مقابلے کے لئے نصیبین کے گورنر یزید بن مزید الشیبانی کی قیادت میں لشکر روانہ کیا، جس نے ولید کو قتل کیا اور اس کی لشکر کو شکست دی۔[4]

- **معتزلہ:**

معتزلہ، علم کلام کا ایک مدرسہ فکر ہے جس نے عقل اور نقل کے مابین تطابق اور توافق کی کوشش کی۔ اعتزال کے معنی ہیں، کسی شخص یا گروہ سے الگ ہو جانا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ﴾[5]

(یعنی حضرت موسیٰ نے کہا) اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

وجہ تسمیہ:

معتزلہ کو اس نام سے موسوم کیئے جانے کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ مشہور یہ ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنے حلقۂ درس میں بیٹھے طلبہ کو پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص واصل بن عطاء[6] نے کھڑے ہو کر کہا: جناب ایک گروہ ایسا پیدا ہوا (خوارج) ہے جس کا کہنا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الکامل فی التاریخ، 5 / 290

2 - آپ کا نام ونسب: الولید بن طریف بن الصلت التغلبی الشیبانی الشاری ہے۔ آپ خوارج کے سرداروں میں سے ہے عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں آپ نے نصیبین میں بغاوت کی تھی دیکھیے (الوافی بالوفیات، 27 / 267؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 462)

3 - الجزیرہ (دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ) کا یہ تاریخی شہر جنوبی ترکی میں شامی سرحدوں پر واقع ہے۔ اس کے بالمقابل سرحد پار شام کا شہر القامشلی ہے۔ شمالی عراق کے شہر موصل اور نصیبین کا درمیانی فاصلہ تقریباً اڑھائی سو کلو میٹر ہے۔ ماضی میں موصل سے شام جانے والے قافلے نصیبین سے گزرتے تھے۔ شہنشاہ فارس نوشیروان ساسانی (م 579ء) نے اسے فتح کیا تھا (معجم البلدان، 5/288)

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تجارب الأمم وتعاقب الھمم، 3 / 523

5 - الدخان، 25: 21

6 - اس فرقہ کا بانی واصل بن عطاء جو غزال (سوت کاتنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ 80ھ میں پیدا ہوا۔ بہت بڑا ادیب اور کلامی مجادلات کا موجد تھا۔ آپ کے بے شمار تصانیف ہیں اور 131ھ کو وفات پائی۔ تفصیل کے لئے دیکھیے (وفیات الأعیان، 6 /7؛ ملاحظات حول کتاب عقیدۃ السلف والخلف، عبد القادر بن حبیب اللہ السندی، الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، 1981م، 1 / 300)

دوسرا گروہ (مرجئہ)اس بات کا قائل ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ان دونوں فرقوں میں سر حق کون ہے ؟حسن بصریؒ ابھی جواب نہیں دے پائے تھے کہ اس شخص نے خود ہی کہا میری رائے میں ایسا شخص نہ کافر ہے نہ مؤمن بلکہ اس کے بین بین(منزلة بين المنزلتين)ہے۔ اس نے نہ صرف یہ کہا بلکہ امام کے تلامذہ میں اس عقیدہ کی تلقین بھی شروع کر دی۔ اس پر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا(هذاالرجل اعتزل عنا)یعنی یہ شخص ہم سے الگ ہو گیا ہے۔ اسی فقرہ سے واصل کے فرقہ کا نام معتزلہ (الگ ہونے والے) پڑ گیا۔ اوراس کے پیروکاروں کو معتزلہ کہا جانے لگا۔[1] اکثر و بیشتر علماء[2] نے یہی وجہ تسمیہ بیان کیا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس معتزلہ اپنے آپ کو"اہل التوحید والعدل"کے نام سے کہلوانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔[3]

معتزلہ کا ظہور:

معتزلہ کے ظہور کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں جن میں سے درج ذیل قول زیادہ مشہور ہیں:

معتزلہ کا ظہور پہلی صدی میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہوا جیسا کہ مذکورہ روایت سے ظاہر ہے، یا ان کی وفات(م110ھ) کے کچھ عرصہ بعد حضرت قتادہ بصریؒ کے دور میں ہوا، بہر حال ان کے باقاعدہ آغاز کا زمانہ اواخر پہلی صدی اور اوائل دوسری صدی ہجری کو قرار دیا جاسکتا ہے۔[4] اسی صدی میں ان کی جماعت خاصی ترقی کر گئی تھی اور 225ھ تک ان کے عقائد واصول کو بہت فروغ حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ اہل علم کی اکثریت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ معتزلہ کا فرقہ خلفائے راشدین کے آخری ادوار میں ظہور پذیر ہوا، یہ وہ لوگ تھے جو قتل عثمان رضی اللہ عنہ، قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ، قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے دعوے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وامیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے استحقاق جیسے سیاسی مسائل سے الگ رہے۔ درحقیقت یہ جماعت یا گروہ(جس پر معتزلہ کے لفظ کا اطلاق ہو تا تھا)ایک سیاسی فکر کی نمائندگی کرتے تھے۔ جسے بعد میں دین کا لبادہ اڑھا دیا گیا، حالانکہ یہ لوگ کسی بھی متنازع گروہ کے ساتھ وابستگی نہ رکھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں ہی باطل پر ہیں یا کم ازکم یہ بات کھل کر ان پر عیاں نہ ہوئی کہ ان میں سے کونسا فریق حق بجانب ہے جب کہ دین تو ان لوگوں سے قتال کا اجازت دیتا ہے۔ جو بغاوت کے مرتکب ہوں مذکورہ دونوں گروہوں کے اسلام

---

1 - الملل والنحل، 1 / 45

2 - وفیات الأعیان، 6 / 8

3 - قمع الدجاجلة الطاعنين فی معتقد أئمة الإسلام الحنابلہ، عبد العزیز بن فیصل الراجحی، مطابع الحمیضی ،الریاض،1424ھ،1 / 441

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الملل والنحل، 1 / 45

کے بارے میں کسی کو کوئی شک نہ تھا اس لئے جب دونوں گروہ ہی باغی ہوں یا یہ متعین نہ کیا جاسکے کہ ان میں سے کون سا گروہ باغی ہے تو ہمیں فریقین سے کنارہ کشی اختیار کرنے چاہیے۔[1]

عہد عباسی میں سب سے پہلے جب اہل تشیع نے عباسیوں کے خلاف اپنے غم وغصے کا اظہار کیا تو اس وقت معتزلہ عیسیٰ بن زید بن علی کی قیادت میں ابو جعفر منصور کے خلاف جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس خونی معرکہ میں محمد بن عبد اللہ (نفس زکیہ) اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبد اللہ کے ساتھ ساتھ بہت سے معتزلی بھی لقمہ اجل بن گئے[2]،

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں معتزلہ کے ذریعے مسئلہ خلق قرآن بڑے شدومد کے ساتھ سامنے آیا لیکن ہارون نے اس مسئلے میں کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار کیا اور نہ ہی ان کی حوصلہ افزائی کی بلکہ عقائد میں مجادلات پیدا کرنے والوں کو قید میں ڈال دیا[3]، یہاں تک کہ جب اسے بشیر مریسی معتزلی کے عقیدے کا پتہ چلا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہتا تھا تو اس نے کہا کہ "بخدا اگر میرا بس چلا تو میں اسے ضرور قتل کرا دوں گا"[4] یہی وجہ تھی کہ جب تک ہارون الرشید زندہ رہا، بشیر مریسی گمنامی کی زندگی گزارنے پر مجبور رہا اور اسے کبھی بھی عوام میں نہ دیکھا گیا۔ بعد میں اس فرقہ کے اثرات اس قدر بڑھے کہ عباسی خلفاء مامون، معتصم اور واثق بھی اس میں شامل ہو گیا اور ان کی سرپرستی کی جس کی تفصیل کتب تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے عالم اسلامی دنیا میں بالعموم پھیل گئے۔ جس کے بدولت ان کے عقائد ونظریات کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ اور معتزلی نظریات قبول نہ کرنے والوں پر تشدد کا راستہ اپنایا گیا۔ یہاں تک کہ اس معاملے میں احمد بن نصر جیسے بڑے اہل علم کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔

الغرض اس فرقہ کا عباسی دور خلافت میں خلیفہ ابو جعفر (136-158ھ) سے واثق باللہ (227-232ھ) کے دور تک عروج حاصل رہا۔ واثق باللہ کے بھائی متوکل باللہ (232-246ھ) کی تخت نشینی کے ساتھ ہی معتزلہ کا زوال شروع ہو گیا۔ چونکہ یہ خلیفہ معتزلی عقائد سے بیزار اور متبع سنت تھا، حکومتی پشت پناہی فتنۂ اعتزال کا سب سے بڑا سہارا تھا، چنانچہ یہ سہارا ختم ہوتے ہی تحریک اعتزال چند ہی سالوں میں موت کی وادی میں داخل ہو گئی۔

---

1 - فجر الاسلام، احمد امین، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، س ن، ص، 291

2 - تاریخ الاسلام، السیاسی، 2/317

3 - Karen Armstroong,Islam:A Short History,89

4 - تاریخ المذاہب الاسلامیہ، محمد ابو زہرہ، دار الفکر العربی، القاہرۃ، س ن، ص:256

• فرقہ راوندیہ:

ابو مسلم خراسانی کے قتل کے بعد، اس کے حامیوں نے خلیفہ ابو جعفر منصور کے خلاف شدید ہنگامے برپا کئے تھے، منصور، ان شدید ہنگاموں کے استیصال سے ابھی پوری طرح فارغ نہ ہوا تھا کہ اسے ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ یہ تھی کہ اہل فارس نے اس ماحول میں نئے معتقدات کی تبلیغ شروع کر دی۔ اسلامی فتح سے قبل اہل فارس اپنے شہنشاہوں کے تقدس کے قائل تھے اور انہیں الوہیت کا درجہ دے رکھا تھا، یہ طبقہ راوندیہ کے نام سے موسوم تھا۔

فرقہ راوندیہ[1] در حقیقت ایران وخراسان کے جاہل لوگوں کا ایک گروہ تھا جو علاقہ راوند میں رہتے تھے اسی مناسبت سے انھیں راوندیہ کہا گیا، جسے عام مسلمان ایک گمراہ فرقہ مانتے تھے، یہ لوگ عموماً ابو مسلم کے متبعین کہلائے جاتے اور تناسخ وحلول کے قائل تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ آدمؑ کی روح نے عثمان بن نہیک میں اور اللہ تعالیٰ نے منصور میں اور جبرئیل نے ہیثم بن معاویہ میں حلول کیا ہے۔[2]

مؤرخ مدائنی فرقہ راوندیہ کے معتقدات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"راوندیہ فرقہ کا ایک ممتاز شخص گزرا ہے جسے ابلق (چتکبرا) کہا جاتا تھا۔ یہ شخص مبروص تھا، عقائد ومعتقدات میں بڑی انتہا پسندی سے کام لیتا تھا اور راوندیہ کے معتقدات کا پرچار اپنی زندگی کا مقصد خیال کرتا تھا۔ اس کا عقیدہ تھا۔ کہ جو روح حضرت عیسیٰؑ ابن مریم میں حلول کر گئی تھی، وہی روح حضرت علیؓ بن ابی طالب میں حلول کر گئی تھی، اس کے بعد وہی روح ابراہیم بن محمد (حضرت عباس کے پوتے) تک یکے بعد دیگرے ائمہ میں حلول کرتی رہی تھی اور یہ سب کے سب خدا تھے۔ اس فرقہ کے پیروشرعی محرمات کو حلال سمجھتے تھے، اس فرقہ کے ہر فرد کا معمول تھا کہ وہ اپنے فرقہ کے ایک گروہ کی دعوت کا انتظام کرتا تھا اس دعوت میں محرمات پیش کی جاتی تھیں"۔[3]

اس فرقہ کا دائرہ روز بہ روز وسیع ہوتا جا رہا تھا، یہاں تک عباسی خلیفہ ابو جعفر کے عہد میں ایک دن یہ لوگ جب دار الخلافہ میں آکر اپنے اعمال وعقائد ناشدنی کا اعلان کرنے لگے تو خلیفہ نے ان کے دو سو سردار گرفتار کر کے قید کر لیے، راوندیہ اپنے سرداروں کی گرفتاری پر اور برہم ہو گئے اور قید خانہ توڑ کر ان کو نکال کر لے گئے اور پھر منصور کے محل کا محاصرہ

---

1 - راوندیہ، واو کے فتحہ کے ساتھ، اصبہان کے قریب ایک شہر راوند کی طرف منسوب ہیں یہ شہر اس فرقہ کا مرکز تھا۔ بعض کے بقول یہ ایک گروہ ہے جو احمد بن یحیی بن اسحق الراوندی (م 303ھ) کی طرف منسوب ہے، جو معتزلی تھا پھر شیعہ ہو گیا (الأخبار الطوال، أبو حنيفة أحمد بن داود الدينوري، دار إحياء الكتب العربي، القاهرة، 1960م، 1 / 384؛ تاریخ اسلام السیاسی، 2/88)

2 - النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، 1 / 345

3 - تاریخ الطبری، 8 / 83

کرلیا، شہر میں سخت ہنگامہ برپا ہوگیا منصور محل سے نکل آیا۔ اس نازک وقت میں ایک شخص معن بن زائدہ شیبانی[1] کوجوایک جرم کی وجہ سے منصور کے خوف سے روپوش تھا، اور منصور برابر اس کی تلاش میں لگاہوا تھا۔ اس موقعہ پر اس کو کارگزاری دکھانے کا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے نہایت بہادری سے مقابلہ کرکے بلوائیوں کو شکست پاش دی۔ اس کے بدلے منصور نے اس کا جرم معاف کر دیا، دس(10)لاکھ انعام اور یمن کا حاکم بنایا۔[2]

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس فرقہ کے لوگوں کے ساتھ بڑی سخت پالیسی اختیار کی اوراس فرقہ کے استیصال میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیالیکن اس کے باوجود یہ فرقہ مختلف مواقع پر مختلف شکلوں میں کبھی مقنع خراسانی کی شورش کی صورت میں، کبھی بابک خرمی کی بغاوت کی شکل میں(جس کا ذکر اسی مبحث میں تفصیل سے آئیگا)اور کبھی کسی اور شکل میں برابر ظاہر ہوتارہا۔

- ## فرقہ مقنعیہ:

خلیفہ مہدی(م158ھ تا169ھ)کے زمانہ خلافت میں ایک خراسانی ملحد حکیم مُقَنّع(بعض کے بقول جس کانام ہاشم بن حاکم تھا)نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ یہ شخص بڑی بدصورت شکل کا تھا، کانا اور چھوٹے سے قد کا تھا، مرو کارہنے والا تھا، چونکہ اس کی شکل وصورت نہایت بدصورت اور مکروہ تھی، اس لئے ہمیشہ اپنے چہرے پر ایک نقاب ڈالے رکھتا تھا جس کا نام مقنع(نقاب پوش) پڑ گیا تاکہ کوئی شخص اس کا اصلی چہرہ نہ دیکھ سکے۔ یہ شخص مسئلہ تناسخ ارواح کا قائل تھا، پھر دعویٰ الوہیت کر بیٹھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدمؑ میں حلول کیا، پھر نوحؑ میں، اسی طرح مختلف انسانوں کے قلوب میں منتقل ہوتاہوا ابو مسلم خراسانی کے بعد اس کے جسم میں حلول کر گیا ہے۔ چونکہ وہ شعبدہ بازاور جادوگر تھا اس لئے اپنے دعویٰ کی تائید میں اس نے مختلف قسم کے معجزے دکھاکر لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ کہا جاتاہے کہ اس نے ماوراالنہر کے قریب نخشب کے کنویں میں سے ایک مصنوعی چاند نکالا جس کے روشنی کئی میلوں تک جاتی تھی۔

اس قسم کے شعبدوں کے باعث اکثر لوگ اسے خدا سمجھ کر پرستش کرنے لگے اوراس کے پیروؤں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ بہت جلد اس ملحد مقنع نے اپنے پیروؤں کی اچھی خاصی جمعیت فراہم کرلی اور چند قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ خلیفہ مہدی نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنے ایک تجربہ کار جرنیل معاذ بن مسلم کی قیادت میں ایک

---

1 - یہ بنو امیہ کے جنرلوں میں ایک ممتاز جنرل تھا، جس نے بنی امیہ کی طرف سے ابن–ہبیرہ، گورنر عراق کی قیادت میں محاربہ واسط میں عباسیوں کا سخت مقابلہ کیا تھا۔

2 - تفصیل دیکھیے:الکامل فی التاریخ، 5 / 86؛المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 8 / 29؛تاریخ الإسلام،9 / 5؛البدایہ والنھایہ، 10 / 75؛تاریخ ابن خلدون،3 / 233

لشکر روانہ کیا، معاذ بن مسلم نے اس ملحد کو بیس یا تیس ہزار پیروؤں سمیت گھیر لیا اور اتنا سختی سے محاصرہ کیا کہ عباسی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ مقنع نے جب دیکھا کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہی تو اپنے تمام اہل وعیال کو زہر ملی ہوئی شراب پلا کر ہلاک کر دیا اس نے اپنی عورتوں اور بچوں کو آگ میں ڈال دیا اور خود بھی جلتی ہوئی آگ میں کود کر جان دے دی۔[1]

لیکن مقنع کی موت سے اس کی تعلیمات کا خاتمہ پوری طرح نہ ہو سکا عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں: اور بلاد ماوراء النہر کا ایک شخص اس کی تعلیمات کا مبلغ بن کر اٹھا اس شخص کے پیروکار مقنعیہ کے نام سے موسوم تھے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ مقنع خدا تھا اور ہر زمانے میں وہ کسی خاص شکل میں ظاہر ہوتا ہے[2] بلاد ماوراء النہر اور ترکستان میں اس شخص کے بہت سے پیروپیدا ہو گئے، بقول بغدادی جہاں انہوں نے ہر گاؤں میں ایک مسجد بنوائی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے یہ لوگ سور اور مردار کو حلال سمجھتے تھے اور بے نکاحی عورتوں کو حلال خیال کرتے تھے، ان لوگوں کا معمول تھا کہ اگر وہ کسی ایسے شخص کو پکڑ لیتے جسے ان کی مسجد کا مؤذن نہ پہچانتا ہو تو اسے مار ڈالتے اور اس کی لاش غائب کر دیتے۔[3]

- ## فرقہ خرمیہ:

بلاد فارس، جہاں بابک خرمی کی نشو ونما ہوئی، اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد دونوں زمانوں میں مختلف معتقدات اور نئے نئے فرقوں اور مذہبوں کے گہوارہ تھے، ان بلاد کا ماحول ان کے لئے بہت ساز گار تھا، یہی وجہ تھی کہ بلاد فارس میں مختلف مذہبی فرقے ہر زمانے میں خوب پھلے پھولے، انہیں فرقوں میں ایک خرمیہ کا فرقہ تھا جس کی بنیاد مزدک نے کسریٰ اول نوشیرواں کے باپ قباذ کے عہد میں رکھی تھی، فرقہ خرمیہ مزدکیہ سے ایک نیا فرقہ خرمیہ بابکیہ پیدا ہوا جو بابک خرمی کی طرف منسوب تھا، جس نے اپنی خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور مامون کے دور خلافت میں اس نے سلطنت عباسیہ میں شدید انتشار پیدا کر دیا تھا، جس کی شدت معتصم کے عہد تک برابر بڑھتی رہی تھی۔[4]

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ بابک خرمی کا تعلق ابو مسلم خراسانی کے خاندان سے تھا اور اس نے ابو مسلم کا انتقام لینے کے لئے عباسیوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اس کی تحریک دراصل مقنع خراسانی اور راوندیہ تحریکوں کے سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الإسلامیہ، 1 / 177؛ الکامل فی التاریخ، 5 / 211؛ الفرق بین الفرق، عبد القاہر بن طاہر بن محمد البغدادی أبو منصور، دار الآفاق الجدیدۃ ، بیروت، 1977م، 1 / 243؛ تاریخ ابن الوردی، 1 / 192

2 - الفرق بین الفرق، 1 / 215

3 - ایضاً، 1 / 244

4 - تاریخ اسلام السیاسی، 2/91

ابو حنیفہ دینوری لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک صحیح اور تحقیقی امر یہ ہے کہ بابک خرمی مہر بن فاطمہ بنت ابو مسلم خراسانی کی اولاد سے تھا، اسی لئے خرمیہ کا ایک فرقہ فاطمیہ کہلاتا ہے یہ فرقہ فاطمہ بنت ابو مسلم خراسانی کی طرف منسوب ہے۔ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے"۔ (1)

فان فلوتن (2) خرمیہ پر لفظی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خرمیہ کا فرقہ "خرم" کی طرف منسوب ہے، جو میڈیا کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے۔ خرمیہ کا لفظ خرم سے بھی مشتق کہا جاسکتا ہے جس کے معنی "لذیذ اور خوش باش" کے ہیں یہ مفہوم اس فرقہ پر پوری طرح منطبق ہوتا ہے"۔ (3)

بابک خرمی، خرمیہ کے ایک ممتاز سردار جاریدان کا خادم تھا جب جاریدان کا انتقال ہو گیا تو اس کی بیوی نے اسے اس کا جانشین بنا دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ جاریدان کی روح بابک خرمی کے جسم میں حلول کر گئی ہے اور جاریدان کے پیروؤں سے کہا کہ جاریدان کی طرح اس کی اطاعت بھی فرض ہے اس کے بعد اس نے بابک خرمی سے نکاح کر لیا اور بابک خرمی نے پوری سرگرمی سے لوگوں کے عقیدوں میں فتور پیدا کرنا شروع کر دیا۔ (4)

عباسی خلیفہ معتصم کے دور خلافت میں بابک خرمی کی سرگرمیوں کی وجہ سے بغداد کے باشندوں میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا تھا آذربائیجان کے باشندے بابک خرمی کے ساتھ ہو گئے تھے اور ارمیہ کے بادشاہ اور بیزنطینی سلطنت کے شہنشاہ نے بابک خرمی کی مدد کی تھی اور بابک خرمی کی فوجیں سلطنت عباسیہ کے مختلف علاقوں میں پھیل گئی تھیں اور ان شہروں کے باشندوں کے دلوں میں ہیبت طاری ہو گئی تھی جو آذربائیجان اور ایران کے درمیان واقع تھے۔

مقدسی کا بیان ہے:

"کہ بابک خرمی کے ارد گرد قزاقوں (ڈاکو) جنگجوں قوموں، غنڈوں، فتنہ پردازوں اور مختلف مذہبوں کے افراد کی کثیر تعداد جمع ہو گئی تھی اس طرح ایک کثیر فوج اس نے اکٹھا کر لی تھی، صرف اس کے سواروں کی تعداد بیس

---

1 - الأخبار الطوال، 1 / 402

2 - اس کا نام Dr Gerlof van Vloten (1866-1903ء) یہ ہالینڈ کا لکھاری اور مترجم ہے۔ 1885ء میں یہ عربوں کے متعلق دائرۃ المعارف کا مدیر تھا جس کا نام کتاب مفتاح العلوم تھا۔ اس کا والد سائنس دان تھا اور یہودی فلسفی سپنوزہ کا محقق تھا اس کے والد کو انسان دوستی کی جدید تحریک کا بانی کہا جاتا ہے (موسوعۃ الحرۃ)

van Vlotenhttps://en.wikipedia.org/wiki/Gerlof

3 - السیادۃ العربیۃ والتشیع والاسرائیلیات فی عہد بنو امیہ، مترجم: حسن ابراہیم حسن و محمد زکی ابراہیم بطبعۃ السعادۃ، قاہرۃ، 1934م، ص: 99

4 - تاریخ اسلام السیاسی، 2/91

ہزار (20000) تھی، پیادہ فوج اس کے علاوہ تھی اس فوج نے شہروں اور دیہاتوں پر حملے شروع کر دئے اور لوگوں کو لرزہ خیز سزائیں دینا شروع کیں حتیٰ کہ لوگوں کو آگ میں زندہ جلا دیتے تھے اس کے علاوہ مختلف ہولناک سزاؤں میں تامل نہ کرتے تھے، یہ لوگ فتنہ و فساد میں بڑی سرگرمی سے منہمک ہوگئے، رحم اور لحاظ ان کے پاس تک نہ پھٹکتا تھا، ان لوگوں نے بڑے بڑے زبردست لشکروں کو شکست دی اور چند مشہور جرنیلوں کو قتل کر دیا تھا"۔[1]

مسعودی لکھتے ہیں:

"کہ بابک خرمی نے اپنی ان شورشوں میں کوئی دس لاکھ مرد، عورتیں اور بچے قتل کئے تھے"۔[2]

خرمیہ کے بنیادی تصورات و مقاصد:

خرمیہ کے معتقدات کا تذکرہ ضروری ہے کیونکہ عباسیوں کے عہد کی تاریخ میں ان کا بہت بڑا دخل ہے، خصوصاً اس لئے کہ اس سے عباسیوں کے ساتھ عجمیوں کے تعلقات پر گہری روشنی پڑتی ہے۔ خرمیہ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ مسلمان عربوں سے مجوسی ایرانیوں میں حکومت کو منتقل کر دیا جائے اس مقصد کے لئے انہوں نے اسلام اور عربوں کے خلاف شدید بغاوتیں شروع کر دیں۔

اس بات کی تائید مقدسی کے بیان سے بھی ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"خرمیہ کا مقصد یہ تھا کہ عرب مسلمانوں سے سلطنت چھین کر عجمیوں کو اس پر فائز کیا جائے اس لئے وہ اپنے مذہب کا بڑی شدت سے پروپیگنڈا کرتے تھے اور اس کے معتقدات کو بڑی خوبصورت اور جاذب شکل میں جاہل لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے، اپنے مذہب کا وہ بڑی خاموشی سے پرچار کرتے تھے، ان کے مقاصد کا ماحصل یہ تھا کہ اسلامی حکومت کے نظام میں تعطل پیدا کیا جائے اور الحاد کو رواج دیا جائے"[3]، اس فرقے کے زعماً نے اپنے آپ کو خدائی کے منصب پر فائز کر رکھا تھا، چنانچہ بابک خرمی کا دعویٰ تھا کہ جاویدان کی روح اس میں حلول کر گئی ہے[4] اور اس کے پیرو کہتے تھے "روح بابک ہم تجھ پر ایمان لائے، جس طرح اے روح جاویدان تجھ پر ایمان لائے"۔[5]

مقدسی خرمیہ کے معتقدات کا ذکر کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

---

1 - البدء والتاریخ، 6 / 116

2 - مروج الذھب، 1 / 478

3 - البدء والتاریخ، 5 / 134

4 - النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، 2 / 169

5 - تاریخ اسلام السیاسی، 2/92

"اس فرقہ کے اندر بھی مختلف فرقے اور گروہ تھے لیکن یہ سب کے سب رجعت کے عقیدہ میں متفق تھے، وہ تناسخ یا اواگون کے بھی قائل تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ اپنی شریعتوں اور ملتوں کے اختلاف کے باوجود سب رسولوں کا نصب العین ایک تھا اور وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع نہیں ہوا۔ ہر مذہب کا پیروان کے نزدیک صحیح راستے پر تھا بشر طیکہ وہ عذاب وثواب کا یعنی مکافات عمل کا قائل ہو، ان کے نزدیک اس کی تحقیر اور اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا جائز نہیں تھا جب تک وہ ان کے مذہب کے ساتھ مکروفریب سے کام نہ لے یا ان کے مذہب کو مٹانے کی کوشش نہ کرے، یہ لوگ ابو مسلم خراسانی کا بہت احترام کرتے تھے اور عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور پر لعنت بھیجتے تھے جس نے اسے قتل کر دیا تھا، فیروز پر صبح وشام درود وسلام بھیجتے تھے کیونکہ وہ فاطمہ بنت ابو مسلم کا بیٹا تھا، ان کے بہت سے امام تھے جن کی احکام کی پیروی کرتے تھے، ان کے کثرت سے نامہ بر تھے جو ان اماموں کے پاس آتے جاتے رہتے تھے، اور وہ انہیں "فریشتگان" کے نام سے یاد کرتے تھے، شراب سے زیادہ کسی چیز کو متبرک نہ سمجھتے تھے، ان کے دین کی بنیاد نور وظلمت کے عقیدے پر قائم تھی (یعنی وہ یزدان اور اہرمن کے قائل تھے) میں نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے، جو نہ صرف عورتوں کی اباحت کے قائل تھے، بلکہ ہر اس چیز کو مباح سمجھتے تھے جس سے نفس محظوظ ہو اور طبیعت اس کی طرف راغب ہو"۔[1]

اس بات کی تائید نظام الملک کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو اس نے خرمیہ کے معتقدات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"خرمیہ نے تمام مذہبی فرائض مثلاً نماز، زکواۃ، روزہ، حج کو ترک کر دیا تھا اور شراب کو اپنے لئے حلال کر لیا تھا۔ محرمات کو جائز اور عورتوں کو مشترک ملکیت سمجھتے تھے، نظام الملک کی تحقیق ہے کہ یہی معتقدات مزدک کے بھی تھے، ان لوگوں نے اسلام کو ملیامیٹ کر دینے میں اپنی کوئی کسر اٹھانہ رکھی تھی، ان کے دل میں اہل بیت کے لئے کسی فرد کے ساتھ کوئی خاص محبت یا ہمدردی کا جذبہ نہ تھا"۔[2]

خرمیہ کے معتقدات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذہب کا دارومدار محض لذت کوشی پر تھا، خرمیہ کے مختلف فرقوں نے عورتوں کا درجہ معاشرہ میں اس درجہ سے بہت بلند کر دیا تھا، جو اس وقت مشرقی ممالک میں انہیں حاصل تھا، خرمیہ کے مذہبی اور معاشرتی اجتماعوں میں ان کی شرکت ناگزیر خیال کی جاتی تھی لیکن اس سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان اجتماعوں میں عورتوں کی شرکت سے حظ نفس اور دلچسپی کا سامان مہیا کیا جائے۔

---

1 - البدء والتاریخ،4 / 30

2 - سیاست نامہ، خواجہ نظام الملک طوسی، مترجم، شاہ حسن عطاء، ایم-اے (علیگ) نفیس اکیڈمی، کراچی، س ن، ص:259

غرض اس فرقے نے لذت نفس اور عیاشی کے سامان بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا، اہل سنت کے دلوں میں اس فرقے سے بغض وعداوت کی ایک اہم وجہ ان کی یہی لذت کشی تھی لیکن اس بغض وعداوت کے اور بھی کئی اسباب تھے، ان میں سب سے بڑی وجہ اس فرقے کا ہر معاملے میں غلو اور اس کی انتہا پسندی تھی۔

- فرقہ زنادقہ:

عباسیوں کے دور اول میں سب سے طاقتور اور سب سے خطرناک تحریکیں، زنادقہ کی تحریکیں تھیں جن کی تعلیمات، اسلامی تعلیمات اور عقائد سے بالکل متضاد تھیں۔ یہ زنادقہ ایک غلط قسم کی جمہوریت کے علمبردار تھے محرمات کو حلال خیال کرتے تھے اور سوسائٹی کے آداب کو لغو سمجھتے تھے، زنادقہ معاشرتی اور سیاسی زندگی کے لئے بہت بڑا خطرہ بن گئے تھے۔

زندیق کا مفہوم:

زندیق، کی جمع زنادقہ ہے۔ لفظ زندیق کا مفہوم مختلف زمانوں میں مختلف رہا ہے عرب ہر اس شخص کو زندیق کہتے تھے، جو خدا کے وجود کا منکر ہو یا اس کا کسی کو شریک ٹھہراتا ہو[1] زندیق منافق کو بھی کہا جاتا تھا، جو زبان سے ایمان کو ظاہر کرے مگر دل سے کافر ہو۔

شروع میں لفظ زندیق کا اطلاق ہر اس شخص پر کیا جاتا تھا جو ایرانیوں کی عادات واطوار اور ان کے تمدن ومعاشرت کا دلدادہ ہو اور لہو لعب اور فضول باتوں میں غلو اور انتہا پسندی کا خوگر ہو، اس کے بعد ہر اس شخص کو زندیق کہنے لگے جس نے مانویوں کے معتقدات کو اپنا شعار بنالیا ہو، دو خداؤں (یعنی یزدان اور اہرمن) کا قائل ہو اور ان کی عبادت کرتا ہو۔ اور مانی کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو۔ جیسا کہ حضرت تھانویؒ رقمطراز ہے:

"کہ یہ فرقہ ثنویت کا قائل ہے جو دو خالقوں کو مانتا ہے، یعنی یزدان واہرمن کو؛ اول الذکر خالق خیر اور مؤخر الذکر خالق شر ہے؛ زندیق حق تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور اگر ایمان ظاہر بھی کرے تو در حقیقت باطن میں کافر ہوتا ہے۔ شرح مقاصد میں ہے کہ زندیق وہ کافر ہے جو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرنے کے باوجود کافرانہ عقائد رکھتا ہے"۔[2]

عباسیوں کے دور میں لفظ زندیق کے معنی میں ذرا وسعت پیدا ہوگئی اور اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہونے لگا جو خدا کے وجود کا منکر ہو یا اس کے وجود کا خاکہ اڑاتا ہو۔

---

1 - کتاب فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ، محمد بن محمد أبو حامد الغزالی، مطبعۃ الشرقی، مصر، 1901م، ص22

2 - کشاف اصطلاحات الفنون، 3/617 (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 10/507)

زناقہ کی تاریخ کا آغاز، امویوں کے آخری دور سے ہوتا ہے عبد الصمد بن عبد الاعلیٰ خلیفہ اموی ولید بن یزید بن عبد الملک کا اتالیق زندیق [1] تھا، اسی طرح جعد بن درہم زندیق تھا، جس کی طرف آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد منسوب ہے اور مروان جعدی کہلاتا ہے۔

ابن ندیم کا بیان ہے کہ:

"جعد، مروان اور اس کے بیٹے دونوں کا اتالیق تھا، اس نے مروان میں زندیقی خیالات پیدا کر دئے تھے۔ خالد بن عبد اللہ قسری نے، باوجود اس کے کہ اس پر زندیقیت کا الزام تھا، زندیقیوں کے ساتھ بڑا سخت رویہ اختیار کیا تھا، یہاں تک کہ اس نے جعد بن درہم کو بھی قید کر دیا تھا، پھر اسے عید الاضحیٰ کے روز قربانی کا جانور سمجھ کر ذبح کیا تھا، اس کی قربانی کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر بڑے فخر سے اعلان کیا تھا کہ میں نے جعد کو قربانی کی جگہ ذبح کیا ہے، یہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ کا ذکر ہے"۔ [2]

دولت عباسیہ کے قیام کے بعد زناقہ کو ابھرنے کا موقع ملا اور وہ کوفہ میں پھیل گئے اور اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں جاحظ نے جو مامون کے دور میں ایک ممتاز فاضل گزرا ہے، زنادقہ کی کتابوں پر بحث کی ہے اور ان کا تار و پود کھول کر رکھ دیا جاحظ نے زناقہ کی کتابوں سے لیکر ان کے جو معتقدات بیان کئے ہیں اور یہ وہی معتقدات ہیں جو مانوی مذہب کی کتابوں سے ہم تک پہنچے ہیں۔ جاحظ کے بعد ابو الفرج اصفہانی (م 348ھ) نے اپنی کتاب اغانی میں زنادقہ کے عقائد پر تفصیلی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ دو خداؤں یزدان اور اہرمن کی پرستش کرتے تھے اور مانی کی تعلیمات کے پیرو تھے۔

بعض عباسی خلفاء نے ان تعلیمات کے پیروں کا بڑا سختی سے استیصال کیا تھا، خلیفہ مہدی نے ان لوگوں کو بڑی سخت سزائیں دی تھیں اور ایک مستقل محکمہ قائم کیا تھا جس کے افسر اعلیٰ کو "صاحب زنادقہ" کہتے تھے۔ اس کا منصبی فرض یہ تھا کہ وہ زندیقوں اور ان کی تعلیمات کا خاتمہ کرے۔ مہدی کا معمول تھا کہ اگر اسے کسی پر زندیق ہونے کا شبہ بھی ہو جاتا تھا تو وہ اسے زندہ نہ چھوڑتا تھا، جب مہدی حلب پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ زندیقوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا جائے اور مار مار کر ان کی چمڑی ادھیڑ دی جائے اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

صاحب اغانی کا بیان ہے کہ:

"مہدی جب بصرہ پہنچا تو اس نے بشار کو گرفتار کر کے زنادقہ کی سرکوبی کے افسر اعلیٰ حمدویہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اسے اتنی جسمانی اذیت دی جائے کہ اس کا دم نکل جائے"۔ [3]

---

1 - الأغاني، أبي الفرج الأصفهاني، دار الفكر، بيروت، س ن، 2/232

2 - الفهرست، محمد بن إسحاق أبو الفرج النديم، دار المعرفة، بيروت، 1978م، 1 / 472

3 - الأغاني، 3 / 247

مسعودی کا بیان ہے:

"کہ یہ خلیفہ ان ملحدین کے قتل کرنے میں بہت انتہاپسند تھا۔ اس نے ایک مستقل محکمہ قائم کیا تھا جس کے افسر اعلیٰ کو "صاحب زنادقہ" کہتے تھے۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ زندیقیوں سے بحث ومباحثہ کرے اوران کے بارے میں فیصلہ صادر کرے، اسی طرح مہدی نے ایک علمی مجلس قائم کی تھی جس کے ارکان کا یہ کام تھا کہ وہ زندیقیون سے مناظرہ کریں اوران کی تردید میں کتابیں لکھیں"۔[1]

زندیقوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے اور انہیں لرزہ خیز سزائیں دینے کے لئے مہدی کے دل میں کتنا شدید جذبہ تھا اس کا اندازہ مہدی کی اس وصیت سے کیا جاسکتا ہے، جو اس نے اپنے بیٹے موسیٰ (جو مہدی کے بعد ہادی کے لقب سے عباسی تخت خلافت پر متمکن ہوا تھا) کو کی تھی۔

مؤرخین نے اس وصیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"مہدی نے ایک دن موسیٰ سے کہا میرے بیٹے! جب تم خلافت پر فائز ہو تو اس فرقے یعنی مانی کے پیروؤں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھنا کیونکہ یہ فرقہ پہلے تو لوگوں کو اچھی باتوں کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بری باتوں سے پرہیز کرو، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اور آخرت کے لئے نیک عمل کرو، پھر ان سے کہتا ہے کہ گوشت کھانا حرام ہے اور پاک پانی کو چھونا تک حرام ہے اور کیڑوں مکڑوں کا ہلاک کرنا بہت بڑا پاپ ہے۔ اس کے بعد لوگوں کو دوخداؤں یعنی یزدان اوراہرمن کی طرف راغب کرتا ہے پھر اس کے بعد اس فرقے کے سرغنہ بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح جائز کر دیتے ہیں۔ پیشاب سے غسل کرنا روا قرار دیتے ہیں اور بچوں کا راستوں سے اغوا کرلینا جائز کر دیتے ہیں اوراس کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن ہی سے ظلمت کی گمراہی سے ہدایت کے نور کی طرف بچوں کو لے جائیں گے، اس لئے اس فرقہ کا سرکچلنے کے لئے ڈنڈا ہاتھ میں لینا اور تلوار میان سے نکالنا اوران کا استیصال کرکے خدائے وحدہٗ لاشریک کا قرب حاصل کرنا، میں نے تمہارے دادا حضرت عباس کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے دو تلواریں میری کمر میں لٹکائیں اور مجھے حکم دیا کہ ان دو خدا ماننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دو"۔[2]

زندیقیت عباسیوں کے دور خلافت میں بہت پھیل گئی تھی، یہاں تک کہ وزیروں اور شاعروں کے گھروں تک میں داخل ہوگئی تھی۔ فخری کا بیان ہے:

"خلیفہ مہدی کے حاجب ربیع بن یونس نے ذاتی پرخاش اور رقابت کی بناپر مہدی کے وزیر معاویہ بن یسار کے بیٹے پر یہ تہمت لگائی کہ وہ زندیق ہے۔ مہدی نے معاویہ بن یسار کی موجودگی میں اسے اپنے پاس بلوایا اور حکم

---

1 - مروج الذهب،2/ 173

2 - تاریخ الطبری،8 / 220؛الکامل فی التاریخ،5 / 272؛تاریخ الإسلام،10 / 444

دیا کہ قرآن کریم کا کوئی حصہ سناؤ، وہ نہ سنا سکا تو مہدی نے اس کے باپ سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا، کیا تم نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ تمہارا بیٹا قرآن کا حافظ ہے؟ ابن یسار نے جواب دیا، بیشک کہا تھا امیر المؤمنین! لیکن یہ مجھ سے بہت دنوں تک الگ رہا ہے، اس لئے بھول گیا ہے۔ مہدی نے اس کے باپ سے کہا، کھڑے ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کرو۔ معاویہ کھڑا ہو گیا لیکن تھر تھرانے لگا اور لڑکھڑا کر گر گیا۔ اس وقت مہدی کے چچا عباس بن محمد نے مہدی سے کہا، امیر المؤمنین! میری درخواست ہے کہ بوڑھے باپ کو اپنے بیٹے کے قتل کرنے سے معاف کر دیجئے اور یہ کام کسی اور کے سپرد کر دیجئے۔ مہدی نے اسے منظور کیا اور حاضرین دربار میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ وہ شخص اٹھا اور اس نے اس کی گردن اڑادی۔ اس دن سے یہ وزیر روپوش ہو گیا اور اپنے گھر سے مرتے دم تک نہیں نکلا یہاں تک کہ 170ھ میں اس نے وفات پائی"۔[1]

جب ہادی تخت خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے زندیقوں کے ساتھ بڑی سختیاں کیں اور ان کی بہت بڑی جماعت کو قتل کر دیا۔

طبری کا بیان ہے:

"کہ ہادی نے جن لوگوں کو قتل کیا ان میں یقطین کا سیکریٹری یزدان بن بازان اور یقطین کا بیٹا علی بن یقطین بھی شامل ہیں، یہ لوگ نہروان کے ممتاز افراد تھے"۔[2]

طبری مزید لکھتے ہیں:

"کہ ہادی نے کہا تھا اگر میں زندہ رہا تو اس فرقے کے ایک ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے حکم دیا تھا کہ کھجور کے ایک ہزار تنے تیار کئے جائیں غالباً اس کا مقصد زندیقیوں کے لئے سولیاں قائم کرنا تھا۔ ہادی نے جس مہینے یہ حکم دیا تھا، اس سے اگلے مہینہ اس کا انتقال ہو گیا"۔[3]

اس فرقے کے پیرؤوں کا استیصال مہدی کا نصب العین رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا ہادی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا اسی طرح عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے ایک شخص کو مقرر کیا تھا، جو صاحب زنادقہ کے نام سے موسوم تھا جس کا فرضِ منصبی یہ تھا کہ وہ ہر اس شخص کے متعلق تحقیقات کرتا تھا جس پر زندیق ہونے کا الزام ہوتا تھا، جس شخص پر یہ الزام ثابت ہو جاتا تھا اسے دردناک سزائیں دیتا تھا۔ ایرانیوں کے علاوہ بہت سے عرب بھی زندیق ثابت ہوئے تھے مثلاً

---

1 -الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ،1 / 181

2 - تاریخ الطبری،8 / 190

3 -ایضاً،8 / 220

صالح بن عبد القدوس[1] اور مطیع بن ایاس[2]، (جو عباسی خلیفہ منصور اور مہدی کے زمانہ میں ممتاز شاعر گزرا ہے)۔ اس مطیع کی بیٹی کو زندیقیت کے الزام میں ہارون الرشید کے سامنے حاضر کیا گیا اس نے اعتراف کیا کہ اس کے باپ نے اسے زندیقیت کی تعلیمات دی ہیں اور اس نے مانویہ کی کتاب اس سے پڑھی ہے۔[3]

ابن ندیم کا بیان ہے:

"کہ اکثر برامکہ زندیق تھے"[4]، بعض مؤرخین کا خیال ہے: کہ برامکہ کی بربادی کا یہ ایک اہم سبب تھا۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے: "کہ اصمعی نے ان برامکہ پر کفر کا فتویٰ دیا تھا"۔[5]

زندیقیت کا زور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے عہد کے بعد بھی قائم رہا۔ معتصم کے دور میں خلافت کے ممتاز ارکان تک میں اس کے جراثیم پھیل گئے تھے۔ معتصم کا جنرل افشین مانوی معتقدات کا پیرو تھا۔ افشین کی موت کے بعد اس مذہب کے معتقدات ختم ہونے کے بجائے اور زور پکڑ گئے اور خلافت عباسیہ پر ترکوں کے تسلط کے بعد ان معتقدات کو ساز گار ماحول مل گیا تھا اور ان کا دائرہ عمل بہت وسیع ہو گیا تھا۔

زنادقہ نے علم وادب اور سیاست پر بحثیں کی تھیں، جن سے ادب اور اہل فکر متاثر ہوئے تھے اس زمانے کے مسلمان اہل ادب اور اہل فکر نے اس خطرناک فتنہ کو محسوس کیا اور ایک بہت بڑے گروہ (متکلمین) نے زنادقہ سے مباحثے کئے اور ان کے معتقدات وخیالات کی تردید میں بڑی بلند پایہ کتابیں لکھیں اس طرح "علم کلام" پیدا ہوا۔ واصل بن عطاء سب سے پہلا شخص تھا جس نے زنادقہ کے خیالات وعقائد کی تردید کی طرف توجہ کی۔

ابو ہذیل نے صالح بن عبد القدوس (جو زندیقوں کا ایک ممتاز اور مشہور شخص تھا) جیسے زندیقوں سے بڑے طویل مناظرے کئے تھے آپ نے ان سے مناظروں اور انہیں راہ راست پر لانے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی،

---

1 - آپ کا نام ونسب: صالح بن عبد القدوس الأزدی البصری، کنیت أبو الفضل ہے۔ بصرہ کے رہنے والے اور قبیلہ ازد کے مولا تھے۔ آپ شاعر، زندیق، فلسفی، متکلم اور حکیمانہ کلام کے مالک تھے۔ آپ کو عباسی خلیفہ مہدی نے تقریباً 160ھ کو اپنے تلوار سے قتل کیا تھا (وفیات الأعیان، 2 / 492؛ تاریخ الإسلام، 10 / 269؛ الأعلام، 3 / 192)

2 - آپ کا نام ونسب: مُطِیعُ بن إیاس اللّیثی الکنانی، کنیت ابو سلم ہے۔ اور قبیلہ بنو لیث سے تھے۔ آپ کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہی پرورش پائی۔ آپ بنو امیہ اور بنو عباس دونوں کے دور میں محسن بدیع القول شاعر گزرے ہیں۔ آپ پر زندیقیت کی تہمت تھی۔ 169ھ میں آپ نے وفات پائی (تاریخ الإسلام، 10 / 462؛ الأعلام، 7 / 255؛ فوات الوفیات، 4 / 145؛ معجم الشعراء، ، إمام أبی عبید اللہ محمد بن عمران المرزبانی، مکتبۃ القدسی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1982م، 1 / 480)

3 - الأغانی، 12/85

4 - الفھرست، 1 / 473

5 - المعارف، 1 / 382

اس طرح آپ نے زندیقیوں کی بہت بڑی تعداد کو مسلمان کیا تھا[1] اسی طرح عمرو بن عبید نے ممتاز زندیقی جریر بن حازم سے بصرہ میں طویل مناظرے کئے تھے اس کے بعد اہل سنت کی ایک ممتاز شخصیت نظام پیدا ہوئی (اشراقیت پر جن لوگوں نے بحث وکلام کیا ہے نظام کی شخصیت ان سب میں ممتاز ہے)۔ جس نے زندیقوں اور دوسرے فرقوں پر مسلسل کاری ضربیں لگائی تھیں۔

الغرض متکلمین نے زندیقیوں کے عقائد وخیالات کی تردید اوران کا اثر ونفوذ ختم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا لیکن زندیقیت کا پوری طرح استیصال نہ ہو سکا اور بہت سے زندیقی اپنے عقائد پر قائم رہے، جیسا کہ ابن ندیم نے لکھا ہے:

"کہ ممتاز زندیق عالم یزدان بخت کو 'رے' سے لاکر مامون کی خدمت میں حاضر کیا گیا تھا مامون نے اسے جان کی امان دے دی تھی متکلمین سے اس شخص کا مناظرہ ہوا اور انہوں نے اسے لاجواب کر دیا۔ اس وقت مامون نے اس سے کہا: یزدان بخت! اب مسلمان ہو جاؤ اگر میں تمہیں جان کی امان نہ دے چکا ہوتا تو اس وقت تمہارے ساتھ میرا رویہ بہت مختلف ہوتا، یزدان بخت نے جواب دیا: امیر المومنین نے جو ہدایت فرمائی وہ درست ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ امیر المومنین ان لوگوں میں سے ہیں جو کسی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہیں کرتے ہیں۔ اس پر مامون خاموش ہو گیا"۔[2]

البتہ بعض لوگوں پر ذاتی بنیادوں پر زندقہ ہونے کی تہمت لگائی گئی۔ جیسا کہ ابن مقفع اس پر تہمت زندقہ ہونے کی لگی اور قتل کر دیا گیا، حالانکہ اس کا قتل بادشاہ سے استہزا کی بناء پر ہوا۔[3]

لادینی تحاریک کی حوصلہ شکنی میں خلفائے بنو عباس کا کردار عموماً مثبت رہا ہے۔ سوائے معتزلہ کے جس کی تبلیغ کے لئے خلفاء نے شدت سے کام لیا۔

---

1 - کتاب الانتصار فی الرد علی ابن الراوندی، ابی الحسین عبد الرحیم بن محمد بن عثمان الخیاط المعتزلی، طبع، بیروت، 891م، 1/7

2 - الفہرست، 1 / 473

3 - وفیات الأعیان، 2/ 153

باب دوم

عہد بنو عباس کے مشاہیر محدثین کا تعارف

فصل اول: عہد بنو عباس میں علم حدیث کی نشر و اشاعت

فصل دوم: تابعین محدثین کرام کا تعارف

فصل سوم: تبع تابعین محدثین کرام کا تعارف

فصل اول

عہد بنو عباس میں علم حدیث کی نشر و اشاعت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے انبیاء ورسل کی بعثت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ آپ ﷺ پر ختم ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری دین (اسلام) اور آخری کتاب (قرآن کریم) دے کر تمام عالم کے لئے ہادی بنا کر مبعوث فرمایا، اس کتاب کی حیثیت کامل و مکمل دستورِ حیات کی ہے، جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، اور اس کی تفسیر و تشریح کے لئے آپ ﷺ کو قرآن کا مفسر اور شارح قرار دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾[1]

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر (قرآن کریم) اتارا تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کے بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کے تیئیس سالہ عہد کا ایک ایک لمحہ اس فریضہ کی انجام دہی میں صرف ہوا اور آپ ﷺ اپنے اقوال وافعال اور اخلاق و کردار کے ذریعے قرآن کریم کی تفسیر فرماتے رہے۔ اس لئے قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے جملہ اقوال وافعال اور اخلاق و کردار کو پیش نظر رکھا جائے جو احادیث کے نام سے موسوم ہیں اور جن کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا مشکل ہے بلکہ قرآن کریم کا ایک معتدبہ حصہ ایسا ہے جو احادیث کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں۔

احادیث رسول کی اس ضرورت واہمیت اور عظمت ورفعت کے پیش نظر آغاز اسلام سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں پوری محنت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کے ساتھ ساتھ ان کی نشر واشاعت کے لئے کلیدی اور لائق حوالہ خدمات سر انجام دی ہیں۔

شمع رسالت کے ان پروانوں نے آپ ﷺ کی نجی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سیاسی معاملات تک کو محفوظ کیا اور اس راہ میں ایسی خدمات سر انجام دیں جن کی دنیا کے دیگر مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اس بارے میں علامہ ابن حزم رقمطراز ہیں:

"اقوام عالم میں سے کسی کو اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے اقوال صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے یہ شرف صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے ایک ایک کلمہ کو صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کیا۔ اج روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریقہ

---

1 - النحل،14: 44

پر پیش کر سکے۔ اس کے برعکس حاملین اسلام نے اپنے رسول ﷺ کی سیرت کا ایک ایک گوشہ پوری صحت واتصال کے ساتھ محفوظ کیا ہے "۔[1]

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے حفاظت حدیث اوراس کی نشرواشاعت اور ترویج وخدمت کے لئے اپنی زندگیاں صرف کرڈالیں اوراس کے لئے درج ذیل ذرائع کو استعمال کیا ہے:

☆درس وتدریس

☆حفظ حدیث

☆مذاکرہ حدیث

☆کتابتِ حدیث

☆ تالیف وتصنیف اور تعامل وغیرہ

بنوعباس کے عہد عروج میں بھی علم حدیث کے نشرواشاعت کے لئے مندرجہ بالا طریقوں پر کام ہوتا رہا۔ حدیث وسنت کی شرعی، دینی، علمی، ثقافتی اور تاریخی اہمیت اہل علم اوراصحابِ بصیرت کی نظروں سے اوجھل نہیں رہی۔ انہی وجوہ واسباب کی بناپر خود آپ ﷺ کو بھی اپنی سنت اور حدیث کی اشاعت وترویج بدرجہ غایت محبوب ومنظور تھی اسی لئے آپ نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی، صحابہ کرام کو ابھارا، دعائیں دیں اور حکم دیا۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ »[2]

ترجمہ: میں تمہارے لئے دوچیزیں چھوڑ کر جارہاہوں: ان دونوں چیزوں پر مضبوطی سے کاربند ہونے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

« نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ »[3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث اوراسے یادرکھا اوراسے دوسروں تک پہنچایا۔

ایک اور موقع پر یوں ارشاد فرمایا:

---

1 - جوامع السيرة،1/1؛ تدريب الراوی، 2 / 159

2 - الموطأ ،مالك بن أنس أصبحي، كتاب القدر، باب النهي عن القول بالقدر، دار إحياء التراث العربي، مصر، س ن،2/ 899

3 - سنن أبي داود، سليمان بن الأشعث أبو داود السجستاني، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم، دار الفكر، س ن، 2 / 346

« نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا » [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی، اور پھر اسے دوسروں تک پہنچائی۔

یہاں بھی سماعت وروایتِ حدیث کے سلسلے کو قائم کرنے اور جاری رکھنے والوں کے لئے دعا فرمائی ہے۔ اس ضمن میں حزم واحتیاط کی تلقین فرماتے ہوئے مفتری اور کذاب کو عواقب سے خبر دار کر دیا اور بتا دیا کہ روایت حدیث میں کذب بیانی اور افترا کی سزا دوزخ ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

« مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ » [2]

ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کرکے بیان کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالینا چاہیئے۔

اسی پاک مقصد کے پیش نظر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم حدیث کے ترویج ونشرواشاعت کا شوق پیدا ہوا اسے یاد کیا۔ اس کی خاطر سفر کئے، اسے قلمبند کر کے محفوظ کیا گویا پوری دلجمعی کے ساتھ اس کی حفاظت، نشرواشاعت وترویج میں عملی طور پر مشغول ہوگئے۔

اِسی نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور پھر بعد میں آنے والے ہر دور میں اہلِ علم وفضل نے احادیث کو اپنے اپنے حسنِ انتخاب اور ذوقِ نظر کو ملحوظ رکھ کر مختلف طریقوں سے درس وتدریس، حفظ، مذاکرہ، کتابتِ، تالیف وتصنیف اور تعامل وغیرہ کے ذریعے اس کی حفاظت اور اس کی نشرواشاعت اور ترویج کی خدمات سرانجام دیں۔

عباسی خلفاء کا زمانہ اپنے پیش رو امویوں سے اس اعتبار سے بہت نمایاں اور ممتاز ہے کہ اس دور میں اسلامی علوم کو بہت ترقی ہوئی۔ اور اموی دور میں جو علمی ترقی شروع ہوئی تھی وہ عہد عباسی میں اپنے منطقی کمال تک پہنچ گئی۔ بغداد خلافت عباسیہ میں بہت بڑا علم وفن کا مرکز تھا۔ جس کو امام حاکم نیشاپوری نے "**مدينة العلم وموسم العلماء والأفاضل**"[3] کا لقب دیا ہے۔ بغداد میں علم حدیث کی نشرواشاعت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں عام طور پر ہزاروں طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ امام ابو حاتمؒ الرازی فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب[4] کے حلقہ درس میں گیا۔ چالیس

---

1 - سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، 5 / 34

2 - صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسین القشیری النیسابوری،، مقدمۃ الإمام مسلمؒ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س ن، 1 / 10

3 - معرفۃ علوم الحدیث، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1977م، 1 / 268

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: باب سوم فصل دوم بلاد عرب کے مراکز علم حدیث مرکز بغداد

ہزار طلبہ شریکِ درس تھے ان میں عباسی خلیفہ مامون الرشید بھی تھا[1]۔ اوراحادیث کے متعلق بڑی قابل قدر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ خلفائے بنو امیہ سے زیادہ جس چیز نے خلفائے بنو عباس کو اعزاز بخشا ہے وہ ان کے علمی کارنامے ہیں خاص کر خلیفہ ابو جعفر منصور، ہارون الرشید اور مامون الرشید کا زمانہ خلافت اسلامی علوم کی تدوین و تالیف (جو علم کے نشر و اشاعت کا ایک ذریعہ ہے) کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

ابو جعفر منصور کا سب سے مہتم بالشان علمی کارنامہ امام مالکؒ سے مؤطا کی تالیف ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں حج کے موقعہ پر خلیفہ منصور سے امام مالکؒ کی ملاقات ہوئی اور بہت دیر تک علمی مذاکرہ رہا تو خلیفہ منصور نے آپ سے درخواست کی کہ آپ علمِ حدیث میں کوئی کتاب مدون فرمائیں۔ اور امامؒ سے اس طرح مخاطب ہوا کہ

"اے ابو عبد اللہ! تم جانتے ہو کہ اب اسلام میں تم سے اور مجھ سے زیادہ شریعت کا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ میں تو ان خلافت و سلطنت کے جھگڑوں میں مبتلا ہوں۔ تم کو فرصت حاصل ہے، لہٰذا تم لوگوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھو جس سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ اس کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواز، ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شواذ نہ ہوں۔ اس میں اعتدال اختیار کی جائے اور لوگوں کے لئے تصنیف و تالیف کا ایک نمونہ قائم کرو"۔[2]

امام مالکؒ فرماتے ہیں ماشاء اللہ منصور نے یہ باتیں کیا کہیں تصنیف ہی سکھا دی۔ اس طرح مؤطا مالک منصہ شہود پر آئی، بلاشبہ اس دور میں حدیث کے باب میں جو خدمت سب سے بلند پایہ، جو تالیف عظیم المرتبت تسلیم کی گئی، وہ امام مالکؒ کی موطا تھی۔ کہ جس کو علمی دنیا نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ امام مالکؒ نے اعلیٰ بلیغ انداز میں احادیث جمع کیں۔ اور ساتھ ہی تعامل اہل مدینہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ بھی نقل کیئے امام مالکؒ کی یہ علمی کاوش پہلی جامع ترین کاوش تھی۔

۱۴۳ھ سے عام طور پر علمائے اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر ہر ایک کی الگ الگ تدوین شروع کر دی، مکہ میں ابن جریج (م150ھ) نے، مدینہ میں امام مالک (م179ھ) نے، شام میں امام اوزاعی (م157ھ) نے، بصرہ میں سعید بن عروبہ (م150ھ) اور حماد بن سلمہ (م167ھ) نے، یمن میں معمر بن راشد (م152ھ) نے اور کوفہ میں سفیان ثوری (م161ھ) نے رے میں جریر بن عبد اللہ (م188ھ) نے واسط میں ہشیم بن بشیر (م183ھ) نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا، محمد بن اسحاق (م151ھ) نے مغازی پر اور امام ابو حنیفہؒ (م150ھ) نے حدیث و فقہ پر تصنیف کی (یہ

1 - الجرح والتعدیل، عبد الرحمن بن أبي حاتم محمد بن إدريس أبو محمد الرازي، دار احیاء التراث العربي، بیروت، 1952م، 4/ 108

2 - الإمامة والسياسة، أبي محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة الدينوري، دار الكتب العلمية، بیروت، 1997م، 2/ 322

دونوں حضرات گویا تابعین ہی میں ہیں؛ لیکن ان کا عہد تبع تابعین ہی میں شروع ہوا اور انہی کے ذریعہ دنیا ان کی تصنیفات سے واقف ہوئی)؛ پھر کچھ ہی مدت بعد ہشیم بن لہیعہ نے؛ پھر عبد اللہ بنِ مبارک (م 181ھ)، امام ابو یوسف، ابن وہب وغیرہ نے اس مبارک کام کو اپنے ہاتھ میں لیا؛ پھر کثرت سے ہر فن میں تصنیفات کا اور اس کے تدوین و ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا اور عربی ادب و لغت تاریخِ اسلام اور قدیم تاریخ پر بے شمار کتابیں مدون ہو گئیں اور اس عہد سے پہلے عام طور پر ائمہ فن یا تو اپنے حفظ و استحضار سے کسی فن پر کلام کرتے تھے یا پھر غیر مرتب مجموعوں اور صحیفوں کے ذریعہ۔[1]

اسی طرح سفیان بن عیینہ (م 198ھ)، لیث بن سعد (م 175ھ) اور شعبہ بن الحجاج (م 160ھ) وغیرہ نے بھی کتابیں تصیف کر کے علم حدیث کی نشر و اشاعت میں سرگرم حصہ لیا۔ ان کا انداز کیسا تھا حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"اس دور کے جامعینِ حدیث مختلف ابواب کو یکجا کر دیا کرتے تھے۔ جہاں تک ایک ہی باب میں مسائل اور احادیث درج کرنے کا تعلق ہے تو اس کام میں سبقت کرنے والے امام شعبیؒ ہیں"۔[2]

اس کے بعد مسانید[3] کا دور آتا ہے، اس عہد میں مسانید کی ترتیب پر بلادِ اسلامیہ میں جن بڑے بڑے محدثین نے تالیفات کیں وہ درج ذیل ہیں:

أبو داؤد الطیالسی (م 204ھ)، اسد بن موسیٰ الاموی (م 212ھ)، عبید اللہ بن موسیٰ العبسی (م 213ھ)، الحمیدی (م 219ھ)، مسدد بن مسرہد بصری (م 228ھ)، یحیٰ حمانی (م 228ھ)، نعیم بن حماد الخزاعی (م 235ھ)، امام أحمد بن حنبل (م 241ھ) اور مسند العدنی (م 243ھ)۔[4]

پھر دوسرے ائمہ نے بھی اس طریق تدوین کو اختیار کیا اور شاید ہی کوئی ایسا حافظ الحدیث امام ہو جس نے احادیث نبوی ﷺ پر مشتمل ایک مسند نہ لکھی ہو۔ مثلاً أبو بکر بن أبی شیبہ (م 235ھ) إسحاق بن راہویہ (م 238ھ)، عثمان بن أبی شیبہ (م 239ھ) وغیرہ نے مسانید تالیف کیں۔[5]

موجودہ مسانید میں سب سے عظیم مسند، مسند امام أحمد بن حنبل ہے۔ جس کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے، ان مسانید میں سے اکثر مسانید جیسے مسند أبو داؤد الطیالسی، مسند الحمیدی اور مسند امام أحمد مطبوع ہیں۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: تدریب الراوی، 1 / 89؛ فتح الباری، 1 / 6؛ تاریخ الإسلام، 9 / 13

2 - توجیہ النظر، طاہر الجزائری الدمشقی، مکتبۃ المطبوعات الإسلامیۃ، حلب، 1995م، 1 / 49

3 - مسند حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں حدیث رسول ﷺ صحابہ کرامؓ کی ترتیب پر جمع کر دیا جائے (توجیہ النظر، 1 / 372)

4 - فتح الباری، احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی، دار المعرفۃ، بیروت، 1379، 1 / 6

5 - ایضاً، 1 / 6

دور مسانید کے بعد عہد بنو عباس میں حدیث کے نشر واشاعت کا آخری اور سنہری دور آیا جس میں حدیث کی سب سے زیادہ اہم، مرتب اور متنوع کتابیں تحریر کی گئیں یہ دوراصحابِ کتب ستہ کا دور تھا۔

اس دور کو اگر ائمہ کرامؒ کی وفیات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تقریباً سن 250ھ سے شروع ہوتا ہے اور سن 303ھ امام نسائیؒ کی وفات کے ساتھ مکمل ہو جاتا ہے، ویسے اس دور کا اصل وقت تیسری صدی کے دوسرے ربع سے ہی شروع ہو جاتا ہے، یہی وہ دور تھا جس میں علم حدیث کی روشنی آب و تاب پر تھی، اسی دور میں علی بن المدینی، عبد الرحمٰن بن مہدی، یحیٰ بن معین، امام احمدؒ، امام ابوزرعہ رازی وغیرہ اوراصحاب کتب ستہ اپنے علم کی روشنی سے پوری دنیا کو منور کیے ہوئے تھے۔ حدیث کی نشر واشاعت کا یہ اعلیٰ ترین دور ہے اوراصحاب صحاح ستہ پر آکر تدوین حدیث اوراس کی نشر واشاعت کا کام جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم سے شروع ہوا تھا۔ اختتام پذیر ہوا۔

الغرض خلافت عباسیہ کا زمانہ علمی اعتبار سے اسلام کی تاریخ میں ایک یگانہ حیثیت رکھتا ہے، یہ وہ عہدِ زریں ہے جس میں مسلمانوں کی سلطنت، دولت و ثروت، تہذیب وتمدن اور سیاست وحکمرانی کے اعتبار سے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اس میں بیشتر اسلامی علوم نے نشو نما پائی۔ اور علم وفنون نے بڑی ترقی کی، خاص کر بغداد تو علم وفن کا مرکز تھا۔ اور اہم داخلی علوم کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ عباسی دور میں یوں تو تقریباً تمام ہی خلفاء نے علوم وفنون کی سرپرستی کی، لیکن ابوجعفر منصور، ہارون رشید اور مامون رشید نے اس پر خصوصی توجہ دی۔

فصل دوم

تابعین محدثین کرامؒ کا تعارف

مبحث اول

باقاعدہ صحابہ کرامؓ سے باضابطہ روایت کرنے والے محدثین تابعین کرامؒ

مبحث ثانی

وہ محدثین تابعین کرامؒ جنہوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا یا ملاقات کی

مبحث اول

باقاعدہ صحابہ کرامؓ سے باضابطہ روایت کرنے والے محدثین تابعین کرامؒ۔

یہ مبحث ان تابعین محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں ہے۔ جنہوں نے باقاعدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ اور حدیث الرسول ﷺ کو سینوں کے ساتھ سفینوں میں محفوظ و منتقل کر دیا۔ ان میں چند مشاہیر اوران کے حالاتِ زندگی کا تذکرہ کیا گیاہے۔

سلمۃ بن دینار أبو حازم الاعرج[1] (م135ھ)

نام ونسب:

نام، سلمۃ، کنیت، ابو حازم۔ نسب نامہ: سلمہ بن دینار أبو حازم الأعرج الأفرز التمار المدنی القاص المخزومی ہے۔ آپ اسود بن سفیان مخزومی کے غلام تھے اسی نسبت سے مخزومی کہلاتے ہیں۔[2]

مختصر حالات:

آپ نسلاً فارسی تھے والد ایرانی اوروالدہ رومی تھیں۔ گویا آپ ماں باپ کی جانب سے عجمی نژاد تھے، لیکن اسلام کے فیض مساوات نے آپ کو مدینہ کے عابد، زاہد شیوخ اور علماء کے گروہ میں شامل کر دیا تھا۔ آپ حدیث کے بڑے حافظ، مدینہ کے قاضی اورواعظ بھی تھے۔ زہد، عبادت اور ریاضت کے لحاظ سے آپ کا شمار صلحائے مدینہ میں تھا۔ مذہبی اوراخلاقی کمالات کے ساتھ ساتھ آپ کو حکمت سے وافر حصہ ملا تھا، جس کا اندازہ آپ کے حکیمانہ مقولوں سے لگایا جاسکتا ہے، غرض جماعت تابعین میں آپ ہر لحاظ سے نہایت ممتاز تھے۔ بنو عباس کے خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں آپ نے وفات پائی۔[3]

---

1 - پاؤں میں کوئی تکلیف تھی غالباًاس وجہ سے اعرج کہلاتے تھے (الطبقات الکبری، 5 / 421)

2 - تھذیب التھذیب، 4/ 126

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب الکمال، 11 / 272 ؛ تھذیب التھذیب، 4/ 126؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 133 ؛ التعدیل والتجریح، سلیمان بن خلف بن سعد أبو الولید الباجی الأندلسی، دار اللواء للنشر والتوزیع ، الریاض، 1986ء، 3 / 1127؛ مشاہیر علماء الأمصار، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستی ،مشاہیر علماء الأمصار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ، 1959ء ،1/ 79 ؛الوافی بالوفیات، 15/ 198

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ بن سعد الساعدی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بن سہل، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے زہری، عبید اللہ بن عمر، ابن أبي ذئب، سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

اہل علم کی نظر میں:

آپ کے محدثانہ مقام ومرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

امام أحمدؒ، ابو حاتم الرازی، عجلی اورامام نسائیؒ نے آپ کو ثقہ کہاہے۔ [2] ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [3]

ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

"**ثقة لم يكن في زمانه مثله**"۔ [4] آپ ثقہ اورآپ کے زمانہ میں آپ کا مثل نہیں تھا۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو القاص یعنی قصہ گوالواعظ، الزاھد، عالم المدینہ کے القاب سے نوازاہے۔ [5]

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"**ثقة عابد**"۔ [6] آپ ثقہ، عابد ہیں

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

" آپ ثقہ، کثیر الحدیث تھے "۔ [7]

وفات:

آپ نے أبو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں باختلاف روایات 135ھ، 139ھ اوریا140ھ میں وفات پائی۔ [1]

---

1 - تھذیب التھذیب، 4/ 126

2 - الجرح والتعدیل، 4 /159 ؛الثقات، أحمد بن عبد اللہ بن صالح أبو الحسن العجلی الکوفی، مکتبۃالدار ، المدینۃ المنورۃ،1985م، 1 /420؛العلل ومعرفۃ الرجال ، أحمد بن حنبل أبو عبداللہ الشیبانی،المکتب الإسلامی ، دار الخانی، بیروت، الریاض،1988م ،2 / 550؛ تھذیب التھذیب، 4/ 126

3 - الثقات، ابن حبان ، 4 / 316

4 - تھذیب التھذیب، 4/ 126

5 - تذکرۃالحفاظ، 1 / 133

6 - تقریب التھذیب، 1 / 247

7 - إسعاف المبطأ برجال الموطأ، 1 / 12

1 - تاریخ الإسلام، 8 / 443؛الوافی بالوفیات، 15 / 199؛ تقریب التھذیب، 1 / 247

عطاء بن ابی مسلم الخراسانی (م 135ھ)

نام ونسب:

نام عطاء کنیت کے بارے میں کئی اقوال ہے، زیادہ مشہور ابو ایوب، ابو عثمان ہے۔ نسب نامہ: عطاء بن أبی مسلم أبو عثمان الخراسانی۔ (آپ کے والد کے نام کے بارے میں دو قول ہے، میسرہ اور عبد اللہ) ۔ [1]

مختصر حالات:

نسلاً آپ بلخ[2] کے تھے، 50ھ کو پیدا ہوئے، دمشق میں پرورش پائی، المہلب بن أبی صفرۃ الأزدی کے غلام تھے، بعض نے آپ کو اہل بصرہ میں سے شمار کیا ہے بعض کے بقول آپ زیادہ عرصہ خراسان میں قیام پذیر ہو گئے تھے اس وجہ سے آپ کو خراسانی کہتے ہیں اور اس کے بعد عراق چلے گئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے آپ کا صرف حضرت انس سے سماع ثابت ہے۔ آپ مفسر، محدث، فقیہ اور کبار علماء صالحین میں سے تھے۔ آپ فتویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے بڑے مشہور تھے اور اس کے ساتھ زہد وورع، عبادت اور قیام اللیل میں اپنی مثال آپ تھے۔ [3]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ بن شعبہ، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مرسل روایت کی ہے۔ صحابہ کرام میں سے آپ کا صرف حضرت انس سے سماع ثابت ہے، سعید بن المسیب، عبد اللہ بن بریدۃ، عمرو بن شعیب، نافع مولی بن عمر، عطاء بن أبي رباح وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، ابراہیم بن طہمان، داؤد بن ابی ہند، ابو عبد الرحمن إسحاق بن أسید الخراسانی، معمر بن راشد، ابن جریج، امام أوزاعی، مالک بن أنس وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

---

1 - تھذیب التھذیب، 7 / 190

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: باب سوم فصل سوم بلاد عجم کے مراکز علم حدیث مرکز بلخ، ص:235

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تقریب التھذیب ، 1/ 392 ؛ تھذیب التھذیب، 7/ 190؛ إسعاف المبطأ ، عبدالرحمن ابن أبی بکر أبو الفضل السیوطی، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر ، 1969م، 1 / 21 ؛ تاریخ التراث العربی ، الدکتور فؤا دسیز گین، ادرۃ الثقافۃ والنشر جامعۃ الامام السعودیۃ، ریاض، 1991م ،1/ 78؛ الطبقات الکبری ، 7 / 369 ؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 7 / 331؛ تھذیب الکمال ، 20/ 106؛ تاریخ الإسلام ، 8/ 490؛ سیر أعلام النبلاء، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، دار الحدیث ، القاہرۃ ، 2006م، 6 / 285؛ میزان الاعتدال، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی ، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان ، 1963م، 3 / 73؛ المجروحین، ابو حاتم محمد بن حبان البستی، دار الوعی، حلب، س ن، 2 / 130

1 - تھذیب التھذیب، 7/ 190

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے محدثانہ مقام و مرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

اہل علم میں سے امام أحمدؒ، یحی بن معین اور امام عجلی وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ [1]

ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں:

"لا بأس به صدوق يحتج بحديثه"۔[2] آپ میں کوئی حرج نہیں، صدوق ہے اور آپ کے احادیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو المحدث، الواعظ اور احد الکبار کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ [3]

حافظ ابن حجرؒ نے آپ کے ثقہ و صدوق ہونے کے ساتھ آپ کے وہم و نسیان اور ارسال و تدلیس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ [4]

وفات:

آپ نے أریحا[5] میں راجح قول کے مطابق 135ھ کو وفات پائی اور بیت المقدس میں دفن کئے گئے۔ [6]

زید بن اسلم مولیٰ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) (م136ھ)

نام و نسب:

آپ کا نام و نسب نامہ: زید بن أسلم العدوی المدنی مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ اور کنیت أبو عبد اللہ یا أبو أسامہ ہے۔ [1]

---

1 - میزان الاعتدال، 3 / 74؛ الجرح والتعدیل، 6 / 334 ؛ الثقات، عجلی، 2 / 137

2 - الجرح والتعدیل، 6 / 334

3 - سیر أعلام النبلاء، 6، / 285

4 - تقریب التھذیب ، 1/ 392

5 - مغربی کنارہ میں بیت المقدس اور دریائے اردن کے نزدیک ایک شہر ہے۔ اسے دینا کے سب سے قدیم آباد شہروں میں ایک خیال کیا جاتا ہے (آثار البلاد و أخبار العباد، القزوینی، زکریا بن محمد بن محمود، دار صادر، بیروت، س ن، 1 / 142)

6 - الوافی بالوفیات، 20 / 80؛ تقریب التھذیب، 1 / 392

1 - تھذیب التھذیب، 3 / 341

مختصر حالات:

آپ اس محترم وبزرگ ہستی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے غلام تھے جس کے ادنیٰ صحبت یافتہ علم و عمل کے پیکر بن گئے تھے۔ آپ تو خاص غلاموں میں سے تھے، انہوں نے آقا سے زیادہ آقازادہ (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کے سرچشمہ علم سے فیض حاصل کیا اُن کے فیض صحبت نے آپ کو بھی دولتِ علم سے مالامال کر دیا تھا اور آپ کا شمار علماء مدینہ میں ہونے لگا تھا، آپ قرآن کے تفسیر کے بڑے عالم تھے، حدیث میں بھی آپ کے علم کا دائرہ وسیع تھا، آپ کی روایات تقریباً صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں، اور فقہ میں خصوصیت کے ساتھ ادراک تھی، اہل علم بالاتفاق آپ کو فقیہ مدینہ لکھتے ہیں مسجد نبوی میں آپ کا حلقہ درس تھا جس میں بڑے بڑے فقہاء اور اکابر مدینہ شریک ہوتے تھے، آپ اگرچہ غلام تھے لیکن علمی جلالت کے وجہ سے سب پر آپ کی ہیبت چھائی رہتی تھی۔ اور اس ہیبت کے ساتھ ساتھ بڑی محبوبیت اور مقبولیت بھی حاصل تھی اور آپ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ اخلاقی فضائل سے بھی آراستہ تھے۔ (1)

شیوخ و تلامذہ :

آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بیٹے اسامہ ،عبد اللہ، عبد الرحمٰن، ابن عجلان، ابن جریج، سلیمان بن بلال وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (2)

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے عالمانہ مقام و مرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

امام أحمدؒ، ابو زرعہ الرازی، ابو حاتم الرازی، امام نسائیؒ اور یعقوب بن شیبہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (3) ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (4)

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3/ 341؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 132؛ الأعلام، 3 / 56؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبی بکر بن عثمان بن محمد السخاوی ، الکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان، 1993م ، 1/ 364 ؛ مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2006م، 1 / 352؛ سیر أعلام النبلاء، 5/ 316

2 - تھذیب التھذیب، 3/ 341

3 - العلل و معرفۃ الرجال، 1/ 409 ؛ تھذیب التھذیب، 3/ 342؛ سیر أعلام النبلاء، 5 / 316

4 - الثقات، ابن حبان، 5 / 393

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام، الحجۃ، القدوۃ، الفقیہ کے القاب سے یاد کیا ہے[1]، جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے ارسال کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ [2]

امام ذہبیؒ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" قلت: مناقب زيد كثيرة وتبارد ابن عدي بإيراده في كامله وقال هو من الثقات ما امتنع أحد من الرواية عنه " ۔ [3]

میرے نزدیک زید کے فضائل کثرت سے ہیں، ابن عدی نے الکامل میں غیر جانب دارانہ تبصرہ کیا ہے کہ آپ ثقہ ہیں اور کسی نے آپ سے روایت کرنے سے منع نہیں کیا۔

وفات:

آپ نے ذی الحجہ 136ھ میں وفات پائی۔ [4]

عطاء بن السائب (م136ھ)

نام ونسب:

نام عطاء، کنیت أبو زید۔ نسب نامہ: عطاء بن السائب بن مالک (دادا کا نام بعض کے بقول زید اور بقول بعض یزید بھی بتایا جاتا ہے) الثقفی الکوفی۔ [5]

مختصر حالات:

آپ کوفہ کے محدثین میں سے ہے۔ بنو ثقیف کے غلام تھے۔ اور آپ کا شمار مشاہیر شخصیات اور بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بخاری نے متابعۃ روایت کی ہے۔ کثرت عبادت کے بناء پر اہل علم نے آپ کو خیار عباد اللہ اور نیک آدمی کہا ہے اور ہر رات ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ [6]

---

1 - سیر أعلام النبلاء، 5 / 316

2 - تقریب التھذیب، 1 / 222

3 - تاریخ الإسلام، 8 / 431

4 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، أبو سلیمان محمد بن عبد اللہ بن أحمد بن ربیعۃ بن سلیمان الربعی، دار العاصمۃ، الریاض، 1410ھ، 1 / 322؛ تقریب التھذیب، 1 / 222؛ طبقات، ابن خیاط، 1 / 263

5 - تھذیب التھذیب، 7 / 183

6 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 6 / 338؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 164؛ الوافی بالوفیات، 20 / 79؛ الثقات، ابن حبان، 5 / 201؛ میزان الاعتدال، 3 / 70؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 263؛ تھذیب التھذیب، 7 / 183؛ تھذیب الکمال، 20 / 86؛

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک، اپنے والد سائب بن مالک، عبد اللہ بن اَبی اَوفی، عمرو بن حریث المخزومی، سعید بن جبیر، مجاہد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے اسماعیل بن ابی خالد، سلیمان التیمی، اعمش، ابن جریج، حماد بن سلمہ، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ نے روایت کرتے ہیں۔ (1)

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے محدثانہ مقام و مرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

ابن سعد کا قول ہے: " ثقہ تھے، ان سے متقدمین سے روایت کرتے ہیں آخری عمر میں ان کے حافظہ میں فرق آگیا تھا" (2)

ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں:

" آخری عمر میں ان کے حافظہ میں فرق آگیا تھا پس جن محدثین نے اختلاط کے عمر سے پہلے ان سے احادیث سماع کیا جیسے ثوری، عطاء اور شعبہؒ تو ان احادیث کی سماع صحیح ہے اور جن محدثین نے اختلاط کے عمر کے بعد سماع کیا جیسے ابن فضیل اور بصرہ کے محدثین ان میں سے کچھ روایتیں مشتبہ ہیں۔ آپ نے تابعین کی روایتوں کو صحابہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے"۔ (3)

ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور مزید فرماتے ہیں:

"**وقد قيل إنه سمع من أنس ولم يصح ذلك عندي وكان قد اختلط بآخره** " (4) کہ آپ نے حضرت انسؓ سے سماع کیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے اور آخری عمر میں آپ کے حافظہ میں تغیر آگیا تھا۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

" **أحد الأعلام على لين فيه ثقة ساء حفظه بآخره**"۔ (5) آپ کا شمار اکابر میں ہوتا ہے باوصف تساہل کے۔ آپ ثقہ ہیں لیکن آخری عمر میں آپ کے حافظہ میں تغیر آگیا۔

التاریخ الکبیر، محمد بن إسماعیل بن إبراہیم أبو عبداللہ البخاری، التاریخ الکبیر، دار الفکر، س ن، 6 / 465 ؛ طبقات المحدثین باصبهان، أبو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الأنصاری الأصبهانی، مؤسسة الرسالة، بیروت، 1992ء، 1 / 367

1 - تھذیب التھذیب، 7/ 183

2 - الطبقات الکبری، 6 / 338

3 - الجرح والتعدیل، 6 / 333

4 - الثقات، ابن حبان، 7 / 251

5 - الکاشف، محمد بن أحمد أبو عبداللہ الذہبی الدمشقی، دار القبلة للثقافة الإسلامیة، مؤسسة علو، جدة، 1992، 2 / 22

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " صدوق اختلط"۔[1] آپ صدوق ہیں لیکن آپ سے اختلاط بھی صادر ہوا ہے۔

ابن عدی فرماتے ہیں:

"عطاء بن السائب اختلط في آخر عمره فمن سمع منه قديما مثل الثوري وشعبة فحديثه مستقيم ومن سمع منه بعد الاختلاط فأحاديثه فيها بعض النكرة"۔[2]

آخری عمر میں ان کے حافظہ میں فرق آگیا تھا پس جن محدثین نے اختلاط نے کے عمر سے پہلے ان سے احادیث سماع کیا جیسے ثوری اور شعبہؒ توان احادیث کی سماع صحیح ہے اور جن محدثین نے اختلاط کے عمر کے بعد سماع کیا ان میں سے کچھ روایتیں مشتبہ ہیں۔

وفات:

آپ نے سن 136ھ میں وفات پائی۔[3]

عاصم بن سلیمان الأحول[4] (م142ھ)

نام ونسب:

نام عاصم، کنیت أبو عبد الرحمن، نسب نامہ عاصم بن سلیمان الأحول أبو عبد الرحمن البصری۔[5]

مختصر حالات:

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ بنو تمیم کے غلام تھے۔ ابو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں مدائن کے قاضی تھے، آپ اہل بصرہ میں سے حدیث کے بڑے حافظ تھے، اور اہل علم نے آپ کی توثیق کی ہے، آپ آصحاب الحدیث کے میزان کہے جاتے تھے، آپ کی مرویات کی تعداد ایک سو پچاس کے قریب ہے، آپ کی روایات صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں، اس کے ساتھ آپ زہد اور عبادت میں بھی مشہور تھے۔[6]

---

1 - تقریب التھذیب، 1/ 391

2 - الکامل فی الضعفاء، عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد أبو أحمد الجرجانی، دار الفکر، بیروت،، 1988، 5 / 364

3 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 323 ؛الوافی بالوفیات، 20 / 79

4 - آپ انکھوں سے نابینا تھے اس وجہ سے آپ کو احول کہا جاتا تھا(سؤالات أبی عبید الآجری، سلیمان بن الأشعث أبو داود السجستانی ،الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ،1979م، 1 / 221)

5 - تقریب التھذیب، 1 / 285

6 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ بغداد، 12 / 243؛ الطبقات الکبری، 7/ 256؛ سیر أعلام النبلاء، 6/ 195؛ الأعلام، 3/248 ؛ الوافی بالوفیات، 16/ 324؛ المعارف،1/ 508؛ رجال صحیح مسلم، أحمد بن علی بن محمد بن إبراہیم أبو بکر ابن منجویہ، دار المعرفۃ،

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن سر جس، عمرو بن سلمہ، عکرمہ، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے قتادۃ، سلیمان التیمی، داود بن أبی ہند، شعبہ، سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے محدثانہ مقام ومرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

ابن سعد کے بقول آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [2]

امام ذہبیؒ نے آپ کو حافظ اور کثیر الحدیث کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[3] اور ابو حاتم الرازی نے آپ کو صالح الحدیث، جبکہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حفاظ بصرہ تین ہیں[4] ان میں سے (عاصم) احفظ ہے ۔[5] ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [6] ابن حجرؒ، امام عجلیؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ [7]

وفات:

آپ نے سن 141ھ اور بقول امام بخاری 142ھ، یا 143ھ میں وفات پائی۔ [8]

بیروت، 1407ھ، 2/ 96؛ أخبار القضاۃ، أبو بکر مُحمد بن خلف بن حیان بن صدقۃ الضبی البغدادی، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، 1947م، 3/ 304

1 - تھذیب التھذیب، 5/ 38

2 - الطبقات الکبری، 7 / 256

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 149

4 - سلیمان التیمی، عاصم الأحول اور داود بن أبی ھند۔

5 - الجرح والتعدیل، 6 / 343

6 - الثقات، ابن حبان، 5 / 237

7 - تقریب التھذیب، 1 / 285؛ الثقات، عجلی، 2 / 8

8 - الوافی بالوفیات، 16/ 324؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1/ 330؛ التاریخ الکبیر، 6 / 485

ہشام بن عروہ(61ھ-146ھ)

نام ونسب:

ہشام بن عروۃ بن الزبیر بن العوام الأسدی اور کنیت ابو عبداللہ یا أبو المنذر ہے۔ [1]

مختصر حالات:

آپ کی ولادت 61ھ میں ہوئی، اورآپ کی والدہ ام ولد تھی، آپ مشہور صحابی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کے پوتے تھے، آپ کے والد بڑے جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے سات مشہور فقہامیں سے ایک تھے۔ اکابر صحابہ میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، جس نے آپ کے سر پر دستِ شفقت پھیر کر آپ کو دعادی۔ آپ کا شمار اپنے عہد کے علمائے تابعین میں تھا۔ حدیث کے ممتاز حافظ تھے۔ والد کے تفقہ سے آپ کو وافر حصہ ملا تھا۔ بے جاکلام سے احتراز کرنے والے، نہایت فیاض اور سیر چشم انسان تھے۔ گویا علم و عمل کی دولت ایک جلیل القدر تابعی کے بیٹے اور جلیل القدر صحابی کے پوتے ہونے کے ناطے ورثے میں ملی تھی۔ ابو جعفر منصور کے دور میں کوفہ آئے تھے اور بغداد ہی میں وفات پائی۔ اتفاق سے اس دن بنو عباس کے ایک بڑے نامور اور جلیل القدر غلام کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس لئے دونوں کے جنازے ایک ساتھ اٹھائے گئے لیکن منصور نے آپ کے رتبہ کے وجہ سے آپ کا نماز جنازہ پہلے پڑھایا، اور ہارون کی ماں خیزران [2] کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ [3]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اوراپنے والد عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ایوب سختیانی، عبید اللہ بن عمر، اور معمر وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [4]

---

1 - تھذیب التھذیب، 11/ 44؛الطبقات الکبری،7/ 321

2 -عہد عباسی کی مشہور خواتین میں سے ”خیزراں“ خلیفہ مہدی کی بیوی یہاں دفن ہوئی تھی،اس لئے یہ ”مقبرۃ الخیزراں“ کے نام سے مشہور تھا(جہانِ دیدہ، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ص:40؛ مختصر تاریخ خلافت اسلامیہ، عبد القدوس ہاشمی، امانت عامہ موتمر العالم الاسلامی، کراچی-1981،5ء،ص:149)

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 11/ 44؛الطبقات الکبری،7/ 321؛ تھذیب الکمال، 30/ 232 ؛الثقات لابن حبان، 5/ 502 ؛تاریخ بغداد، 14/ 37 ؛التعدیل والتجریح، 3/ 1171؛ تذکرۃ الحفاظ، 1/ 144 ؛مشاہیر علماء الأمصار ،1/ 80 ؛الوافی بالوفیات، 27/ 210

4 - تھذیب التھذیب، 11/ 44

آپ اہل علم کی نظر میں:

علم حدیث میں آپ کا کیا مقام تھا؟ اس کا اندازاعلماء کے درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

ابن سعد لکھتے ہیں: "آپ ثقہ، ثبت اور کثیر الحدیث تھے"۔ [1]

ابن حبان کا قول ہے: "كان حافظا متقنا ورعا فاضلا" [2]، آپ حافظ، متقن، ورع اور فاضل تھے۔ عجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ [3]

ابو حاتم الرازی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: "ثقة امام في الحديث" [4]، آپ ثقہ اور حدیث میں امام ہیں۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الإمام، الحافظ، الحجۃ، الفقیہ کے القاب سے یاد کیا ہے۔ [5]

ابن حجر فرماتے ہیں: " ثقة فقيه ربما دلس" [6]، آپ ثقہ اور فقیہ ہیں اور بعض اوقات آپ سے تدلیس کا صدور بھی ہوا ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں: " کہ آپ کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے"۔ [7]

وفات:

بعض نے آپ کی تاریخ وفات 145ھ، اور بعض نے 146ھ بیان کی ہے۔ [8]

اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی (م146ھ)

نام ونسب:

إسماعيل بن أبي خالد البجلي الأحمسي اور کنیت أبو عبد اللہ ہے۔ قبیلہ بجیلہ کی شاخ بنی احمس کے غلام تھے۔ اسی نسبت سے احمسی کہلاتے ہیں۔ [9]

---

1 - الطبقات الکبری، 7 / 321

2 - الثقات، ابن حبان، 5 / 502

3 - الثقات، عجلی، 2 / 332

4 - الجرح والتعدیل، 9 / 63

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 144

6 - تقریب التھذیب، 1 / 573

7 - تھذیب الأسماء واللغات، ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2 / 137

8 - الوافی بالوفیات، 27 / 211؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 340؛ تقریب التھذیب، 1 / 573

9 - الطبقات الکبری، 6 / 344؛ تھذیب التھذیب، 1 / 254

مختصر حالات:

آپ فضل وکمال کے اعتبار سے کبار تابعین میں سے تھے۔ چھ صحابہ کرام کی زیارت کی بلکہ ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ صحابہ کرام کی زیارت سے بازیاب ہوئے۔ ان میں سے بعض سے حدیث کا سماع کیا اور بعض کی صرف زیارت کی۔ آپ صداقت کے اعتبار سے میزان کہے جاتے تھے۔ آپ کے مرویات کے تعداد تین سو کے قریب ہے۔ بعض کے بیان کے مطابق پانچ سو کے قریب ہے۔ آپ علم کے ساتھ ساتھ عامل سنت اور عمل سے بھی متصف تھے۔ کسب معاش کے سلسلے میں آٹا پیسنے کی چکی چلا کر روزی کماتے تھے۔[1]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی اوفیٰ، اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن حریث، ابی کاہل رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔[2]

آپ اہل علم کی نظر میں:

علم حدیث میں آپ کا مقام اور مرتبہ اہل علم کے درج ذیل اقوال سے کیا جا سکتا ہے:

امام عجلی فرماتے ہیں آپ ثقہ ہیں۔[3] جبکہ امام احمدؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک امام شعبی سے روایت کرنے والوں میں صحیح ترین راوی آپ ہیں۔ علم کو آپ نے اپنا مشرب بنایا اور سب سے قوی حافظے کے مالک تھے۔ کہتے ہیں:

" أصح الناس حديثا عن الشعبي إسماعيل بن أبي خالد يشرب العلم شربا أحفظهم "۔[4]

امام ابن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔[5]

ابن حبانؒ نے آپ کو شیخاً، صالحاً کے الفاظ سے یاد کیا ہے"۔[6]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1 / 254؛ تھذیب الکمال، 3 / 69؛ التعدیل والتجریح، 1/ 371؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 153؛ الطبقات الکبری، 6 / 344

2 - تھذیب التھذیب، 1 / 254

3 - الثقات، عجلی، 1 / 224

4 - العلل ومعرفۃ الرجال، 1 / 334

5 - تاریخ ابن معین، روایۃ الدارمی، یحیی بن معین أبو زکریا، دار المأمون للتراث، دمشق، 1400، 1 / 56

6 - الثقات، ابن حبان، 4 / 19

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: " میرے نزدیک حفاظ چار ہیں[1] ان میں سے ایک آپ ہے[2]۔
امام ذہبی نے آپ کو حجۃ، متقنا، مکثرا اور عالما کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[3] حافظ ابن حجرؒ نے آپ کو ثقہ ثبت کہا ہے۔[4]

وفات:

بعض نے آپ کی تاریخ وفات 145ھ، اور بعض نے 146ھ بیان کی ہے۔[5]

---

1 - عبد الملک بن أبي سلیمان، اسماعیل بن أبي خالد، عاصم الأحول اور یحی بن سعید الأنصاری۔
2 - الطبقات الکبری، 6 / 344
3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 153؛ الکاشف، 1 / 245
4 - تقریب التھذیب، 1 / 107
5 - تفصیل دیکھیے: تاریخ الإسلام، 9 / 69؛ الوافی بالوفیات، 9 / 71؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 342

مبحث ثانی

وہ محدثین تابعین کرامؒ جنھوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا یا ملاقات کی۔

یہ مبحث ان تابعین محدثین کرام کے بارے میں ہے جن کا صحابہ کرام سے رؤیت (دیکھنا) یا لقاء (ملاقات) ثابت ہے۔

صحابہ کرامؓ کی زیارت اور ملاقات کرنے والے محدث تابعین کرامؒ۔

داود بن أبی ہند دینار (م139ھ)

نام ونسب:

داود بن أبی ہند دینار بن عذافر طہمان القشیری البصری کنیت ابو بکر اور بعض کے مطابق أبو محمد ہے۔ طہمان قشیری کے غلام تھے اور اسی نسبت کی وجہ سے "القشیری" کہلاتے تھے۔ [1]

مختصر حالات:

آپ سرخس میں پیدا ہوئے، لیکن بصرہ میں رہایش اختیار کرلی تھی۔ آپ کو حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے، آپ کا پیشہ خیاطت (سلائی کرنا) تھا لیکن یہ پیشہ آپ کو تحصیل علم اور کسب حلال سے نہ روک سکا، آپ نے خیاطی کے ساتھ قرآن، حدیث اور فقہ میں اتنا کمال حاصل کرلیا تھا کہ اہل علم آپ کو حافظ اور مفتی لکھتے ہیں، قرآن کے ساتھ آپ کو خاص شغف تھا، حدیث کے آپ ممتاز حفاظ میں تھے، آپ کی مرویات کی تعداد تقریباً دو سو تک پہنچتی ہے ، آپ کی مرویات کیفیت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ درجہ کی تھیں چنانچہ اہل علم آپ کو متقنین فی الروایہ اور جید الاسناد لکھتے ہیں۔ آپ کی روایات تقریباً صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔ آپ کی تفقہ کے لئے یہ سند کافی ہے کہ بصرہ جیسے علمی مرکز کے مفتی تھے، قوت استدلال ایسی زبردست تھی کہ بڑے بڑے معترضین کو دو جملوں میں خاموش کردیتے تھے۔ اور علم کے ساتھ ساتھ عمل سے بھی آراستہ تھے، تقریباً چالیس سال تک مسلسل روزے رکھے اور لوگوں کو خبر تک نہ ہونے پائی حج سے واپسی پر راستہ میں وفات پائی۔ [2]

---

1 - تھذیب التھذیب، 3/ 177؛ الطبقات الکبری، 7/ 255

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب الکمال، 8/ 461؛ تھذیب التھذیب، 3/ 177؛ تذکرۃ الحفاظ، 1/ 146؛ الوافی بالوفیات، 13/ 313؛ الطبقات الکبری، 7/ 255؛ المعارف ابن قتیبہ، 1/ 482

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے عکرمہ، شعبی، ابو العالیہ، سعید بن المسیب اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، مسلمۃ بن علقمہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے محدثانہ مقام ومرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

ابن سعدؒ فرماتے ہیں آپ ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ [2]

اَبو حاتم الرازی، نسائی اورابن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے [3] اور امام اَحمدؒ نے بھی تکرار کے ساتھ دومرتبہ آپ کو ثقہ ثقہ کہاہے۔ [4]

امام عجلی نے آپ کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے:

" ثقة جيد الإسناد رفيع وكان رجلا صالحا حسن الإسناد"۔ [5] آپ ثقہ ہیں اورآپ کی اِسناد عالی ہیں اور مزید فرمایا آپ ایک نیک آدمی تھے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

الإمام الثبت أحد الأعلام یعنی آپ کا شمار اکابر میں ہوتا ہے۔ اور مزید فرمایا:**"كان من حفاظ أهل البصرة ومفتيهم"**۔ [6] آپ بصرہ کے حفاظ میں سے ہیں اوران کے مفتی بھی تھے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

" ثقة متقن كان يهم بأخرة"۔ [7] آپ ثقہ، متقن ہیں اور آخری عمر میں آپ کو حافظہ میں وہم لاحق ہوتا تھا۔

---

1 - تھذیب التھذیب، 3/ 177

2 - الطبقات الکبری، 7/ 255

3 - الجرح والتعدیل، 3 / 411 ؛تھذیب التھذیب، 3/ 177؛ تاریخ،ابن معین-روایۃ الدارمی،1 / 107

4 - العلل ومعرفۃ الرجال، 1 / 381

5 - الثقات، عجلی،1 / 342

6 - الکاشف، 1 / 382 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 146

7 - تقریب التھذیب، 1 / 200

وفات:

آپ کی تاریخ وفات بعض نے 139ھ اور بعض نے 140ھ بیان کی ہے۔ انتقال کے وقت پچھتر (75) سال کی عمر تھی۔[1]

یونس بن عبید العبدی (م140ھ)

نام ونسب:

یونس بن عبید بن دینار العبدی اور کنیت اَبوعبد اللہ یا اَبو عبید ہے۔[2]

مختصر حالات:

آپ کوفہ میں پیدا ہوئے، بصرہ میں پرورش پائی۔ (اہل بصرہ میں سے) بنو عبد قیس کے غلام تھے، بصرہ کے رہنے والے جلیل القدر تابعی تھے۔ صحابہ میں آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا، لیکن ان سے فیض یاب نہ ہو سکے، حدیث بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ آپ اگرچہ غلام تھے لیکن حسن بصری کے خاص اصحاب میں تھے۔ اور زیادہ تر ان ہی سے استفادہ کیا، ان ہی کے فیضِ صحبت وہم نشینی نے آپ کو دولتِ علم و عمل سے مالا مال کر دیا تھا، عقائد میں بڑے متشدد اور مذہب میں بڑے متقشف تھے۔ آپ علم و فضل حفظ واتقان، پابندی سنت، کثرت استغفار اور اہل بدعت سے نفرت کرتے تھے۔ تقشف، تفقہ فی الدین اور کثرت حفظ میں اپنے زمانہ کے سادات میں تھے۔ حلال و حرام کا امتیاز، امانت و دیانت کا خیال، حقوق و فرائض کی ادائیگی وغیرہ جیسے اوصاف سے متصف تھے۔[3]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے ابراہیم التیمی، ثابت البنانی، حسن بصری، محمد بن سیرین، نافع وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ، شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن سعید، یزید بن زریع وغیرہ نے روایت کی ہے۔[1]

---

1 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 326-355؛ تقریب التھذیب، 1/ 200 ؛الوافی بالوفیات، 13 / 314؛ الکاشف، 1 / 382

2 - تھذیب التھذیب، 11/ 389

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الثقات ، ابن حبان، 7 / 647 ؛ تھذیب التھذیب ، 11/ 389؛ الطبقات الکبری، 7 / 260 ؛ تذکرۃ الحفاظ، 1/ 145؛ تھذیب الکمال، 32 /517

1 - تھذیب التھذیب، 11/ 389

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے محدثانہ مقام ومرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

امام أحمدؒ، ابن معین، امام نسائیؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔[1] ابن سعد فرماتے ہیں آپ ثقہ کثیر الحدیث تھے۔[2]

ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔[3]

امام ذہبیؒ نے آپ کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے:

"أحد أئمة البصرة، من العلماء العاملين الأثبات"۔[4] آپ کا شمار بصرہ کے أئمہ، باعمل علماء اور ثبت راویوں میں ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " ثقة ثبت فاضل ورع "۔[5] آپ ثقہ، ثبت، صاحب فضیلت اور پرہیز گار تھے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: " آپ کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے"۔[6]

وفات:

آپ نے سن 139ھ میں وفات پائی۔[7]

سلیمان بن مہران، الأعمش[8] (61۔ 147ھ)

نام ونسب:

نام سلیمان، کنیت ابو محمد۔ نسب نامہ: سلیمان بن مہران الأسدی الکاہلی الأعمش۔ اعمش کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں، چونکہ آپ بنو کاہل کے آزاد کردہ غلام تھے، اسی نسبت سے کاہلی اور اسدی کہلاتے ہیں۔[9]

---

1 - تاریخ ابن معین، روایۃ الدارمی، 1/ 100-234؛ العلل ومعرفۃ الرجال، 1 / 261-494 ؛ تھذیب التھذیب، 11/ 389

2 - الطبقات الکبری، 7 / 260

3 - الثقات، ابن حبان، 7 / 647

4 - الکاشف ،2 / 403

5 - تقریب التھذیب، 1 / 613

6 - تھذیب الأسماء واللغات، 2 / 168

7 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 328؛ الوافی بالوفیات، 29/ 185؛ تاریخ الإسلام، 8/ 576

8 - "اعمش" کا مطلب ہے "کمزور بینائی والا"، آپ کو اعمش اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کی بینائی کمزور تھی۔

9 - الطبقات الکبری، 6/342؛ تھذیب التھذیب، 4/ 195

مختصر حالات:

آپ کا آبائی وطن "دنباوند"[1] یا بعض کے بقول طبرستان[2] تھا، 61ھ کوفہ میں پیدا ہوئے، حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا، اگرچہ آپ کے آغازِ زندگی غلامی سے ہوا، لیکن آپ میں تحصیل علم کی فطری استعداد تھی، خوش قسمتی سے کوفہ جیسے مرکز علم میں آپ کی نشوونما ہوئی، اور آگے چل کر آپ کوفہ کی مسند علم وافتاء کی زینت بنے، قرآن کے ساتھ آپ کو خاص ذوق تھا، علومِ قرآنی میں رأس العلم شمار کیے جاتے تھے، کوفہ میں آپ اپنے وقت کے مشہور قاری تھے، قرأت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پروکار تھے، آپ کی قرأت اتنی مستند تھی کہ لوگ اس کے مطابق اپنے قرآن درست کرتے تھے، حدیث رسول ﷺ میں آپ کے معلومات کا دائرہ نہایت وسیع تھا، اسی وجہ سے آپ کو سید المحدثین کہتے تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ایک بیان کے مطابق ان کی تعداد تیرہ سو ہے اور بعض دوسرے روایات کے مطابق چار ہزار۔ آپ کی مرویات کیفیت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ درجہ کی تھیں، چنانچہ آپ اپنی صداقت اور روایتوں کے معیار کی بلندی کے اعتبار سے مصحف کہے جاتے تھے۔ آپ کثرتِ علم کے باوجود روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے۔ فقہ میں پورا ادراک رکھنے کی وجہ سے، فقہاء آپ کو اپنا سردار کھتے تھے۔ علم فرائض کے بڑے ماہر تھے اور لوگ اس فن میں خصوصیت کے ساتھ آپ کے طرف رجوع کرتے تھے، گویا نہ صرف جملہ مذہبی علوم میں یکساں دسترس حاصل تھی بلکہ علم کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ آپ کو زہاد اور عباد وقت میں شمار کیا جاتا تھا۔ نماز باجماعت میں یہ اہتمام تھا کہ تقریباً ستر سال سے تکبیر اولیٰ تک قضا نہیں ہوئی۔ گویا آپ علم نافع اور عمل صالح دونوں کے سردار تھے۔ آپ کے علمی اور عملی کمالات پر تمام ارباب وسیر وطبقات کا اتفاق ہے۔[3]

---

1 - یہ رے کے قریب دو تین فرسخ پر ایک پہاڑ ہے۔ اسے دباوند بھی کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ کرمان میں واقع ہے۔ اس کی گھاٹیوں میں ایرانی بادشاہوں کے محلات کے آثار ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں سعید بن عاص نے اسے فتح کیے۔ آج کل اسے دماوند کہتے ہیں۔ دیکھیے: (معجم البلدان، 2 / 475؛ اٹلس فتوحات اسلامیہ، 2/138)

2 - یہ خراسان میں واقع ہے۔ اور بعض مؤرخین کے نزدیک یہ علاقہ اپنے قلعوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ ان دنوں یہ مازندران کہلاتا ہے جو بحیرہ قزوین کے ساحل پر ایرانی صوبہ ہے۔ اس کا دارالحکومت بابل ہے (آثار البلاد وأخبار العباد، 1 / 403؛ الروض المعطار فی خبر الأقطار، 1 / 383؛ آکام المرجان فی ذکر المدائن المشهورة فی کل مکان، اسحاق بن الحسین المنجم، عالم الکتب، بیروت، 1408ھ، 1 / 69؛ اٹلس فتوحات اسلامیہ، 2 /142)

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ بغداد، 14 / 38؛ تهذیب الکمال، 30 / 240 ؛ الطبقات الکبری، 6/342؛ تهذیب التهذیب، 4 / 195؛ الثقات، عجلی، 1 / 432؛ تذکرة الحفاظ، 1 / 154؛ تقریب التهذیب، 1 / 254 ؛ جامع التحصیل، صلاح الدین أبو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد الله الدمشقی العلائی، عالم الکتب، بیروت 1407ھ، 1 / 188؛ الوافی بالوفیات، 15 / 261؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 8 / 112؛ الأعلام، 3 / 135

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے ذہبیؒ کے بقول اَنسؓ بن مالک کو دیکھا بھی، اوران سے روایت بھی کی ہے، نیز ابن اَبی اَوفی، عکرمہ، ابی وائل، ابراہیم النخعی وغیرہ سے بھی روایت کی ہے۔ اورآپ سے شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، وکیع، ابونعیم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [(1)]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے محدثانہ مقام ومرتبے کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

ابن حبان نے آپ کو تابعین ثقات میں ذکر کیا ہے[(2)]، امام عجلی ان کے بارے میں فرماتے ہیں آپ ثقہ اوراہل کوفہ میں اپنے وقت کے محدث تھے[(3)]، امام نسائیؒ کا قول ہے: "آپ ثقہ اور ثبت ہیں"۔[(4)]

ابن عیینہ کا بیان ہے: کہ "اعمش کتاب اللہ کے بڑے قاری، احادیث کے بڑے حافظ اور علم فرائض کے ماہر تھے"۔ [(5)]

امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ، الثقہ، شیخ الإسلام و اَحد الأعلام (یعنی بڑوں میں سے ایک) کے القاب سے یاد کیا ہے[(6)]۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ثقة حافظ عارف بالقراءات ورع لكنه يدلس"۔[(7)] آپ ثقہ، حافظ، قرآن کی مختلف قرأت کے جاننے والے اورپرہیز گار تھے لیکن تدلیس بھی کرتے تھے۔

وفات:

آپ نے باختلاف روایت سن 147ھ، یا148ھ میں وفات پائی۔ [(8)]

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 154

2 - الثقات، ابن حبان،4/302

3 - الثقات، عجلی، 1 / 432

4 - تھذیب التھذیب،4/ 196

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 154

6 - الکاشف، 1 / 464 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1/ 154

7 - تقریب التھذیب، 1/ 254

8 - الوافی بالوفیات، 15 / 262؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم،1 / 346؛ تقریب التھذیب، 1/ 254

ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفی (80-150ھ)

نام ونسب:

نام نعمان، کنیت ابو حنیفہ، نسب نامہ نعمان بن ثابت التیمی أبو حنیفہ الکوفی (قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ سے ولاء اور دوستانہ تعلق کرکے تیمی کے نسبت سے مشہور ہوئے)۔ [1]

مختصر حالات:

آپ اکثر مؤرخین کے بقول 80ھ کو علوم نبوت کے امین عراق کے کوفہ شہر میں پیدا ہوئے، نسلاً فارسی (عجمی) تھے۔ آپ کا گھرانہ متدین ومتمول تھا۔ آپ کے تابعی ہونے کے بارے اختلاف ہے۔ امام ذہبیؒ کے رائے کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے صغر سنی میں حضرت انسؓ بن مالک کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ بعض اہل علم نے کچھ اور صحابہؓ سے بھی آپ کی ملاقات اور رؤیت کی تائید کی ہے۔ آپ نے زندگی کے ابتدائی ایام میں ضروری علم کی تحصیل کے بعد تجارت شروع کی۔ اس دوران آپ کی سچائی، ملاوٹ سے نفرت اور کمی بیشی نہ کرنے کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ ایک دن اچانک ممتاز محدث وفقیہ امام عامر شعبیؒ سے ملاقات ہوئی، ان کی باتوں نے دل کی دنیا بدل دی، اب ساری توجہ تحصیل علم پر مرکوز کی۔ اور اس کے لئے آپ نے کوفہ، بصرہ اور بغداد کے بے شمار شیوخ سے علمی استفادہ کیا اور حصول علم کے لئے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور شام کے متعدد اسفار کیے۔ اور علم کلام، حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ اور ایسا کمال پیدا کیا کہ علمی وعملی دنیامیں "امام اعظم کہلائے" اور اپنی غیر معمولی شخصیت اور علم وفقہ کے میدان میں نمایاں خدمات کی بناپر فقہ میں ایک مستقل مسلک کے بانی ومؤسس ٹھہرے۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے آپ کو عہدہ قضا پیش کیا لیکن آپ نے معذرت کی، جس کی وجہ سے 144ھ میں آپ کو قید کر دیا گیا اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ [2]

---

1 - تهذيب التهذيب، 10 / 401

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: وفيات الأعيان، 5 / 405؛ تاريخ مولد العلماء ووفياتهم، 1 / 199؛ تهذيب التهذيب، 10 / 401؛ الطبقات الكبرى، 6 / 368؛ تذكرة الحفاظ، 1 / 168؛ الكامل في الضعفاء، 7 / 5؛ تقريب التهذيب، 1 / 563؛ معجم المؤلفين، عمر بن رضا بن محمد راغب بن عبد الغني كحالة، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، س ن، 13 / 104؛ سير أعلام النبلاء، 6 / 390؛ تاريخ بغداد، 1 / 323؛ تهذيب الأسماء واللغات، 2 / 216؛ منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد، أبو زكريا يحيى بن إبراهيم بن أحمد بن محمد أبو بكر بن أبي طاهر السلماسي الأزدي، مكتبة الملك فهد الوطنية، 2002م، 1 / 163؛ مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، لجنة إحياء المعارف النعمانية، حيدر آباد الدكن هند، 1408ھ، 1 / 13؛

شیوخ و تلامذہ:

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا، آپ نے عطاء بن أبي رباح، عاصم ابن أبي النجود، علقمہ بن مرثد، حماد بن أبي سليمان، سعيد بن مسروق الثوري اور يحيى بن سعيد الأنصاري وغیرہ سے روایت کی ہے۔

اور آپ سے آپ کے بیٹے حماد، ابراہیم بن طہمان، حمزۃ بن حبیب الزیات، زفر بن الہذیل، امام أبویوسف، عیسیٰ بن یونس، وکیع، علی بن مسہر، عبد الرزاق، محمد بن حسن الشیبان اور نوح بن ابی مریم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کا علمی مقام و مرتبہ بیان کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ آپ مجتہد مطلق تھے اور اہل سنت کے چار بڑے ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے، اس کے علاوہ آپ کے معاصرین اور بعد ائمہ و مجتہدین کبار نے آپ کے علم و فضل کی تعریف و تحسین کی اور امانت اور ثقاہت کی گواہی دی ہے، مثلاً امام مالکؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

"**رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لأقام بحجته**"[2] میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جو اگر آپ کو اس ستون کے بارے میں یہ کہے کہ یہ سونے کا ہے تو دلیل کے ساتھ اپنی بات منوالے گا۔

امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں: کہ "میں نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر تفسیر الحدیث کا کوئی عالم نہیں دیکھا" اور امام شافعیؒ نے آپ کے بارے میں یہ سنہری جملہ کہا ہے:

" **الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة** "۔[3] لوگ علم فقہ کے معاملہ میں ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔

امام بخاریؒ کے جلیل القدر استاذ مکی بن ابراہیم کا قول ہے: " **كان أعلم أهل زمانه** "۔[4] واضح رہے کہ اس زمانہ میں علم کا اطلاق علمِ حدیث پر ہی ہوتا تھا، لہذا اس مقولہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ میں علمِ حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام ابو داوٗد کا قول ہے: " **أن أبا حنيفة كان إماما** "۔[5] بے شک أبو حنیفہؒ اِمام تھے۔

دیوان الإسلام، شمس الدین أبو المعالی محمد بن عبد الرحمن الغزی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1990م، 2 / 151؛ الوافی بالوفیات، 27 / 89

1 - تھذیب التھذیب، 10 / 401

2 - تھذیب الکمال، 29 / 429؛ تاریخ بغداد، 13 / 338

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 168

4 - تاریخ بغداد، 13 / 345

5 - الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی أبو محمد محی الدین الحنفی، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن، 1 / 29؛ مناقب الإمام أبی حنیفۃ وصاحبیہ، 1 / 46

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"الإمام الأعظم فقيه العراق، كان إماما ورعا عالما عاملا متعبدا كبير الشأن"۔[1] امام اَعظم اور عراق کے فقیہ ہیں اور مزید فرمایا آپ عالم با عمل، عبادت گزار اور بڑے شان والے امام تھے

ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "الإمام، فقيه مشهور"۔[2] آپ اِمام اور مشہور فقیہ ہیں۔

اسی طرح کبار محدثین مثلاً ایوب سختیانیؒ، مسعر بن کدامؒ، اعمشؒ، شعبہ بن حجاجؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، یحیٰ بن معینؒ وغیرہ نے امام صاحبؒ کی توثیق اور آپ کے علمی وفقہی مقام ومرتبہ کا اعتراف کیا ہے۔[3]

وفات:

آپ نے سن 150ھ کو بغداد میں انتقال فرمایا اور بغداد کے خیزران قبرستان میں دفن کئے گئے۔[4]

محمد بن اسحاق (م 151ھ)

نام ونسب:

نام محمد، کنیت، ابو عبد اللہ۔ نسب نامہ: محمد بن اِسحاق بن یسار بن خیار ہے، ابو عبد اللہ المطلبی، آپ کے دادا یسار، قیس بن مخرمہ بن مطلب کے مولیٰ تھے، اسی نسبتِ ولاء کے وجہ سے (مطلبی) کہلاتے تھے۔[5]

مختصر حالات:

آپ 80ھ کے بعد پیدا ہوئے، آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا، علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں تھے، خصوصاً فن مغازی اور سیرت کے امام تھے، آپ حدیث کے اکابر حفاظ میں تھے، ایک دو کے علاوہ باقی تمام آئمہ اور اربابِ کمال کا آپ کے حفظ پر اتفاق ہے، آپ امیر المؤمنین فی الحدیث، امیر المحدثین، محدثین کا سردار، حسن الحدیث وغیرہ جیسے القاب سے متصف تھے، اور محدثین کے درمیان یہ طے شدہ ہے کہ آپ ﷺ کے مغازی اور جنگی کارناموں میں آپ کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے، اس مقام اور مرتبہ کے باوجود بعض کا خیال ہے کہ آپ عقیدہ قدر کی طرف مائل تھے، لیکن

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 168؛ الکاشف، 2 / 322

2 - تقریب التھذیب، 1 / 563

3 - الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء، أبو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1 / 122

4 - الوافی بالوفیات، 27 / 89؛ وفیات الأعیان، 5 / 405

5 - تھذیب التھذیب، 9 / 34؛ الطبقات الکبری، 7 / 321

کچھ آراءاس کے خلاف بھی ہے، ابتدامیں آپ مدینہ رہے پھر یہاں کاقیام ترک کرکے کوفہ، جزیرہ وغیرہ مقامات میں پھرتے رہے، اخرمیں بغداد چلے گئے اور یہی وفات پائی، اور ہارون رشید کی ماں خیزران کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (1)

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے اپنے والد، چچاعبدالرحمٰن، اور چچاموسیٰ، محمد بن إبراهيم بن حارث التيمي، حميد الطويل، عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے يحيٰ بن سعيد الأنصاري، يزيد بن أبي حبيب، جرير بن حازم، شعبہ، سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (2)

آپ اہل علم کی نظر میں:

علم حدیث اور مغازی میں کیامقام تھادرج ذیل اقوال سے اندازلگایاجاسکتاہے:

ابن سعد، عجلی نے آپ کو ثقہ کہاہے۔ (3) ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیاہے۔ (4)

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: "**الإمام الحافظ كان أحد أوعية العلم حبرا في معرفة المغازي والسير**"۔ (5) آپ إمام، حافظ، علم کا مخزن مغازی اور سیر کے معرفت میں مقام حبر پر فائز تھے

اس مقام اور مرتبہ کے باوجود بعض اہل علم نے آپ پر تنقید کی ہے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں: "**ليس بالقوي**"۔ (6) آپ قوی نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ سے مروی ہے: "**إمام المغازي صدوق يدلس ورمي بالتشيع والقدر**"۔ (7) إمام المغازی، صدوق، مدلس اوراس کے ساتھ ساتھ آپ پر تشیع اورانکار تقدیر کا بھی الزام تھا۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 7/ 321؛ تهذيب التهذيب، 9/ 34؛ تاریخ بغداد، 1/ 214؛ تذكرة الحفاظ، 1/ 172؛ طبقات النسابين، أبو زيد بن محمد بن عبد الله بن بكر بن عثمان بن يحيى بن غيهب بن محمد، دار الرشد، الرياض، 1987م، 1 / 33؛ معجم المؤلفين، 9 / 44؛ التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة، 2 / 447؛ سير أعلام النبلاء، 6 / 492

2 - تهذيب التهذيب، 9/ 34

3 - الطبقات الکبری، 7/ 321؛ الثقات، عجلی، 2/ 232

4 - الثقات، ابن حبان، 7/ 380

5 - تذكرة الحفاظ، 1 / 172

6 - ایضاً، 1/ 173

7 - تقريب التهذيب، 1/ 467

امام ذہبیؒ اُن آراء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت: الذي استقر عليه الأمر أن ابن إسحاق صالح الحديث وأنه في المغازي أقوى منه في الأحكام..." ۔ [1]

میرا خیال ہے کہ اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ابن اسحاق حدیث میں قابل اعتبار تھے اوراحکام کی بہ نسبت مغازی میں زیادہ قوی تھے۔

وفات:

سن وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض نے 150ھ ،اور بعض نے 151ھ ،یا152ھ بیان کی ہے۔ [2]

نجیح بن عبدالرحمن السندی (م170ھ)

نام ونسب:

نجیح بن عبدالرحمن السندی المدنی اور کنیت اَبو معشر تھا۔ [3]

مختصر حالات:

آپ بنوہاشم کے غلام تھے اور دوسری صدی ہجری کے مشہور راوی حدیث گزرے ہیں، اور کنیت سے مشہور ہے، آپ کو حضرت ابوامامہؓ بن سہل بن حنیف کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ سندھ کی کسی جنگ میں جو مسلمانوں اور سندھیوں میں ہوئی تھی، گرفتار ہوکر حجاز گئے اوروہاں بنی مخزوم کی ایک عورت نے خرید کر مکاتب بنالیا، کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ مہدی کی ماں (اُم موسی بنت منصور) نے رقم کتابت ادا کر کے آزاد کردیا۔ بعض کے بقول آپ حمری الاصل (قبیلہ حِمیَر) ہے، بعض کے بقول یمنی الاصل ہے، لیکن آپ کے بیٹے کے بقول کہ میرے والد سندی الاصل تھے ،چنانچہ خودآپ کی زندگی میں آپ کے عرب اور غیر عرب ہونے کی بحث چھڑ گئی تھی، ایک مرتبہ کسی نے آپ کو یمنی کہا توفوراًاس کی تردید کی اور فرمایا: بنوہاشم کے غلاموں میں ہونا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ بنوحنظلہ میرا نسب ہو، چنانچہ عرب میں مدت تک رہنے کے باوجود زبان میں سندھیت کا اثر آخر وقت تک باقی رہا، بقول ابونعیم کعب کوہمیشہ قعب کہا کرتے تھے۔ آپ مدینہ میں عرصہ دراز تک رہنے کی وجہ سے مدنی بھی مشہور ہیں، آپ نے عرصہ تک

---

1 - تاریخ الإسلام، 9 / 591

2 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 352-355؛ تقریب التھذیب، 1/ 467 ؛الثقات،ابن حبان ، 7/ 380

3 - تھذیب الکمال، 29/322

غلامی کی زندگی گزارنے کے باوجود علم وفضل میں نہایت بلند مقام حاصل کیا، اور خاص کر مدینہ منورہ اور دیگر مقامات کے چشمہائے علم سے سیر اب ہوئے اور علم حدیث مغازی اور فقہ میں کمال پیدا کیا، خاص کر فن مغازی میں آپ کا پایہ درجہ امامت تک پہنچا ہوا تھا، عباسی خلیفہ مہدی آپ کے علم وفضل کا بڑا قدر دان تھا، آپ سے اس کی انسیت کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ آپ اس کی ماں کے غلام رہ چکے تھے، ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر دونوں کا ساتھ ہو گیا خلیفہ مہدی نے آپ کی قدرافزائی کی اور حکم دیا کہ شاہی خیمہ میں بلائے جائیں اوراس قافلہ کے لوگ آپ سے فقہ حاصل کریں۔ پھر خلیفہ مہدی نے آپ کی خدمت میں ایک ہزار دینار کا تحفہ پیش کیا، اس کے بعد مہدی آپ کو سن 160 ھ میں اپنے ہمراہ مدینہ سے بغداد لایا، اور تعلیم کی خدمت آپ کی سپرد کی اس کے بعد آپ نے وہیں مستقل قیام اختیار کرلیا اور یہی پر وفات پائی۔ (1)

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے حضرت ابو امامہؓ بن سہل بن حنیف، کو دیکھا تھا۔ آپ نے سعید بن المسیب، نافع اور محمد بن کعب القرظی ، ابو بردۃ، ہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے آپ کے بیٹے محمد، سفیان ثوری، لیث بن سعد، ہشیم، وکیع، سعید بن منصور وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (2)

آپ اہل علم کی نظر میں:

علم حدیث اور مغازی میں آپ کے مقام کا اندازہ درج ذیل اقوال سے لگایا جاسکتا ہے:

امام احمدؒ لکھتے ہیں:

"صدوق ولكنه لا يقيم الإسناد"۔(3) آپ صدوق ہیں لیکن اسناد بیان نہیں کرتے۔

ابو حاتم الرازیؒ فرماتے ہیں کہ:

"امام احمدؒ ابو معشر کو پسند کرتے تھے، اور فن مغازی میں ان کی بصیرت کے قائل تھے"۔ (4)

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 5 / 418 ؛ تاریخ بغداد، 13 /457؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 100 ؛الأعلام، 8/14 ؛ تھذیب الکمال ، 29 / 322 ؛ تھذیب التھذیب ، 10 /374؛ تذکرۃ الحفاظ ، 1 / 234 ؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 1/913

2 - تھذیب التھذیب، 10/ 375

3 - العلل ومعرفۃ الرجال ، 1/ 412

4 - الجرح والتعدیل، 8 / 494

ابن ندیم لکھتے ہیں:

"آپ تاریخ وسیر کے عارف اور محدث تھے"۔[1] محدث عمر بن عوف ہشیم سے نقل کرتے ہیں: کہ میں نے ان جیسا فہیم وذکی مدنی نہیں دیکھا، اورابوزرعہ ابونعیم سے نقل کرتے ہیں: کہ آپ فہیم، ذکی اور حافظ تھے۔[2] امام ذہبیؒ نے لکھاہے کہ: "آپ حافظہ کی کمزوری کے باوجود علم کا مخزن تھے"۔[3]

اس مقام ومرتبہ کے باجود آپ کے علم حدیث کے ضمن میں بعض علماء نے آپ پر تنقید کی ہے:

ابن سعد کا قول ہے:

" آپ کثیر الحدیث اور ضعیف تھے"۔[4] حافظ ابن حجر اورابن معین نے آپ کو ضعیف کہا ہے۔[5]

ابن عدی لکھتے ہیں:

"**حدث عنه الثقات يكتب حديثه مع ضعفه**"۔[6]

ابن عدی نے بصراحت بیان کیاہے کہ: ائمہ ثقات (ثوری، ہشیم، لیث بن سعد، وغیرہ) نے آپ سے روایت کی ہے، اور ضعف کے باوجود آپ کی حدیثیں لکھی جاسکتی ہیں۔

خلیلی ان آراء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" **أبو معشر له مكان في العلم والتاريخ وتاريخه احتج به الأئمة و ضعفوه في الحديث** "[7]، آپ کے لئے علم اور تاریخ میں ایک مقام ومرتبہ تھااورائمہ آپ کی تاریخ سے استدلال کرتے ہیں لیکن روایت حدیث میں آپ کی تضعیف کی ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے مقدمہ سیرت میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیاہے:

"ابو معشر نجیح المدنی ہشام بن عروہ کے شاگرد تھے، ثوری اور واقدی نے آپ سے روایت کی ہے، گو محدثین نے روایت حدیث میں آپ کی تضعیف کی ہے، لیکن سیرت ومغازی میں آپ کی جلالتِ شان کا اعتراف کیا ہے"۔[8]

---

1 - الفہرست، 1 /136

2 - تھذیب التھذیب، 10 / 375

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 234

4 - الطبقات الکبری، 5 / 418

5 - تقریب التھذیب، 1 / 559؛ ابن معین-روایۃ الدارمی، 1 / 220

6 - الکامل فی الضعفاء، 7 / 55

7 - تھذیب التھذیب، 10/ 375

8 - سیرت النبی ،1/36

وفات:

آپ نے رمضان سن 170ھ، بغداد میں وفات پائی، اور خلیفہ وقت ہارون الرشید نے جو اسی سال تخت نشین ہوا تھا نماز جنازہ پڑھائی اور بغداد کے مقبرہ کبیر میں دفن کئے گئے۔ [1]

1 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1/ 392؛ تقریب التھذیب، 1/ 559 ؛طبقات ابن خیاط، 1/ 274

فصل سوم

مشاہیر تبع تابعین محدثین کرام کا تعارف

یہ فصل تبع تابعین محدثین کرامؒ کے تذکرے پر مشتمل ہے جسے دو مباحث میں منقسم کیا ہے

مبحث اول

دوسری صدی ہجری کے مشاہیر تبع تابعین محدثین کرامؒ اور ان کا تعارف واحوال

مبحث دوم

تیسری صدی ہجری کے مشاہیر تبع تابعین محدثین کرامؒ اور ان کا تعارف واحوال

مبحث اول

دوسری صدی ہجری کے مشاہیر تبع تابعین محدثین کرامؒ اوران کا تعارف واحوال

ابن جریج(80-150ھ)

نام ونسب:

عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج الأموی المکی اور کنیت أبو الولید اورأبو خالد ہے۔ [1]

مختصر حالات:

آپ رومی الاصل موالی قریش میں سے ہے، بعثتِ نبوی سے بہت پہلے مکہ مکرمہ میں متعدد رومی غلام خاندان تھے، ان ہی میں ابن جریج کا خاندان بھی تھا، اور کہا جاتا ہے کہ جریج اُم حبیب بنت جبیر کا غلام تھے۔ آپ مکہ میں ہی سن 80ھ میں پیدا ہوئے، اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، مگر آپ کو ان کی صحبت اختیار کرنے کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔ ابتدا میں آپ کو شعر وادب سے دلچسپی تھی، اس لئے آپ نے اپنی جوانی کا پورا وقت اسی میں گزار دیا۔ بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ کے ممتاز شاگرد عطاء بن ابی رباح کے کہنے پر قرآن مجید حفظ کرنے اور فرائض کی تحصیل کے بعد ان ہی کے حلقہ حدیث میں سترہ برس تک کسبِ فیض کیا، اتنی مدت تک ان کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی ان کے جذبہ طلب علم کو تسکین نہیں ہوئی اور سات برس تک مکہ کے ممتاز شیخ عمرو بن دینار سے علم حاصل کیا پھر مکہ سے نکل کر مدینہ، بصرہ، بغداد، یمن، شام اور مصر کی خاک چھانی اور وہاں کے تمام ممتاز شیوخ سے تفسیر، حدیث، فن قرأت اور علم فقہ میں استفادہ کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے تفسیر پر باقاعدہ کتاب تصنیف کیں، اور پہلے مکی ہیں جنہوں نے احادیث کو موضوعی ترتیب سے مرتب کیا، آپ علم کے ساتھ حد درجہ عبادت گزار اور شب بیداری کی وجہ سے صاحب اللیل (رات میں عبادت کرنے والا) کہے جاتے تھے۔ اور کثرت سے روزے رکھتے۔ ہر ماہ صرف تین ایام کا روزہ چھوڑتے تھے، طبیعت بہت رقیق اور اثر پذیر تھی، بالوں میں سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور بیش قیمت عمدہ خوشبو استعمال کیا کرتے تھے اور حد درجہ کے سخی واقع ہوئے تھے۔ [2]

---

1 - تھذیب التھذیب، 6 / 357

2 - تفصیل دیکھیے: الوافی بالوفیات، 19 / 120؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 169 ؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 93 ؛ المعارف، 1، / 488 ؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 327؛ تھذیب التھذیب، 6 / 357؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 8 / 124؛ تاریخ بغداد، 10 / 400 ؛ الکنی والأسماء للإمام مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری النیسابوری، عمادۃ البحث العلمی بالجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، 1984م، 1 / 28؛ الأعلام، 4 / 160؛ منازل الأئمۃ الأربعۃ، 1 / 188

شیوخ وتلامذہ:

عطاء بن أبی رباح، الزہری، صالح بن کیسان، عمرو بن دینار، نافع مولی ابن عمر، ہشام بن عروہ، موسیٰ بن عقبہ، جعفر الصادق، یحیٰ بن سعید الأنصاری وغیرہ آپ کے مشائخ میں شامل ہیں۔

آپ سے حماد بن زید، حفص بن غیاث، مسلم بن خالد الزنجی، اِسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن عیاش، ابن عیینہ، زہیر بن محمد التمیمی، ابن المبارک، یحی بن سعید الأموی، ہشام بن یوسف الصنعانی، عبد الرزاق، مخلد بن یزید، علی بن مسہر، عثمان بن الہیثم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (1)

اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم وفضل اور محدثانہ شان کا اندازادرج ذیل اقوال سے لگایا جاسکتا ہے:

امام احمدؒ فرماتے ہیں آپ علم کا خزانہ تھے (2)۔ آپ کے شیخ عطاء بن ابی رباح آپ کو اہل حجاز کا سردار کہتے تھے (3)، جبکہ امام زرکلی نے آپ کو اپنے زمانے میں اہل حجاز کے امام قرار دیا ہے۔ (4) امام ذہبیؒ نے آپ کو **الإمام الحافظ فقيه الحرم الفقيه صاحب التصانيف أحد الأعلام**(بڑوں میں سے ایک) کے القاب سے نوازا ہے (5)، امام عجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے (6)، امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ علماء کے اقوال سلف وخلف میں سے آپ کے فضائل و مناقب کے بارے میں بے شمار ہی۔ں (7)

علم تفسیر میں اگرچہ آپ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح سے بہ حصہ وافر مستفید ہوئے تھے مگر مفسرین نے آپ کی تفسیر پر زیادہ اعتماد نہیں کیا۔

امام سیوطیؒ رقمطراز ہیں: "ابن جریج نے تفسیر میں زیادہ صحت کا اہتمام نہیں کیا۔ وہ ہر آیت کی تفسیر میں صحیح اور کمزور روایات نقل کر دیتے ہیں "۔ (8)

---

1 - تھذیب التھذیب، 6 / 357

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 169

3 - تھذیب التھذیب، 6 / 358

4 - الأعلام، 4 / 160

5 - تذکرۃ الحفاظ 1 / 169

6 - الثقات، عجلی، 2 / 103

7 - تھذیب الأسماء واللغات، 2 / 297

8 - الإتقان فی علوم القرآن، عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین السیوطی، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974م، 2 / 497

علم حدیث میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، امام علی بن المدینی فرماتے ہیں:

"حدیث کی روایات کا انحصار چھ اشخاص پر ہے، پھر ان اشخاص کا علم ان لوگوں کے مابین سمٹ گیا جنھوں نے علم حدیث کی تدوین کی اور ان میں سے ابن جریج بھی ہیں"۔ [1]

اس قدر مقام رفیع و مرتبہ رکھنے کے باوجود بعض علماء نے تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ جرح بھی کی ہے۔

ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: آپ فقہاء و قراء اور متقین اہل حجاز میں سے تھے اور ساتھ تدلیس بھی کرتے تھے۔ [2]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " **ثقة فقيه فاضل وكان يدلس ويرسل**"۔[3] آپ ثقہ، فقیہ اور فاضل ہے اور تدلیس و ارسال بھی کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں امام یحیٰ بن معین اور امام ذہلی کی آراء زیادہ معتدل اور محتاط ہیں۔

یحیٰ بن معین فرماتے ہیں:

"ابن جریج نے جو روایات اپنی تحریر کی مدد سے بیان کی ہیں وہ قابل اعتماد ہیں" اور امام ذہلی فرماتے ہیں:

"ابن جریج کی زبانی روایات وہی معتبر ہیں جن میں "**حدثني**" یا "**سمعت**" کے الفاظ ہوں"۔ [4]

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: آپ فی نفسہ ثقہ، حافظ ہے، لیکن لفظ عن سے تدلیس کرتے ہیں، دوسری جگہ فرماتے ہیں: ابن جریج پختہ کار عالم ہیں لیکن تدلیس کے عادی ہیں۔ [5]

وفات:

آپ نے زندگی کے بیشتر ایام جوار حرم میں گزاری مگر آخری عمر میں بصرہ چلے گئے تھے اور وہیں ذوالحجہ باختلاف روایات 149ھ، 150ھ اور یا 151ھ میں وفات پائی۔ [6]

---

1 - تھذیب التھذیب، 6 / 358

2- الثقات، ابن حبان، 7 / 93

3 - تقریب التھذیب، 1 / 363

4 - تھذیب التھذیب، 6 / 359

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 170

6 - الوافی بالوفیات، 19 / 120؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 283؛ وفیات الأعیان، 3 / 164

معمر بن راشد (95-153ھ)

نام ونسب:

نام معمر، کنیت أبو عروۃ۔ نسب نامہ: معمر بن راشد الأزدی الحدانی البصری۔(عرب کے مشہور قبیلہ بنو ازد کی نسبت ولاء کے باعث ازدی کہلاتے ہیں) ۔ (1)

مختصر حالات:

آپ سن 95ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے، اور بصرہ کے ایک شخص عبد السلام بن عبد القدوس کے غلام تھے، (جسے خود قبیلہ ازد کی حدان نامی شاخ سے نسبت ولاء حاصل تھی)، آپ حالات سے مجبور ہو کر بصرہ سے یمن چلے گئے، بعد آزاں آپ وہاں مستقل رہائش پزیر ہو گئے، آپ غلام ہونے کے باوجود تحصیل علم کی فطری استعداد اور بہت ذوق وشوق رکھتے تھے، چنانچہ اس لگن اوراخلاص کا ثمرہ تھا کہ آپ نے یمن میں، جہاں مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابوہریرہؓ کے آغوش تربیت کے پروردہ ہمام بن منبہؒ کا فیض جاری تھا، سے پوری طرح مستفید ہوئے، اور یوں یمن کے مرکز علم سے مستفید ہونے والوں میں آپ کو اولیت کا شرف حاصل ہے، اس کے علاوہ بصرہ میں قتادہ، اور رصافہ میں امام زہری کی خدمت میں حاضر ہو کر خصوصی تلمذ کا شرف بھی حاصل ہے، طلب علم میں محنت ولگن کا نتیجہ تھا کہ آپ فضل وکمال کے آسمان پر خورشید تابان بن کر چمکے اور زبانِ خلق نے آپ کو عالم الیمن کے لقب سے سرفراز کیا، خاص کر علم حدیث اور اس کے متعلقات میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا، اور ہزاروں حدیثیں آپ کے خزانہ دماغ میں محفوظ تھیں، ان گونا گوں علمی کمالات کے ساتھ آپ اور بہت سارے انسانی خوبیوں کے حامل تھے، مثلاً نیک نیتی، تقویٰ، صالحیت اور بلند ظرفی وغیرہ۔ (2)

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ کی فہرست بہت طویل ہے جن میں اکابر تابعین اور ممتاز تبع تابعین کی کافی تعداد شامل ہے جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

قتادۃ، زہری، عاصم الأحول، زید بن أسلم، صالح بن کیسان، ہمام بن منبہ، ہشام بن عروۃ، عمرو بن دینار، عطاء الخراسانی وغیرہ جن سے آپ کو روایت کی سعادت حاصل ہے۔

---

1 - تقریب التھذیب، 1 / 541

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: المعارف ابن قتیبہ، 1 / 506؛ الطبقات الکبری، 5 / 546؛ تھذیب التھذیب، 10 / 218؛ تھذیب الأسماء واللغات، 2 / 107؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 190 ؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 484 ؛ الأعلام، 7 / 272؛ میزان الاعتدال، 154/4 ؛سیر أعلام النبلاء،7 / 5

اوراسی طرح آپ سے یحی بن أبي کثیر، ابو اِسحاق السبیعی، سعید بن أبي عروبہ، ابن جریج، عمران القطان، شعبہ، سفیان ثوری، ابن عیینہ، ابن المبارک، معتمر بن سلیمان، یزید بن زریع، عبد الرزاق وغیرہ جیسے جہابذہ عصر نے روایت کی ہے۔[1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم وفضل اور محدثانہ شان کا اندازادرج ذیل اقوال سے لگایا جاسکتا ہے:

اکثر علمائے جرح وتعدیل نے آپ کی توثیق کی ہے، بالخصوص امام زہریؒ سے آپ کی مرویات کا پایہ نہایت بلند ہے، اس سلسلے میں ابن معینؒ فرماتے ہیں: "**معمراثبت الناس في الزهري**"[2]، زہری سے جتنے بھی علم حدیث حاصل کرنے والے ہیں معمرؒ ان سب سے زیادہ پختہ کار ہیں۔

امام احمدؒ کا بیان ہے:

"**ليس تضم معمرا الى أحد الا وجدته فوقه**"۔[3] تم جس کے ساتھ بھی معمرؒ کا موازنہ کر کے دیکھو معمرؒ کو اس پر فوقیت حاصل ہو گی۔

ابن جریج اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے:

" معمرؒ کی مجلس سے مستفید ہو اس لئے کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے " ۔[4]

ابن سعدؒ کا قول ہے: " **وكان معمر رجلا له حلم ومروءة ونبل في نفسه**"۔[5] آپ ایک صاحب حلم و مروت شخص تھے اوراپنی ذات میں صاحب ذہانت تھے۔

امام عجلیؒ کا قول ہے: " **ثقة رجل صالح**"[6] آپ ثقہ اور نیک انسان ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: " **ثقة مأمون** " آپ ثقہ، مأمون ہیں ۔[7] امام سمعانیؒ فرماتے ہیں: "**كان من ثقات العلماء** " ۔[8] آپ ثقات اہل علم میں سے تھے۔

---

1 - تھذیب التھذیب،10 / 218

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 190

3 - ایضاً، 1 / 190

4 - الجرح والتعدیل، 8 / 256

5 - الطبقات الکبری،5 / 546

6 - الثقات، عجلی،2 / 290

7 - تھذیب التھذیب، 10 / 219

8 - الأنساب، السمعانی، 12 / 506

ابن حبانؒ نے آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے:

"**فقيها متقنا حافظا ورعا**"۔ [1]

امام ذہبیؒ نے آپ کو **الامام الحجة أحد الاعلام عالم اليمن** کے القاب سے نوازا ہے۔ [2]

وفات:

آپ نے مشہور قول کے مطابق رمضان 153ھ کو صنعا میں اٹھاون (58) سال کی عمر میں وفات پائی۔ [3]

سعید بن ابی عروبہ (156ھ)

نام ونسب:

نام سعید، کنیت ابو نضر۔ نسب نامہ: سعید بن أبي عروبہ العدوی البصری۔ اور بنو عدی کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے العدوی کہلاتے ہیں۔ [4]

مختصر حالات:

آپ بنو عدی بن یشکر کے غلام تھے، تقریباً سن 80ھ میں حضرت انسؓ بن مالک کی حیات میں پیدا ہوئے، بصرہ کے رہنے والے ممتاز عالم اور بلند پایہ حافظ حدیث تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم بصرہ میں حاصل کیں، اور پھر دوسرے بلاد کا سفر کرکے اکابر اہل علم سے مستفید ہوئے، آپ اپنے زمانے میں حدیث کے بڑے حافظ تھے، اور بصرہ کے اہم محدثین میں آپ کا شمار ہوتا تھا، اور جب دوسری صدی ہجری کے وسط میں علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع ہوا تو ہر جگہ کے علمائے کرام نے حدیث کو کتابی شکل میں مرتب کرنا شروع کیا، تو اس طرح سر زمین بصرہ اور بعض کے بقول عراق میں یہ شرف آپ کو حاصل ہوا۔ علم کے ساتھ آپ عمل سے بھی متصف تھے۔ [5]

---

1 - الثقات، ابن حبان، 7 / 484

2 - تذکرة الحفاظ، 1 / 190

3 - طبقات ابن خیاط، 1 / 288 ؛تذکرة الحفاظ، 1 / 191؛التاریخ الکبیر، 7/ 378

4- تھذیب التھذیب، 4 / 56

5 - تفصیل کے لئے دیکھیے:المعارف، 1 / 508؛العبر فی خبر من غبر ، 1 / 163؛الأعلام، 3 / 98؛سیر أعلام النبلاء،6/468 ؛ تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 221؛ تاریخ الإسلام، 9 / 402؛الطبقات الکبری، 7 / 273؛ تھذیب التھذیب، 4 / 56 ؛ تذکرة الحفاظ، 1 / 177

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے بہت شیوخ سے شرف تلمذ حاصل کیا جن میں سے چند یہ ہیں:

قتادۃ، نضر بن أنس، حسن بصری، ابو معشر زیاد بن کلیب، مطر الوراق، أیوب، عامر الأحول، علی بن الحکم البنانی، أبی رجاء العطاردی، أبی نضرۃ العبدی، یعلی بن حکیم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے الأعمش، شعبہ، یزید بن زریع، محمد بن أبی عدی، یحیٰ القطان، سہل بن یوسف، ابن المبارک، ابن علیہ، سالم بن نوح، سعید بن عامر، محمد بن عبد اللہ الأنصاری وغیرہ نے روایت کی ہے۔[1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم وفضل اور محدثانہ شان کا اندازادرج ذیل اقوال سے لگایا جاسکتا ہے:

ابن معین اور امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔[2]

امام زرکلی لکھتے ہیں: "**حافظ للحديث لم يكن في زمانه أحفظ منه**"۔[3] آپ حدیث کے حافظ تھے اور آپ کے زمانے میں آپ سے بڑا حافظ حدیث کوئی نہیں تھا۔

أبو البرکات کا قول ہے: "**أحد الأعلام الثقات**"۔[4] آپ کا شمار اکابر اور ثقات میں ہوتا ہے۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام، الحافظ أحد الاعلام کے القاب سے نوازا ہے۔[5]

اس قدر عالی مقام ومرتبہ رکھنے کے باوجود بعض اہل علم نے آپ پر جرح کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے، کہ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ اور بعض اوقات آپ کو روایت میں مغالطہ لگتا تھا۔

ابو حاتم الرازی لکھتے ہیں:

"**سعيد بن أبى عروبة قبل ان يختلط ثقة وكان اعلم الناس بحديث قتادة**"۔[6] آپ اختلاط سے پہلے ثقہ تھے اور مزید فرمایا: آپ قتادہ کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

---

1 - تھذیب التھذیب، 4 / 56

2 - ایضاً، 4 / 57

3 - الأعلام، 3 / 98

4 - الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات، برکات بن أحمد بن محمد الخطیب، أبو البرکات، زین الدین ابن الکیال، دار المأمون، بیروت، 1981م، 1 / 190

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 177

6 - الجرح والتعدیل، 4 / 65

ابن سعد کا قول ہے:

"كان ثقة كثير الحديث ثم اختلط بعد في آخر عمره"۔ [1] آپ ثقہ، کثیر الحدیث تھے پھر آخری عمر میں آپ کے حافظہ میں اختلاط آ گیا تھا۔

عجلیؒ کا قول ہے:

"ثقة وكان اختلط بأخرة وكان يقول بالقدر ولا يدعو إليه"۔ [2] آپ ثقہ ہیں اور مزید فرمایا عقیدہ قدریہ کے قائل تھے لیکن اس کی طرف دعوت نہیں دیتے تھے

محدثین کا یہ ایک عالیشان کارنامہ ہے کہ حقیقت حال اور علمی محاکموں میں عدل وانصاف کبھی بھی ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن عدیؒ نے اس علمی تابناک ستارے کو ان الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے:

ابن عدیؒ فرماتے ہیں:

"سعيد بن أبي عروبة من ثقات الناس وله أصناف كثيرة وقد حدث عنه الأئمة ومن سمع منه قبل الاختلاط فإن ذلك صحيح حجة ومن سمع بعد الاختلاط فذلك ما لا يعتمد عليه"۔ [3]

آپ ثقہ ہیں، آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں اور ائمہ نے آپ سے روایت کیا ہے اور جن لوگوں نے آپ سے اختلاط سے پہلے سماعت حدیث کیا ہے وہ روایات صحیح ہیں اور جن لوگوں نے اختلاط کے بعد سنا ہے وہ روایات قابل اعتبار نہیں ہیں۔

وفات:

آپ نے ابو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں سن 156ھ بعض کے بقول 157ھ میں وفات پائی۔ [4]

---

1 - الطبقات الکبری، 7/ 273

2 - الثقات، عجلی، 1/ 403

3 - الکامل فی الضعفاء، 3 / 396

4 - الطبقات الکبری، 7 / 273

امام اوزاعی(88-157ھ)

نام ونسب:

نام عبد الرحمٰن، کنیت ابو عمرو۔ نسب نامہ: عبد الرحمن بن عمرو بن محمد الدمشقی الاوزاعی ہے۔ [1]

مختصر حالات:

آپ شام کے مشہور شہر بعلبک [2] میں سن 88ھ کو پیدا ہوئے، آپ کا نسبی تعلق یمن کے قبیلہ بنو ہمدان سے تھا، مگر آپ کا خاندان وہاں سے ترک وطن کرکے شام چلا آیا، اور یہاں دمشق کے قریب ایک بستی اوزاع میں رہائش اختیار کرلی، اسی نسبت سے آپ اوزاعی کہلائے۔ بعض کے بقول آپ کا اصل تعلق سندھ سے تھااوراوزاع نامی شہر میں رہائش کی وجہ سے اوزاعی کہلائے۔ ابھی بچے ہی تھے، کہ والد کا انتقال ہوگیا، اور ماں نے نہ جانے کن کن مصیبتوں اور تکلیفوں کے ساتھ آپ کی پرورش کی، اور شہر بہ شہر لیے پھرتی تھیں اورآخرکار بیروت میں قیام پذیر ہوگئیں، ابتدا سے آپ حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، بلکہ ادب کی طرف آپ کا میلان تھا، یہ علم حاصل کرنے کے بعد حدیث کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ کی اور یمامہ چلے گئے اور محدث یحیٰ بن کثیر سے مستفید ہوئے، اور پھر دوسرے ممالک اسلامیہ کا سفر کرکے مختلف اکابر شیوخ سے استفادہ کیا، اور مختصر مدت میں فتویٰ دینے کے قابل ہوگئے، جبکہ آپ کی عمر صرف پچیس سال تھی، آپ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، اوراس غرض سے بہت زیادہ سفر بھی کرتے تھے، اور عمل بالحدیث پر زور دیتے تھے، اس لئے آپ کا شمار فقہاء حدیث، ائمہ جرح وتعدیل اوران ائمہ کرام میں بھی ہوتا ہے، جن کے لوگ اتباع کرتے ہیں، علم وفضل کے ساتھ آپ حکمرانی وانتظام مملکت کی صلاحیت بھی رکھتے تھے، اسی لئے امام ذہبیؒ نے لکھاہے کہ آپ خلیفہ بنائے جانے کے لائق تھے اور سیرت وکردار کے حوالہ سے صحابہ کرامؓ وتابعین کے نمونہ تھے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام اوزاعی وہ شخصیت ہیں کہ جس کو انٹرنیشنل لاء پر ایک بہت بڑی سند اور بہت بڑی اتھارٹی مانے جاتے تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ آپ اس فن میں امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ [3]

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 178

2 - بعلبک: شام کا ایک مشہور شہر ہے، جہاں حضرت الیاس علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، معبد بعل اسی شہر میں تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ شہر بلقیس کو مہر میں دے دیا تھا، اج کل فلسطین میں ریاست اسرائیل کا ایک شہر ہے(معجم البلدان،3/106)

3 -تفصیل کے لئے دیکھیے:الطبقات الکبری، 7 / 488؛ المعارف، 1 / 496؛ الأعلام، 3 / 320؛ سیر أعلام النبلاء، 6/ 541؛المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 8 / 196؛ تاریخ الإسلام، 9 / 483 ؛ تھذیب التھذیب، 6 / 216 ؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 178؛ تھذیب الأسماء واللغات، 1 /298

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے اساتذہ میں سے چند نام یہ ہیں: اسحاق بن عبد اللہ بن اَبی طلحة، شداد بن عمار، عطاء بن اَبی رباح، قتادة، نافع مولی بن عمر، امام زہری، محمد بن اِبراہیم التیمی، محمد بن سیرین، یحیٰ بن سعید الاَنصاری، یحی بن اَبی کثیر، عبد الرحمن بن القاسم بن محمد، عمرو بن زیات وغیرہ سے روایت کی ہے،

آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں: امام مالک، شعبہ، سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، ابن اَبی الزناد، عبد الرزاق، محمد بن حرب، یحیی بن سعید القطان، ابو اِسحاق الفزاری، اِسماعیل بن عیاش، عبد اللہ بن کثیر الدمشقی، ہیثم بن حمید، ولید بن مسلم وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم وفضل، عدالت وثقاہت، فقاہت ودیانت اور محدثانہ شان پر اہل علم متفق ہیں۔

ابن سعد کا قول ہے:" **كان ثقة مأمونا صدوقا فاضلا خيرا كثير الحديث والعلم والفقه حجة وكان مكتبه باليمامة**" [2]۔ عجلی فرماتے ہیں: " **ثقة من خيار الناس**"۔ [3] آپ ثقہ، مأمون، صدوق، صاحب فضیلت، کثیر الحدیث، علم، فقہ اور حجت تھے اور یمامہ میں آپ کا کتب خانہ تھا

عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے: " **ما كان بالشام أحد اعلم بالسنة من الأوزاعي**"۔ [4] کہ میں نے شام میں امام اوزاعی سے زیادہ کسی کو سنت کا جاننے والا نہیں دیکھا

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "کہ میں نے حدیث میں ان سے زیادہ سمجھدار اور فقیہ آدمی نہیں دیکھا"۔ [5]

ابن حبان فرماتے ہیں: " **كان من فقهاء الشام وقرائهم وزهادهم ومرابطيهم**"۔ [6] آپ شام کے فقہاء، قراء، زہاد اور سرحدوں پر پہرہ دینے والوں میں سے تھے

امام ذہبیؒ نے آپ کو **شیخ الإسلام، الحافظ، الفقيه** اور **الزاهد** کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ [7]

---

1 - تھذیب التھذیب، 6 / 216

2 - الطبقات الکبری، 7 / 488

3 - الثقات، عجلی، 2 / 83

4 - الجرح والتعدیل، 1 / 184

5 - تھذیب التھذیب، 6 / 218

6 - الثقات، ابن حبان ، 7 / 63

7 - تذکرة الحفاظ، 1 / 178؛ الکاشف، 1 / 638

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " **الفقيه ثقة جليل**"۔ [1] آپ فقیہ، ثقہ اور بلند رتبہ ہیں

امام نووی فرماتے ہیں: "**قد أجمع العلماء على إمامة الأوزاعي، وجلالته، وعلو مرتبته، وكمال فضله**"۔ [2]

آپ کی امامت، جلالت، اعلیٰ مرتبہ اور کمال فضل پر اہل علم نے اتفاق کیا ہیں۔

وفات:

آپ نے بیروت میں صفر کے آخر میں اور بعض کے بقول ربیع الاول کے شروع میں 157ھ کو وفات پائی۔ [3] اورآپ کی قبر مبارک بیروت کے دروازے پر مسجد سے قبلہ کی جانب ہے وہاں کے رہنے والے آپ سے ناواقف ہیں وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہاں ایک صالح ہستی مدفون ہے جس پر نور نازل ہوتا ہے۔ اج بھی جس علاقہ میں جہاں ان کا مزار ہے وہ محلّہ امام اوزاعی کہلاتا ہے۔ [4]

ربیع بن صبیح (م160ھ)

نام ونسب:

نام ربیع، کنیت ابو بکر اور ابو حفص۔ نسب نامہ: ربیع بن صبیح السعدی البصری۔ نسبت ولاء کی وجہ سے السعدی کہلاتے ہیں۔ [5]

مختصر حالات:

آپ قبیلہ بنو سعد میں سعد بن زید مناۃ کے آزاد کردہ غلام تھے، بصرہ کے رہنے والے تھے، جس وقت آپ نے ہوش سنبھالا اس وقت بصرہ اسلامی علوم وفنون اور شان وشوکت کا مرکز تھا، اول آپ نے اس دور کے علم وفضل میں یکتائے روزگار امام حسن بصری سے علم حاصل کیا اور پھر دوسرے اکابر شیوخ سے استفادہ کیا، دوسری صدی ہجری کے وسط میں جب علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع ہوا تو ہر جگہ کے علمائے کرام نے حدیث کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اس طرح سرزمین بصرہ میں یہ شرف آپ کو حاصل ہوا، سرزمین ہند میں جن اکابر اسلام نے علم وفضل کی شمعیں روشن کیں، ان میں تبع تابعین کی جو نام ملتے ہیں ان میں ایک آپ بھی شامل ہیں، آپ علم وفضل کے ساتھ نہایت شجاع، مجاہد اور

---

1 - تقریب التھذیب، 1 / 347

2 - تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 299

3 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 365؛ وفیات الأعیان، 3 / 127؛ الوافی بالوفیات، 18 / 123

4 - وفیات الأعیان، 3 / 127؛ محاضرات حدیث، ص:312

5 - تھذیب التھذیب، 3 / 214

اسلامی حمیت کے بھی مفقود النظیر تھے، ایک مرتبہ عباسی خلیفہ مہدی نے عرب تاجروں کی شکایت پر ہندوستان پر فوج کشی کا ارادہ کیا اور عبد الملک بن شہاب کی قیادت میں ایک جنگی بیڑہ آلات حرب وغیرہ سے لیس کر کے ایک ہزار سے زائد رضا کاروں پر مشتمل لشکر ہندوستان روانہ کیا تو اس کے افسر اعلیٰ آپ تھے، اس کے ساتھ آپ کثرت عبادت اور زہد و تقویٰ میں بھی منفرد حیثیت رکھتے تھے۔[1]

شیوخ و تلامذہ:

آپ کے شیوخ کی ایک طویل فہرست ہیں، جن میں کبار تابعین کے نام شامل ہیں، ان میں سے چند ممتاز نام یہ ہیں: حسن بصری، حمید الطویل، یزید الرقاشی، أبو الزبیر، ابو غالب، ثابت البنانی، مجاہد بن جبر، ابن سیرین، قیس بن سعد، عطاء بن ابی رباح وغیرہ جیسے نابغہ روز گار شخصیات سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، عبد اللہ بن المبارک، ابن مہدی، وکیع بن الجراح، أبو داود الطیالسی، ابو الولید الطیالسی، ادم بن أبی إیاس، عاصم بن علی وغیرہ نے روایت کی ہے۔[2]

آپ اہل علم کی نظر میں:

ائمہ اور اہل فن نے آپ کے علم و فضل اور کمالات کا اعتراف کیا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: "**لا بأس به رجل صالح**"۔[3] آپ میں کوئی حرج نہیں اور نیک آدمی ہے۔

امام شعبہؒ کا بیان ہے: "**من سادات المسلمين**"۔[4] آپ مسلمانوں کے سرداروں میں سے ہیں۔

ابن عدی لکھتے ہیں:

"**أحاديث صالحة مستقيمة ولم أر له حديثا منكرا جدا وأرجو أنه لا بأس به ولا برواياته**"۔[5]

آپ کی روایات صحیح ہیں اور میں نے آپ کی کوئی نہایت ناقابل اعتبار روایت نہیں دیکھی اور مجھے امید ہے کہ آپ میں اور آپ کی روایات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 277 ؛ الکامل فی الضعفاء، 3 / 132؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 657 ؛ تھذیب التھذیب، 3 / 214 ؛ تھذیب الکمال، 9 / 89 ؛ أبجد العلوم، أبو الطیب محمد صدیق خان بن حسن بن علی ابن لطف اللہ الحسینی البخاری القنوجی، دار ابن حزم، 2002م، 1 / 363؛ الضعفاء الصغیر، 1 / 44

2 - تھذیب التھذیب، 3 / 214

3 - العلل ومعرفۃ الرجال، 1 / 412

4 - تھذیب التھذیب، 3 / 214

5 - الکامل فی الضعفاء، 3 / 133

ابن حبان فرماتے ہیں:

"**كان من عباد أهل البصرة وزهادهم وكان يشبه بيته بالليل بيت النحل من كثرة التهجد**"۔[1]

آپ بصرہ کے عباد اور زہاد میں سے تھے اور مزید فرمایا آپ کا گھر کثرت تہجد کی بنا پر شہد کی مکھیوں کے چھتے سے مشابہ ہوتا تھا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"**كان الربيع بن صبيح رجلا غزاء وإذا مدح الرجل بغير صناعته فقد وهص يعنى دق** "۔[2]

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: "**كان صدوقا غزاء عابدا**"۔[3] آپ صدوق، مجاہد اور عابد تھے۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"**صدوق سيء الحفظ وكان عابدا مجاهدا**"۔[4] آپ صدوق، حافظہ میں کمزور، عابد اور مجاہد تھے۔

وفات:

آپ کو خلیفہ مہدی کے عہد میں ہندوستان کی طرف جہاد کے غرض سے بھیجا گیا تھا، اور ایک جنگی بیڑہ کے افسر اعلیٰ تھے، چنانچہ فتح حاصل کرنے کے بعد سن 160ھ کو جزیرہ بحر الہند میں "**حمام تر** " نامی بیماری کی وجہ سے وفات پائی اور وہی دفن کئے۔[5]

شعبۃ بن الحجاج (82-160ھ)

نام ونسب:

نام شعبہ، کنیت ابو بسطام۔ نسب نامہ: شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی الأزدی أبو بسطام الواسطی البصری ہے۔ قبیلہ بنو ازد کے ساتھ نسبتِ کی وجہ سے الازدی کہلاتے ہیں۔[6]

---

1 - الجروحین، 1 / 296

2 - الجرح والتعدیل، 3 / 464

3 - الکاشف، 1 / 392

4 - تقریب التھذیب، 1 / 206

5 - الطبقات الکبری، 7 / 277 ؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 374؛ الکامل فی الضعفاء، 3 / 132

6 - تھذیب التھذیب، 4 / 297

مختصر حالات:

آپ 82ھ کو واسط شہر میں پیدا ہوئے، بصرہ میں رہے، اور وہیں پلے بڑے، آپ نے حصول علم کے لئے بہت مشقت اٹھائی، آپ کی علمی زندگی شعر وادب سے شروع ہوئی، مگر زیادہ دن نہیں گزرے تھے، کہ حکم بن عتیبہ کے مجلس درس سے گزرے تو حدیث نبوی ﷺ کی آواز کانوں میں پہنچی اور دل تک اتر گئی، چنانچہ اس دن سے علم حدیث میں لگ گیا، اور اس میں وہ کمال حاصل کیا کہ امام المحدثین بن گئے۔ حدیث میں آپ کی امامت وجلالت ضرب المثل تھی۔ اور حدیث کی ہر کتاب میں آپ کی مرویات پائی جاتی ہیں، مگر علم وفضل کے باوصف حدیث کی روایت میں بڑی احتیاط کرتے تھے، علم کے ساتھ آپ سیرت وکردار اور زہد وتقویٰ میں بھی ممتاز تھے۔ نماز نہایت ہی خضوع کے ساتھ ادا کرتے، کثرت سے روزے رکھتے، اور بڑے سخی واقع ہوئے تھے، حتیٰ کہ آپ ابو الفقراء وام کی نسبت سے مشہور ہوئے، اور نہایت سادہ زندگی بسر کی، انہی اوصاف وکمالات اور اخلاقی خوبیوں کی بدولت اہل علم آپ کو امام المتقین کہتے تھے، اور معاصرین پر فضیلت حاصل تھی۔[1]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے کوفہ کے تین سو شیوخ حدیث سے روایت کی ہے، چند مشاہیر کے نام یہ ہیں:

أبان بن تغلب، اسماعیل بن أبي خالد، اسماعیل بن رجاء، اسماعیل بن علیہ، اشعث بن سوار، انس بن سیرین، جعفر الصادق، حرب بن شداد، حماد بن أبي سلیمان، حمید الطویل، داود بن أبي ہند، سعید بن أبي بردة، سعید بن مسروق الثوری، أبي مسلمہ، سفیان الثوری، سلیمان بن عبد الرحمن، سلیمان الأعمش، سلیمان التیمی، سماک بن حرب، عاصم الأحول، عطاء بن السائب، عطاء بن أبي مسلم الخراسانی، العلاء بن عبد الرحمن، قتادة، لیث بن أبي سلیم، مالک بن أنس، مسعر بن کدام، ہشام بن عروة، ہشام الدستوائی، یحیٰ بن سعید الأنصاری، یعقوب بن عطاء بن أبي رباح وغیرہ۔

ابن حجرؒ نے آپ کے بیالیس تلامذہ کا ذکر کیا ہے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ بغداد، 9 / 255؛ الطبقات الکبری، 7 / 280؛ تھذیب التھذیب، 4 / 297؛ تھذیب الکمال، 12 / 479؛ تذکرة الحفاظ، 1 / 193 -196؛ المعارف، 1 / 501؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 8 / 243؛ تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 244؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 202؛ الأعلام، 3 / 164؛ الوافی بالوفیات، 16 / 91؛ تاریخ الإسلام، 9 / 416

آیوب، اعمش، سعد بن إبراهیم، محمد بن إسحاق، جریر بن حازم، ثوری، یحی القطان، ابن مہدی، وکیع بن الجراح، ابن إدریس، ابن المبارک، یزید بن زریع، ابو داود الطیالسی، ابو الولید الطیالسی، ابن علیہ، ابراہیم بن طہمان، ہشیم، یزید بن ہارون، محمد بن جعفر، ادم بن آبی إیاس، سلیمان بن حرب وغیرہ۔[1]

یہ وہ نابغہ وقت حضرات ہیں جنہوں نے شعبہ کے علم کو ضائع ہونے سے بچایا اور علوم حدیث کو چار چاند لگائے۔

آپ اہل علم کی نظر میں:

تمام معاصر علماء ومحدثین آپ کے علم وفضل اور محد ثانہ شان کے معترف تھے۔

ابن سعدؒ نے آپ کو ان الفاظ میں ہدیہ تبریک پیش کیا ہے:"كان ثقة مأمونا ثبتا صاحب حديث حجة"۔[2] آپ ثقہ، مأمون ثبت صاحب حديث حجت تھے۔

ابن حبانؒ لکھتے ہیں: "كان من سادات أهل زمانه حفظا وإتقانا وورعا وفضلا "۔[3] آپ حفظ، اتقان، ورع اور فضل میں اپنے زمانے کے سرداروں میں سے تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "لولا شعبة لما عرف الحديث بالعراق"۔[4] اگر امام شعبہ نہ ہوتے تو عراق والے حدیث سے غافل رہتے۔

امام حاکمؒ کا قول ہے: "شعبة إمام الأئمة في معرفة الحديث بالبصرة"۔[5] آپ بصرہ کے حدیث جاننے والوں میں بڑے امام تھے۔

امام آبو داودؒ کا بیان ہے: "لما مات شعبة قال سفيان مات الحديث"۔[6] جب آپ فوت ہوئے تو سفیان نے کہا کہ آج حدیث فوت ہو گئ۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الحجة الحافظ شيخ الإسلام کے الفاظ سے نوازا ہے۔[7]

1 - تهذيب التهذيب، 4 / 297

2 - الطبقات الكبرى، 7 / 280

3 - الثقات، ابن حبان، 6 / 446

4 - تذكرة الحفاظ، 1 / 193

5 - تهذيب التهذيب، 4 / 302

6 - ايضاً، 4 / 302

7 - تذكرة الحفاظ، 1 / 193

حقیقت یہ ہے کہ امام شعبہؒ نے عراق اور بصرہ کے سرزمین پر علم حدیث کو پھیلانے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا اور حدیث میں امام کا لقب پایا اور احادیث رسول ﷺ سے ہر قسم غبار کو دور کیا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "**ثقة حافظ متقن كان الثوري يقول هو أمير المؤمنين في الحديث وهو أول من فتش بالعراق عن الرجال وذب عن السنة وكان عابدا**"۔ (1) آپ ثقہ، حافظ، متقن ہیں اور مزید فرمایا الثوری فرماتے تھے کہ آپ حدیث کے أمیر المؤمنین ہیں اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عراق میں رجال کی تحقیق کی۔

وفات:

آپ نے سن 160ھ کو بصرہ میں وفات پائی۔ (2)

سفیان ثوری (97-161ھ)

نام ونسب:

سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی اور کنیت أبو عبد اللہ ہے۔ (3)

مختصر حالات:

آپ کا بنی مضر کے قبیلہ بنی ثور بن مناۃ سے تعلق تھا، سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں سن 97ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت کوفہ علوم دینیہ کا بہت بڑا مرکز تھا، بچپن میں تعلیم حاصل کی، آپ کے والد اپنے دور کے بہت بڑے صاحب علم وفضل تھے۔ عمر کا بڑا حصہ آپ نے کوفہ میں گزارا، جب آپ نے کوفہ کے ممتاز شیوخ خصوصاً اعمش وابو اسحاق السبیعی کے حدیث وفقہ سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں آپ نے بصرہ اور حجاز کے مختلف مقامات کے شیوخِ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا، آپ فقہاء حدیث میں شامل تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس تیس ہزار احادیث تھیں، آپ کا شمار ان چھ ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے، جو تبع تابعین میں صاحبِ مذہب شمار کیے جاتے ہیں، آپ کے ماننے والوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے آپ کا مسلک آپ کی وفات کے کچھ عرصے بعد طاق نسیان ہو گیا، اور اس کے ساتھ آپ تقویٰ، خدا ترسی، حق گوئی، بادشاہوں سے دوری اور ان کے سامنے اظہار حق کے سبب بڑی شہرت رکھتے تھے۔ (1)

---

1 - تقریب التھذیب، 1 / 266

2 - وفیات الأعیان، 2 / 470؛ الوافی بالوفیات، 16 / 91

3 - تقریب التھذیب، 1 / 244

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 6 / 371؛ تھذیب الکمال، 11 / 154؛ تھذیب التھذیب، 4 / 99؛ تاریخ بغداد، 9 / 151؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 203؛ المعارف، 1 / 497؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 8 / 253؛ سیر أعلام النبلاء،

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے اپنے والد سعید بن مسروق، ابو اِسحاق الشیبانی، ابو السحاق السبیعی، اسماعیل بن اَبی خالد، سلمہ بن کھیل، اسود بن قیس، حبیب بن اَبی ثابت، حصین بن عبد الرحمن، اعمش، منصور، مغیرۃ، حماد بن اَبی سلیمان، عاصم الأحول، سلیمان التیمی، حمید الطویل، اَیوب، یونس بن عبید موسی بن عقبہ، ہشام بن عروہ، یحی بن سعید الأنصاری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے خصیف بن عبد الرحمن، ابن اِسحاق، ابان بن تغلب، اَوزاعی، مالک، زہیر بن معاویۃ، عبد الرحمن بن مہدی، یحی بن سعید القطان، ابن المبارک، جریر، حفص بن غیاث، عبد اللہ بن وہب، عبد الرزاق، عبید اللہ الأشجعی، عیسی بن یونس، فضیل بن عیاض، ابو اِسحاق الفزاری، ولید بن مسلم، یحی بن آدم، وکیع، یزید بن زریع، یزید بن ہارون وغیرہ نے روایت کی ہے۔[1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم وفضل اور محدثانہ شان کا اندازادرج ذیل اقوال لگایاجاسکتاہے۔

خطیب بغدادیؒ آپ کے بارے میں کہتے ہیں:

"سفیان ثوریؒ ایک عظیم محدث امام اور حجۃ الاسلام کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی امامت پر علماء کا اجماع ہے۔ آپ میں حفظ واتقان، زہد وتقویٰ اور معرفت کے اوصاف اس حد تک موجود تھے کہ اس ضمن میں کسی تائید اور توثیق کی ضرورت نہیں"۔[2] آپ کو شعبہ، ابن معین اوران جیسے دیگر محدثین نے "امیر المؤمنین فی الحدیث" کالقب عطاکیاہے۔[3] امام مالکؒ آپ کے محدثانہ شان وشوکت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

"اہل عراق نے پہلے اپنی دولت کے ذریعے ہم پر لشکر کشی کی اوراب وہ سفیان ثوری جیسے اہل علم کے ساتھ ہم پر چڑھ دوڑے ہیں"۔[1] امام عبد الرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے:"سفیان ثوریؒ حدیث کے امام ہیں"۔[2]

---

7 / 229؛الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، 1 / 546؛الأعلام، 3 / 104؛تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 222؛تاریخ الإسلام،10 / 222

1 - تھذیب التھذیب، 4 / 99

2 -تاریخ بغداد، 9 / 152

3 - تھذیب الکمال، 11 / 164

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 206

2 - ترتیب المدارک وتقریب المسالک، ابوالفضل القاضی عیاض بن موسی الیحصبی، ترتیب المدارک وتقریب المسالک، مطبعۃ فضالۃ، المحمدیۃ، المغرب(مراکش)س ن،1 / 153

ابن سعد کا قول ہے: "آپ ثقہ، مأمون، ثبت، حجت اور کثیر الحدیث تھے"۔ [1]

عجلی لکھتے ہیں:"ثقة رجل صالح زاهد عابد ثبت في الحديث فقيه صاحب سنة واتباع وكان من أقوى الناس بكلمة شديدة عند سلطان"۔ [2] آپ ثقہ، نیک سیرت، زاہد، عابد، حدیث کو یاد رکھنے والے، فقیہ اور حامل و عامل سنت تھے۔ اور مزید فرمایا: آپ بادشاہوں کے سامنے سخت سے سخت کلمہ حق کہنے والوں میں سب سے زیادہ قوت والے تھے۔

عبد اللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں:"میں نے گیارہ سو اساتذہ اور شیوخ سے استفادہ کیا مگر کسی کو بھی سفیان ثوری سے افضل اور بر تر نہ پایا"۔ [3]

ابن حبان فرماتے ہیں:" كان سفيان من سادات أهل زمانة فقها وورعا وحفظا وإتقانا"۔ [4] آپ فقہ، ورع، حفظ اور اتقان میں اپنے زمانے کی سرداروں میں سے تھے۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام، شیخ الإسلام، سید الحفاظ اور الفقیہ جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔ [5]

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:"ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة من رؤوس الطبقة السابعة وكان ربما دلس"۔ [6] آپ ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام، حجت اور ساتویں طبقے کے سرداروں میں سے تھے اور کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے۔

وفات:

آپ نے عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ خلافت میں شعبان سن 161ھ کو بصرہ میں وفات پائی۔ [1]

---

1 - الطبقات الکبری،6 / 371

2 - الثقات، عجلی، 1 / 407

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 204

4 - الثقات، ابن حبان، 6 / 402

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 203

6 - تقریب التہذیب، 1 / 244

1 - الوافی بالوفیات،15 / 174؛ الطبقات الکبری،6 / 371

حماد بن سلمہ (م167ھ)

نام و نسب:

نام حماد، کنیت ابو سلمہ، نسب نامہ: حماد بن سلمہ بن دینار البصری ہے۔[1]

مختصر حالات:

آپ کی ولادت سن 90ھ کے بعد بصرہ میں ہوئی، بنو تمیم کے ربیعہ بن مالک بقول بعض بنو قریش کے غلام تھے، ربیعہ کے ساتھ نسبتِ ولا پر ربعی کہلاتے تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں مصادر سے کسی قسم کا تذکرہ نہیں ملتا، تاہم اس وقت بصرہ دینی علوم کا ایک بڑا مرکز تھا، اس لئے اغلب گمان یہی ہے کہ آپ نے عام رواج کے مطابق تمام علوم یہاں سے حاصل کیے ہوں گے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار حدیث حسن ہے جو کسی اور کے پاس نہیں۔ علم وفضل کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور عبادت میں بھی بے مثال تھے۔ سنت پر سختی سے کا بند رہتے اور اہل بدعت کے اثرات کو ختم کرنے میں انتہائی کوشاں تھے، آپ کے ہاں وقت کی بہت قدر تھی، ہر وقت اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔ اور پورے دن کے لئے ایک نظام الاوقات مقرر تھا، آپ کسب معاش کے سلسلے میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے مگر یہ بھی محض بقدر ضرورت کے لئے تھا، آپ دنیا سے استفادہ اور امراء کی صحبت سے گریز کرتے تھے۔[2]

شیوخ و تلامذہ:

آپ کے شیوخ کی ایک طویل فہرست ہے، جن میں تابعین کی کثیر تعداد شامل ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں : ثابت البنانی، قتادۃ، حمید الطویل، أنس بن سیرین، ابی الزبیر المکی، عبد العزیز بن صہیب، عمرو بن دینار، ہشام بن عروۃ، و یحی بن سعید الأنصاری، أیوب السختیانی، داود بن أبی ہند، سلیمان التیمی، سماک بن حرب وغیرہ۔

آپ کے حلقہ درس میں بلاشبہ لاتعداد لوگوں نے حدیث وفقہ کی تحصیل کی، جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

ابن جریج، سفیان ثوری، شعبہ، ابن المبارک، ابن مہدی، یحی بن سعید القطان، أبو داود طیالسی، ادم بن أبی إیاس، اسود بن عامر، بہز بن أسد، سلیمان بن حرب وغیرہ۔[3]

---

1 - تقریب التھذیب، 1 / 178

2 - تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 282 ؛الثقات، ابن حبان، 6 / 216 ؛الثقات، عجلی، 1 / 319 ؛ تھذیب التھذیب، 3 / 11 ؛الکامل فی الضعفاء ، 2 / 253 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 202؛ تاریخ الإسلام، 10 / 144؛الأعلام، 2 / 272؛سیر أعلام النبلاء، 7 / 444

3 - تھذیب التھذیب، 3 / 11

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کی امامت فی الحدیث اور جلالتِ شان پر علماء کا اتفاق ہے، اور حفظ وثقاہت میں اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے، مگر آخری عمر سوءحفظ کی شکایت ہوگئی تھی۔

ابن سعدؒ فرماتے ہیں: آپ ثقہ، کثیر الحدیث ہیں، لیکن شاذونادر حدیثِ منکر بھی بیان کرتے ہیں۔ [1]

ابو الولید باجیؒ نے رجال بخاری میں حکایت کی ہے کہ امام نسائیؒ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں۔ [2]

عجلیؒ کا بیان ہے:

" ثقة رجل صالح حسن الحديث"۔ [3] آپ ثقہ، نیک سیرت، حسن الحدیث ہیں۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام، الحافظ اور شیخ الإسلام کے القاب سے نوازا ہے، اور مزید فرمایا کہ آپ عربی میں کامل، فقہ میں ماہر، عمل میں متبعِ سنت اور خطابت میں فصیح البیان تھے۔ [4]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

" ثقه عابد أثبت الناس في ثابت وتغير حفظه بأخرة"۔ [5] آپ ثقہ، عابد اور ثابت بنانی کی احادیث سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں مگر آخری عمر میں سوءحفظ کی شکایت ہوگئی تھی۔

وفات:

آپ نے ذوالحجہ سن 167ھ کو بصرہ میں بحالتِ نماز وفات پائی۔ [6]

---

1 - الطبقات الکبری، 7 / 282

2 - تھذیب التھذیب، 3 / 13

3 - الثقات، عجلی، 1 / 319

4 - تذکرۃ الحفاظ، 1 /202

5 - تقریب التھذیب، 1 / 178

6 - الوافی بالوفیات، 13 / 90؛ تقریب التھذیب، 1 / 178؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 223

لیث بن سعد(94-175ھ)

نام ونسب:

نام لیث کنیت ابو الحارث۔ نسب نامہ: لیث بن سعد بن عبد الرحمن الفھمی ابو الحارث المصری ہے۔ (1)

مختصر حالات:

آپ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں 94ھ کو قشند میں پیدا ہوئے، نسلاً اصفہان کے تھے، مگر مصر میں رہائش اختیار کرلی تھیں۔ آپ قبیلہ قیس کی ایک شاخ بنو فہم کا قیس بن غیلان کے غلام تھے، شروع میں آپ کو نحو وادب اور شعر و سخن سے دلچسپی رہی، لیکن بعد میں جب سنِ شعور کو پہنچے تو حدیث وفقہ کی طرف خصوصی توجہ کی، سب سے پہلے اپنے وطن مصر کے مشائخ فقہ وحدیث سے استفادہ کیا، پھر اسلامی ممالک کے دوسرے مقامات مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بغداد وغیرہ کا سفر کرکے تمام معروف ومشہور اساتذہ سے مستفید ہوئے۔ آپ اپنے وقت میں مصر کے عظیم محدث، فقیہ، مجتہد، مفتی اور جلیل القدر امام تھے، لیکن عدم تدوین اور ماننے والوں کی کمی کی وجہ سے آپ کا مسلک، امام شافعی وامام مالک کے مسلک کا مقابلہ نہ کرسکا اور آپ کی رحلت کے کچھ عرصے بعد فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ علم وفضل، تفقہ فی الدین، تقویٰ، فیاضی وسیر چشمی اور تواضع ومدارات آپ کے سوانح حیات کی نمایاں سرخیاں ہیں۔ (2)

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے اساتذہ میں پچاس سے زیادہ کبار تابعین ہیں، چند مشاہیر کے نام یہ ہیں:

نافع مولیٰ ابن عمر، ابن أبي مليكہ، یزید بن أبي حبيب، یحیٰ بن سعید الأنصاری، امام زہري، ہشام بن عروۃ، عطاء بن أبي رباح، ابو الزناد، عبد الرحمن بن القاسم، قتادۃ، خالد بن أبي عمران، صفوان بن سلیم، یونس بن یزید وغیرہ،

اسی طرح آپ کے پچاس کے قریب ثقہ تلامذہ ہیں۔ ان میں سے چند مشاہیر کے نام یہ ہیں: محمد بن عجلان، ہشام بن سعد، ابن لہیعۃ، ہشیم بن بشیر، قیس بن الربیع، ابن المبارک، ابن وہب، ابو الولید بن مسلم، ابو سلمۃ الخزاعی، ادم بن أبي إیاس، ابو الولید الطیالسی، یحی بن عبد اللہ بن بکیر وغیرہ جنہوں نے آپ سے علم حدیث کے روایت کا شرف حاصل کیا ہے۔ (3)

---

1 - تقریب التھذیب، 1 / 464

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 517 ؛ تھذیب التھذیب، 8 / 412 ؛ تاریخ بغداد، 13/ ؛ مشاهير علماء الأمصار، 1 / 191؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 224 ؛ الثقات، ابن حبان، 7 /360؛ سیر أعلام النبلاء ، 8 / 136؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم ، 9 / 12؛ تاریخ الإسلام، 11 / 302؛ النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، 2/ 82

3 - تھذیب التھذیب، 8 / 412

آپ اہل علم کی نظر میں:

تمام اہل علم آپ کی امامت وجلالت اور حدیث وفقہ میں مہارت وبصیرت پر متفق ہیں۔

ابن سعدؒ لکھتے ہیں:" آپ ثقہ، کثیر الحدیث اور صحیح الحدیث تھے، اپنے زمانہ میں مصر میں مستقل مفتی تھے"۔ [1]

ابن حبان کا بیان ہے:" **كان رحمة الله عليه من سادات أهل زمانه فقها وعلما وورعا وفضلا وسخاء**"۔ [2]

آپ فقہ، علم وتقویٰ اور فضل وسخاء میں اپنے زمانے کے سرداروں میں سے تھے۔

یحیی بن بکیر کا قول ہے:"**ما رأيت أحدًا أكمل من الليث كان فقيه النفس عربي اللسان يحسن القرآن والنحو ويحفظ الحديث والشعر حسن الذاكرة**"۔ [3] میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو لیث سے زیادہ کامل ہو، مزید فرمایا: آپ فقیہ النفس، عربی اللسان، قرآن کو اچھی طرح پڑھنے والے اور نحو کو اچھی طرح جاننے والے، حدیث اور شعر کو حفظ کرنے والے اور اچھے حافظے والے تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "**كان الليث أفقه من مالك إلا أنه ضيعه أصحابه**" ۔ [4] لیثؒ امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ تھے مگر ان کے ساتھیوں نے اسے ضائع کر دیا۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:"**الامام الحافظ شيخ الديار المصرية وعالمها ورئيسها**"۔ [5] آپ امام، حافظ اور اہل مصر کے عالم اور سردار تھے۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " **ثقة ثبت فقيه إمام مشهور**" ۔ [6] آپ ثقہ، ثبت، فقیہ اور مشہور امام ہے۔

وفات:

آپ نے جمعہ کے دن شعبان سن 175ھ کو وفات پائی۔ [7]

---

1 - الطبقات الکبری، 7 / 517

2 - الثقات، ابن حبان، 7 / 361

3 - حسن المحاضرة فی تاریخ مصر والقاھرة، عبد الرحمن بن اَبی بکر جلال الدین السیوطی، دار إحیاء الکتب العربیۃ، مصر، 1967م، 1 / 301

4 - ایضاً، 1 / 301

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 224

6 - تقریب التھذیب، 1 / 464

7 - تاریخ بغداد، 13 / 13 ؛الوافی بالوفیات، 24 / 312

امام مالکؒ، مالک بن انسؒ (م 179ھ)

نام و نسب:

نام، مالک، کنیت، ابو عبد اللہ، لقب، اِمام دار الہجرۃ۔ نسب نامہ: مالک بن اَنس بن مالک الاَصبحی الحمیری ہے۔ قبیلہ ذی اصبح کی نسبت سے "الأصبحی" کہا جاتا ہے۔ (1)

مختصر حالات:

آپ معتبر روایت کے بناء پر سن 93ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق خاص عرب خاندان سے تھا، جو جاہلیت اور اسلام دونوں میں معزز تھا، ابائی وطن یمن ہے، اور یمن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ "أصبح" سے تعلق رکھتے تھے، سب سے پہلے آپ کے پر دادا ابو عامر نے مدینہ آکر سکونت اختیار کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ نے عیش و عشرت کی زندگی میں پرورش پائی، علمی فضا میں پروان چڑھے، آپ کے دادا مالک، جلیل القدر تابعی اور صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں، امام صاحبؒ نے جب آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا، آپ کا گھر خود علم کا مرجع تھا، آپ کے والد اور دونوں چچا بلند پایہ محدث تھے، قرآن مجید کی قراءت وسند آپ نے امام القراء نافع بن عبد الرحمٰن سے حاصل کی، چھوٹی عمر میں علم حدیث کی تحصیل شروع کی، خود فرماتے ہیں: (کنت اتیٰ نافعاوانا غلام حدیث السن)، میں نافع کے پاس آتا تھا تو ایک کمسن لڑکا تھا، حضرت نافعؒ جب تک زندہ رہے امام صاحبؒ ان کے حلقہ درس میں موجود رہے، (محدثین کے ہاں مالک، عن نافع، عن ابن عمرؓ کی سند سلسلۃ الذہب کہلاتا ہے)، آپ نے حضرت نافع کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی کسب فیض کیا، البتہ طلب علم کے لئے مدینہ سے باہر قدم نہ نکالا، اس لئے کہ اس وقت مدینہ دار العلوم تھا اور تمام ممالک اسلامیہ کے شیوخ واساتذہ خود آستانہ نبوی ﷺ پر حاضر ہوتے تھے، مدینہ منورہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ان کے علمی درس گاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے، امام صاحبؒ اس درس میں شریک رہے، حضرت نافع کی وفات کے بعد امام صاحبؒ ان کے جانشین ہوئے، امام صاحبؒ کی مجلس درس ہمیشہ پر تکلف فرش اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ رہتی تھی، جب حدیث نبوی ﷺ کے املاء کا وقت آتا تو پہلے غسل کرکے عمدہ اور بیش قیمت لباس زیب تن فرماتے، بالوں میں کنگھی کرتے، خوشبو لگاتے اور اس اہتمام کے بعد مجلس علمی کی صدارت کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لاتے اور بڑے احترام وادب کے ساتھ مسند درس پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ (2)

---

1 - الأعلام، 5 / 257

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10 / 5؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 207؛ منازل الأئمۃ الأربعۃ، 1 / 183؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 150؛ معجم المؤلفین، 8 / 168؛ الأعلام، 5 / 257؛ تھذیب الأسماء واللغات، 2/75؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، 2 / 399

شیوخ:

آپ نے صرف ان ہی شیوخ سے روایات اخذ کیں، جو صدق وطہارت میں معروف اور حفظ وفقہ میں ممتاز تھے، آپ نے جن شیوخ سے موطأروایت کی ہے، ان کی تعداد پچانوے ہے، یہ سب حضرات مدنی ہیں، اس طرح مدینہ منورہ کا جو علم متفرق سینوں میں بکھرا ہوا تھا، وہ ایک سینہ میں مجتمع ہوگیا، اس لئے "إمام دار الهجرة "آپ کالقب ہوا، آپ کے شیوخ میں صرف چھ حضرات غیر مدنی ہیں، یہ صرف موطأکے شیوخ کی تعداد ہے، ورنہ علامہ زرقانی کے قول کے مطابق آپ کے شیوخ کی تعداد نو سے زائد ہے حدیث وسنت کا علم بہت سے شیوخ سے حاصل کیا لیکن چند مشہور درج ذیل ہیں:

عبد الرحمٰن بن ہرمز، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، جن سے علم حدیث اور فقہ صحابہ، یحیٰ بن سعید، جن سے علم روایت اور فقہ الرائے، ربیعہ بن عبد الرحمٰن سے فقہ الرائے حاصل کی کیونکہ اسی میں ان کی شہرت تھی، ابوالزناد عبد اللہ بن ذکوان اور جعفر بن محمد الباقر جیسے حضرات شامل ہیں۔ البتہ ان تمام شیوخ میں سے ابن شہاب الزہری اور ربیعۃ الرائے کی چھاپ ان پر بہت گہری ہے۔

تلامذہ:

آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہیں، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں، امام صاحبؒ سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے، جن کا شمار تقریباًنا ممکن ہے، امام صاحبؒ باسٹھ سال مسلسل فقہ وفتویٰ اور درس وتدریس میں مشغول رہے، آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو سے زیادہ ہے، انہوں نے اپنے اپنے علاقوں خصوصاً مصر، شمالی افریقہ اور اندلس وغیرہ میں آپ کے مسلک کا پرچار کیا چند مشہور شاگرد درج ذیل ہیں:

عبد اللہ بن وہب، جو بیس سال تک آپ کی شاگردی میں رہے، اور پھر مصر اور وہاں سے آگے شمالی افریقہ کے علاقوں میں آپ کے مسلک کا پرچار کیا، امامؒ ان کا بے حد احترام کرتے تھے، اور خطوط میں ان کو "فقیہ مصر" لکھا کرتے۔

عبد الرحمٰن بن القاسم المصری، امام کے مسلک کے تدوین میں ان کا بڑا ہاتھ ہے، فقہ مالکی میں ان کا مقام فقہ حنفی میں امام محمد کی طرح ہے، تقریباً بیس سال تک امام کی صحبت سے مستفید ہوئے، ان سے مؤطا روایت کی اور یہی روایت صحیح ترین سمجھی جاتی ہے۔

الشہب بن عبد العزیز القیسی، آپ مصر میں اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

ابو الحسن القرطبی، آپ نے امام سے مؤطا سنی اور اندلس میں اس کی اشاعت کی۔

اسد بن فرات، آپ کا تعلق تونس سے تھا۔

امام زہری، شیخ ابوالاسود، ایوب سختیانی، ربیعۃ الرائی، اور یحیٰ بن سعید انصاری جیسے ائمہ وحفاظ حدیث (جو امام صاحبؒ کے شیوخ میں سے ہیں) انہوں نے بھی آپ سے روایت کی ہے، امام محمدؒ، امام شافعیؒ اور امام ابویوسفؒ جیسے ائمہ بھی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

علم الحدیث میں ان کی ثقاہت، صدق واخلاص اور مجد ثانہ شان پر تمام ائمہ متفق ہے۔

امام شافعیؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: "مالکؒ تابعین کے بعد خدا کی مخلوق پر حجت ہیں"۔ [2] یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: " مالکؒ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں ہیں"۔ [3]

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں: "امام مالکؒ حدیث اور سنت دونوں کے امام ہیں"۔ [4]

امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ:" ابن شہاب زہری کے شاگردوں میں امام مالکؒ سب سے زیادہ فائق تھے "۔ [5]

امام نسائیؒ فرماتے ہیں: "میرے نزدیک تبع تابعین کی حمایت میں امام مالکؒ سے زیادہ عظیم کوئی شخص نہیں اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی حدیث میں مامون تھا "۔ [6]

امام ذہبیؒ نے آپ کو الإمام، الحافظ، فقیہ الأمہ، شیخ الإسلام کے القاب سے نوازاہے۔ [7]

حافظ ابن حجرؒ نے آپ کو ان القاب الفقیہ، إمام دارالھجرۃ، رأس المتقنین، کبیر المثبتین سے یاد کیاہے۔ [8]

وفات:

آپ نے 179ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ [9]

---

1 - تھذیب التھذیب، 10 / 5

2 - تھذیب التھذیب، 10 / 7

3 - الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقھاء، 1 / 31

4 - مختصر تاریخ دمشق، محمد بن مکرم بن علی أبوالفضل جمال الدین ابن منظور الانصاری الإفریقی، دار الفکر للطباعۃ والتوزیع والنشر، دمشق، سوریا، 1984م، 14 / 321

5 - العلل ومعرفۃ الرجال، 2 / 348

6 - التعدیل والتجریح، 2 / 699

7 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 207

8 - تقریب التھذیب، 1 / 516

9 - وفیات الأعیان، 4/137؛ منازل الأئمۃ الأربعۃ، 1 / 183

حماد بن زید (98-179ھ)

نام ونسب:

حماد بن زید بن درہم الأزدی الجہضمی أبو إسماعیل البصری اور کنیت ابو اسماعیل ہے۔[1]

مختصر حالات:

آپ جریر بن حازم کے خاندان کے غلام تھے، آپ کے دادا درہم سجستان کی جنگ میں گرفتار کرکے غلام بنا لئے گئے تھے۔ آپ کی ولادت سلیمان بن عبد الملک کے عہد ولایت میں سن 98ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ آپ کو مشہور تابعی ایوب سختیانی کی خدمت میں بیس سال تک رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی بینائی ایک عمر کے بعد جاتی رہی، لیکن اس کے باوجود آپ نے وہ مقام پیدا کیا تھا کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث آپ سے استفادہ کو باعثِ فخر جانتے تھے، آپ قوت حافظہ کے لحاظ سے اپنے معاصر ائمہ وعلماء میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے اور روایت حدیث میں نہایت احتیاط برتتے تھے۔ ان کی مرویات کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے، جو صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں، آپ حدیث کے ساتھ فقہ میں بھی بلند و ممتاز مقام رکھتے تھے اور علم کے ساتھ ساتھ دنیوی امور میں بہت سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ لوگ آپ کو عقلائے روز گار اور دانشورانِ زمن کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔[2]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے ثابت البنانی، أنس بن سیرین، أیوب السختیانی، محمد بن زیاد القرشی، ابی حازم سلمۃ بن دینار، صالح بن کیسان، عمرو بن دینار، ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ابن المبارک، ابن مہدی، ابن وہب، القطان، ابن عیینہ، الثوری، آپ سے بڑے تھے، سلیمان بن حرب، علی بن المدینی، قتیبہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔[3]

آپ اہل علم کی نظر میں:

تمام معاصر ائمہ حدیث اور اہل علم نے آپ کے علم وفضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔

ابن سعدؒ لکھتے ہیں: ''**كان ثقة ثبتا حجة كثير الحديث**''۔[4] آپ ثقہ، قابل اعتماد، برہان حق اور کثیر الحدیث تھے۔

---

1 - تھذیب الکمال، 7 / 239

2 - تفصیل کے لئے دیکھے: الطبقات الکبری، 7 / 286؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 217؛ رجال صحیح مسلم، 1 / 155؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 456؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 228؛ تھذیب التھذیب، 3 / 9؛ الأعلام، 2 / 271؛ الثقات، عجلی، 1 / 319

3 - تھذیب التھذیب، 3 / 9

4 - الطبقات الکبری، 7 / 286

عبد الرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ:

"اپنے زمانہ کے ائمہ چار ہیں کوفہ میں ثوری، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی اور بصرہ میں حماد بن زید"۔ [1]

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

"حمادبن زيد أئمة المسلمين من أهل الدين والإسلام وهو أحب الى من حماد بن سلمة" [2]

آپ اہل دین واسلام میں سے مسلمانوں کے امام ہیں، اور مجھے حماد بن سلمہ سے بھی زیادہ پسند اور محبوب ہیں۔

امام عجلیؒ فرماتے ہیں: **"ثقة ثبت في الحديث"**۔ [3] آپ ثقہ اور حدیث میں ثبت ہیں۔ اور مزید تاریخ ثقات میں لکھتے ہیں: **"متفق على توثيقه"**۔ [4] آپ کے توثیق پر اتفاق ہیں۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو ان الفاظ سے الامام، الحافظ، المجود، شیخ العراق یاد کیا ہے۔ [5]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں آپ ثقہ، قابل اعتماد اور فقیہ ہے۔ [6]

امام ذہبیؒ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لا أعلم بين العلماء نزاعا في أن حماد بن زيد من أئمة السلف ومن أتقن الحفاظ وأعدمهم غلطا على سعة" ۔ [7] میرے علم کے مطابق حماد بن زید کہ امام سلف ہونے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور آپ سب سے زیادہ ماہر وعادل حافظ تھے اور حسب استطاعت سب سے کم غلطیاں کرنے والے تھے۔

وفات:

آپ نے جمعہ کے دن رمضان میں 179ھ کو بصرہ میں وفات پائی اور گورنر بصرہ اِسحاق بن سلیمان الھاشمی نے آپ کا نماز جنازہ پڑھایا۔ وفات کے وقت اکاسی (81) سال کی عمر تھی۔ [8]

---

1 - تھذیب التھذیب، 3 / 9

2 - العلل ومعرفة الرجال، 1 / 438

3 - الثقات، عجلی، 1 / 319

4 - تاریخ الثقات، عجلی، 1 / 130

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 228

6 - تقریب التھذیب، 1 / 178

7 - سیر أعلام النبلاء، 7 / 461

8 - الوافی بالوفیات، 13 / 90؛ الطبقات الکبری، 7 / 286؛ المعارف، 1 / 503

عبد اللہ بن مبارک(118-181ھ)

نام ونسب:

نام عبد اللہ، کنیت، ابو عبد الرحمٰن۔ نسب نامہ: عبد اللہ بن المبارک بن واضح اَبو عبد الرحمن الحنظلی۔(بنو حنظلہ کے ساتھ نسبتِ ولاء کی بناء پر حنظلی کہلاتے تھے)۔[1]

مختصر حالات:

آپ 118ھ کو مرو میں پیدا ہوئے، آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں معلومات بہت کم ملتی ہیں، لیکن بعض اہل علم کے بیانات سے پتہ چلتاہے، کہ آپ ابتدائے عمرہی سے طلب علم کے لئے سفر کی تکالیف برداشت کرنے لگے تھے۔ اس وقت اسلامی مملکت کے کسی شہر، قصبہ اور قریہ میں بھی علماء وفضلاء کی کمی نہیں تھی، مرو خراسان کا ایک مشہور شہر ہے، اس دور میں اس کو اچھی خاصی مرکزیت حاصل تھی، وہاں اہل علم کی کیا کمی ہوسکتی تھی۔ غالباً ابتدائی تعلیم وتربیت وہیں پائی، اس کے بعد زمانے کے عام مذاق کے مطابق علم حدیث کے طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے لئے آپ نے مختلف شہروں اور قصبوں وغیرہ کا سفر کیااور بڑے بڑے اکابر شیوخ سے کسب فیض کیا اور جہاں سے جو جوہر علم ملے انہیں اپنے دامن میں سمیٹتے گئے۔ آپ کو تمام علوم تفسیر، حدیث، جرح وتعدیل، فقہ، سیرت، نحووبلاغت، ادب ولغت وغیرہ میں دستگاہ تھی مگر علم حدیث کے حفظ وروایت ودرایت سے آپ کو خاص شغف تھا، جو وقت جہاداور عبادت سے بچتا تھاوہ اس مبارک کام میں صرف کرتے تھے، اسی بناء پر آپ کی روایات کی تعداد بیس ہزار بتائی جاتی ہیں، حدیث کے متداول کتابوں میں آپ کی رویات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ کا دل میں بے حد احترام تھا۔ اس لئے آپ ذہین اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کے مالک اور ممتاز شیوخ کے فیض صحبت اوراپنی صلاحیت سے جلد ہی ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہوگئے اور علم وفن کے صدر نشین بنادیئے گئے اور آپ کبار محدثین، مؤرخین اور صوفیہ میں شمار کئے جانے لگے اور خلق خدا آپ سے مستفید ہونے لگی، گویا آپ اہل علم کے لئے ایک ضخیم مکتبہ کی حیثیت رکھتے تھے، آپ علم وفضل کے ساتھ ساتھ زہدوورع اور عبادت میں اپنی مثال آپ تھے، آپ بے حد مہمان نواز اور سخی وغنی واقع ہوئے تھے، اس قدر علم وفضل، زہد وتقویٰ اور فیاضی اور سیر چشمی کے باوجود طبیعت میں تواضع وانکساری تھی، آپ کی زندگی کا کوئی دن دعوت وتبلیغ اوراقامتِ دین کی جدوجہد اوراصلاحِ احوال اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ آپ امراء وسلاطین سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے۔ گویا آپ کی زندگی اسلام کا مکمل نمونہ اوراس کے چلتی پھرتی تصویر تھی۔ انہیں

---

1 - الکاشف، 1 / 591

محاسن اوراخلاقی اوصاف کی بناءپر اسلامی مملکت کے ہر فرد کے دل پر آپ کی حکمرانی تھی، اور مرجعِ خلائق بن گئے تھے۔[1]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے گیارہ سو اساتذہ اور شیوخ سے استفادہ کیا ہے، جن میں تابعین وتبع تابعین کی کثیر تعداد شامل ہیں، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

سلیمان التیمی، حمید الطویل، اسماعیل بن أبي خالد، یحی بن سعید الأنصاری، سعد بن سعید الأنصاری، موسی بن عقبہ، إبراھیم بن عقبہ، الأعمش، ہشام بن عروۃ، سفیان ثوری، شعبہ، الأوزاعی، ابن جریج، مالک، سعید بن أبي عروبہ، معمر بن راشد وغیرہ۔ یہ وہ اساطین علم ہے جن سے آپ نے روایت کی ہے۔

آپ کے حلقہ درس سے بلاشبہ لاتعداد لوگوں نے تحصیل علم کی جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

آپ سے سفیان ثوری، معمر بن راشد، أبو إسحاق الفزاری، جعفر بن سلیمان الضبعی، ابن عیینہ، فضیل بن عیاض، معتمر بن سلیمان، ولید بن مسلم، أبو بکر بن عیاش، یحی بن معین، إسحاق بن راہویہ وغیرہ۔[2]

آپ اہل علم کی نظر میں:

ابن سعدؒ فرماتے ہیں: "**كان ثقة مأمونا إماما حجة كثير الحديث**"۔[3] آپ ثقہ، مأمون، امام، حجت اور کثیر الحدیث تھے۔

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا قول ہے: "**أئمة أربعة مالك والثوري وحماد بن زيد وابن المبارك**"۔[4] أئمہ چار ہیں امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ، حماد بن زیدؒ اور ابن المبارکؒ۔

ابن حبانؒ لکھتے ہیں: "**كان فيه خصال لم تجتمع في أحد من أهل العلم في زمانه في الأرض كلها**۔"[5]
آپ میں وہ اوصاف حمیدہ موجود تھی جو روئے زمین پر اہل علم میں سے اس دور میں کسی میں ایک ساتھ موجود نہیں تھیں۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 372؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 274؛ تھذیب التھذیب، 5 / 334؛ تھذیب الکمال، 16 / 5 -24؛ سیر أعلام النبلاء، 8 / 378؛ الأعلام، 4 / 115؛ تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 285؛ تاریخ بغداد، 10 / 152؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 9 / 58

2 - تھذیب التھذیب، 5 / 334

3 - الطبقات الکبری، 7 / 372

4 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 275

5 - الثقات، ابن حبان، 7 / 8

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"**لم يكن في زمان ابن المبارك أحد اطلب للعلم منه**"۔[1] آپ کے زمانہ میں آپ سے زیادہ علم کی طلب رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔

عجلیؒ کا بیان ہے:

"**ثقة ثبت في الحديث رجل صالح وكان جامعا للعلم**"۔[2] آپ ثقہ، حدیث میں قابل اعتماد اور نیک آدمی ہیں۔اور مزید فرمایا: آپ علم کے جامع تھے۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام، الحافظ، العلامہ، شیخ الاِسلام، فخر المجاہدین اور قدوۃ الزاہدین کے الفاظ سے نوازا ہے۔[3]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"**ثقة ثبت فقيه عالم جواد مجاهد جمعت فيه خصال الخير**"۔[4] آپ ثقہ، ثبت، فقیہ، عالم سخی، مجاہد گویا تمام خیر کی خصلتیں آپ میں موجود تھیں۔

وفات:

آپ نے مشہور قول کے مطابق 181ھ کو روم کے جہاد سے واپسی پر تریسٹھ (63) سال کی عمر میں ہیت[5] (فرات) کے مقام پر وفات پائی۔[6]

---

1 - الجرح والتعدیل، 5 / 180

2 -الثقات، عجلی، 2 / 54

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 274

4 - تقریب التھذیب، 1 / 320

5 - ہیت:انبار، جو بغداد کے مغرب اور کربلا کے شمال میں واقع ہے، اس کے شمال میں یہ لبِ فرات ایک قصبہ ہے(معجم البلدان 5/ 421؛نہایۃ الأرب فی فنون الأدب، شہاب الدین أحمد بن عبد الوہاب النویری، دار الکتب والوثائق القومیۃ، القاہرۃ،1423ھ، 20 / 253)

6 - وفیات الأعیان، 3 / 34؛الوافی بالوفیات، 17 / 225؛تاریخ الاِسلام، 12 / 246؛الثقات، ابن حبان، 7 / 7

امام ابو یوسف(113-182ھ)

نام ونسب:

نام یعقوب، کنیت اَبو یوسف۔ نسب نامہ: یعقوب بن اِبراہیم بن حبیب الاَنصاری الکوفی البغدادی۔ [1]

مختصر حالات:

آپ سن 113ھ کو کوفہ کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کو ابتدائے عمر ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا لیکن آپ کے والد اپنی غربت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ حصول معاش میں ان کا ہاتھ بٹائیں، مگر علمی ذوق نے آپ کو اتنا اکسایا کہ معاشی تنگی کے باوجود علمائے کوفہ کے خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ کوفہ میں اس وقت فقہ و حدیث کی بہت سی مجلسیں برپا تھیں، چنانچہ آپ خصوصیت سے پہلے ابن ابی لیلیٰ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور تقریباً نو برس تک ان سے کسب فیض کرتے رہے۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے مجلس درس میں شریک ہونے لگے اور امام صاحب کی نمایاں شاگرد کی حیثیت سے مشہور ہوئے، اور امام صاحبؒ کے فقہی مذہب کو پھلانے والے آپ ہی پہلے شخص ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے علماء حدیث سے بھی کسب فیض کیا۔ چنانچہ مدینہ جاکر امام مالکؒ سے حدیث کی سماعت کی، آپ بہت بڑے فقیہ اور حفاظ محدثین میں سے تھے۔ آپ عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے ادوار حکومت میں منصب قضا پر فائز رہے۔ آپ (اسلامی تاریخ) میں وہ پہلے فرد ہے جنہیں قاضی القضاۃ کہا گیا بلکہ آپ کو قاضی قضاۃ الدنیا بھی کہا جاتا ہے، آپ عہدہ قضا پر رہتے ہوئے جس اخلاق و کردار کا ثبوت دیا وہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اس کے ساتھ فیاضی و شکر گذاری، نرم خوئی واحساس ذمہ داری، تقویٰ وعبادت، خوف آخرت، احسان شناسی، اور حاضر جوابی وغیرہ جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ [2]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے ہشام بن عروۃ، یحیی بن سعید الانصاری، عطاء بن السائب، یزید بن اَبی زیاد، اَبی اِسحاق الشیبانی، عبید اللہ بن عمر، اعمش، حجاج بن اَرطاۃ اور امام اَبو حنیفہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔

---

1 - الأعلام، 8 / 193

2- تفصیل کے لئے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 / 292 ؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 9 / 72؛ تاریخ الإسلام، 12 / 497؛ الأعلام، 8 / 193؛ الطبقات الکبری، 7 / 330 ؛ معجم المؤلفین، 13 / 240؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 469؛ وفیات الأعیان، 6 / 378؛ مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار، 3 / 250

اورآپ سے یحی بن معین، أحمد بن حنبل، علی بن الجعد، اسد بن الفرات، أحمد بن منیع، علی بن مسلم الطوسی، عمرو بن أبی عمرو الحرانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

اہل علم نے آپ کے علم و فضل فقاہت اور محد ثانہ شان کا اعتراف کچھ یوں کیا ہے۔

علامہ زرکلیؒ لکھتے ہیں:

" کان فقیها علامة من حفاظ الحدیث وکان واسع العلم بالتفسیر والمغازي وأیام العرب " [2]

آپ فقیہ، علامہ اور حدیث کے حفاظ میں سے تھے۔ مزید فرمایا: تفسیر، مغازی اور عرب کی ایام کا وسیع علم رکھتے تھے۔

شمس الدین أبو المعالی لکھتے ہیں:

" آپ امام، اس امت کے عالم شریعت، ایک سمندر اور فقیہ تھے"۔ [3]

ابن عبد البر فرماتے ہیں:

"إن أبا یوسف کان حافظًا وکان یحضر المحدث ویحفظ خمسین وستین حدیثًا ثم یقوم فیمیلها علی الناس وکان کثیر الحدیث"۔ [4] آپ حافظ اور کثیر الحدیث تھے۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو **الامام المجتَهِد العلامة المحدث قاضي القضاة فقیه العراقین** کے القاب سے یاد کیا ہے [5] نیز اورآپ کے حالات پر ایک الگ رسالہ لکھا ہے۔ [6]

وفات:

آپ نے ہارون الرشید کے زمانہ خلافت بروز جمعرات ربیع الاول سن 182ھ کو وفات پائی۔ [7]

---

1 - سیر أعلام النبلاء، 7 / 470

2 - الأعلام، 8 / 193

3 - دیوان الإسلام، 4 / 400

4 - الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، 1 / 172

5 - سیر أعلام النبلاء، 7 / 469؛ تذکرة الحفاظ، 1 / 292

6 - جواب "احیاء المعارف النعمانیه حیدر آباد" کی طرف سے شائع ہو گیا ہے۔

7 - وفیات الأعیان، 6 / 388؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 328

ہشیم بن بشیر الواسطی(106-183ھ)

نام ونسب:

ہشیم بن بشیر بن القاسم بن دینار السلمی الواسطی اور کنیت ابو معاویہ ہے۔ [1]

مختصر حالات:

آپ بنو سلیم کے غلام تھے اور 106ھ کو شہر واسط [2] میں پیدا ہوئے۔ بعض کے بقول بخاری الاصل تھے، بعد ازاں بغداد منتقل ہوگئے، ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی، اس کے بعد دوسرے ممالک بصرہ، کوفہ، مکہ وغیرہ کا سفر کرکے وہاں کے شیوخ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مکہ میں امام زہری اور عمرو بن دینار سے سماع حاصل کیا۔ آپ کے والد کی خواہش تھی کہ ہشیم بھی ان کے تجارت میں ہاتھ بٹائیں لیکن اتفاق سے ایک مرتبہ ہشیم بیمار ہوگئے، قاضی واسط ابوشیبہ اپنے تلامذہ اور عوام کے ایک جم غفیر کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ جب آپ کے والد کو اس غیر متوقع اعزاز کی خبر ملی تو فرت مسرت سے بے قابو ہوگئے اور کہنے لگے: تمہاری وجہ سے قاضی میرے گھر تشریف لائے، آج کے بعد میں تمہیں طلب حدیث سے نہ روکوں گا۔ آپ حفظ واتقان میں بھی درجہ کمال پر فائیز تھے، آپ کی روایات بیس ہزار بتائی جاتی ہے، اور آپ علم کے ساتھ امانت، صداقت، صلاحیت، عبادت وللٰہیت اور کثرت سے ذکر الٰہی میں مشغول رہنے جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ [3]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے متعدد تابعین وتبع تابعین کرام سے صحبت اور کسب فیض کیا، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

قاسم بن مہران، عبد الملک بن عمیر، سلیمان التیمی، إسماعیل بن أبی خالد، عمرو بن دینار، عبید اللہ بن أبی بکر بن أنس، عاصم الأحول، حصین بن عبد الرحمن، حمید الطویل، أعمش، عبد الملک بن أبی سلیمان، بن أبی سلمہ بن عبد الرحمن بن

---

1 - تھذیب التھذیب، 11 / 53

2 - یہ عراق کا مشہور شہر کوفہ اور بصرہ کے مابین دونوں سے پچاس پچاس فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے گورنر عراق حجاج بن یوسف نے 85-86ھ میں تعمیر کرایا۔ اس کا نام واسط (درمیانہ) خود حجاج نے تجویز کیا تھا کیونکہ یہ کوفہ اور بصرہ کے علاوہ اہواز سے تقریباً برابر فاصلے پر تھا (معجم البلدان، 5 / 347)

3 -تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 313؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 248؛ تاریخ بغداد، 14 / 85؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 9 / 89؛ تاریخ الإسلام، 12 / 432؛ النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، 2 / 107؛ تھذیب الأسماء واللغات، 2 / 137؛ سیر أعلام النبلاء، 8 / 287؛ الأعلام، 8 / 89؛ البدایہ والنھایہ، 13 / 624؛ تھذیب التھذیب، 11 / 53؛ تھذیب الکمال، 30 / 272

عوف، عوام بن حوشب، عطاء بن السائب، یحی بن سعید الأنصاری، أبی إسحاق الشیبانی، عبد الحمید بن جعفر، مغیرۃ بن مقسم وغیرہ، اوراسی طرح آپ سے امام مالک بن أنس، شعبہ، سفیان ثوری، سعید بن ہشیم، ابن المبارک، وکیع، یزید بن ہارون، یحی بن یحی، سعید بن سلیمان الواسطی، علی بن المدینی، ابن أبی شیبہ، أحمد بن حنبل، احمد بن منیع، مسدد، أبو خیثمہ، قتیبۃ بن سعید، یعقوب بن إبراہیم الدورقی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

عبد الرحمٰن بن مہدیؒ کا قول ہے:

"ہشیم کا مرتبہ حفظ حدیث میں سفیان ثوریؒ سے بھی زیادہ بلند ہے"۔ [2]

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"**کان من سادات العلماء**"۔ [3] آپ علماء کے سردار تھے۔

امام ذہبیؒ آپ کو الحافظ الکبیر محدث العصر لکھتے ہیں۔ [4]

امام نوویؒ فرماتے ہیں: "آپ کے توثیق وجلالت اور حفظ پر اتفاق ہے"۔ [5]

اس مقام و مرتبہ کے باوجود بعض حضرات نے آپ پر تدلیس کا الزام لگایا ہے۔

ابن سعدؒ کا قول ہے:

"**کان ثقة کثیر الحدیث ثبتا یدلس کثیرا**"۔ [6] آپ ثقہ، کثیر الحدیث، ثبت اور کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔

عجلیؒ کا بیان ہے:

"**ثقة وکان یدلس وکان یعد من حفاظ الحدیث**"۔ [7] آپ ثقہ ہیں۔ اور تدلیس کرتے تھے۔ اور آپ کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا تھا۔

---

1 - تھذیب التھذیب، 11 / 53

2 - ایضاً، 11 / 54

3 - البدایہ والنہایہ، 13 / 624

4 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 248

5 - تھذیب الأسماء واللغات، 2 / 137

6 - الطبقات الکبری، 7 / 313

7 - الثقات، عجلی، 2 / 334

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"ثقة ثبت كثير التدليس والإرسال الخفي"۔ [1] آپ ثقہ، ثبت، کثرت سے تدلیس کرنے والے اور مخفی ارسال کرنے والے ہیں۔

ابن سعدؒ فرماتے ہیں:

"کہ ہشیم جو حدیث لفظ "أخبرنا" سے روایت کریں، صرف وہی قابل حجت ہو گی، اس کے علاوہ نہیں"۔ [2]

امام ذہبیؒ اُن کے عمل تدلیس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہشیم کے نزدیک لفظ "عن" سے تدلیساً روایت جائز تھی۔ [3]

وفات:

آپ نے شعبان سن 183ھ کو، 79 برس کی عمر میں بغداد میں وفات پائی۔ [4]

جریر بن عبد الحمید (110-188ھ)

نام ونسب:

نام جریر، کنیت ابو عبد اللہ۔ نسب نامہ: جریر بن عبد الحمید بن قرط الضبی الکوفی ہے۔ [5]

مختصر حالات:

آپ 110ھ کو کوفہ اور بعض کے بقول اصبہان کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی۔ اس وقت کوفہ فقہاء و محدثین کا بڑا مرکز تھا، وقت کے اکابر شیوخ سے کسب فیض کیا۔ آپ نے علم حدیث حاصل کرنے میں پانچ برس صرف کیے، اور آپ کے پاس کوفہ کے محدثین سے مروی دس ہزار احادیث جمع ہوئی تھیں۔ آپ کی روایات صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔ آپ عباسی دور میں رے کے قاضی بھی رہے ہیں، آپ علم کے

---

1 - تقریب التهذیب، 1 / 574

2 - الطبقات الکبری، 7 / 313

3 - میزان الاعتدال، 4 / 307

4 - الوافی بالوفیات، 27 / 216؛ الطبقات الکبری، 7 / 313؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 412

5 - تقریب التهذیب، 1 / 139

ساتھ بے حد قانع، صابر اور انتہائی عبادت گزار واقع ہوئے تھے اور مساوات کے بڑے علمبردار تھے۔ آخری عمر میں بغداد چلے آئے اور رے میں وفات پائی۔[1]

شیوخ و تلامذہ:

آپ کے شیوخ کی طویل فہرست ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

عبد الملک بن عمیر، ابی إسحاق الشیبانی، یحی بن سعید الأنصاری، سلیمان التیمی، اعمش، سہیل بن أبی صالح، إسماعیل بن أبی خالد، منصور بن المعتمر، مغیرہ بن مقسم، عطاء بن السائب وغیرہ سے آپ نے روایت کی ہے،

اور آپ سے إسحاق بن راہویہ، ابن أبی شیبہ، قتیبہ، ابو خیثمہ، محمد بن قدامہ الطوسی، علی بن المدینی، یحی بن معین، یحی بن یحی وغیرہ نے روایت کی ہے۔[2]

آپ اہل علم کی نظر میں:

اہل علم آپ کی ثقاہت، حفظ اور وسعت معلومات کے معترف تھے۔

ابن سعدؒ لکھتے ہیں: " **كان ثقة كثير العلم ترحل إليه**"۔[3] آپ ثقہ، کثیر العلم اور لوگ حدیث کے لئے آپ کے طرف سفر کرتے تھے۔

ابو حاتمؒ الرازی فرماتے ہیں: "**جرير ثقة يحتج بحديثه**"۔[4] جریر ثقہ ہے اور آپ کے احادیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ عجلیؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔[5] ابن حبانؒ لکھتے ہیں: " **كان من العباد الخشن**"۔[6] آپ نہایت عبادت گزار اور سادگی پسند تھے۔

امام ابو زرعہ فرماتے ہیں: " **جرير صدوق من أهل العلم**"۔[7] جریر صدوق اہل علم میں سے ہیں۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2 / 65؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 9 / 158؛ تاریخ بغداد، 7 / 253؛ سیر أعلام النبلاء، 9 / 9؛ الأعلام، 2 / 119؛ الأنساب للسمعانی، 8 / 381؛ تاریخ أصبھان، 1 / 301؛ الوافی بالوفیات، 11/60؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 271؛ الطبقات الکبری، 7 / 381

2 - تھذیب التھذیب، 2 / 65

3 - الطبقات الکبری، 7 / 381

4 - الجرح والتعدیل، 2 / 506

5 - الثقات، عجلی، 1 / 267

6 - الثقات، ابن حبان، 6 / 145

7 - الجرح والتعدیل، 2 / 506

امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ، الحجہ، محدث رے جیسے القاب سے نوازا ہے۔ (1)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " آپ ثقہ صحیح الکتاب ہیں "۔ (2)

وفات:

آپ نے رے میں سن 188ھ کو وفات پائی۔ (3)

امام محمد بن حسن الشیبانی (132-189ھ)

نام ونسب:

نام محمد، کنیت ابوعبداللہ۔ نسب نامہ: محمد بن الحسن بن فرقد أبو عبد اللہ الشیبانی۔ بنو شیبان کے ساتھ نسبت ولاء کی وجہ سے الشیبانی کہلاتے ہیں۔ (4)

مختصر حالات:

آپ نسلاً دمشق کے ایک گاؤں حرستا کے رہنے والے تھے، والد بہ سلسلہ ملازمت عراق آئے اور وہی ایک گاؤں واسط میں باختلاف روایات سن 131ھ اور 135ھ کے درمیان پیدا ہوئے، جبکہ نشوونما کوفہ میں پائی۔ کوفہ اس وقت علم وفن اور علماء ومشائخ کا گہوارہ تھا، اسی مادر علمی کی آغوش میں آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا، اور اسی ماحول میں پرورش پائی، سب سے پہلے قرآن کی تعلیم پائی، پھر عربی زبان وادب کے طرف متوجہ ہوئے، اور اس کے بعد کوفہ کے بڑے بڑے شیوخ کے درس میں شریک ہونے لگے، فطری استعداد وصلاحیت اور کوفہ کے علمی ماحول نے جلد ہی کم سنی میں آپ کو ایک جوہر قابل بنادیا۔ آپ دوسری صدی ہجری کی اہم ترین فقہی شخصیت ہیں۔ آپ کو ایک طرف امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابویوسفؒ کے واسطہ سے عراقی فقہ حاصل کرنے اور فقہائے عراق کی فقہی روایت کا امین وجانشین بننے کا شرف نصیب ہوا، تو دوسری طرف چند سال امام مالکؒ کی خدمت میں رہ کر حجازی فقہ سیکھنے کا موقع ملا اور تیسری طرف امام اوزاعی سے استفادہ کرکے شامی فقہ تک رسائی کا موقعہ ملا اور یہ بھی آپ کے لئے سعادت کی بات ہے کہ امام شافعیؒ جو امام احمدؒ کے استاد ہیں، جیسے عظیم الشان فقیہ کا استاد ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ آپ عراقی مکتب فکر

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 271

2 - تقریب التھذیب، 1 / 139

3 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 426؛ الوافی بالوفیات، 11 / 60

4 - تاریخ بغداد، 2 / 172

سے وابستہ رہے اورانہی کے منہج کی پیروی کرتے تھے۔ آپ علم و فضل کے ساتھ اخلاق و کردار، بر باری وفیاضی، جرت وحق گوئی، زہدوعبادت وغیرہ جیسے اوصاف سے بھی وافر حصہ پایا۔ [1]

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ کی تعداد علامہ زاہدالکوثری نے ستر بتائی ہے، مختلف مقامات کے لحاظ سے چندمشاہیر شیوخ یہ ہیں:

آپ نے کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی، سفیان بن سعید الثوری، مسعر بن کدام وغیر، مدینہ میں امام مالکؒ، ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰ، عبید اللہ بن عمر، ضحاک بن عثمان، عبدالرحمن بن ابی الزنادوغیرہ،

مکہ میں سفیان بن عیینہ، زمعہ بن صالح، اسماعیل بن عبدالملک وغیرہ، بصرہ میں عبدالعزیز بن الربیع البصری، سعید بن ابی عروبہ، مبارک بن فضالہ وغیرہ، واسط میں شعبہ بن الحجاج، عباد بن العوام، ابومالک عبدالملک، شام میں امام اوزاعی، اسماعیل بن عیاش الحمصی وغیرہ، خراسان میں عبداللہ بن مبارک وغیرہ سے روایت کی ہے،

اورآپ کے تلامذہ میں ابوحفص الکبیر البخاری، احمد بن حفص العجلی، ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، امام شافعی، ابوعبیدہ قاسم بن سلام ہروی، عمرو بن ابی عمروالحرانی، محمد بن سماعہ التیمی، علی بن معبد بن شدادالرقی، اسد بن فرات قیروانی، یحیٰ بن معین الغطفانی وغیرہ جیسے نامورائمہ فن شامل ہیں۔ [2]

آپ اہل علم کی نظر میں:

تمام اہل علم نے آپ کے علم وفضل فقاہت اور محد ثانہ شان کااعتراف کچھ یوں کیاہے۔

امام شافعیؒ کواپنے اس عظیم استاد سے شرف تلمذ پراس قدر فخر تھا کہ امام شافعیؒ نےان کے بارے میں اپنے زندگی میں مختلف مواقع پرفقید المثال کلمات خیر کہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: کہ" میں نے فصاحت لسانی کی وجہ سے آپ سے

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: المعارف، المقدمہ / 46؛الجرح والتعدیل، 7 / 227 ؛تاریخ بغداد، 2 / 172؛بلوغ الأمانی فی سیرۃ الإمام محمد بن الحسن الشیبانی، محمد بن زہد بن الحسن الکوثری، المکتبۃ الأزہریۃ للتراث،1998م،1 /4؛الطبقات الکبری، 7 / 336؛وفیات الأعیان، 4 /184 ؛الوافی بالوفیات، 2 / 248؛تاریخ الإسلام، 12 / 358؛مناقب الإمام أبی حنیفۃ وصاحبیہ، 1 / 79؛المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 9 / 173؛سیر أعلام النبلاء، 9/134 ؛الأعلام،6 / 80؛العبر فی خبر من غبر، 1 / 234؛تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 80؛ الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ،2 / 42؛ تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ،2 / 47

2 - بلوغ الأمانی فی سیرۃ الإمام محمد بن الحسن الشیبانی،1 /7

زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، امام محمدؒ جب گفتگو کررہے ہوتے تھے تو ان کے سامع کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا قرآن ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے"۔ (1)

امام ذہبیؒ نے آپ کو **العلامه فقيه العراق** کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (2)

ابن حجرؒ لکھتے ہیں: " **كان من بحور العلم والفقه** "۔ (3) آپ علم وفقہ کے سمندروں میں سے تھے۔

وفات:

آپ نے رے کی ایک بستی رنبویہ میں خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ گئے ہوئے تھے کہ وہیں سن 189ھ کو 58 برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ نیز آپ کے ساتھ اسی سفر میں نحویوں کے شیخ، کسائی بھی فوت ہوئے۔ ہارون الرشید نے ان دونوں کی موت پر اظہار غم کرتے ہوئے کہا کہ " میں نے فقہ اور نحو کو رے میں دفن کردیا ہے "۔ (4)

وکیع بن جراح(128-196ھ)

نام ونسب:

نام وکیع، کنیت ابوسفیان۔ نسب نامہ: وکیع بن الجراح بن مليح الرؤاسی أبوسفیان الکوفی۔ قبیلہ قیس عیلان کی ایک شاخ رواس کی نسبت سے رواسی کہلاتے ہیں۔ (5)

مختصر حالات:

آپ سن 129ھ، بعض کے بقول آپ نے دریافت کرنے پر بتایا کہ میری ولادت سن 128ھ کو کوفہ میں ہوئی، نسلاً خراسانی تھے۔ کوفہ میں نشوونما پائی، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف بلاداسلامیہ کا سفر کرکے اکابر شیوخ سے مستفید ہوئے، اور طلب علم میں آپ نے بہت مشقت اور تکلیف اٹھائیں۔ اسی سچی لگن اور جذبہ صادق نے آپ کو علوئے مرتبت کے اس مقام پر فائز کیا، کہ زبانِ خلق نے آپ کو امام المسلمین، محدث العراق اور حدیث میں بڑے ائمہ میں سے ایک وغیرہ جیسے خطابات سے نوازا۔ آپ کے علمی مقام ومرتبہ کے پیش نظر ہارون الرشید نے آپ کو کوفہ کے قاضی کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے معذرت کردی۔ آپ کے فطری جوہر زمانہ طالب علمی سے ہی نمایاں ہونا شروع ہوگئے

---

1 - أخبار أبي حنيفة وأصحابه، الحسين بن علي بن محمد بن جعفر، أبوعبدالله الصَّيمري الحنفي، عالم الكتب، بيروت، 1985م، 1 / 129

2 - سير أعلام النبلاء، 9 / 134

3 - لسان الميزان، أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، مؤسسة الأعلمی للمطبوعات ، بيروت، 1986 ، 5 / 121

4 - الوافی بالوفيات، 2 / 248؛ الطبقات الكبرى، 7 / 336 ؛ وفيات الأعيان، 4 / 185

5 - تهذيب التهذيب، 11 / 109

تھے۔ خدا نے آپ کو غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ سے نوازا تھا، آپ علم و فضل کے ساتھ عبادت کی کثرت جیسے شب بیداری وصائم الدہر، رقت قلب اور گریہ وزاری اور پابندی وقت وغیرہ جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ [1]

شیوخ و تلامذہ:

آپ نے مختلف ممالک کے نامور شیوخ سے فیض حاصل کیا، ان میں سے چند نمایاں ہستیاں یہ ہیں:

آپ نے اپنے باپ، اسماعیل بن أبي خالد، أیمن بن نابل، عکرمہ بن عمار، ہشام بن عروۃ، أعمش، جریر بن حازم، ابن جریج، الأوزاعی، مالک، اسامہ بن زید اللیثی، حنظلہ بن أبی سفیان، حسن بصری، سفیان ثوری، شعبہ، عبد الحمید بن جعفر والأوزاعی، حماد بن سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی کافی طویل ہے، ان میں سے چند مشہور یہ ہیں:

محمد بن أبان البلخي، عبد الرحمن بن مهدي، امام أحمد، علی بن المدینی، یحی بن معین، إسحاق الحنظلی، ابو بکر بن أبي شیبہ، ابو خیثمہ، عبد اللہ الحمیدی، علي بن خشرم، مسدد، محمد بن سلام، نصر بن علی، یحی بن یحی النیسابوری، محمد بن الصباح الدولابی، وإبراہیم بن سعد الجوہری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ [2]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم و فضل قوت حافظہ، ثقاہت وعدالت اور محدثانہ شان پر سب کا اتفاق ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

"ما رأيت رجلا قط مثل وكيع في العلم والحفظ والإسناد والأبواب مع خشوع وورع"۔[3] میں نے علم، حفظ، اسناد، ابواب کے ساتھ ساتھ خشوع اور تقویٰ میں وکیع جیسا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں: **"كان ثقة مأمونا عالما رفيعا كثير الحديث حجة"** ۔[4] آپ ثقہ، مأمون، کثیر الحدیث، حجت اور بڑے مرتبے والے عالم تھے۔ ابن حبان کا قول ہے: **"كان حافظا متقنا"** ۔[5] آپ حافظ متقن تھے۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، 2 / 153؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 10 / 42؛ تاریخ الإسلام، 13 / 438؛ سیر أعلام النبلاء، 9 / 140؛ الوافی بالوفیات، 27 / 261؛ الأعلام، 8 / 117؛ تهذیب التهذیب، 11 / 109 ؛ تاریخ بغداد، 13 / 496 ؛ تذکرة الحفاظ، 1 / 306؛ تاریخ التراث العربی، 1/179

2 - تهذیب التهذیب، 11 / 109

3 - تاریخ بغداد، 13 / 504

4 - الطبقات الکبری، 6 / 394

5 - الثقات، ابن حبان، 7 / 562

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام الحافظ الثبت محدث العراق أحد الأئمۃ الأعلام کے القاب سے یاد کیا ہے۔ [1]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "آپ ثقہ، حافظ اور عابد ہے"۔ [2]

وفات:

آپ نے محرم سن 196ھ کے آخر یا 197ھ کے شروع میں کوفہ ومکہ کے درمیان مقام فید میں حج سے واپسی پر وفات پائی۔ [3]

سفیان بن عُیَینہ (107-198ھ)

نام ونسب:

نام سفیان، کنیت أبو محمد۔ نسب نامہ: سفیان بن عُیَینہ بن أبي عمران میمون الهلالي أبو محمد، الکوفي المکي۔ [4]

مختصر حالات:

آپ بنی عبد اللہ بن روبیہ کے مولیٰ تھے، بعض کے بقول آپ ضحاک کے بھائی محمد بن مزاحم الہلالی کے مولیٰ تھے، آپ کی ولادت ہشام کے عہد خلافت میں 107ھ کو کوفہ میں ہوئی۔ اس وقت کوفہ فقہاء ومحدثین کا سب سے بڑا مرکز تھا، ہر مسجد مدرسہ تھی، اور ہر گھر سے قال اللہ اور قال الرسول کی آواز سنائی دیتی تھی، غرض اسی روح پرور ماحول میں آپ کی نشوونما ہوئی، ابھی چار سال کے تھے کہ حفظ قرآن کے لئے بٹھادیا گیا، سات برس کے عمر میں اس سے فارغ ہوگئے اور پھر حدیث کی کتابت شروع کرادی گئی، یہ سلسلہ تقریباً پندرہ برس کی عمر تک جاری رہا، چنانچہ پھر آپ کے اہل وعیال کسی مجبوری کے وجہ سے کوفہ سے مکہ آگئے، اور یہی مستقل سکونت اختیار کرلی، مکہ اس وقت ائمہ تابعین کا گہوارہ تھا، چنانچہ آپ خصوصیت سے امام زہری اور عمرو بن دینار کی مجالس درس میں شریک ہونے لگے، اور جب تک مکہ میں رہے ان سے جدا نہیں ہوئے، آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین تھے، اور خدا نے قوت حافظہ بھی غیر معمولی عطا کیا تھا، ان ائمہ سے اکتساب فیض نے مزید جلا بخشی، اور آپ میں ایسی دقت نظری وقوت تحقیق پیدا ہوگئی کہ بڑے بڑے ائمہ آپ کا اعتراف کرنے لگے، پھر سن 126ھ میں مکہ سے آبائی وطن کوفہ چلے آئے، یہاں بھی ائمہ تابعین وتبع تابعین کی متعدد مجلسیں قائم تھیں اوران سب سے استفادہ کیا مگر خاص طور سے مسعر بن کدام کی صحبت میں زیادہ رہے، امام زہری

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 306

2 - تقریب التهذیب، 1 / 581

3 - الطبقات الکبری، 6 / 394؛ الوافي بالوفیات، 27 / 261

4 - تقریب التهذیب، 1 / 245

اور عمرو بن دینار کے تلامذہ سارے ممالک اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے مگر ان میں جو سب سے زیادہ قابل وثوق اور معتمد سمجھے جاتے تھے ان میں آپ بھی تھے، بلکہ بعض حیثیتوں سے یہ سب میں ممتاز تھے، مکہ میں حدیث نبوی کا جو ذخیرہ تھا، اپنے زمانہ میں اس کے یہ سب سے بڑے محافظ سمجھے جاتے تھے، ان کی مرویات کی تعداد تقریباً سات ہزار بتائی جاتی ہے، اتباع تابعین کے زمرہ میں جو چیز آپ کو ممتاز کرتی ہے، وہ حدیث نبوی ﷺ کا فہم، علو اسناد میں اونچا مقام رکھنا، نقد حدیث کا ملکہ اور وثوق واعتماد ہے، ان اوصاف میں کم ہی لوگ ان کے ہم پلہ تھے، آپ کی مرویات کیفیت کے اعتبار سے بھی قابل وثوق اور لائق اعتنا ہے، تابعین کے عہد تک علم تفسیر کوئی الگ فن نہیں بنا تھا، نہ اب تک مخصوص طور سے اسی موضوع پر کسی نے کوئی تصنیف کی تھی، لیکن اتباع تابعین کے عہد میں جب بہت سے دینی علوم کی داغ بیل پڑی، اوران کی تدوین وترتیب شروع ہوئی تو علم تفسیر بھی حدیث سے ایک الگ فن قرار پایا، زمرہ اتباع تابعین میں جن بزرگوں کو اس فن میں کوئی خصوصیت حاصل تھی، اورانہوں نے اپنی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی ہیں، ان میں آپ کا نام بھی شامل ہیں، آپ اجتہاد وتفقہ کے دولت سے بھی بہرہ ور تھے، جس کا اندازہ لگانے کے لئے یہ بات کافی ہے، کہ فقہ میں آپ امام شافعیؒ کے استاد ہیں، اس کے ساتھ آپ کو حکمت سے بھی وافر حصہ ملا تھا، جس کا اندازہ آپ کے حکیمانہ مقولوں سے لگایا جاسکتا ہے، علم وفضل کے ساتھ سیرت وکردار میں بھی آپ اسلامی زندگی کی صحیح تصویر تھے، آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی، خصوصاً کھانے پینے وغیرہ میں، غرض جماعت تبع تابعین میں آپ ہر لحاظ سے نہایت ممتاز تھے۔ (1)

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ کی فہرست بہت لمبی ہے، ستاسی تابعین سے آپ کی ملاقات ثابت ہے، جن میں ستر وہ حضرات ہیں جن سے آپ نے استفادہ کیا، چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں: اسماعیل بن أبی خالد، ایوب بن أبی تمیمۃ السختیانی، جعفر الصادق، حمید الطویل، زید بن أسلم، عبد اللہ بن دینار، ابو الزناد، صالح بن کیسان، عبد اللہ بن طاوس، سعید بن قیس الأنصاری، مسعر بن کدام، عبد الرحمن بن القاسم، عمرو بن دینار، زہری وغیرہ۔ اور آپ سے أعمش، ابن جریج، شعبہ، ثوری، ابو إسحاق الفزاری، حماد بن زید، ابن المبارک، وکیع، معتمر بن سلیمان، یحی بن أبی زائدۃ، محمد بن إدریس الشافعی، عبد اللہ بن وہب، یحی القطان، احمد بن حنبل، یحی بن معین وغیرہ نے کسب فیض کیا۔ (1)

1- تفصیل کے لئے دیکھیے: وفیات الأعیان، 2 / 391؛ الطبقات الکبری، 5 / 497؛ الوافی بالوفیات، 15 / 175؛ تاریخ بغداد، 9 / 174؛ المعارف، 1 / 506؛ الثقات، عجلی، 1 / 417؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 262؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 403؛ تھذیب التھذیب، 4 / 104؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 10 / 66؛ سیر أعلام النبلاء، 8 / 454

1 - تھذیب التھذیب، 4 / 104

آپ اہل علم کی نظر میں:

اکثر اہل علم نے لکھا ہے، کہ حدیث میں آپ کی وثاقت، اتقاق اور تثبت اتنا مسلم ہے کہ توثیق وتعدیل سے ان کی ذات مستغنی ہے۔

ابن سعد فرماتے ہیں: " آپ ثقہ، ثبت کثیر الحدیث تھے"۔ [1]

ابن حبان فرماتے ہیں:" **كان من الحفاظ المتقنين وأهل الورع والدين ممن علم كتاب الله**"۔ [2] آپ ماہر حفاظ میں سے اور کتاب اللہ کی تعلیم دینے والوں میں سے صاحب تقویٰ تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "**لولا مالك وسفيان لذهب علم الحجاز**"۔ [3] اگر امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو اہل حجاز کا علم (علم حدیث) ضائع ہو جاتا۔ گویا امام سفیان بن عیینہ امام مالکؒ کی طرح اہل حجاز کے علم کے امین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عبد الرحمن بن مہدیؒ کہتے ہیں:" **كان سفيان بن عيينة من أعلم الناس بحديث أهل الحجاز**"۔ [4] سفیان بن عیینہؒ اہل حجاز کی احادیث کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں:"**ما رأيت أحدا من الفقهاء أعلم بالقرآن والسنن منه**"۔ [5] میں نے فقہاء میں سے کوئی ایک بھی آپ سے زیادہ قرآن وسنن (احادیث) کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں:"**سمعت البخاري يقول سفيان بن عيينة احفظ من حماد بن زيد**"۔ [6] میں نے امام بخاریؒ سے فرماتے ہوئے سنا کہ سفیان بن عیینہ حماد بن زید سے بھی بڑے حافظ ہیں۔

ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں: "**امام ثقة واثبت أصحاب الزهری مالك وابن عيينة وكان اعلم بحديث عمرو بن دينار من شعبة**"۔ [1] آپ امام، ثقہ اور زہری کے ساتھوں میں سے سب سے زیادہ ثبت ہیں۔ اور عمرو بن دینار کی روایات کو شعبہ سے زیادہ جاننے والے تھے۔

---

1 - الطبقات الکبری، 5 / 497

2 - الثقات، ابن حبان، 6 / 403

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 263

4 - العلل ومعرفۃ الرجال، 3 / 482

5 - تھذیب التھذیب، 4 / 107

6 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 263

1 - الجرح والتعدیل، 4 / 226

امام عجلیؒ فرماتے ہیں: ‘‘ **وكان بعض أهل الحديث يقول هو اثبت الناس في حديث الزهري وكان حسن الحديث وكان يعد من حكماء أصحاب الحديث**’’۔ [1]

آپ ثقہ، حدیث میں ثبت ہیں۔ اور آپ کا شمار صاحب حکمت محدثین میں ہوتا تھا۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:’’ آپ ثقہ، ثبت، حافظ اور امام ہیں۔ مزید فرمایا: علامۃ، شیخ الاِسلام، حجت، وسعت علم اور بڑے قدر والے تھے’’۔ [2]

مگر بعض اہل علم نے لکھاہے کہ آخری عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، روایات میں تدلیس کر جاتے تھے، مگر یہ تدلیس صرف ثقہ رواۃ تک محدود تھی، اور ضعف حافظہ کی وجہ سے زبانی روایات میں اشتباہ پیدا ہو جاتا تھا، اس لئے آپ کے شاگرد یحیٰ بن سعید جو ان کے ارشد تلامذہ میں تھے، اعلان کر دیا تھا، کہ سن 197ھ کے بعد جن لوگوں نے ابن عیینہ سے سماع حدیث کیا ہے، ان کی روایتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ آخری دو سالوں میں ضعف حافظہ کی وجہ سے آپ کو روایتوں میں اشتباہ پیدا ہو جاتا تھالہذا عمر کے آخری دو سالوں میں ان سے جن لوگوں نے سماع حدیث کیا تھا ان پر اعتماد نہ کیا جائے۔ [3] اور اسی چیز کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے بھی توجہ دلائی ہے وہ فرماتے ہیں:’’ **ثقة حافظ فقيه إمام حجة إلا أنه تغير حفظه بأخرة وكان ربما دلس لكن عن الثقات** ’’۔ [4] آپ ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت ہیں مگر آخری عمر میں ان کا حافظ کمزور ہو گیا تھا اور کبھی کبھار روایات میں ثقات راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔

وفات:

آپ نے اکیانوے (91) سال کے عمر میں رجب 198ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اور حرم پاک کے حَجُوْن قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ [1]

---

1 - الثقات، عجلی، 1 / 417

2 - الکاشف، 1 / 449؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 3 26

3 - الکواکب النیرات، 1 / 42

4 - تقریب التھذیب، 1 / 245

1 - الوافی بالوفیات، 15 / 176؛ تقریب التھذیب، 1 / 245؛ وفیات الأعیان، 2 / 393

یحیٰ بن سعید القطان(120-198ھ)

نام ونسب:

یحیی بن سعید بن فَرُوخ القطان التمیمی البصری اور کنیت أبو سعید ہے۔ بنو تمیم سے نسبتِ ولاء کی وجہ سے تمیمی کہلاتے ہیں۔ (1)

مختصر حالات:

آپ سن 120ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے، قبیلہ بنو تمیم کے غلام تھے، آپ نے جس زمانہ میں آنکھ کھولی، اس وقت بصرہ فقہاء ومحدثین کا بڑا مرکز تھا، خدا کو آپ سے حدیث نبوی کی تدوین کا کام لینا تھا، اس نے آپ کو ان علماء کی خدمت میں جانے کی توفیق عطا کی جو اس فن کے امام تھے خاص کر امام شعبہؒ جو اس وقت مرجع خلائق تھے، ان کی خدمت میں بیس برس متواتر سماع حدیث کرتے رہے، آپ نے طلب علم میں بہت مشقت اٹھائی، آپ کہتے ہیں میں گھر سے طلب حدیث کے لئے نکلتا تھا اور عشاء کے بعد واپس لوٹتا تھا، آپ اپنی غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ میں زمانہ طالب علمی سے ممتاز تھے، علم حدیث آپ کا خاص فن تھا، اور آپ صرف حافظ حدیث ہی نہیں تھے بلکہ آپ کا شمار ائمہ جرح و تعدیل کے اساطین میں سے ہوتا ہے، آپ علم کے ساتھ اخلاق وکردار اور پرہیز گاری میں اسلام کی زندہ تصویر تھے، آپ کے ہر اد اسے اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار ہوتا تھا، آپ باجماعت نماز ادا کرنے کے حد درجہ پابند اور کثرت سے تلاوت قرآن کریم کرتے تھے، آپ متانت وسنجیدگی اور سادگی وقناعت پسندی کے پیکر تھے۔ (2)

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ فہرست کافی طویل ہے، جن میں سے چند مشاہیر یہ ہیں: سلیمان التیمی، حمید الطویل، إسماعیل بن أبي خالد، یحی بن سعید الأنصاری، ہشام بن عروۃ، عکرمہ بن عمار، یزید بن أبي عبید، جعفر بن محمد بن علی بن الحسین، جعفر بن میمون، أعمش، ابن جریج، أوزاعی، امام مالک، شعبہ، سفیان الثوری، ابن أبي عروبہ، عبد الحمید بن جعفر، عبد الملک بن أبي سلیمان، یزید بن کیسان وغیرہ اوران سے آپ نے روایت کی ہے۔

---

1 - تھذیب التھذیب، 11 / 190

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الثقات، ابن حبان، 7 / 611؛ تاریخ بغداد، 14 / 135؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 298؛ الطبقات الکبری، 7 / 293؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 10 / 72؛ تھذیب التھذیب، 11 / 190؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 579؛ الأعلام، 8 / 147؛ تاریخ الإسلام، 13 / 464؛ تھذیب الکمال، 31 / 329؛ تھذیب الأسماء واللغات، 2 / 154؛ الجرح والتعدیل، 1 / 249

اورآپ سے آپ کے بیٹے محمد بن یحیی بن سعید، عبد الرحمٰن بن مہدی، احمد، اِسحاق، علی بن المدینی، یحی بن معین، مسدد، ابو بکر بن أبي شیبہ، أبو خیثمہ، یعقوب الدورقی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

علم حدیث اور جرح وتعدیل میں آپ کا کیامقام تھا، اس کا اندازاعلماء کے درج ذیل اقوال سے بخوبی لگایا جاسکتاہے:

ابن حبانؒ کا قول ہے:

"وہ حفظ حدیث، زہدو تقویٰ، ذہانت، فضل، دین اور علم میں اپنے زمانے میں بہت بلند درجے پر فائز تھے، انہوں نے اہل عراق کو حدیث کے لئے تیار کیا، ثقہ اور ضعیف راویوں کے بارے میں تحقیق کی، انہی سے امام احمد، ابن معین، ابن المدینی اور دیگر علماء نے علم حاصل کیا"۔ [2]

امام عجلیؒ فرماتے ہیں: "آپ صرف ثقہ راویوں سے روایت لیا کرتے تھے"۔ [3]

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

"اس معاملے میں یحیٰ بن سعید جیسا نہیں دیکھا، یعنی حدیث، ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان، میں نے پوچھا: ہشیم بھی نہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہشیم شیخ ہیں، میں نے یحیٰ جیسا عالم نہیں دیکھا اوران کی تعریف کرتے رہے"۔ [4]

ابن المدینی کہتے ہیں:

"**ما رأيت أحداً أعلم بالرجال من يحيى بن سعيد**"۔ [5] میں نے یحیٰ بن سعید سے بڑھ کر رجال کے بارے عالم نہیں دیکھا۔

امام ذہبیؒ کی رائے ہے کہ یحیٰ القطان پہلے شخص ہیں جنہوں نے جرح وتعدیل کے بارے میں اقوال جمع کئے، وہ فرماتے ہیں: "عبد الرحمٰن بن مہدی اور یحیٰ القطان راویوں کی نقد کے لئے تیار کے گئے تھے، اوران کی علمی شان وشوکت اور فضیلت کی کوئی انتہا نہیں ہے، اگر وہ کسی کی تجریح کردیں تو وہ زخم مندمل نہیں ہو سکتا، اور جس کی توثیق کردیں وہ قابل

---

1 - تهذيب التهذيب، 11 / 190

2 - الثقات، ابن حبان، 7 / 611

3 - الثقات، عجلي، 2 / 353

4 - العلل ومعرفة الرجال، 1 / 383

5 - سير أعلام النبلاء، 7 / 579

قبول حجت ہے، اور جس کے بارے میں وہ اختلاف کریں اس کے بارے میں اجتہاد کیا جائے گا، اور وہ راوی درجہ صحیح سے درجہ حسن پر اتر جاتا ہے، ان دونوں نے بے شمار لوگوں کی توثیق اور بے شمار کی تضعیف کی ہے"۔ [1]

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"**الامام العلم سید الحفاظ، وكان رأسا في العلم والعمل**"۔ [2] آپ علم کے امام اور حفاظ حدیث کے سردار ہیں۔ اور علم و عمل میں اونچا مقام رکھتے تھے۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"**ثقة متقن حافظ إمام قدوة**"۔ [3] آپ ثقہ، متقن، حافظ، امام اور نمونہ عمل تھے۔

وفات:

آپ نے صفر 198ھ کو بصرہ میں اٹھتر (78) سال کی عمر میں وفات پائی۔ [4]

عبد الرحمٰن بن مہدی (135-198ھ)

نام و نسب:

عبد الرحمن بن مہدی بن حسان بن عبد الرحمن العنبری أبو سعید البصری اور کنیت ابو سعید ہے۔ [5]

مختصر حالات:

آپ قبیلہ ازد [6] بصری کے غلام تھے، خلافت عباسیہ کے آغاز 135ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت جہاں بصرہ علم و فضل کا گہوارہ تھا، ساتھ ہی دوسری قوموں کے اختلاط سے غیر دینی رجحانات قصہ گوئی وغیرہ کا عام رواج تھا،

---

1 - ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل (مطبوع ضمن کتاب (أربع رسائل فی علوم الحدیث)، دار البشائر، بیروت، 1990م، 1 / 180

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 298 ؛الکاشف، 2 / 366

3 - تقریب التھذیب، 1 / 591

4 - تاریخ الإسلام، 13 / 471؛ طبقات ابن خیاط، 1 /225 ؛تقریب التھذیب، 1 / 591 ؛الطبقات الکبری، 7 / 293

5 - تھذیب الکمال، 17 / 430

6 - اس قبیلے کی نسبت الأزد بن نبت بن مالک سے ہے۔ اور تمام انصار مدینہ اسی قبیلہ سے نسلی تعلق رکھتے تھے۔ سنن ترمذی کی حدیث میں اس قبیلے کی بڑی فضیلت آئی ہے (آزاد دائرۃ المعارف)

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%82%D8%A8%DB%8C%D9%84%DB%81_%D8%A7%D8%B2%D8%AF

چنانچہ ابتدا میں آپ قصہ خوانوں کے ساتھ وقت گزارنے لگے۔ ایک دن ابو عامر عقدی[1] نے نصیحت کی: کہ ان لوگوں سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا، یہی نصیحت آپ کو علم حدیث کی طرف مائل کرنے کا سبب بن گئی اور یہ طلب اتنی بڑھی کہ بصرہ سے سینکڑوں میل دور مدینہ منورہ پہنچے، اور امام مالکؒ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر طلب علم کی پیاس بجھائی۔ آپ ابتدا ہی سے ذہانت و فطانت اور قوت حافظہ میں ممتاز تھے، آپ کا شمار عظیم محدثین میں ہونے لگا، جو رجال کے بارے میں بہت گہری نظر اور مہارت رکھتے تھے، اور ان کے بارے میں بہت حساس تھے اور اس کے ساتھ تفقہ فی الدین، سیرت واخلاق، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کے اعتبار سے بھی ممتاز تھے۔[2]

شیوخ و تلامذۃ:

آپ نے کبار تابعین کا زمانہ تو نہیں پایا تھا، مگر پھر بھی تابعین کی ایک معتدبہ تعداد موجود تھی، جن سے آپ نے استفادہ کیا اور ممتاز اتباع تابعین سے بھی، ان میں سے چند مشاہیر کے نام یہ ہیں:

أیمن بن نابل، جریر بن حازم، عکرمہ بن عمار، مہدی بن میمون، امام مالک، شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، حرب بن شداد، مالک بن مغول، وہیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔

اور آپ سے عبد اللہ بن مبارک، ابن وہب، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، یحیٰ بن معین، علی بن المدینی، ابو ثور، ابو خیثمہ، احمد بن سنان القطان، ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔[3]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم و فضل اور محدثانہ شان کے بارے میں اہل علم کے چند اقوال درجِ سطور کیا جارہا ہے:

ابن سعدؒ کا قول ہے: آپ ثقہ کثیر الحدیث تھے۔[4]

---

1 - آپ کا نام ونسب: عبد الملک بن عمرو القیسی أبو عامر العقدی البصری اور کنیت أبو عامر ہے۔ آپ بنو قیس بن ثعلبہ کے مولا تھے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ اور امام کہا ہے۔ آپ نے بصرہ میں 205ھ میں وفات پائی (الطبقات الکبری، 7/ 299؛ تھذیب التھذیب، 6/ 363؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 347؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 227)

2 - تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 297؛ تاریخ بغداد، 10 / 240؛ تھذیب الکمال، 17/ 430؛ تھذیب التھذیب، 6/ 250؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 329؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 10 / 69؛ سیر أعلام النبلاء، 9 / 192؛ الأعلام، 3 / 339؛ الأنساب للسمعانی، 11 / 230

3 - تھذیب التھذیب، 6 / 250

4 - الطبقات الکبری، 7 / 297

ابن حبانؒ لکھتے ہیں: " **كان من الحفاظ المتقنين وأهل الورع في الدين**"۔ [1] آپ ماہر حافظ حدیث اور صاحب تقویٰ تھے۔

عبد الرحمٰن بن مہدی کو ائمہ نقد نے رجال کے بارے میں ان کی مہارت کا اعتراف کیا ہے۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

" عبد الرحمٰن بن مہدی اور یحیٰ القطان راویوں کی نقد کے لئے تیار کے گئے تھے، اوران کی علمی شان و شوکت اور فضیلت کی کوئی انتہا نہیں ہے، اگر وہ کسی کی تجریح کر دیں تووہ زخم مندمل نہیں ہو سکتا اور جس کی توثیق کر دیں وہ قابل حجت ہے اور جس کے بارے میں وہ اختلاف کریں اس کے بارے میں اجتہاد کیا جائے گا اور وہ راوی درجہ صحیح سے درجہ حسن پر اتر جاتا ہے۔ ان دونوں نے بے شمار لوگوں کی توثیق اور بے شمار کی تضعیف کی ہے"۔ [2]

امام احمدؒ فرماتے ہیں: "کہ آپ تو علم حدیث نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت ہی کے لئے پیدا کئے گئے تھے"۔ [3]

ابن المدینی کا بیان ہے:

"اگر میں کعبہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھاؤں کہ میں نے عبد الرحمٰن بن مہدی جیسا حدیث کو جاننے والا عالم نہیں دیکھا، تو میں اپنے قسم میں سچا ہوں گا "۔ [4]

ابو حاتمؒ الرازی فرماتے ہیں:

"**هو امام ثقة اثبت من يحيى بن سعيد وأتقن من وكيع**"۔ [5] آپ امام، ثقہ، یحیٰ بن سعید سے زیادہ ثبت اور وکیع سے زیادہ ماہر تھے۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ الکبیر اور امام العلم الشہیر لکھتے ہیں۔ [6]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"**ثقة ثبت حافظ عارف بالرجال والحديث**"۔ [1] آپ ثقہ، ثبت، حافظ رجال اور حدیث کے عالم تھے۔

---

1 - الثقات، ابن حبان،8 / 373

2 - ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل،1 / 180

3 - تهذيب الأسماء واللغات، 1 /305

4 - تهذيب التهذيب، 6 / 252

5 - الجرح والتعديل، 5 / 289

6 - تذكرة الحفاظ، 1 / 329

1 - تقريب التهذيب، 1 / 351

وفات:

آپ نے جمادو الاخریٰ سن 198ھ کو بصرہ میں ترسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [1]

1 - الطبقات الکبری، 7 / 297؛الوافی بالوفیات، 18 / 170؛طبقات ابن خیاط، 1 / 227

مبحث دوم

تیسری صدی ہجری کے مشاہیر تبع تابعین محدثین کرامؒ اوران کاتعارف واحوال

امام شافعیؒ(م204ھ)

نام ونسب:

نام محمد، کنیت ابوعبداللہ۔ نسب نامہ: محمد بن اِدریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی اَبوعبداللہ الشافعی المکی ہے۔ (1) جو اپنے جد اعلیٰ شافع کی نسبت سے شافعی کہلائے۔

مختصر حالات:

آپ کا سلسلہ نسب عبد مناف پر آپ ﷺ سے جاملتاہے۔ آپ کی والدہ قبیلہ ازد سے تعلق رکھتی تھی۔ آپ کے جاہِ پیدائش میں بہت اختلاف پایاجاتاہے، صحیح قول یہ ہے، کہ فلسطین کے شہر غزہ (جو بیت المقدس سے بہت قریب واقع ہے) میں سن 150ھ کو پیداہوئی، (خدا کی شان ہے کہ اسی دن امام ابوحنیفہؒ کاانتقال ہوا)، والد کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیااورآپ کی والدہ دوسال کی عمر آپ کومکہ لائیں۔ اوروہیں پرورش پائی۔ آپ کاابتدائی زمانہ نہایت مفلسی اور تنگ دستی کی حالت میں گزرا، باپ کے سایہ عاطفت سے بچپن ہی میں محروم ہوچکے تھے، امام صاحبؒ کو علم کاشوق بچپن ہی سے تھا، سات سال کی عمرمیں قرآن مجید حفظ کرلیاتھااور حفظ قرآن کے بعد حفظ حدیث کے طرف متوجہ ہوئے، اور دس سال کے عمرمیں موطأمالک کویادکرلی تھی۔ ابتدامیں آپ کو شعروسخن سے بھی کافی شغف تھااور قبیلہ ہذیل (جو عرب کاسب سے فصیح البیان قبیلہ تھا) میں رہ کر زبان وکلام میں ملکہ پیداکیا، چنانچہ علامہ سبکیؒ نے آپ کی شاعری پر تفصیلی بحث کی ہے اورآپ کے حکیمانہ اشعار بھی نقل کیے ہیں، اور پھر آپ فقہ کے جانب متوجہ ہوئےاور فقیہ مفتی مکہ مسلم بن خالدزنجی سے فقہ کی تعلیم حاصل کیااورانہوں نے پندرہ سال کی عمرمیں آپ کوفتویٰ دینے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کرکے امام مالکؒ کی خدمت میں حاضرہوئےاوران سے مؤطاپڑی اور فقہ کاعلم حاصل کیا اوران کے انتقال تک ان کے ہمراہ رہے۔ بعدازاں یمن کاسفر کیااور عمروبن ابی سلمہ سے امام اوزاعی کی فقہ، اور یحیٰ بن حسان سے ان کے استادفقیہ مصرلیث بن سعد کی فقہ کی تعلیم پائی۔ 184ھ میں آپ کوخلافت عباسیہ کی مخالفت کی تہمت میں بغدادلایاگیامگراس سے بری ہوگئے البتہ یہ آمد فقیہ عراق امام محمدؒبن الحسن الشیبانی سے ملاقات کاباعث بنی جن کے

---

1 - تھذیب التھذیب، 9 / 23

ہاں ایک طویل عرصہ تک رہے۔ اس دوران آپ نے امام محمدؒ کی کتابوں کا مطالعہ، اوراُن کو آپ سے روایت کیا اور فقہ کے مسائل کے بارے میں ان سے بحثیں کیں۔ اس کے بعد فقہ کے بارے میں فقہاء عراق کی کتابیں لے کرمکہ مکرمہ منتقل ہوگئے اور نوسال تک وہاں قیام فرمایا۔ اس دوران وہاں درس وتدریس، افتاءاورحج کے موسم میں باہر سے آنے والے علماء سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھااور سن 195ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لے گئے اور وہاں دوسال قیام کیا۔ پھرمکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ 198ھ میں پھر واپس بغداد تشریف لائے اور مزید چندماہ قیام کے بعد 199ھ کے اواخر میں مصر کارخ کیاایک قول کے مطابق یہ سفر اوائل سن 200ھ میں ہوا تھا۔ اخر کارآپ نے مصر کو اپنا مسکن بنالیااور درس وتدریس، افتاء، تصنیف وتالیف اور املامیں مشغول ہوگئے، آپ کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ اپنی عنانِ توجہ جس علم کے طرف بھی پھیری، اس میں کمال حاصل کر کے چھوڑا، امام صاحبؒ علم وفن کے ہر شعبہ سے وافر حصہ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، کلامِ صحابہ، آثار سلف، اقاویل علماء، معرفت کلام عرب، لغت، عربیت اور شعر وغیرہ میں علم عمیق ارزانی عطافرمایا تھا، غرض امام صاحبؒ کے حدیث وفقہ اور دیگر علوم میں تبحر کا یہ عالم تھا کہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ آپ کس فن میں خصوصی ملکہ رکھتے تھے، لیکن بہر حال اتنا ضرور ہے کہ مذکورہ بالا علوم میں کمال کے باوجود آپ کے اصلی علوم حدیث اور فقہ تھے۔ (1)

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور بغداد وغیرہ میں تکمیل وتحصیل کی، اوراس زمانہ کے مشاہیر ائمہ علم ودین سے اکتساب فیض کیا، ان میں سے چند مشہور شیوخ کے نام یہ ہیں، امام اوزاعی کے شاگرد عمرو بن ابی سلمہ، یحیٰ بن حسان، اور فقیہ عراق امام محمدؒ بن الحسن الشیبانی، سفیان بن عیینہ، امام مالکؒ وغیرہ کا نام شامل ہیں۔ (2)

آپ کے بہت شاگرد ہیں اوران کی دو قسمیں ہیں۔ عراقی اور مصری۔

1-تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ بغداد، 2 / 56 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 361؛تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 44؛الأعلام، 6 / 26؛ حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاھرۃ،1 / 303 ؛وفیات الأعیان،4 /164 ؛سیر السلف الصالحین،اسماعیل بن محمد بن الفضل بن علی القرشی الطلیحی التیمی الأصبھانی،دار الرایۃ للنشر والتوزیع،الریاض،س ن،1 / 1168؛سیر أعلام النبلاء، 8 / 236؛ الدیباج المذھب فی معرفۃ أعیان علماء المذھب،إبراھیم بن علی بن محمد ابن فرحون برھان الدین الیعمری،دار الکتب العلمیۃ ،بیروت،س ن،1 / 227؛تھذیب التھذیب، 9 / 23 ؛منازل الأئمۃ الأربعۃ، 1 / 198؛دیوان الإسلام، 3 / 154؛معجم المؤلفین، 9 / 32؛وفیات الأعیان، 4 / 163؛الثقات،ابن حبان، 9/30

2 - تھذیب الکمال، 24 / 356 ؛تاریخ بغداد، 2 / 56

عراقی شاگردوں نے آپ کا قدیم مسلک (سے مرادوہ اقوال ہیں جو آپ نے قیام مصر سے پہلے مدینہ، مکہ اور یمن میں قائم کئے تھے) نقل کیا ہے۔ ان میں حسن بن محمد المعروف الزعفرانی اور ابو علی الحسین بن علی المعروف الکرابیسی زیادہ مشہور ہیں۔

مصری شاگردوں نے آپ کا جدید مسلک (سے مراد ہے، جب آپ بغداد تشریف لائے اور پھر بغداد کے بعد (قاہرہ) مصر گئے تو آپ نے اپنے سابقہ خیالات و نظریات پر از سرنو غور و تفحص کیا اور بہت سے قدیم اقوال سے رجوع کر کے نئے آراء قائم کئے ان نئے خیالات کو قول جدید سے تعبیر کیا جاتا ہے)[1] نقل کیا ہے۔ ان میں اسماعیل بن یحیٰ المزنی کو بڑی شہرت حاصل ہے (یہ آپ کے سب سے ذہین شاگرد ہیں اور آپ امام شافعیؒ کی مصر تشریف آوری سے وفات تک ساتھ رہے اور کئی کتابیں لکھیں جن سے امام کے مسلک کی ترویج و اشاعت میں مدد ملی۔ علاوہ ازیں ان کی کچھ آراء اپنے استاد کے مخالف بھی ہے)۔

ایک شاگرد ابو یعقوب یوسف بن یحیٰ البویطی ہیں، جو آپ کی رحلت کے بعد آپ کی جگہ تدریس اور افتاء کے منصب پر جلوہ افروز ہوئے۔

ایک شاگرد الربیع بن سلیمان المرادی ہیں جنھوں نے آپ سے کتاب "الام" روایت کی اور خود آپ کی زندگی میں اس کا ایک نسخہ تیار کیا۔

ان کے علاوہ امام احمدؒ، اسحاق بن راہویہ وغیرہ جیسے ائمہ کے نام شامل ہیں۔[2]

آپ اہل علم کی نظر میں:

امام احمدؒ فرماتے ہیں: کہ فقہ فقہاء کے لئے ایک قفل تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے امام شافعیؒ کے ذریعہ کھولا، اور مزید فرمایا، "جس شخص نے بھی دوات اور قلم سنبھالا، امام شافعیؒ کے احسانات اس کے گردن پر ہیں"۔[3] امام محمد بن حسن کا

---

1 - آپ کی زندگی کا جو حصہ یمن اور مکہ مکرمہ میں گزرا تھا اس وقت ان شہروں میں سادگی نمایاں تھی۔ آپ نے اس وقت جو فقہ یہاں بیٹھ کر مرتب کی اس میں کچھ احکام دیئے گئے ان احکام کو آپ نے 'کتاب الحجہ' کے نام سے ایک کتاب میں مرتب کیا جس کو قول قدیم کہا جاتا ہے۔ پھر جب آپ بغداد تشریف لائے اور پھر بغداد کے بعد (قاہرہ) مصر گئے تو آپ نے اپنے سابقہ خیالات و نظریات پر از سرنو غور و خوض کیا اور بہت سے قدیم اقوال سے رجوع کر کے اور یہاں کے حالات دیکھ کر آپ نے از سرنو ایک نئی فقہ مرتب کی اور 'کتاب الام' کے نام سے ایک نئی کتاب تیار کی جو قول جدید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دیکھیے (محاضرات فقہ، ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2005ء، ص:250)

2 - دیکھیے: تھذیب التھذیب، 9 / 23-24؛ تاریخ بغداد، 2 / 57

3 - تاریخ دمشق، أبو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1995م، 51 / 345

قول ہے: "اصحاب حدیث ہمیشہ امام شافعیؒ ہی کی زبان میں کلام کریںگے"۔ [1] امام ذہبیؒ نے آپ کو **الامام العلم حبر الأمة** (یعنی اس امت کے عالم شریعت) کے الفاظ سے نوازا ہے۔ [2]

ابن حجرؒ لکھتے ہیں: " **هو المجدد لأمر الدين**"۔ [3] آپ دین کو دوبارہ زندہ کرنے والے تھے۔

وفات:

آپ نے رجب کی آخری تاریخ جمعہ کے دن، سن 204ھ، مصر میں وفات پائی۔ [4]

سلیمان بن داؤد الطیالسی (133-204ھ)

نام ونسب:

نام سلیمان، کنیت ابو داؤد۔ نسب نامہ: سلیمان بن داود بن الجارود أبو داود الطيالسی البصری۔ [5]

مختصر حالات:

آپ نسلاً فارسی تھے، مگر بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کرلی تھی، سن 133ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے،، ال الزبیر بعض کے بقول قریش غلام تھے، تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کا سفر کیے، بصرہ کے مایہ ناز عالم وحافظ حدیث شمار کیے جاتے تھے، آپ کی قوت حافظہ اور قدرت املاء پر فخر کیا جاتا تھا، کہا جاتا ہے کہ چالیس ہزار احادیث تک بغیر مکتوب ذخیرہ دیکھے روایت کرسکتے تھے، آپ کا سب سے نمایہ کارنامہ حدیث میں آپ کی شہرہ آفاق کتاب "مسند الطیالسی" ہے، جو دیگر مسانید کے مقابلہ میں سب سے قدیم مسند بتایا جاتا ہے، اور کتب حدیث کی اہم کتب میں شمار کی جاتی ہے، اور جس کو دنیائے علم میں لازوال شہرت نصیب ہوئی، آپ علم کے ساتھ تقویٰ وطہارت اور امانت و دیانت وغیرہ جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ [6]

---

1 - تهذيب الأسماء واللغات، 1 / 50؛ تاريخ دمشق، 51 / 328؛ مرآة الجنان وعبرة اليقظان، 2 / 16

2 - تذكرة الحفاظ، 1 / 361

3 - تقريب التهذيب، 1 / 467

4 - وفيات الأعيان، 4 / 165

5 - تهذيب التهذيب، 4 / 160

6 - تفصیل دیکھیے: تاريخ بغداد، 9 / 24؛ تهذيب التهذيب، 4 / 160؛ تذكرة الحفاظ، 1 / 351؛ تهذيب الكمال، 11/401؛ المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، 10 / 133؛ تاريخ الإسلام، 14 / 179؛ الأعلام، 3 / 125؛ سير أعلام النبلاء، 8 / 110؛ الثقات، عجلی، 1 / 427

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ واساتذہ میں أیمن بن نابل، أبان بن یزید العطار، إبراہیم بن سعد، جریر بن حازم، حبیب بن یزید، حرب بن شداد، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، زہیر بن محمد، زہیر بن معاویہ، شعبہ، سفیان ثوری، ہشام الدستوائی، ابوعوانہ وغیرہ ہیں۔ اور تلامذہ میں امام أحمد بن حنبل، علی بن المدینی، إسحاق بن منصور الکوسج، زید بن أخزم، عبد اللہ بن محمد المسندی، عمرو بن علی الفلاس، بندار، ابوموسی، محمد بن أبی بکر المقدمی، محمود بن غیلان، ابو مسعود الرازی، یونس بن حبیب الأصبہانی وغیرہ جیسے ناموارئمہ حدیث شامل ہیں۔ (1)

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم وفضل، حفظ وضبط اور عدالت وثقاہت کا اعتراف علماء اسلام نے کیا ہے۔

ابن سعد کا قول ہے: "**كان كثير ثقة وربما غلط**"۔ (2) آپ ثقہ، کثیر الحدیث تھے اور کبھی کبھار آپ سے غلطی کا صدور بھی ہوتا تھا۔

عجلی لکھتے ہیں: "**ثقة وكان كثير الحفظ**"۔ (3) آپ ثقہ اور کثیر الحفظ تھے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے: "**كان حافظا مكثرا ثقة ثبتا**"۔ (4) آپ حافظ، بکثرت روایت کرنے والے، ثقہ اور ثبت تھے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ الکبیر أحد الأعلام الحفاظ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (5)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "**ثقة حافظ غلط في أحاديث**"۔ (6) آپ ثقہ، حافظ اوراس کے ساتھ ساتھ آپ کی روایات میں کچھ غلطیاں بھی کرتا تھا۔

وفات:

آپ نے سن 203ھ، بعض کے بقول سن 204ھ کو بصرہ میں وفات پائی اور گورنر بصرہ یحیی بن عبد اللہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ (7)

---

1 - تهذيب التهذيب، 4 / 160

2 -الطبقات الكبرى، 7 / 298

3 - الثقات، عجلی، 1 / 427

4 - تاریخ بغداد، 9 / 24

5 - تذكرة الحفاظ، 1 /351

6 - تقريب التهذيب، 1 /250

7 -الطبقات الکبری، 7 / 298 ؛التاریخ الکبیر، 4 / 10؛تقریب التهذیب،1 / 250 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 352

عبد الرزاق بن ہمام (126-211ھ)

نام ونسب:

نام عبد الرزاق، کنیت اَبو بکر۔ نسب نامہ: عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری اَبو بکر الصنعانی ہے۔ اور قبیلہ حمیر کے ساتھ نسبتِ ولاء کی بناء پر حمیری کہلاتے ہیں۔ (1)

مختصر حالات:

آپ سن 126ھ کو یمن کے دارالحکومت مشہور شہر اور پایہ تخت صنعاء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے شعور سنبھالتے ہوئے اپنے والد اور دوسرے مقامی علماء سے تحصیل علم شروع کر دی تھی، اور بیس سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ میں دسترس ومہارت پیدا کر لی تھی۔ تبحر علمی، مہارت فنی اور قوت حافظہ میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا، اوراس کے ساتھ حفظ وضبط کی قوت بھی نہایت حیرت انگیز تھی، بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً سترہ ہزار حدیثیں ان کی دماغ میں محفوظ تھیں۔ ائمہ صحاح نے آپ کی روایتوں کی تخریج کی ہے، اخری عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی، آپ کی زندگی کا سب سے بڑا نمایہ کا رنامہ حدیث میں آپ کی شہرہ آفاق کتاب "مصنف عبد الرزاق" ہے، جس کو دنیائے علم میں لازوال شہرت نصیب ہوئی۔ (2)

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، چند یہ ہیں:

والد محترم ہمام، چچا وہب، معمر بن راشد، عبید اللہ بن عمر العمری، اَیمن بن نابل، عکرمہ، ابن جریج، اوزاعی، امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، زکریاء بن اِسحاق المکی، جعفر بن سلیمان، یونس بن سلیم الصنعانی، اسماعیل بن عیاش وغیرہ سے روایت کی ہے۔

آپ کے تلامذہ کی طویل فہرست ہے، چند یہ ہیں:

امام احمد، یحیٰ بن معین، وکیع، اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی، ابو خیثمہ، احمد بن صالح، ابرہیم بن موسیٰ، عبد الرحمٰن بن بشیر الحکم، محمود بن غیلان، ومحمد بن یحیی الذہلی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (3)

---

1 - تقریب التھذیب، 1 / 354

2 - تفصیل کے لئے دیکھے: الطبقات الکبری، 5 / 548؛ تھذیب الکمال، 18 / 52؛ تھذیب التھذیب، 6 / 278؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 412؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 364؛ تاریخ الإسلام، 15 / 260؛ النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، / 202؛ سیر أعلام النبلاء، 9 / 563؛ الأعلام، 3 / 353؛ معجم المؤلفین، 5 / 219

3 - تھذیب التھذیب، 6 / 278

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم و فضل، عدالت وثقاہت اور حفظ وضبط کا علماء نے اعتراف کیا ہے:

بزار اور ذہلی بیان کرتے ہیں:"کان عبد الرزاق أیقظهم في الحدیث وکان یحفظ"۔ [1] عبد الرزاق بن ہمامؒ تمام محدثین میں سب سے زیادہ حاضر دماغ، بیدار مغز محدث اور بڑے حافظ تھے۔

زرکلیؒ لکھتے ہیں:

"من حفاظ الحدیث الثقات"۔ [2] آپ ثقہ حفاظِ حدیث میں سے تھے۔

مؤرخ ابن اثیر رقمطراز ہیں:

"ما رحل النّاس إلی أحد بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم مثلما رحل إلیه"۔ [3] رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے پاس اس قدر کثرت سے لوگ نہیں آئے، جتنے (ابن ہمام) کے پاس آئے۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ الکبیر، احد الأعلام کے الفاظ سے نوازا ہے۔ [4]

لیکن اس مقام و مرتبہ کے باوجود بعض اہل علم نے آپ پر رفض و تشیع کے قائل ہونے اور آخر عمر میں ضعف بصر سوءِ حفظ وغیرہ عوارض کا شکار ہونے کی وجہ سے تنقید کی ہے۔

امام عجلیؒ لکھتے ہیں: "آپ ثقہ اور تشیع کے قائل تھے"۔ [5]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"أحد الأئمة الاعلام الحفاظ، ثقة حافظ مصنف شهیر عمي في آخر عمره فتغیر وکان یتشیع"۔ [6]

آپ کا شمار بڑے ائمہ اور حفاظ میں ہوتا ہے۔ آپ ثقہ، حافظ، مشہور مصنف اور آخر عمر میں بصارت جاتی رہی۔ اور تشیع کی طرف میلان رکھتے تھے۔

---

1 - تھذیب التھذیب، 6 / 280

2 - الأعلام، 3 / 353

3 - اللباب فی تھذیب الأنساب، أبو الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری، عز الدین ابن الأثیر، دار صادر، بیروت، س ن ، 2 / 248

4 - الکاشف، 1 / 651 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 364

5 -الثقات، عجلی، 2 / 93

6 - تقریب التھذیب، 1 / 354؛لسان المیزان،7 / 287

علامہ شبلی نعمانیؒ نے مقدمہ سیرت میں لکھتے ہیں:"ثقات محدثین میں آپ کا شمار ہے، مزاج میں کسی قدر تشیع تھا، آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی، اس لئے اس زمانہ کی حدیثیں ناقابلِ سند ہیں"۔ (1)

وفات:

آپ نے شوال سن 211ھ کو یمن میں وفات پائی۔ (2)

عبداللہ بن زبیر حمیدی (م219ھ)

نام ونسب:

عبداللہ بن الزبیر بن عیسی القرشی الأسدی الحمیدی المکی اور کنیت أبو بکر ہے۔ (3)

مختصر حالات:

آپ نسلاً عرب تھے، قریش کے مشہور خاندان اسد بن عبد العزیٰ کی ایک معزز شاخ بنو حمید سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔ اسی باعث اسدی، مکی، قریشی اور حمیدی کے نسبتوں سے مشہور ہوئے، آپ ان نامور اہل علم میں سے تھے، جنہوں نے نہ صرف علم وعمل کے چراغ روشن کیے بلکہ قرطاس وقلم کے ذریعہ بھی زروجواہر کے انبار لگادیتے جس کی نظیر آپ کی شہرہ آفاق کتاب "مسند الحمیدی" ہے، جو حدیث کی قدیم اور مستند ترین ذخیروں میں سے شمار کی جاتی ہے، خدا نے آپ کو حافظہ کی قوت بھی بلا کی دی تھی، جس کی بدولت ایک وسیع سرمایہ اپنے شیخ خاص سفیان بن عیینہ کی مرویات سے دس ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں، حدیث میں خصوصی فیضان رکھنے کے ساتھ آپ کو فقہ وافتاء پر بھی کامل عبور حاصل تھا، مکہ کے فقیہ ومفتی کی حیثیت سے آپ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، مصر سے واپسی پر یہاں فقہ وافتا کا کام انجام دیتے رہے، اور علم کے ساتھ ورع وتقویٰ دیانت اور پاکبازی ونیک نیتی آپ کی سیرت کے روشن پہلو ہیں، اور سنت نبوی ﷺ کے حد غلو تک متبع تھے۔ (4)

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ کی ایک طویل فہرست ہے، چند مشاہیر یہ ہیں:

---

1 - سیرت النبی، 1/38

2 - الوافی بالوفیات، 18 / 244؛ الطبقات الکبری، 5 / 548

3 - تقریب التھذیب، 1 / 303

4 - تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 5/ 502؛ تھذیب التھذیب، 5/ 189؛ تذکرۃ الحفاظ، 2/ 413 ؛ تاریخ الإسلام، 15/ 211؛ معجم المؤلفین، 6 / 54؛ سیر أعلام النبلاء، 9 / 31؛ تھذیب الکمال، 14 /512 ؛ الأعلام، 4/ 87

سفیان بن عیینہ، إبراہیم بن سعد، محمد بن إدریس الشافعی، ولید بن مسلم، وکیع بن الجراح، مروان بن معاویہ، عبد العزیز بن أبي حازم، بشر بن بکر التنیسی وغیرہ سے روایت کی ہے،

آپ کے تلامذہ میں بلند پایہ ماہرین فن شامل تھے، چند ممتاز نام یہ ہیں: امام بخاری، امام مسلم، ابو داود، امام ترمذی، امام نسائی، محمد بن یونس النسائی، ہارون الحمال، محمد بن یحی الذہلی، عبید اللہ بن فضالہ النسائی، محمد بن أحمد القرشی، ابو الأزہر النیسابوری، امام أبوزرعہ، أبو حاتم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم و فضل، عدالت و ثقاہت اور امامت کے اہل علم نے اعتراف کیا ہے۔

ابن سعدؒ لکھتے ہیں: "آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے"۔ [2]

امام احمدؒ فرماتے ہیں: "حمیدی، شافعی اور ابن راہویہ میں ہر ایک امام تھا"۔ [3]

ابن حبان کا بیان ہے: "**كان صاحب سنة وفضل ودين**"۔ [4] آپ صاحب سنۃ، اہل فضیلت اور دین دار تھے۔

یعقوب بن سفیان الفسوی[5] کہتے ہیں: "میں نے کسی آدمی سے ملاقات نہیں کی جو حمیدیؒ سے بڑھ کر اسلام اور اہل اسلام کا خیر خواہ ہو"۔ [6]

ابو حاتم الرازی لکھتے ہیں:

"**اثبت الناس في ابن عيينة الحميدي،هو رئيس أصحاب ابن عيينة،هو ثقة امام**"۔ [7] آپ ابن عیینہ سے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ ثبت اور ابن عیینہ کے ساتھیوں کے سردار اور ثقہ امام ہیں۔

---

1 - تهذیب التهذیب، 5 / 189

2 - الطبقات الکبری،5 / 502

3 - شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، 3 / 92

4 - الثقات، ابن حبان، 8 / 341

5 - آپ کا پورا نام یعقوب بن سفیان الفسوی ہے۔ آپ ایران میں اہل فسا میں سے تھے اسی وجہ سے آپ الفسوی کہلاتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں حدیث کے امام اور بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے ۔ اور آپ کئے کتب کے مصنف بھی ہے۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے آپ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ، امام اور حجت کہا ہے۔ آپ نے بصرہ میں 277ھ میں وفات پائی (الأعلام،8 / 198؛ تهذیب التهذیب، 11/ 338؛ تقریب التهذیب، 1 / 608؛ تذکرۃ الحفاظ،2 / 582)

6 - تهذیب التهذیب، 5 / 189

7 - الجرح والتعدیل،5 / 56

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "الامام العلم الحافظ الفقیه أحد الأعلام وقد كان من كبار أئمة الدين"۔ [1] آپ علم کے امام، حافظ، فقیہ اور آپ کا شمار اکابر ائمہ میں ہوتا ہے۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " ثقة حافظ فقيه أجل أصحاب بن عيينة "۔ [2] آپ ثقہ، حافظ، فقیہ اور ابن عیینہ کے تھیوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔

وفات:

آپ نے ربیع الاول راجح کے قول کے مطابق سن 119ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [3]

سعید بن منصور (م 227ھ)

نام و نسب:

سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی أبو عثمان المروزی الطالقانی اور کنیت ابو عثمان ہے۔ [4]

مختصر حالات:

آپ نسلاً مرو کے تھے، لیکن ولادت جوزجان میں ہوئی، طالقان کو بھی ان کا مولد بتایا جاتا ہے، سن ولادت نہیں معلوم ہو سکا اور نشوونما بلخ میں پائی، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف شہروں خراسان، حجاز، مصر، عراق اور شام وغیرہ کا سفر کر کے اکابر شیوخ سے استفادہ کیا، حدیث کی طلب وجستجو میں ان کی کثرت سفر کو مزیؒ نے **جوالاً** اور حافظ ابن حجرؒ نے **طاف البلاد** کے الفاظ سے یاد کیا ہے، اور آپ وقت کے ثقہ، متقن اور محدث کے نام سے مشہور ہو گئے اور پھر مکہ میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے، اور وہیں وفات پائی۔ [5]

شیوخ و تلامذہ:

آپ نے نہایت قابل قدر علمائے اسلام اور برگزیدہ محدثین سے شرف تلمذ حاصل کیا جن میں سے چند مشہور شیوخ کے نام یہ ہیں: اسماعیل بن علیہ کے مرویات کے سب سے بڑے ناقل ہونے کی وجہ سے ان کے راویہ کہلاتے تھے،

---

1 - الکاشف، 1 / 552 ؛تذکرۃ الحفاظ،2 / 413

2 - تقریب التھذیب،1 / 303

3 -الوافی بالوفیات، 17 / 95؛الطبقات الکبری،5 / 502

4 - تھذیب التھذیب، 4 / 78

5 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4/ 78 ؛تھذیب الکمال، 11/ 77 ؛تذکرۃ الحفاظ، 2/ 416 ؛ معجم المؤلفین، 4/ 232 ؛دیوان الإسلام، 3 / 6؛تاریخ الإسلام، 16 / 184؛سیر أعلام النبلاء،10 / 586

اس کے علاوہ امام مالک، حماد بن زید، اَبص قدامہ حارث بن عبید، داود بن عبد الرحمن، ابن اَبو الزناد، ابن اَبی حازم، فلیح بن سلیمان، سفیان بن عیینہ، مہدی بن میمون، ہشیم بن بشیر اوراَبو عوانہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اوراساتذہ کی طرح ان کی تلامذہ میں بھی نامور علماءومحدثین شامل ہیں جن میں سے چند مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں: امام مسلمؒ، امام ابو داوٗدؒ، یحیٰ بن موسیٰ، ابوثور ابراہیم بن خالد کلبی، امام احمدؒ، عمر بن منصور نسائی، ابوزرعہ رازی، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، عباس بن عبد اللہ سندی وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

علمائے فن آپ کے، حفظ وثقاہت وعدالت اور محدثانہ شان کے معترف تھے۔

ابن حبان آپ کو ثقات میں ذکر کرتے ہیں، اور مزید فرمایا **كان ممن جمع وصنف وكان من المتقنين الاثبات**[2] آپ حدیث کو جمع کرنے والے، تصنیف کرنے والے تھے اورآپ کا شمار ثبت ماہرین حدیث میں ہوتا ہے۔

ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں:

" **ثقة من المتقنين الاثبات ممن جمع وصنف**"۔ [3] آپ ثقہ اورآپ کا شمار ثبت ماہرین حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ حدیث کو جمع کرنے والے، تصنیف کرنے والے ہیں۔

خلیلی فرماتے ہیں: "آپ کی ثقاہت پر اتفاق ہے"۔ [4]

امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ الامام الحجۃ صاحب السنن کہاہے۔ [5]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "آپ ثقہ مصنف ہے"۔ [6]

وفات:

آپ نے رمضان سن 227ھ کو مکہ مکرمہ میں 89 سال کی عمر میں وفات پائی۔ [7]

---

1 - تهذيب التهذيب، 4 / 78

2 - ایضاً، 4 / 79

3 - تذكرة الحفاظ، 2 / 416

4 - تهذيب التهذيب، 4 / 79

5 - تذكرة الحفاظ، 2 / 416

6 - تقريب التهذيب، 1 / 241

7 - الوافی بالوفیات، 15 / 163؛ تاریخ الإسلام، 16 / 186

یحیٰ بن معین(158-233ھ)

نام ونسب:

نام یحیٰ،کنیت أبوزکریا۔ نسب نامہ: یحیی بن معین بن عون الغطفانی أبوزکریا البغدادی ہے۔ [1]

مختصر حالات:

آپ قبیلہ بنوغطفان کے غلام تھے۔ ابو جعفر منصور کے عہد خلافت میں 158ھ کو بغداد کے مضافات میں انبار کے قریب نقیابستی میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں صاحب حیثیت وثروت باپ کے ہاں پرورش پائی، آپ کے والد عباسی حکمران منصور کے عہد حکومت میں رے کے گورنر تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد ساری توجہ علم حدیث کی تحصیل کی طرف مرکوزرکھی، والدنے آپ کے لئے ترکہ میں پندرہ لاکھ درہم چھوڑے تھے تمام ترکہ حدیث کی خدمت میں خرچ کردیایہاں تک کہ اپنے پہننے کے لئے چپل تک نہ چھوڑے، گویااس کے لئے اپنی جان ومال کاپوراسرمایہ لگایا۔ بیس سال کے عمرمیں کتابت حدیث شروع کی اوراس سلسلے میں مختلف مراکزحدیث حجاز، یمن، کوفہ وبصرہ مصروشام وغیرہ کا سفر کرکے اس عہدکے ائمہ کرام سے شرف تلمذحاصل کیا، آپ کے زندگی کااہم کارنامہ فن حدیث کاایک اہم شعبہ "اسماءالرجال" ہے، اس میں حدیث کے رواۃ پربحث ہوتی ہے، آپ اس فن کے امام ہی نہیں بلکہ امام الائمہ سمجھے جاتے ہیں، اوردوسری صدی میں باقاعدہ جن محدثین نے اس فن کی بنیادڈالی آپ اس کے سرخیل تھے اپنے عہدمیں اس فن کے ائمہ میں آپ کوایک خاص امتیازحاصل تھا، آپ علم کے ساتھ تقویٰ، خشیت الٰہی اوراحساس ذمہ داری جیسے اوصاف سے بھی متصف تھے۔ [2]

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ پرنظرڈالنے سے معلوم ہوتاہے کہ آپ نے اپنے وقت کے تمام ائمہ علم وفن سے مستفید ہوئے تھے، چندمشاہیرکے نام یہ ہیں:

عبدالسلام بن حرب، عبداللہ بن المبارک، حفص بن غیاث، جریربن عبدالحمید، ہشام بن یوسف، عبدالرزاق، ابن عیینہ، وکیع، ابن أبی عدی، غندر، یحیٰ القطان، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ سے روایت کی ہے،

---

1 - تقریب التھذیب، 1 / 597

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب الکمال، 31 / 543؛تاریخ الإسلام، 17 / 404؛المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 202/11 ؛ المختصر فی أخبار البشر، 2 / 37؛النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، 2 / 272 ؛سیر أعلام النبلاء، 9 / 123؛الأعلام، 8 / 172؛تھذیب التھذیب، 11 / 246 ؛تاریخ بغداد،14 / 177 ؛تذکرۃ الحفاظ، 2 / 429 ؛الإرشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، خلیل بن عبداللہ بن أحمد بن إبراھیم بن الخلیل القزوینی، مکتبۃ الرشد، الریاض،1409ھ،2 / 595

اوراہل علم کے کثیر تعداد نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا جن میں سے چند یہ ہیں:
امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد، عبد اللہ بن مبارک المخزومی، محمد بن إسحاق الصغانی، إبراہیم بن یعقوب الجوزجانی، ابو بکر بن علی المروزی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (1)

آپ اہل علم کی نظر میں:

اہل علم آپ کے علم وفضل اور محد ثانہ جلالت شان کے قائل تھے، جس کا اندازہ درج ذیل اقوال سے لگایا جاسکتا ہے:

ابن المدینی کہتے ہیں: "میں نہیں جانتا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کسی نے اتنی حدیث لکھی ہو جتنی یحیٰ بن معین نے لکھی"۔ (2)

امام احمدؒ آپ کے متعلق لکھتے ہیں: "ابن معین ہم میں سے سب سے زیادہ علم رجال کو جاننے والے ہیں"۔ (3)

ابن حبانؒ نے لکھتے ہیں: " **كان من أهل الدين والفضل وممن رفض الدنيا في جمع السنن وكثرت عنايته بها وجمعه وحفظه إياها حتى صار علما يقتدى به في الأخبار وإماما يرجع إليه في الآثار**"۔ (4) آپ اہل دین اور صاحب فضیلت، سنتوں کو جمع کرنے کے لئے دنیا کو ترک کرنے والے اور آپ اس کام میں اتنے مشغول ہوئے کہ لوگ احادیث وآثار کے معاملے میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: "**كان إماما ربانيا عالما حافظا ثبتا متقنا**"۔ (5) آپ عالم، حافظ، ثبت، متقن اور خدا پرست امام تھے۔

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام الفرد، سید الحفاظ اور امام المحدثین کے الفاظ سے نوازا ہے۔ (6)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: " **ثقة حافظ مشهور إمام الجرح والتعديل**"۔ (7) آپ ثقہ، حافظ اور جرح وتعدیل کے مشہور امام ہیں۔

---

1 - تھذیب التھذیب، 11 / 246

2 - تذکرۃ الحفاظ، 2 / 430

3 - ایضاً، 2 / 430

4 - الثقات، ابن حبان، 9 / 263

5 - تاریخ بغداد، 14 / 177

6 - الکاشف، 2 / 376؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 429

7 - تقریب التھذیب، 1 / 597

وفات:

آپ نے ایام حج میں سن 233ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی، آپ ﷺ کے پلنگ پر آپ کا جسم رکھا گیا اور ایک جم غفیر نے آپ کے جنازے میں شرکت کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ [1]

علی بن مدینی(161-234ھ)

نام ونسب:

نام علی، کنیت ابوالحسن۔ نسب نامہ: علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح السعدی أبوالحسن بن المدینی البصری۔ [2]

مختصر حالات:

آپ کا خاندان قبیلہ بنو سعد کے ایک شخص عروۃ بن عطیۃ السعدی کا غلام تھا۔ آپ 161ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بصرہ سے طلب الحدیث کا سفر شروع کیا اور حجاز، صنعا، کوفہ، واسط، یمن اور بغداد وغیرہ کے علماء سے علم حدیث حاصل کی۔ تبع تابعین کے زمرہ میں جن محدثین کو جرح وتعدیل کا امام سمجھا جاتا ہے، ان میں آپ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ آپ علم کے ساتھ اخلاق وعادات میں اسلاف کے نمونہ تھے، اور جن اہل علم نے فتنہ خلق قرآن میں عباسی خلیفہ معتصم کی حمایت کی تھی، ان میں آپ کا نام بھی شامل ہیں، اسی لئے امام احمدؒ اورابوزرعہ نے آپ سے روایت ترک کردی تھی اور آخر عمر میں آپ اپنی اس غلطی پر تاسف کا اظہار کیا کرتے تھے اور موت سے پہلے توبہ کر چکے تھے۔ [3]

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے جن شیوخ سے استفادہ کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

اپنے والد عبد اللہ بن جعفر، حماد بن زید، ابن عیینہ، ابن علیہ، بشر بن المفضل، خالد بن الحارث، سعید بن عامر، یحی بن سعید القطان، یزید بن زریع، ہشیم، عبد اللہ بن وہب، عبد العزیز بن أبی حازم، ہشام بن یوسف الصنعانی، عبد الرزاق، یوسف بن یعقوب الماجشون وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام بخاری، أبو داؤد، امام ترمذی، ابراہیم بن الحارث

---

1 - تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 2 / 513؛ تاریخ الإسلام، 17 / 413

2 - تھذیب الکمال، 21 / 5

3 - تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 308؛ تھذیب الکمال، 21 / 5؛ تھذیب التھذیب، 7 / 306؛ تاریخ بغداد، 11/458 ؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 428 ؛ الأعلام، 4 / 303؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، 2 / 285؛ سیر أعلام النبلاء، 9/104 ؛ النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، 2 / 276؛ تاریخ الإسلام، 17 / 276

البغدادی، حسن بن علی الخلال، ابراہیم الجوزجانی، حمید بن زنجویہ، اَبو داود الحرانی، محمد بن جعفر بن الإمام، ہلال بن العلاء الرقی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کے علم وفضل اور محدثانہ شان کا ہر ایک کو اعتراف تھا، جس کا اندازا درج ذیل اقوال سے لگایا جا سکتا ہے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں: "**ثقة مأمون أحد الأئمة في الحديث**"۔ [2] آپ ثقہ، مأمون اور حدیث کے ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

ابو حاتمؒ الرازی کا بیان ہے: "**كان على بن المديني علما في الناس في معرفة الحديث والعلل**"۔ [3] آپ کا شمار علم حدیث وعلل کے علم برداروں میں ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا قول ہے: " آپ لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور بالخصوص سفیان بن عیینہ کی احادیث کی وجہ سے ایک پہچان رکھتے تھے"۔ [4]

خطیبؒ لکھتے ہیں: " **هو أحد أئمة الحديث في عصره والمقدم علي حفاظ وقته**"۔ [5] آپ کا شمار اپنے زمانے کے ائمہ میں ہوتا ہے اور اپنے دور کے حفاظ میں سب سے آگے تھے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں : " **حافظ العصر وقدوة أرباب هذا الشأن**"۔ [6] آپ اپنے زمانے کے حافظ اور اس علم کے سرداروں کے بھی قائد تھے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: " آپ ثقہ، ثبت اِمام اور اپنے زمانے میں علم حدیث وعلل کا سب سے زیادہ جاننے والے تھے"۔ [7]

وفات:

آپ نے راجح قول کے مطابق ذی قعدہ سن 234ھ کو سامرا میں وفات پائی۔ [8]

---

1 - تھذیب التھذیب، 7 / 306

2 - ایضاً، 7 / 311

3 - الجرح والتعدیل، 1 / 319

4 - تذکرۃ الحفاظ، 2 / 428

5 - تاریخ بغداد، 11 / 458

6 - تذکرۃ الحفاظ، 2 / 428

7 - تقریب التھذیب، 1/403

8 - الطبقات الکبری، 7 / 308؛ تذکرۃ الحفاظ 2 / 429؛ تاریخ بغدا، 11 / 473

مصنف ابن ابی شیبہ (159-235ھ)

نام ونسب:

نام عبد اللہ، کنیت ابو بکر۔ نسب نامہ: عبد اللہ بن محمد بن اَبی شیبہ اِبراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی الکوفی۔ بنو عبس کی طرف نسبت ولاء کی وجہ سے العبسی کہلاتے ہیں۔ [1]

مختصر حالات:

آپ 159ھ کو شہر واسط میں پیدا ہوئے، قبیلہ غطفان کی ایک شاخ بنو عبس کے غلام تھے۔ آپ کا خاندان علمی حیثیت سے ممتاز تھا، آپ کا دادا ابوشیبہ جن کے نام کے نسبت سے آپ مشہور ہوئے، ایک صاحب علم بزرگ تھے، آپ نے شعور سنبھالتے ہوئے اول مقامی علماء سے تحصیل علم کی، اور پھر دوسرے مختلف بلاد اسلامیہ کا سفر کرکے اکابر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا، تبحر علمی اور قوت حافظہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، حفظ وضبط میں آپ کی مثال دی جاتی تھی اور معلومات ومطالعہ میں امام احمد بن حنبلؒ کے پائے کے تھے۔ آپ کوفہ کے رہنے والے مشہور محدث صاحب علم بزرگ تھے۔ تیئس سال تک منصور کے زمانہ خلافت میں واسط میں منصب قضا پر فائز رہے اور ان ناموراہل علم میں سے ہیں، جنہوں نے نہ صرف علم وعمل کے چراغ روشن کیے، بلکہ قرطاس وقلم کے ذریعہ بھی زروجواہر کے انبار لگادیئے، آپ نے حدیث میں شہرہ آفاق کتاب "مصنف ابن ابی شیبہ "لکھ کر محدثین میں نمایہ مقام حاصل کیا، جس کو دنیائے علم میں لازوال شہرت نصیب ہوئی۔ [2]

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، چند مشاہیر یہ ہیں:

عبد اللہ بن اِدریس، عبد اللہ بن مبارک، شریک، ہشیم، ابی بکر بن عیاش، اِسماعیل بن عیاش، جریر بن عبد الحمید، وکیع بن الجراح، ابن علیہ، اسماعیل بن علیہ، خلف بن خلیفہ، ابن مہدی، یحیٰ القطان، ابن عیینہ، معتمر بن سلیمان، یزید بن ہارون وغیرہ سے روایت کی ہے،

آپ کے تلامذہ کی طویل فہرست ہے، چند مشاہیر یہ ہیں:

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 2 / 432

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 6 / 413؛ التعدیل والتجریح، 2 / 828؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 432؛ تھذیب التھذیب، 6/ 3؛ تاریخ الِاسلام، 17 / 227؛ الأعلام، 4 / 117

امام بخاري، امام مسلم، ابو داود، ابن ماجہ، امام أحمد بن حنبل، امام أبو زرعہ، أبو حاتم رازی، عبد اللہ بن أحمد بن حنبل، محمد بن عثمان بن أبي شیبہ، یعقوب بن شیبہ، بقی بن مخلد، ابن أبي عاصم، أبو یعلی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

آپ کی وسعت مطالعہ، حفظ وضبط، ثقاہت، تبحر علمی اور فضل وکمال کا اعتراف بڑے بڑے محدثین نے کیا ہے ، جس سے آپ کے علمی مقام ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔

عجلی کا قول ہے: "**ثقة وكان حافظا للحديث**" ۔ [2] آپ ثقہ اور حدیث کے حافظ تھے۔

ابن حبان فرماتے ہیں: "**كان متقنا حافظا دينا ممن كتب وجمع وصنف وذاكر وكان أحفظ أهل زمانة بالمقاطيع**" ۔ [3] آپ علم پر عبور رکھنے والے، حافظ، صاحب ورع اور حدیث لکھنے والے، جمع کرنے والے، تصنیف کرنے والے اور حدیث کا مذاکرہ کرنے والے تھے۔ اور اپنے زمانے میں مقطوع احادیث کو سب سے زیادہ حفظ کرنے والے تھے۔

ابو عبید فرمایا کرتے تھے کہ

"علم (حدیث) چار آدمیوں پر تمام ہو گیا ہے، ان میں ابو بکر بن ابی شیبہ اس کو زیادہ روانی کے ساتھ بیان کرنے والے، امام احمد اس میں زیادہ فقیہ، ابن معین اس کو زیادہ جمع کرنے والے اور علی بن مدینی اس کو زیادہ جاننے والے ہیں" ۔ [4]

امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ عدیم النظیر یعنی بے مثال الثبت النحریر کے القاب سے نوازا ہے [5] ۔

ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "**ثقة حافظ صاحب تصانيف**" ۔ [6] آپ ثقہ، حافظ اور صاحب تصانیف ہیں۔

وفات:

آپ نے محرم سن 235ھ کو وفات پائی۔ [7]

---

1 - تھذیب التھذیب، 6 / 3

2 - الثقات، عجلی، 2 / 57

3 - الثقات، ابن حبان، 8 / 358

4 - تھذیب التھذیب، 6 / 4

5 - تذکرۃ الحفاظ، 2 / 432

6 - تقریب التھذیب، 1 / 320

7 - الوافی بالوفیات، 17 / 238؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 433

اسحاق بن راہویہ (161-238ھ)

نام ونسب:

نام اسحاق، کنیت ابویعقوب۔ نسب نامہ: اسحاق بن إبراہیم بن مخلد بن إبراہیم أبو یعقوب الحنظلی المروزی۔ ابن راہویہ کے نام سے مشہور تھے۔ (1)

مختصر حالات:

آپ کا اصلی وطن مرو (ایران) تھا، وہیں سن 161ھ کو پیدا ہوئے، اور نیشاپور میں پرورش پائی، آپ ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، اور اس وقت ممالک اسلامیہ میں دینی علوم کے جتنے مراکز تھے، وہ سب ایک دوسرے سے ہزاروں میل دور تھے مگر آپ نے ان تمام مقامات حجاز، عراق، شام اور یمن وغیرہ کا سفر کیا اور وہاں کے تمام ممتاز محدثین وعلماء سے استفادہ کیا، آپ کو ابتداہی سے علم حدیث سے شغف تھا اور اسی کے حصول میں آپ نے سب سے زیادہ محنت وکوشش کی، مگر اس کے ساتھ ساتھ تفسیر وفقہ میں بھی آپ کو دسترس تھی، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے، کہ آپ فقہ میں ایک مسلک کے بانی تھے، جو اسحاقیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا، اور آپ میں یہ کمال تھا کہ حدیث کے سلسلہ سند کی طرح تفسیر کے سلسلہ سند کو بھی یاد کر لیتے تھے اور تفسیر قرآن کے وقت اس میں سند کا بھی تذکرہ کرتے تھے، آپ کو خدا نے قوت حافظہ بھی غیر معمولی دیا تھا، بیشمار احادیث زبانی یاد تھیں اور علم کے ساتھ آپ عادات واخلاق اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے بھی ممتاز تھے۔ (2)

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے اساتذہ کے تعداد بہت زیادہ ہے ان میں سے چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں:

---

1 - تاریخ بغداد، 6 / 345

2- تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ نیسابور، ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نُعیم بن الحکم الضبی الطہمانی النیسابوری، کتابخانۃ ابن سینا، طہران، س ن، 1 / 52؛ تھذیب التھذیب، 1 / 190؛ تھذیب الکمال، 2 / 373؛ تاریخ بغداد، 6 / 345؛ الکواکب النیرات، 1 / 16؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 11 / 259؛ تاریخ الإسلام، 17 / 80؛ سیر السلف الصالحین، 1 / 1074؛ سیر أعلام النبلاء، 11 / 358؛ طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1413ھ، 2 / 83؛ الأعلام، 1 / 292؛ فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، 1403ھ

3، / 338؛ الباعث الحثیث إلی اختصار علوم الحدیث، ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری الدمشقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، س ن، 1 / 240؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 434

ابن عیینہ، ابن علیہ، جریر بن عبد الحمید، بشر بن المفضل، حفص بن غیاث، سلیمان بن نافع العبدی، معتمر بن سلیمان، ابن اِدریس، عبد اللہ بن المبارک، عبد الرزاق بن ہمام، عتاب بن بشیر، عیسی بن یونس، اَبو معاویہ، شعیب بن اِسحاق غیرہ سے روایت کی ہے،

آپ کے تلامذہ کے تعداد بھی بہت زیادہ ہے ان میں سے چند مشاہیر کے نام یہ ہیں:

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابو داوٗد، امام نسائی، یحی بن آدم، احمد بن حنبل، یحی بن معین، ابو العباس السراج وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

اہل علم آپ کے علم وفضل حفظ وثقاہت اور محدثانہ شان کے معترف تھے۔

ابن حبان کا بیان ہے: "**كان إسحاق من سادات زمانه فقها وعلما وحفظا ونظرا ممن صنف الكتب وفرع السنن وذب عنها وقمع من خالفها**" [2] آپ اپنے زمانے کے علمی سردار تھے اور آپ کا شمار اہل تصنیف میں ہوتا ہے

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: "آپ امام ہونے کے ساتھ ساتھ آپ میں مختلف خصوصیات جمع تھیں جن میں علم حدیث، فقہ، قوت حفظ، راست بازی، تقویٰ اور زہد شامل ہیں"۔ [3]

امام ذہبیؒ نے آپ کو الامام، الحافظ الکبیر، عالم خراسان، شیخ اَہل المشرق، اَحد الأئمّۃ الأعلام المتبوعین یعنی ایسے ائمہ میں سے ہیں جن کی اتباع کثرت سے کی جاتی ہے کے القاب سے یاد کیا ہے۔ [4]

امام نسائیؒ فرماتے ہیں: "**اسحاق ثقة مأمون امام**"۔ [5] آپ ثقہ، مأمون یعنی جرح سے محفوظ اور امام ہیں۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "**ثقة حافظ مجتهد**"۔ [6] آپ ثقہ، حافظ اور مجتہد ہیں۔

وفات:

آپ نے شعبان سن 238ھ کو نیشاپور میں ستتر (77) سال کی عمر میں وفات پائی۔ [7]

---

1 - تھذیب التھذیب، 1 / 190

2 - الثقات، ابن حبان، 8 / 116

3 - تاریخ بغداد، 6 / 345

4 - تاریخ الإسلام، 17 / 81؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 434

5 - تذکرۃ الحفاظ، 2 / 434

6 - تقریب التھذیب، 1 / 99

7 - الوافی بالوفیات، 8 / 251؛ التاریخ الکبیر، 1 / 379

امام احمد بن حنبلؒ (م241ھ)

نام ونسب:

نام أحمد کنیت أبو عبد اللہ۔ نسب نامہ: احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن أسد الشیبانی أبو عبد اللہ المروزی البغدادی۔ [1]

مختصر حالات:

آپ خالص عربی النسل اور قبیلہ شیبان سے تعلق تھا، آپ کی والدہ مرو سے بغداد آئیں اور وہیں ربیع الاول سن 164ھ میں پیدا ہوئے، امام صاحبؒ نے بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور زبان کی تعلیم حاصل کی، تقویٰ، طہارت اور صلاحیت کے آثار ابتدا ہی سے نمایاں تھے، انہی آثار کو دیکھ کر اس دور کے صاحب نظر (ہثیم بن جمیل) نے کہا تھا، اگر یہ نوجوان زندہ رہا تو اہل زمانہ پر حجت ہوگا۔ خلافت عباسیہ میں بغداد علم وفن کا بہت بڑا مرکز تھا اور علم حدیث کی نشر واشاعت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں عام طور پر ہزاروں طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا، ان محدثین میں امام ابو یوسفؒ کا مقام بہت بلند تھا، امام صاحبؒ نے جب تحصیل حدیث شروع کی تو سب سے پہلے امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر چار برس تک بغداد میں امام حدیث ہثیم بن بشیر ابو حازم الواسطی سے استفادہ کرتے رہے۔ اس دوران دوسرے شیوخ سے بھی اخذ کیا، آپ نے حصول علم کی خاطر مکہ، مدینہ، شام، یمن اور دیگر کئی علاقوں کا سفر کیا۔ آپ علم حدیث میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے، اور آپ کو صحیح اور ضعیف روایات کا پورا پورا علم تھا، چنانچہ آپ اپنے زمانے میں بالاتفاق حدیث کے امام تھے، ایک جانب آپ حدیث کے بحر بیکراں تھے تو دوسری جانب فقہ کا بھی نہایت دقیق علم رکھتے تھے، خلیفہ مامون کے زمانے میں مسئلہ خلق قرآن کی وجہ سے آپ بڑی آزمائش کا شکار ہوئے۔ آپ نے مامون کے منشاء کے مطابق قرآن کریم کو مخلوق نہیں مانا چنانچہ اس نے آپ کو ایذائیں دیں، قید خانہ میں رکھا گیا۔ اس عرصہ میں آپ کو کوڑے لگائے گئے لیکن اس سے آپ کے عزم واستقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور اپنی استقامت سے ایک بڑے فتنہ کا استیصال کر دیا۔ [2]

---

1 - تھذیب التھذیب، 1 / 62

2-تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1 / 62 ؛ تاریخ بغداد، 4 / 412؛تذکرۃ الحفاظ، 2 / 431 ؛من أعلام المجددین، صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان ،دار المؤید،2001م، 1 / 5 ؛الوافی بالوفیات، 6 / 225 ؛ تاریخ الإسلام، 6 / 166؛وفیات الأعیان، 1 / 63؛تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 110؛منازل الأئمۃ الأربعۃ ، 1 / 234؛سیرۃ الإمام أحمد بن حنبل، صالح بن الإمام أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی أبو الفضل، دار الدعوۃ الاسکندریۃ،1404ھ، 1 / 30

الغرض ان ناموراہل علم میں سے ہیں، جنہوں نے نہ صرف علم وعمل کے چرغ روشن کیے، بلکہ قرطاس وقلم کے ذریعہ بھی زروجواہر کے انبار لگادیئے، آپ نے حدیث میں شہرہ آفاق کتاب "مسند امام اَحمد بن حنبل "لکھر محدثین میں نمایہ مقام حاصل کیا، جس کو دنیائے علم میں لازوال شہرت نصیب ہوئی۔

شیوخ وتلامذہ:

آپ کے شیوخ وتلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے چند مشاہیر یہ ہیں:

آپ نے بشر بن المفضل، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبد الحمید، یحی بن سعید القطان، ابی داوٗد الطیالسی، عبد اللہ بن نمیر، عبد الرزاق بن ہمام، علی بن عیاش الحمصی، امام شافعی اور معتمر بن سلیمان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے امام بخاری، امام مسلم، ابوداود، امام شافعی، ابوالولید، عبد الرزاق، وکیع بن جراح، یحیی بن آدم، یزید بن ہارون، قتیبہ، داود بن عمرو، خلف بن ہشام، یحیی بن معین، علی بن المدینی اور حسین بن منصور وغیرہ نے روایت کی ہے۔ [1]

آپ اہل علم کی نظر میں:

اہل علم نے آپ کے علم وفضل، زہد، تفقہ اور محدثانہ شان کا اعتراف کیاہیں:

امام شافعیؒ آپ کی علمی حثیت کے معترف اور قدردان تھے، بغداد سے جاتے ہوئے فرمایا:

"**خرجت من بغداد فما خلفت بها رجلا أفضل ولا اعلم ولا افقه من احمد بن حنبل**"۔ [2] میں بغداد سے نکلاتو میرے بعد وہاں احمد بن حنبل سے فضل، علم اور فقہ کے لحاظ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں ے تھا۔

امام ابوزرعہ الرازی کا بیان ہے:

"**ما رأيت أحدا اجمع من أحمد بن حنبل وما رأيت أكمل منه اجتمع فيه زهد وفضل وفقه وأشياء كثيرة**"۔ [3] میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے زیادہ جامع اور کامل شخص نہیں دیکھا، ان میں زہد، فضل، تفقہ اور بہت سی خصوصیات جمع تھیں۔

ابراہیم الحربی کا بیان ہے:

"**رأيت احمد كان الله قد جمع له علم الأولين والآخرين**"۔ [4] میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو دیکھا اللہ تعالیٰ نے آپ میں اَولین اورآخرین کا علم جمع کیا تھا۔

---

1 - تهذيب التهذيب، 1 / 62

2 - تذكرة الحفاظ،2 / 432

3 - الجرح والتعديل،1 / 294

4 - تذكرة الحفاظ،2 / 431

امام ذہبیؒ نے آپ کو **شیخ الإسلام، الحافظ، الحجة** اور **سید المسلمین** یعنی مسلمانوں کے سردار کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ [1]

ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"**ثقة حافظ فقيه حجة**"۔ [2] آپ ثقہ، حافظ، فقیہ اور حجت ہیں۔

وفات:

آپ نے بارہ ربیع الاول بروز جمعہ 241ھ کو وفات پائی۔ اور بغداد میں باب حرب کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ [3]

---

1 - ایضاً، 2 / 431

2 - تقریب التھذیب، 1 / 84

3 - الوافی بالوفیات، 6 / 228؛ وفیات الأعیان، 1 / 64

باب سوم

عہد بنو عباس میں مراکز علم حدیث

فصل اول: عہد بنو عباس میں مراکز علم حدیث کی اہمیت، نوعیت اور منہجِ تدریس

فصل دوم: بلاد عرب کے مراکز حدیث

فصل سوم: بلاد عجم کے مراکز حدیث

فصل اول

عہد بنو عباس میں مراکز علم حدیث کی اہمیت، نوعیت اور منہجِ تدریس

کسی بھی فکر وفلسفہ کے فروغ اورانسانی معاشرہ میں اس کے اثر ونفوذ میں نظام تعلیم (جس کے بنیادی کرداراستاد، نصاب اور مدرسہ ہیں)کاکردارہمیشہ بنیادی نوعیت کارہاہے، انحضرت ﷺ بحیثیت معلم مبعوث ہوئے، جیساکہ آپ ﷺ کاارشادہے:

« إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمً »[1]

ترجمہ: بلاشبہ مجھے معلّم بناکر بھیجاگیاہے۔

مکہ مکرمہ کے حالات ناساز گار ہونے کے باوجود یہاں پر آپ ﷺ فرائض معلمی سرانجام دیتے رہے۔ اورآپ ﷺ کی ذات اقدس خود ایک چلتاپھرتامدرسہ تھے، لیکن اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے کتاب وسنت کی نشرواشاعت کے لئے ایک مستقل مرکز کی ضرورت محسوس کی۔ اس دور میں باقاعدہ کوئی درس گاہ تونہیں تھی مگر دارارقم ایک مکان جوکوہ صفاکے دامن میں واقع تھا۔ اسلامی تاریخ میں اس کوبڑی اہمیت حاصل ہے جودار الاِسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے[2] اس مکان میں جب آپ ﷺ نے تحریک کومنتقل کیاتو ایک درس گاہ قرارپایا۔ معلم اعظم ﷺ اسی میں جلوہ افروزہوکر مسلمانوں کوتعلیم دین سے بہرہ یاب فرماتے تھے۔ طبقات ابن سعد اور مستدرک حاکم میں ہے:

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِيهَا فِي الْإِسْلَامِ وَفِيهَا دَعَا النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمَ فِيهَا قَوْمٌ كَثِيرٌ"۔[3]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ابتدائے اسلام میں اسی مکان میں رہتے تھے اورلوگوں کواسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اور بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔

اس طرح صفاکے دامن میں واقع یہ مکان (دارارقم بن ابی ارقم)اسلام کاپہلامدرسہ کہلایا۔ جیساکہ ابوالولیدازرقی کی روایت سے ثابت ہوتاہے وہ لکھتے ہیں:

"يَجْتَمِعُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فِيهَا عِنْدَ الْأَرْقَمِ بْنِ أَبِي الْأَرْقَمِ وَيُقْرِئُهُمُ الْقُرْآنَ وَيُعَلِّمُهُمْ فِيهِ"۔[4]

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ دارارقم میں جمع ہوتے تھے اورآپ ﷺ لوگوں کو قرآن پڑھاتے اوران کو دین (توحیداوراسلام)کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی طرح مسجد ابی بکر، فاطمہ بنت خطاب کاگھراورشعب ابی طالب وغیرہ جیسے

---

1 - سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید أبو عبداللہ القزوینی، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحثّ علی طلب العلم، دار الفکر ، بیروت، س ن، 1/ 83

2 - الطبقات الکبری، 3 / 243

3 - المستدرک علی الصحیحین، أبو عبداللہ الحاکم النیسابوری، باب ذکر الأرقم بن أبی الأرقم المخزومی رضی اللہ عنہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ، 3/ 574

4 - أخبار مکہ، محمد بن عبد اللہ بن أحمد بن محمد بن الولید بن عقبۃ بن الأزرق الغسانی المکی أزرقی، دار الأندلس للنشر، بیروت، 2/ 260

مقامات کسی حد تک ابتدائی درس گاہوں سے تعبیر کئے جاسکتے ہیں۔ مکی دور میں ان ابتدائی نوعیت کے درس گاہوں سے متعدد قراءو معلمین پیدا ہوئے جنہوں نے دوسروں کو کتاب وسنت کی تعلیم دی۔ جس طرح حضرت خبابؓ بن ارت مکہ میں فاطمہؓ بنت خطاب کے گھر میں قرآن وحدیث کی تعلیم دیتے تھے۔ (1)

ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی میں (صفّہ) کی قیام گاہ سے تعلیم و تعلم کا آغاز ہوا۔ جہاں شب وروز کے اکثر اوقات میں قرآن کریم اور حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ نیز حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبادہؓ بن صامت وغیرہ اس درس گاہ کے معلم ومقری تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضورا کرم ﷺ سے جو کچھ سنا اور آپ ﷺ کو جو کچھ کرتے ہوئے پایا اسے آگے پہنچایا اوراگلوں نے صحابہؓ کے نام سے اس حدیث کی سند جاری کر دی۔ انحضرت ﷺ خود بھی ایک معلم تھے اور آپ نے حدثواعنی کہکر ہر ایک صحابی کو معلم ٹھرایا۔ اس جہت سے ہر ایک صحابی کا حلقہ تعلیم ایک مستقل مدرسہ ٹھہرا تھا اور طالبان حدیث کی علمی پیاس بجھا کر اس فن کی تکمیل کرتے۔ مزید بر آں مختلف علاقوں سے قبائل اور وفود مدینہ منورہ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلم بنا کر مختلف قبائل میں روانہ کرتے تھے۔ اور وہاں جاکر لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتے تھے۔

خلافتِ راشدہ میں تدریس حدیث کا عمل نہ صرف جاری رہا بلکہ ترویج وترقی کی منازل بھی طے کرتا رہا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حکومت نے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مراکز ومدارس قائم کیے اور تنخواہ دار مدرسین کا تعین کیا۔ جس کا اندازہ درج ذیل بیانات سے کیا جاسکتا ہے:

ابن حزم اور متقی الہندی لکھتے ہیں: کہ وضین بن عطاء الشامی کا بیان ہے:

" كان بالمدينة ثلاثةمعلِّمين يعلمون الصبيان فكان عمر بن الخطاب يرزق كل واحد منهم خمسة عشر كل شهر"۔ (2) مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمرؓ ان میں سے ہر ایک کو ماہوار پندرہ درہم برائے خورد ونوش دیا کرتے تھے۔

ابن حزم کا بیان ہے:

---

1 - خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، قاضی اطہر مبارکپوری، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2000ء، ص: ۱۱

2 - المحلی بالآثار، ابو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاہری، دار الفکر، بیروت، س ن، 7 / 21؛ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، علی بن حسام الدین المتقی الہندی، مؤسسة الرسالة، بیروت 1989 م، 3 / 1508 (کنز العمال کی روایت میں خمسة عشر درھما کی تصریح ہے)

"کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو فارس، شام، جزیرہ اور مصر کے تمام شہر فتح کر لئے گئے، ان ملکوں کے ہر شہر اور بستی میں مسجدیں تعمیر کی گئیں، مصاحف لکھے گئے مشرق سے مغرب تک ائمہ مساجد نے قرآن پڑھا اور مکاتب کے بچوں کو پڑھایا، دس سال سے زائد مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا"۔ [1]

دور اموی میں اس تدریجی وارتقائی عمل میں خوب ترقی ہوئی۔ نامور علماء مفسرین، محدثین اور ماہرین فن پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ساتھ کوفہ، بصرہ، دمشق، اسکندریہ اور دوسرے بڑے بڑے شہر علمی مراکز قرار پائے اور لوگ دور دراز سے حصول علم کے لئے یہاں آتے تھے۔

عباسی دور چونکہ علم وعرفان کے عروج وارتقاء کا سنہری دور ہے۔ اور اموی دور میں جو علمی ترقی شروع ہوئی تھی وہ عباسی عہد میں اپنے منطقی کمال پر پہنچ گئی۔ اس لئے قرآن وحدیث کے علوم نے بھی خوب ترقی کی۔ بیشتر عباسی خلفاء خود بھی عالم تھے اور علماء کی خوب قدردانی کرتے تھے۔ اہل علم کو بلا امتیاز نسل ومذہب دوسرے سب لوگوں پر فوقیت دی جاتی تھی۔ ان پر دولت، ثروت اوراعزازات کی بارش کر دی جاتی۔ وہ ولایات کے حاکم تک مقرر کر دیئے جاتے۔ یہ خلفاء جب کسی سفر یا مہم پر روانہ ہوتے تو اہل علم کا ایک گروہ اور کتابوں سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار ہمراہ ہوتی۔ [2] خلیفہ ابو جعفر منصور، ہارون الرشید اور مامون الرشید اس اعتبار سے قابلِ ذکر ہیں۔ عباسی خلفاء نے مدارس کی سرپرستی میں بڑی فیاضی دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے دور میں علوم وفنون کی تحقیق اور تدریس کے لئے بڑے بڑے مراکز اور ادارے قائم ہوئے۔

الغرض عباسی دور میں یوں تو تقریباً تمام ہی خلفاء نے علوم وفنون کی سرپرستی کی، لیکن ابو جعفر منصور، ہارون رشید اور مامون رشید نے اس پر خصوصی توجہ دی۔

مراکز علم حدیث کی نوعیت:

عہد بنو عباس میں تابعین وتبع تابعین کے مختلف بلاد وامصار میں چلے جانے سے وہاں کتاب وسنت کی تعلیم کے مدارس کھل گئے جہاں دور ودراز علاقوں کے طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے چشمہ علم سے اپنی پیاس بجھاتے، اور ان سے وہ فیوض حاصل کرتے جو انہوں نے بڑے اکابر اہل علم سے ورثہ میں پائے تھے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت دور حاضر کی طرح باقاعدہ مدارس وجامعات اور کالج کھلے ہوئے تھے جہاں خصوصی انتظامات تھے اور لیکچر روم

---

1 - الفصل فی الملل والأهواء والنحل، أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری، مكتبة الخانجی، القاهرة، س ن، 2 / 67 ؛حسن المحاضرة فی تاریخ مصر والقاهرة، 1 / 106

2 - رابرٹ۔ بریفالٹ، تشکیل انسانیت۔ مترجم عبد المجید سالک، لاہور، ص، 241

(Lecture room)ہوتے تھے، بلکہ لوگ فطری سادگی اپناتے ہوئے سینے دینی علوم کا مخزن تھے۔ اور جہاں کوئی ہدایت کاستارہ چمکا یا کوئی نامور استاد آیا وہیں طالبین حدیث نے حلقہ بنالیا اور یہ حلقہ مستقل مدرسہ کہلایا۔ اس دور میں مساجد تعلیم گاہ اور دارالحدیث کی حیثیت رکھتی تھیں، بعض جگہ ایک ایک مسجد میں کئی مدرسے لگتے اور ایک ایک میدان میں روایتِ حدیث کے متعدد خیمے نصب ہوتے۔ تابعین و تبع تابعین محدثین کرام مختلف مساجد میں اُونچی جگہ بیٹھ جاتے اور ان کے تلامذہ طالبان حدیث ان کے گرد حلقہ باندھ کر ان سے استفادہ کرتے اور اسے اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کرلیتے تھے۔ تلامذہ سوال کرتے اور معلم ان کو کتاب وسنت یا اس اجتہاد کی روشنی میں جواب دیتے جو قرآن وسنت سے ہی ماخوذ ہوتا تھا[1]۔ علاوہ ازیں اس دور میں کتب فروشی کی دکانیں، بادیے، علماء کی قیام گاہیں اور ادبی نشستیں بھی تعلیم کی درس گاہیں شمار کی جاتی تھیں، خاندانِ عباسیہ کے برسرِ اقتدار آنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ ادبی نشستیں بہت اعلیٰ معیار پر پہنچ گئیں تھیں۔

ڈاکٹر احمد شبلی لکھتے ہیں:

ہارون الرشید (م193ھ) کے دربار میں اکثر وبیشتر مشاعرے، مذہبی مناظرے اور ادبی مجالس ہوا کرتی تھیں[2]، اسی طرح ایک اور دلچسپ مباحثہ جو ہارون رشید کے دربار میں ہوا وہ الکسائی نحوی اور عالم دین ابویوسف کے درمیان تھا۔ جس میں الکسائی نے صرف و نحو کے قواعد سے دینی مسائل حل کیے تھے اور بہت سے قانونی سوالات کے جواب دیے تھے[3] اور مختلف النوع قسم کے مضامین پر مباحثے ہوا کرتے تھے۔[4]

اس ضمن میں مدارس کے ارتقاء کی مختصر تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مدارس کی باقاعدہ تشکیل و تنظیم بنوعباس کے عہد عروج (132ھ تا247ھ) سے مؤخر ہے۔ بنوعباس کے دورانحطاط کے خلفاء میں سے خلیفہ معتضد باللہ (م289ھ) نے حکماء وفلاسفہ کے لئے عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی اور اس میں نظریاتی اور عقلی علوم وفنون کے لئے کمرے تعمیر کرائے اور ہر کمرہ میں علوم عقلیہ و نظریہ کے نامور اساتذہ کو رکھ کر ان کا سالانہ خطیر وظیفہ مقرر کیا[1]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الحدیث والمحدثون، محمد ابوزھو، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1984م، ص:101؛ علوم الحدیث، ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، نشریات، اردو بازار، لاہور، 2006ء، ص:616؛ آثار الحدیث، علامہ ڈاکٹر خالد محمود، دار المعارف، اردو بازار، لاہور، 1985ء، 2/443

2 - تاریخ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ، ڈاکٹر احمد شلبی، مترجم: محمد حسین خان زبیری، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص:78

3 - طبقات الادباء، ص:91

4 - ان مباحث کی مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو، طبقات الشافعیہ، ابو بکر بن أحمد بن محمد بن عمر الأسدی الشہبی الدمشقی، عالم الکتب، بیروت، 1407ھ، 1/205-215

1 - المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، احمد بن علی بن عبد القادر أبو العباس الحسینی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1418ھ، 4/ 199

مگر اس وقت تک فقہاء و محدثین اور اصحاب روایت نے مسجد ہی کو درسگاہ بنائے رکھا، نہ انہوں نے اس کے لئے الگ سے کوئی عمارت بنائی اور نہ کسی خلیفہ و امیر نے اس کی طرف توجہ کی، البتہ مغرب اقصیٰ میں دو(2) بہنوں نے شاندار جوامع بنا کر ان کے ارد گرد طلبہ کے قیام کے لئے حجرے تعمیر کرائے۔ تیسری صدی میں دینی درسگاہ کے سلسلہ میں یہ پہلا اقدام تھا، مغرب کے شہر فاس کی فقیہ و مقتیہ حضرت امّ البنین فاطمہ بنت محمد بن عبد اللہ فہری نے یکم رمضان 345ھ میں جامع قرویین کی بنیاد رکھی اور مسجد کے ارد گرد دینی علوم کے طالب علموں کے لئے حجرے اور کمرے تعمیر کرائے جامع قرویین میں آج تک دینی تعلیم جاری ہے اور اس کا شمار مغرب کے قدیم ترین جامعات میں ہوتا ہے، ان کی بہن حضرت مریم بنت محمد بن عبد اللہ فہری نے بھی اسی سال 345ھ میں جامع الاندلس کی بنیاد شہر فاس میں رکھی اور اس کے اطراف میں طلبہ کے قیام کے لئے حجرے تعمیر کرائے، فاس کے سلطان ادریس بن ادریس نے اندلس کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو مشرقی فاس میں آباد کیا تھا، اسی علاقہ میں مریم بنت محمد نے مسجد تعمیر کر کے اس کا نام جامع الاندلس رکھا تھا۔ اس کے بعد 361ھ میں قاہرہ میں جامع ازہر کی تعمیر ہوئی جس میں طلبہ کے قیام کے لئے کمرے تو تعمیر ہوئے مگر تعلیم مسجدوں میں ہی ہوتی تھی۔ خطیب بغدادی نے (م463ھ) بغداد کے جامع منصورہ میں اور مراودی مسلک کے مشہور امام و عالم ابراہیم بن محمد نفطویہ (م323ھ) نے جامع منصور کے ایک ستون کے پاس پچاس(50) سال تک درس دیا اور جگہ نہیں بدلی، جبکہ شافعی مسلک کے عالم ابو حامد احمد بن محمد اسفرائنی (م406ھ) بغداد میں حضرت عبد اللہ بن مبارک کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ جس میں تین سو(300) سے سات سو (700) تک فقہاء و علماء شریک ہوتے تھے، مقدسی بشاری کا بیان ہے کہ جامع ازہر میں عشاء کے بعد ایک سو دس (110) علمی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔

علامہ تاج الدین سبکی کے تصریح کے مطابق چوتھی صدی میں مدارس تعمیر ہوئے، صرف نیشاپور میں چار مدرسے قائم ہوئے: پہلا مدرسہ بیہقیہ، دوسرا مدرسہ سعدیہ (جس کو امیر نصر بن سبکتگین سلطان محمود غزنوی کے بھائی نے نیساپور کی امارت کے دور میں تعمیر کیا تھا) تیسرا مدرسہ جس کو نیساپور میں ابو سعد اسماعیل بن علی بن مثنی استر آبادی واعظ صوفی (م440ھ) نے قایم کیا تھا اور چوتھا مدرسہ استاد ابو اسحاق اسفرائنی کے لئے بنایا گیا تھا[1]۔ نظام الملک نے بغداد، بلخ، نیساپور، ہرات، اصفہان، بصرہ، مرو، ائل طبرستان، موصل اور عراق و خراسان کے ہر شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اور یہ سب مدرسہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تعمیر ذوالحجہ 457ھ میں شروع ہوئی اور ذوالقعدہ 459ھ میں اس کا افتتاح ہوا۔[1]

---

1 - طبقات الشافعیہ،4/314

1 - ان تمام تفصیل کے لئے دیکھیے: طبقات الشافعیہ،4 / 312؛ وفیات الأعیان، 2 / 129؛ خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ص: 16

اس کے بعد پورے مشرقی عالم اسلام کے سلاطین، وزراء اور امراء نے اپنے اپنے علاقہ میں مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کو تعمیر کرکے علماء، فقہاء، محدثین اور مشائخ کو جمع کیا اور ان کے وظائف مقرر کئے، اس بارے میں ہر صاحبِ اقتدار دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتا تھا، اس تاریخی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو عباس کے عہد عروج میں مدارس کا ارتقاء ترقی یافتہ شکل میں موجود نہ تھا۔

(عہد بنو عباس میں مختلف بلاد وامصار میں علمِ حدیث کے جو مراکز بنے، ان کا تذکرہ مستقل اور آنے والے فصول میں کیا جائے گا)۔

مراکز علم حدیث میں منہج تدریس:

علم انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے جس کی بقا درس و تدریس سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں انسان رسمی اور غیر رسمی طریقے سے سیکھنے اور سکھانے سے جڑا رہا ہے کہ یہی اس کے مستقبل کی ضمانت ہے۔ اسلام نے بھی اس شعبہ زندگی کو ایک نمایاں حیثیت دی ہے۔ اسلامی معاشرے میں علم کے حاصل کرنے اور اس کے پھیلانے کو تحسین کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ مختلف ادوار میں رائج ان مراکز میں درس و تدریس کے مختلف مناہج اور اسلوب جاری رہے ہیں۔

عباسی دور علم و عرفان کے عروج و ارتقاء کا سنہری دور ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ محدثین اطراف عالم میں پھیل چکے تھے اور مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور بغداد وغیرہ جیسے بلاد اسلامیہ میں بڑی بڑی درس گاہیں قائم تھیں اور زور شور سے حدیث پاک کا درس جاری تھا اس زمانہ میں عام مسلمانوں میں علم حدیث کا شوق اور رواج اس درجہ تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں دس دس ہزار طلبہ کا شریک درس ہونا معمول کی بات تھی۔ جیسا کہ امام ذہبیؒ کے اس قول سے واضح ہے:

"**ولعل قد اهملنا طائفة من نظرائهم فان المجلس الواحد في هذا الوقت كان يجتمع فيه ازيد من عشرة آلاف محبرة يكتبون الآثار النبوية ويعتنون بهذا الشأن وبينهم نحو من مائتي امام قد برزوا وتأهلوا للفتيا**"۔ [1] اور غالباً ہم سے ان ہی کے ہم پایہ حفاظِ حدیث کی ایک جماعت کا ذکر رہ گیا ہے کیونکہ اس عہد میں ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار سے زائد دواتیں جمع ہوتی تھیں اور لوگ احادیث نبوی کی کتابت میں مصروف اور اس فن پر متوجہ تھے اور ان میں تقریباً دو سو امام ایسے تھے جو بالکل نمایاں تھے اور فتوے دینے کے اہل تھے۔

---

1 - تذکرة الحفاظ، 2 / 305

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ امام ذہبیؒ نے دس ہزار طلبہ کی جو تعداد بتائی ہے یہ عام حلقہ ہائے درس کی بات ہے ورنہ خاص خاص ائمہ حفاظ کی مجلس املامیں یہ تعداداس سے کئی گناہ زیادہ ہوتی تھی جو کبھی ایک لاکھ سے بھی اوپر پہنچ جاتی تھی۔

ان مراکز میں درس حدیث کے جو طریقے رائج تھے ان کا مختصر سا جائزہ موضوع کو واضح کرنے میں ممد ہو گا۔ ان اسالیب میں قرأت، سماع، مناولہ، مذاکرہ اور املا شامل ہیں۔ ان سب کی قدرے تفصیل حسب ذیل ہے:

سماع و قرأت:

حدیث کے تعلیم و تعلم میں سب سے زیادہ مروج اور معتبر طریقہ ہائے تدریس سماع و قرأت رہے ہیں۔ سماع کا مطلب یہ ہے کہ استاذ حدیث اپنی کتاب سے یا اپنے حافظہ کے بھروسہ پر زبانی طور پر احادیث سنائے اور شاگرد سنے۔ اسی طرح قرأت کا طریقہ رائج تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے کتاب یا اپنے حافظہ سے سنائے اور استاد اس کو سنے۔ ان دو طریقہ ہائے تدریس کے پہلو سے مراکز حدیث کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ اور حجاز وغیرہ کے علاقوں میں زیادہ تر سماع کا طریقہ رائج تھا کیونکہ وہاں کتابیں زیادہ مقدار میں مہیا نہیں ہوتی تھیں، جبکہ عراق یعنی کوفہ، بصرہ اور بغداد وغیرہ میں قرأت کا طریقہ رائج تھا کیونکہ یہاں کتابیں کثرت سے پائی جاتی تھیں۔

امام اعظمؒ ہی کے ایک شاگرد خاص یزید بن ہارون جو فن حدیث کے مشہور امام ہیں، ان کے متعلق یحیٰ بن ابی طالب کا بیان ہے:

"کہ میں نے بغداد میں ان سے حدیث کا سماع کیا ہے اس وقت لوگ ان کے درس میں ستر ہزار حاضرین کی تعداد بتایا کرتے تھے"[(1)]۔

یحیٰ بن سعید بیان کرتے ہیں:

"**لم يسمع التفسير من قتادة**"۔[(1)] کہ سعید بن ابی عروبہ (156م) نے قتادہ سے تفسیر کی سماعت نہیں کی۔ اس لئے قتادہ سے ان کی روایت سماعاً نہیں ہے بلکہ بواسطہ کتابۃ۔

ابن جریج (150م) نے بیان کیا ہے: کہ انہوں نے زہری سے حدیث نہیں سنی، زہری نے ان کو ایک کتاب دی، جس سے انہوں نے نقل کیا اور زہری نے اس کی روایت کا حق بھی دے دیا۔[(2)]

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 318

1 - الجرح والتعدیل، 1 / 240

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 170

ابوزرعہ نے بیان کیاہے: کہ اسی صالح نے زہری سے دوکتابیں حاصل کیں، ایک (قرأۃً) اوردوسری مناولہ (یعنی کتاب کانسخہ لے کر) لیکن بعد میں ان میں خلط ملط کردیا، یہاں تک کہ وہ دونوں میں تمیز نہیں کرسکتے تھے۔ [1]

ابن جریج نے سلیمان بن مجالد راعیۃ سے بیان کیا: کہ وہ حق شکر کیسے اداکرے، انہوں نے ابن جریج کوکتابیں نقل کرنے کے لئے دی تھیں، سلیمان بن مجالد نے بعض کتابیں تابعین سے سماعاًاور بعض بالمشافہ حاصل کی تھیں۔ [2]

ابن ابی حاتم لکھتے ہیں: جب شعبہ بغداد آئے توعبدالرحمن بن عبد اللہ مسعودی (160م) کے لئے اپنے ساتھ کچھ کتابیں یا کچھ نسخے لائے اور ان کے سامنے ان کی سماعت کی۔ [3]

جریرابن حزم (170م) نے ایوب سختیانی (131م) کے سامنے ابو قلابہ کی کچھ کتابوں کی قرأت کی ایوب نے اس بارے میں بیان کیاکہ انہوں نے ابوقلابہ سے اس میں سے صرف کچھ حصہ سناتھا۔ [4]

اجازۃ:

حدیث لینے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ اجازۃ بھی تھا۔ جس کامطلب یہ ہے کہ استادکسی بھی راوی کواپنی مرویات روایت کرنے کی اجازت زبانی طور پر یاتحریری طور پر دے دے۔ جیساکہ امام احمدبن حنبلؒ نے ابو یمان الحکم بن نافع (322م) سے دریافت کیاکہ انہوں نے شعیب بن ابی حمزہ (162م) کی کتابیں کس طرح حاصل کی تھیں توانہوں نے جواب دیامیں نے ان کے سامنے بعض کتابوں کی قرأت کی اورانہوں نے خودمیرے لئے بعض کتابوں کی قرأت کی اور چندکتابوں کومیں نے ان سے اجازۃً اور مناولۃً حاصل کیا۔ [5]

مناولہ:

تحمل حدیث کے دیگر طریقوں میں سے ایک منہج واسلوب مناولہ کابھی تھا۔ جس کامفہوم یہ ہے کہ استاذشاگرد کو کوئی کتاب یالکھی ہوئی احادیث دے دے۔ حافظ ابن حجرؒ حضرت لیث بن سعد مصری (175م) کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ سعید مقبریؒ کی احادیث زیادہ صحیح طور پر بیان کرتے تھے۔ مقبری نے جواحادیث حضرت ابوہریرہ سے سنی تھیں اور جو اپنے والد کی روایت سے سنی تھیں۔ لیث بن سعدان سب میں فرق کیاکرتے تھے۔ اپنے تلامذہ سے کہتے تھے کہ میں

---

1 - تھذیب التھذیب،4 / 333

2 - العلل ومعرفۃ الرجال، 2 / 312

3 - ایضاً، 1 / 145

4 - ایضاً، 1 / 287

5 - تھذیب التھذیب، 2 / 380

نے مؤرخ عبید اللہ بن ابو جعفر مصری(133م) سے براہ راست احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔ بلکہ یہ حدیثیں مناولہ کے طور پر ہیں۔ [1]

مذاکرہ یا تکرار:

اس عہد کا ایک منہج درس مذاکرہ یا اعادہ تھا۔ جسے آج کے دور میں تکرار کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں علماء کے ہاں معمول تھا کہ جب وہ درس دے چکتے تو اس کے بعد طلباء آپس میں اس سبق کا مذاکرہ یعنی تکرار کرتے تھے تا کہ استاذ کے بتائے ہوئے مضامین اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔ کبھی یہ تکرار اجتماعی ہوتی، کبھی انفرادی، جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں:

"**انه ليطول علي الليل حتى ألقى اصحابي فأذاكرهم**"۔ [2] کہ میں رات گئے اپنے ساتھیوں کا مذاکرہ کے لئے انتظار کرتا۔

شعبہ بن حجاجؒ سے روایت ہے کہ وہ عبد اللہ بن عون کے پاس سے نکلے، مٹھی بندھی ہوئی تھی۔ کسی نے ان سے خطاب کیا، کہنے لگے: ابھی گفتگو نہ کرو، ابن عون سے دس حدیثیں سن کر آرہا ہوں اس کے بھول جانے کا خطرہ ہے، اس لئے یاد کرلوں تو بات کرو۔ [3] اسی طرح محدثین حدیث رسول اللہ ﷺ کا مذاکرہ کرتے، تا آنکہ یہ حدیثیں سینوں میں پیوست ہو جاتیں۔

ابو علی صالح بن محمد بغدادی کا بیان ہے:

" **وقال صالح بن محمد أعلم من أدركت بالحديث وعلله علي بن المديني وأعلمهم بتصحيف المشائخ يحيى بن معين وأحفظهم عند المذاكرة أبو بكر بن أبي شيبة** "۔ [1] کہ میں نے جن لوگوں کو پایا ان میں حدیث اور اس کے علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی ہے اور فقہ و حدیث میں سب سے بڑھ کر امام احمد بن حنبلؒ اور تصحیف مشائخ سے سب سے زیادہ باخبر یحی بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ یاداشت رکھنے والے ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذيب التهذيب، 8 / 414

2 - الجامع لأخلاق الراوی، احمد بن علی بن ثابت الخطيب البغدادی أبو بكر، مكتبة المعارف ،الرياض، 1403ھ، 2 / 269

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الجامع لأخلاق الراوی، 12 / 239

1 - تهذيب التهذيب، 6 / 4

وجادہ:

اس سے مراد کسی کی کتاب یا احادیث سے استفادہ کرنا ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ اس کا ہم عصر ہے یا اس سے پہلے کا ہے۔

یحی بن سعید فرماتے ہیں: صالح بن ابی الاخضر یمانی(150م) سے زہری کی بعض روایات سماعاً اور بعض قرأۃً تھیں، اور ان ہی میں سے ایک حصہ وجادۃً بھی تھا۔ [1]

املا:

اس زمانہ میں مراکز حدیث میں درس حدیث کا ایک طریقہ یہ بھی رائج تھا۔ کہ استاذ دوران درس املا کروا تا جاتا اور طلباء اپنے استاذ کی تحقیقات کو قلم بند کرتے چلے جاتے۔ اس طرح یہ ایک مستقل کتاب تیار ہو جاتی، جسے "امالی" کہا جاتا ہے۔ امالی کا طریقہ مسلمانوں کے نظام تعلیم میں قدیم سے چلا آرہا ہے۔ بسا اوقات ان امالی کی تعداد بہت ہی زیادہ ہوتی جیسا کہ حافظ عبد القادر قریشی الجواہر المضیہ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"**وأصحاب الأمالي الذى رووها عن أبي يوسف لا يحصون**"[2] امام ابو یوسفؒ سے جن لوگوں نے ان کی امالی کو روایت کیا وہ شمار نہیں کئے جاسکتے۔

استملا:

بسا اوقات درس حدیث کے یہ حلقے بہت بڑے ہوتے اور ہر ہر طالب علم تک آواز کا پہنچنا مشکل ہوتا تو درمیان میں کچھ ایسے افراد ہوتے جو استاذ کی بیان کردہ روایت کو اونچی آواز میں دوبارہ دوہراتے اور اس طرح ہزارہا طلباء روایت سن پاتے۔

مسندِ عراق امام حافظ ابوالحسن علی بن عاصم واسطی کے حلقہ درس میں تیس ہزار سے زیادہ کا اجتماع ہوتا تھا، ان ہی کے صاحبزادے امام ابوالحسین عاصم بن علی واسطی جو کہ امام بخاریؒ کے بھی شیوخ میں ہیں ان کی مجلس املا "رحبۃ النخل" (بغداد کے نخلستان کا وسیع میدان) میں منعقد ہوا کرتی تھی۔ ان کے متعلق حافظ ذہبیؒ رقمطراز ہیں: "**قدم بغداد وأملى بها وتزاحموا عليه**"۔[3] یہ بغداد آئے وہاں حدیث کی املا کرائی اور لوگوں کا ان کے پاس ازدحام لگ گیا۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: العلل ومعرفۃ الرجال، 1 / 172

2 - الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، 1 / 526

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 /397

ابوالحسین بن المبارک کا بیان ہے کہ ان کی مجلس درس میں حاضرین کا اندازہ ایک لاکھ نفوس سے اوپر کا کیا جاتا تھا۔ ان کے مجلس درس میں ہارون نامی مستملی(نائب جو شیخ کے الفاظ کو دور دور تک پہنچا سکے) ہوتے تھے جو کھجور کے درخت پر چڑھ کر ان کی آواز پہنچاتے تھے۔ عمرو بن حفص سدوسی کہتے ہیں کہ خود ایک دن میں نے سنا کہ وہ کہتے جاتے تھے **حدثنا اللیث بن سعد** اور کثرت ازدحام کے باعث چونکہ لوگوں کے کانوں تک آواز نہیں پہنچ رہی تھی اس لئے وہ برابر ان سے پوچھتے جاتے تھے یہاں تک کہ یہی کلمہ ان کو چودہ دفعہ دوہرانا پڑا۔ [1]

خطیب بغدادی وحافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ میں نے یحیی بن جعفر کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

" **كان يجتمع عند علي بن عاصم أكثر من ثلاثين الفا وكان يجلس على سطح وكان له ثلاثين مستملين**"[2]، کہ ان کے حلقۂ درس میں تیس(30) ہزار سے زیادہ طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ اور آپ ایک بلند جگہ پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے لئے تیس اشخاص املا کرنے والے ہوتے تھے۔

سلیمان بن حرب(224م) جن کا شمار مشہور حفاظ حدیث میں ہے۔ ان کے حلقۂ درس کے متعلق ابو حاتم کہتے ہیں: کہ میں ان کے مجلس درس میں شریک تھا حاضرین کا تخمینہ چالیس ہزار لگایا گیا۔ قصر مامون کے پہلو میں ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی سلیمان نے اس پر چڑھ کر درس دیا خلیفہ مامون اور تمام امراءدربار حاضر تھے۔ سلیمان جو املا کرا رہے تھے مامون خود بھی اس کو لکھتے جاتے تھے۔ [3]

أحمد جعفر ختلی کہتے ہیں کہ حافظ ابو مسلم کجی صاحب السنن جب بغداد آئے اور انہوں نے " رحبہ غسان "(غسان کا چوک) میں حدیث کی املا کرائی تو اس وقت ان کی مجلس درس میں سات مستملیوں کو اس طرح کھڑا ہونا پڑا کہ ہر ایک دوسرے کو شیخ کی آواز پہنچا سکے۔ کثرت ازدحام کے سبب لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں سن رہے تھے۔ درس کے بعد جب ان لوگوں کو شمار کیا گیا جو لوگ لکھنے کے لئے دواتیں لیکر آئے تھے ان کی تعداد تقریباً چالیس ہزار سے اوپر تھیں اور جو لوگ صرف سماعاً شریک تھے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہیں امام ذہبیؒ اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 /397؛ تھذیب التھذیب، 5 /44

2 - تاریخ بغداد، 11 / 454؛ تھذیب التھذیب،7 / 304

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 /393

"هذه حكاية ثابتة رواها الخطيب في تاريخه عن بشرى الفاتنى انه سمع الختلي يقولها" [1] یہ صحیح واقعہ ہے اس کو خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں بشر فاتنی سے نقل کیا ہے اورانہوں نے خود اس وقعہ کو ختلی سے سنا ہے۔

1 - تذکرۃ الحفاظ ،2 / 261

فصل دوم

بلاد عرب کے مراکز علم حدیث

مکہ مکرمہ:

مکہ مکرمہ وہ حرم پاک ہے جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں رکھی گئی اور جہاں سے وحی نبوت کا آغاز ہوا آنحضرت ﷺ نے نبوت کے تیرہ سال یہاں گزارے ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمانوں کے لئے کوئی خاص باضابطہ درسگاہ نہیں تھی، جہاں رہ کر سکون واطمینان سے باقاعدہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھتے۔ اس زمانہ میں آپ ﷺ کی ذات ہی متحرک درس گاہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سن 8ھ کو جب مکہ مکرمہ فتح کیا تو یہاں حضرت معاذ بن جبلؓ کو بحیثیت معلم متعین کیا تاکہ آپ یہاں کے لوگوں کو کتاب وسنت اور حلال وحرام کی تعلیم دیں۔ حضرت معاذؓ علم وفضل اور حسن سلوک کے لحاظ سے مشہور تھے اور صحابہ کرامؓ میں فقہ و اجتہاد کے پہلو سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے جو حلقہ قائم کیا بعد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب مدینہ سے مکہ واپس آئے تو وہ بھی اس مرکز علم کے رئیس قرار پائے، آپ نے اسے برقرار رکھا اور اس کے فروغ اور ترویج کے لئے کام کیا۔ (1)

مکہ کو جو علمی شہرت حاصل ہوئی وہ انہیں کی مساعی جمیلہ کی ثمرہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ابن عباسؓ مخزن علم اور جلیل القدر حافظ حدیث تھے۔ اس دور میں مکہ میں اور بھی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن میں سے چھبیس (26) کا تذکرہ محدث حاکم نے اپنی کتاب "معرفة علوم الحديث" میں کیا ہے۔ (2) اور امام بخاریؒ کو تو حرمین کے دارالعلم ہونے پر اتنا اعتماد تھا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں اس کے اوپر ایک مستقل باب باندھا "**باب ما ذكر النبي صلى الله عليه وسلم وحض على اتفاق أهل العلم وما اجتمع عليه الحرمان مكة والمدينة**"۔ (3)

اسلام کی ابتدائی دو صدیوں میں مکہ مکرمہ دارالعلم تھا، امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

عہد صحابہؓ میں یہاں علم کم تھا پھر صحابہؓ کے اخیر دور میں اس کی کثرت ہوئی اور اسی طرح عہد تابعین میں مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر اور ابن ابی ملیکہ اور پھر ان کے شاگردوں کے دور میں عبداللہ بن ابی نجیح، قاری ابن کثیر، حنظلہ بن ابی سفیان اور ابن جریج اور ہارون رشید کے وقت میں مسلم زنجی، فضیل ابن عیینہ، ابو عبدالرحمٰن مقری، ازرقی، حمیدی اور سعید بن منصور جیسے علماء ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: پھر تیسری صدی کے درمیان حرمین کا علم تو گھٹ گیا اور دوسرے مقامات میں کثرت سے ہو گیا۔

بنو عباس کے دور عروج میں مکہ مکرمہ میں جن اہل علم نے بیش بہا علمی خدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

---

1 - الحديث والمحدثون، 1 / 103

2 - معرفة علوم الحديث، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري، دار الكتب العلمية، بيروت، 1977م، 1 / 268

3 - صحيح البخاري، 6 / 2669

عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی(80-150ھ)

آپ ممتاز عالم دین عطاء بن ابی رباح کے مشہور شاگرد رہے، ان ہی کے حلقہ حدیث میں سترہ برس تک کسبِ فیض کیا، آپ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے تفسیر پر باقاعدہ کتاب تصنیف کیں، اور پہلے مکی ہیں جنہوں نے احادیث کو موضوعی ترتیب سے مرتب کیا، اس کے ساتھ آپ مکہ مکرمہ کے مدرسین میں سب سے زیادہ شہرت یافتہ تھے، بعد میں آپ نے مکہ مکرمہ میں درسگاہ قائم کیا جس سے طالبان علم مستفید ہوتے رہے۔ جس کی تفصیل باب دوم، فصل دوم: تبع تابعین کے تعارف میں گزرا ہے۔

حنظلہ بن أبی سفیان المکی(م151ھ)

آپ کا پورانام حنظلہ بن أبی سفیان بن عبد الرحمن الجمحی المکی ہے۔ آپؒ نے سالم بن عبد اللہ، طاؤوس اور عکرمہ بن خالد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپؒ سے سفیان ثوریؒ، ابن المبارک، وکیع اور یحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے، اہل علم نے آپ کو بالاتفاق ثقہ اور حجت کہا ہے۔اور خلیفہ ابو جعفر کے زمانہ خلافت 151ھ میں آپؒ نے وفات پائی ۔ (1)

مسلم بن خالدؒ الزنجی المکی(م180ھ)

آپؒ کانام مسلم بن خالد، کنیت أبو خالد، آپ آل سفیان بن عبد الأسد المخزومی کے غلام تھے،100ھ میں پیدا ہوئے، زنجی کے نام سے بہت مشہور تھے(سرخ ہونے کیوجہ سے آپ کو زنجی کہا جاتا تھا) ابن جریج کے بعد آپ مکہ کے مفتی تھے، امام شافعیؒ نے فقہ کی تعلیم مکہ میں آپ ہی سے حاصل کی اور پھر آپ ہی نے امام صاحبؒ کو پندرہ سال کی عمر میں فتویٰ دینے کی اجازت دی تھیں۔ آپ نے زید بن أسلم، العلاء بن عبد الرحمن، عبد اللہ بن عمرو بن ھشام اور زہری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ابن وہب، امام شافعیؒ اور الحمیدی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق، فقیہ، عابد اور کثیر الحدیث کہا ہے امام ذہبیؒ نے آپ کو **شیخ الحرم** کے لفظ سے یاد کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ آپ کے خطأ اور کثیر الاوہام کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے 179ھ یا180ھ میں وفات پائی۔ (2)

فضیل بن عیاض(م187ھ)

آپ کانام ونسب: فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر التمیمی الخراسانی اور کنیت أبو علی ہے۔ آپ مشہور أولیاء اللہؒ، زاہدوں اوراس طبقہ کے سرداروں میں سے ہیں، خراسان میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی اور علم حاصل کیا،

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3 / 53؛الطبقات الکبری، 5 / 493؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 176؛ الجرح والتعدیل، 3 / 241؛ تقریب التھذیب، 1 / 183

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10/ 115؛الطبقات الکبری، 5/ 499؛ طبقات الفقہاء،1 / 71؛الأعلام،7/ 222؛ تقریب التھذیب، 1 / 529؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 255

بعد میں آپ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے اور وہاں علمی خدمات سر انجام دیتے رہے، آپ نے اعمش، منصور، عبید اللہ بن عمر اور یحیی بن سعید الأنصاری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، ابن عیینہ، ابن المبارک اور یحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے ثقہ، ثبت، کثیر الحدیث، فاضل، عابد، امام ربانی، بڑے شان والے اور حرم کے شیخ کے الفاظ سے آپ کو یاد کیا ہے، آپ نے مکہ مکرمہ میں 187ھ میں وفات پائی۔ [1]

عبداللہ بن یزید البصری المکی (213ھ)

آپؒ کا پورا نام عبد اللہ بن یزید البصری المکی، کنیت أبو عبد الرحمن ہے۔ آپ آل عمر کے غلام تھے، 120ھ کے حدود میں پیدا ہوئے، اصلاً آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، اور ایک عرصہ تک بصرہ میں علم القراءات کی خدمات سر انجام دیتے رہے لیکن بعد میں مکہ چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کی اور وفات تک علمی خدمات سر انجام دیتے رہے، اہل علم نے آپ کو ثقہ اور فاضل کہا ہے، علامہ زرکلی نے شیخ مکہ، قاری اور محدث کے الفاظ کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے، دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں اس (86/16) نمبر کے تحت اس عنوان کے ساتھ "**أحاديث أبي عبد الرحمن مما وافق الإمام أحمد/**" پندرہ صفحات پر مشتمل حدیث میں آپ کا ایک صحیفہ بھی موجود ہے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں 213ھ میں وفات پائی۔ [2]

ان حضرات کے علاوہ اس عہد میں مکہ مکرمہ کے مشہور محدثین کرام میں درجہ ذیل حضرات بھی شامل ہیں۔ جو اپنے وقت میں بہت بڑے محدثین تھے اور درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کی خدمات بھی سر انجام دیتے رہے۔
سفیان بن عیینہ (م198ھ)، عبداللہ بن زبیر الحمیدی (م219ھ)، سعید بن منصور (م227ھ)، جن کی تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کے تعارف میں گزرا ہے۔

مدینہ منورہ:

مدینہ منورہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا دار الہجرہ تھا اور نبوت کی آخری قرار گاہ تھا، جہاں اکثر شرعی احکام نازل ہوئے، اس لئے علم نبوت کا اصل مخزن اور منبع ومعدن ہونے کا فخر اسی مبارک شہر کو حاصل ہے۔ اور آپ ﷺ نے اکثر احادیث یہاں پر ارشاد فرمائی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ ملتِ اسلامیہ اور خلافت

---

1 - تھذیب التھذیب، 8 / 264؛ الطبقات الکبری، 5 / 500؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 315؛ التدوین فی أخبار قزوین، عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم أبو القاسم الرافعی القزوینی، دار الکتب العلمیۃ، 1987م، 4 / 32؛ تقریب التھذیب، 1 / 448؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 245؛ طبقات الأولیاء، 1 / 266

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 6 / 75؛ الطبقات الکبری، 5 / 501؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 342؛ تقریب التھذیب، 1 / 330؛ سیر أعلام النبلاء، 8 / 318؛ الأعلام، 4 / 146؛ تاریخ التراث العربی، 1/186

راشدہ کا مرکز و محور، دارالخلافہ اور صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور علماء کی اقامت گاہ تھا۔ اس اعتبار سے مدینہ منورہ کو صحابہ کرامؓ کے اولین وطن ہونے کا شرف حاصل تھا جس کو وہ دوسرے مقامات پر فضیلت دیتے تھے اور کسی خاص سیاسی، معاشی یا تعلیمی ضرورت سے قطع نظر وہ مدینہ سے باہر نہیں جاتے تھے۔[1] کیونکہ مدینہ تمام مراکزعلمیہ سے اہم ترین مرکز تھا، جس کا کوفہ میں مکتب حدیث کی تشکیل میں بنیادی کردار تھا۔[2]

امام ذہبیؒ کا بیان ہے:

مدینہ منورہ عہد صحابہؓ قرآن وسنن کا علم بہت زیادہ تھا اور زمان تابعین میں فقہاء سبعہ جیسے حضرات موجود تھے، صغار تابعین کے دور میں عبید اللہ بن عمر، ابن ابی ذئب، ابن عجلان اور جعفر صادق تھے، پھر امام مالکؒ، قاری مدینہ نافع، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن بلال اور اسماعیل بن جعفر ہوئے۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

جاننا چاہیئے کہ مدینہ شریف امام مالکؒ کے زمانہ میں اخیر دور سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی فرود گاہ تھا۔[3]

مدینہ منورہ میں سینکڑوں مدارس حدیث قائم تھے ان میں سب سے ممتاز اور بڑی درس گاہ امام مالکؒ کی تھی۔ آپ عمل اہل مدینہ کی روشنی میں حدیث پڑھاتے تھے۔ مؤطا امام مالک اس حلقے کی ممتاز علمی دستاویز ہے۔ جس کی سند لینے کے لئے دور دراز سے علماء وہاں آتے۔ حضرت امام محمدؒ (م189ھ) جیسے جلیل القدر امام جو خود مجتہد تھے مدینہ کے اس مدرسہ حدیث میں گئے اور وہاں امام مالکؒ سے مؤطا کی سند لی، جہاں امام محمدؒ کی تحقیق امام مالکؒ کے موافق نہ ہوئی امام محمدؒ نے اسے "الحجۃ علیٰ اہل المدینہ" کے نام سے مرتب کیا۔ یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں مفتی مہدی حسن[4] کے تحقیقی نوٹوں کے ساتھ عالم الکتب، بیروت سے چھپ چکی ہے۔

---

1 - الحدیث والمحدثون، 1 / 101

2 - مدرسۃ الحدیث فی الکوفہ، (مصر: جامعۃ الأزھر)، 403

3 - مصطفٰی شرح موطا، 1/ 6

4 - آپ کا پورا نام مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری الکیلانی القادری ہے۔ آپ کا وطن شاہ جہاں پور (یوپی) تھا۔ ولادت جمادی الثانی 1301ھ میں ہوئی۔ 1328ھ میں آپ مدرسہ امینیہ سے فارغ ہوئے اور 1367ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ افتاء میں صدر مفتی کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور 1387ھ تک اس عہدے پر فائز رہے۔ آپ نے 27 ربیع الثانی 1396ھ کو وفات پائی۔ دیکھیے (آثار الحدیث، 2/ 445؛ مضمون، میرے قابل احترام اساتذۂ کرام، مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی، ماہنامہ دارالعلوم، ش،8، ج،94، اگست،2010ء،)

الغرض بہت سے شہروں اور علاقوں میں ماہرین علوم پیدا ہونے کے باوجود صحابہ کرامؓ کے عہد زریں کے بعد تابعین و تبع تابعین کے وجد آفریں دور میں بھی مدینہ منورہ کی علمی مرکزیت قائم رہی اور شہرہ آفاق اہل علم نے علم کا چشمہ صافی جاری رکھا۔ [1]

بنو عباس کے دور عروج میں مدینہ منورہ میں جن اہل علم نے بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

سلمۃ بن دینارأبو حازم الاعرج (م135ھ)

آپؒ مدینہ منورہ کے حدیث کے بڑے حافظ، مدینہ کے قاضی اور واعظ بھی تھے، زہد، عبادت اور ریاضت کے لحاظ سے آپ کا شمار صلحائے مدینہ میں تھا۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ کا مثل نہیں تھا۔ جس کی تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ اسدی (م135ھ)

مولیٰ آل زبیر بن العوامؓ، **ابراہیم بن عقبہ** [2] **اور محمد بن عقبہ** [3] تینوں بھائی مدینہ منورہ کے اعیان فقہاء و محدثین میں سے تھے۔ یہ حضرات ہمہ خانہ آفتاب کے مانند تھے، علم و فضل، حدیث و فقہ فتویٰ کے ساتھ وقار و تمکنت اور عزّت و شرافت میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے، ابن ماکولا لکھتے ہیں، "**كانت لهم هيئة وعلم**"۔ [4]

ان سب میں حلم و وقار اور علم دین تھا۔ امام ابوداؤدؒ وغیرہ محدثین کا بیان ہے: کہ یہ تینوں بھائی ثقہ ہے [5] اور تینوں کے تعلیمی حلقے مسجد نبوی میں قائم ہوتے تھے۔

محمد بن عمر واقدی کا بیان ہے:

"**كان لإبراهيم وموسى ومحمد بني عقبة حلقة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم و كانوا كلهم فقهاء و محدثين وكان موسى يفتي**"۔ [1]

---

1 - السنۃ قبل التدوین، محمد عجاج الخطیب، مکتبہ وھبہ، القاہرۃ، مصر، س ن، ص:165

2 - تلاش بسیار کے باوجود آپ کا سن وفات نہ مل سکا، البتہ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی موسیٰ بن عقبہ سے پہلے وفات پائی (الطبقات الکبری،5 / 425)

3 - تلاش بسیار کے باوجود آپ کا سن وفات نہ مل سکا، البتہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ آپ راویوں کے چھٹے طبقہ سے ہیں (تقریب التھذیب، 1 / 496)

4 - الإکمال، 6 / 71

5 - تھذیب التھذیب، 1 / 126

1 - ایضاً، 10 / 322

ابراہیم، موسیٰ اور محمد بن عقبہ کا حلقہ درس مسجد بنوی ﷺ میں قائم ہوتا تھا اور یہ سب کے سب فقیہ اور محدث تھے۔ اور موسیٰ فتویٰ دیا کرتے تھے۔

ربیعۃ بن ابو عبد الرحمٰن فروخ تیمی (م136ھ)

آپ مولیٰ آل منکدر اور ربیعۃ الرائی کے لقب سے مشہور ہیں، آپ نے حضرت انس بن مالک، سائب بن یزید، سعید بن مسیب اور دیگر اکابر تابعین سے روایت کی ہے۔ حلقہ درس قائم کرنے سے پہلے ایک زمانہ تک رات دن عبادت وریاضت میں زندگی بسر کی، اس کے بعد مجلس درس میں بیٹھے تو بڑی سمجھ بوجھ کے ساتھ تعلیمی خدمات انجام دی۔ اور بڑے بڑے ائمہ دین ان کی مجلس سے اُٹھے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"هو صاحب الفتوى بالمدينة كان يجلس اليه وجوه الناس وبه تفقه مالك"۔[1] آپ مدینہ کے مفتی تھے، ان کی مجلس میں اعیان واشراف بیٹھتے تھے اور امام مالکؒ نے ان ہی سے تفقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ مزید لکھتے ہیں: اس کے علاوہ آپ کے فتویٰ کا بھی حلقہ تھا"**وكانت له حَلقةٌ للفتوى**"۔[2] ان کے فتویٰ کا حلقہ تھا۔

ابن حجرؒ کا بیان ہے:

"أدرك بعض الصحابة والأكابر من التابعين وكان صاحب الفتوى بالمدينة وكان يجلس اليه وجوه الناس بالمدينة وكان يحصى في مجلسه أربعون معتما"۔[3]

ربیعہ نے بعض صحابہؓ اور اکابر تابعینؒ کو پایا ہے مدینہ کے صاحب فتویٰ تھے، ان کے پاس مدینہ کے اعیان واشراف بیٹھتے تھے ان کی مجلس میں چالیس (40) عمامہ پوش حضرات شمار میں آتے تھے۔

زید بن اسلم (م136ھ)

مولیٰ (حضرت عمرؓ) آپ تفسیر، حدیث اور فقہ کے مشہور عالم تھے، آپ نے درس میں ایک حدیث بیان کی، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ ابو اسامہ! یہ حدیث کس راوی کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: **يا بن أخي ما كنا نجالس السفهاء**۔[1]

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 158

2 - العبر فی خبر من غبر، 1 / 141

3 - تھذیب التھذیب، 3 / 223

1 - ایضاً، 3 / 342

بھائی ہم لوگ بیوقوفوں کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ آپ کے حلقۂ درس میں نامی گرامی اہل علم و فضل شریک ہوتے تھے، ان ہی میں امام زین العابدین علی بن حسین بھی تھے، جو بظاہر ان کے علم و فضل اور حسب و نسب کے خلاف معلوم ہوتا تھا، اس پر ایک قریشی نے کہا کہ آپ اہلِ قریش کی مجلس چھوڑ کر ایک غلام کی مجلس میں بیٹھتے ہیں؟ امام زین العابدین نے جواب دیا کہ انسان کو جہاں سے نفع پہونچتا ہے وہیں بیٹھتا ہے۔ [1]

آپ اپنے والد حضرت اسلم عدوی کے بعد ان کی مجلس میں بیٹھے، والد کی طرح ان کی مجلسِ درس بھی مسجدِ نبوی میں بڑی پرُوقار ہوتی تھی، آپ کے بارے میں امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"**كان له حلقة للعلم بمسجد النبي صلى الله عليه وسلم**"۔ [2]

آپ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں معطر رہتا تھا۔ مزید لکھتے ہیں:" **وكان له حلقةٌ للفتوى والعلم بالمدينة** "۔ [3] ان کے فتویٰ اور علم کا حلقہ مدینہ میں قائم ہوتا تھا۔

اَبو حازم کا بیان ہے: " **لقد رأيتنا في حلقة زيد بن أسلم أربعين فقيها**"۔ [4] مزید آپ کے حالات زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

محمد بن المنکدر بن عبد اللہ القرشی التیمی المدنی (م136)

آپ مدینہ منورہ کے کبار علمائے تابعین میں ہیں۔ اور اپنے زمانہ میں مدینہ منورہ کے مشہور عالم و عابد ہوئے، ان کی مجلس درس میں صلحاء اور عباد خاص طور سے شریک ہوتے تھے، ان کا قول ہے: "جو شخص لوگوں سے حدیث بیان کرتا ہے وہ اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ بنتا ہے اس کو دیکھنا چاہئے کہ کس طرح واسطہ بنتا ہے"۔ [5]

سفیان بن عیینہؒ محمد بن منکدر اور ان کی مجلس کے بارے میں بیان کرتے ہیں:"وہ صداقت کی کان میں سے تھے، ان کے پاس نیک لوگ جمع ہوتے تھے، ان کے علاوہ کوئی عالم ایسا نہیں پایا گیا کہ جب وہ قال رسول اللہ ﷺ کہکر حدیث بیان کرے تو اہل علم فوراً قبول کر لیں"۔ [1]

---

1 - التاریخ الکبیر، 3 / 387

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 132

3 - العبر فی خبر من غبر،1 / 141

4 - شذرات الذھب فی أخبار من ذھب،2 / 159؛ دول الإسلام، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، دار صادر، بیروت، لبنان،1999ء،1/125

5 - الکفایۃ فی علم الروایۃ، احمد بن علی بن ثابت أبو بکر الخطیب البغدادی، المکتبۃ العلمیۃ، المدینۃ المنورۃ، س ن، 1 / 168

1 - تھذیب التھذیب، 9 / 418

یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری (م144ھ)

آپ مدینہ منورہ کے قاضی تھے، ان کی مجلس درس مدینہ میں منعقد ہوتی تھی، امام ذہبیؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"**عالم المدينة في زمانه، وشيخ عالم المدينة**"۔ [1]

آپ بھی عبید اللہ بن عدی کی طرح اپنی مجلس میں کثرت سے دُعا پڑھا کرتے تھے، حماد بن زید کا بیان ہے کہ: "یحیٰ بن سعید اپنی مجلس میں **اللهم سلم سلم** کہا کرتے تھے"۔ [2]

محمد بن عجلان المدنی القرشی (م148ھ)

فاطمہ بنت ولید بن عتبہ کے غلام ہیں، آپ کا شمار مدینہ منورہ کے علمائے عاملین میں ہوتا ہے، اپنے والد کے علاوہ حضرت انس بن مالکؓ اور دوسرے صحابہؓ و تابعینؒ سے روایت کی ہے، نہایت ثقہ محدث، فقیہ اور مفتی ہیں، آپ کا بہت بڑا حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"**وكان مفتيا فقيها عالما عاملا ربانيا كبير القدر له حلقة كبيرة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم**"۔ [3] آپ مفتی، فقیہ، عالم، عابد ربانی اور بڑی قدر و منزلت والے تھے، ان کا مسجد نبوی میں ایک بڑا حلقہ درس تھا۔ مزید لکھتے ہیں: "**له حلقة بمسجد النبي صلى الله عليه وسلم للفتوى**" [4] مسجد نبوی میں فتویٰ کے لئے ان کا حلقہ ہوتا تھا۔

ابن سعدؒ بھی لکھتے ہیں:

"آپ عابد، زاہد، فقیہ تھے، ان کا حلقہ مسجدِ نبوی ﷺ میں قائم ہوتا تھا جس میں وہ فتویٰ دیا کرتے تھے، داؤد بن قیس الفراء آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے"۔ [1]

محمد بن اسحاق (م151ھ)

آپ کی مجلسِ درس مدینہ منورہ میں منعقد ہوتی تھی جس میں اعیان و اشراف اور مشاہیر اہل علم شریک ہوتے تھے، علمی تبحر و تفنن کا یہ حال تھا کہ جس موضوع پر گفتگو کرتے تھے اسی پر مجلس ختم ہو جاتی تھی، ان کے تلمیذ عبد اللہ بن فائد بیان کرتے ہیں:

---

1 - سیر أعلام النبلاء، 6 / 177

2 - تذكرة الحفاظ، 1 / 139

3 - ایضاً، 1 / 165

4 - العبر في خبر من غبر، 1 / 162

1 - الطبقات الكبرى، 5 / 430

" **كنا إذا جلسنا إلى بن إسحاق فأخذ في فن من العلم قضي مجلسه في ذلك الفن** "۔[1]

جب ہم لوگ محمد بن اسحاق کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور وہ کسی فن کا درس دیتے تو اسی میں مجلس ختم ہو جاتی تھی۔

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں:

"کہ میں ستر (70) سال تک ابن اسحاق کی مجلس میں بیٹھا ہوں، اس مدت میں اہل مدینہ میں سے کسی نے ان کو متہم قرار نہیں دیا"[2]۔ ستر (70) سال سے مراد مکمل ستر (70) نہیں ہے بلکہ مراد ایک لمبا عرصہ ہے، جیسا کہ امام ابوزرعہ الرازی نے ابراہیم بن المنذر الحزامی کے حوالہ سے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے محمد بن اسحاق کے بارے میں کہا" **لاأعرفه منذنحو سبعين سنة** "۔[3] اور تہذیب التہذیب میں ہے"**جالست بن إسحاق منذ بضع وسبعين سنة** ... "۔[4] تو مختلف اقوال ہوئے **سبعين سنة، نحو سبعين سنة** اور **بضع وسبعين سنة**۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً ستر (70) سال مراد نہیں بلکہ اندازۃً یا ایک لمبا عرصہ مراد ہے۔ مزید آپ کے حالات زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

محمد بن عبدالرحمن بن المغیرۃ بن الحارث بن أبي ذئب القرشي العامری المدنی (م159ھ)

آپؒ ابن أبي ذئب کی کنیت سے مشہور ہیں، اپنے وقت میں مدینہ منورہ کے فقیہ و مفتی اور شیخ تھے۔ ان کا حلقہ درس مسجدِ نبوی میں قائم ہوتا تھا۔ ان کے درسِ حدیث کا طریقہ یہ تھا کہ طلبہ کے سامنے اپنی کتاب پڑھ کر املاء کراتے تھے اور طلبہ لکھتے تھے[1] اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اپنی تمام حدیثیں زبانی یاد رکھتے تھے اور ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔[2]

اسلم عدوی (م160ھ اور 170ھ کے درمیان)

حضرت عمرؓ کے غلام ہیں، ان کی مجلسِ درس مسجد نبوی ﷺ میں منبر کے پاس منعقد ہوتی تھی، حضرت ابوہریرہؓ کا حلقۂ وعظ اسلم عدوی کی مجلس کے قریب ہی قائم ہوتا تھا، عمرو بن أبي عمرو بن عطاء الأسلمی بیان کرتے ہیں کہ:

---

1 - تهذيب التهذيب، 9 / 36؛ تاریخ بغداد،1 / 220

2 - الجرح والتعديل، 1 / 38؛ تهذيب الكمال،24 / 414

3 - ابوزرعہ الرازی وجهوده فی السنة النبوية، الدکتور سعدی الہاشمی، المجلس العلمی إحياء التراث الاسلامی، الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة، 1982 م ص: 92

4 - تهذيب التهذيب، 9 / 36

1 - الکفایہ فی علم الروایہ،1 / 279

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 192

"أنه سمعه وهو في مجلس أسلم ومجلسهم قريب من المنبر وأبو هريرة يخطب الناس ثم التفت الى مجلس أسلم فيقول موتوا سروات أسلم موتوا ثلاث مرات يا معشر أسلم موتوا ويموت أبو هريرة"۔ [1]

وہ اسلم کی مجلس میں موجود تھے، ان لوگوں کی مجلس منبر کے قریب منعقد ہوتی تھی، ابو ہریرہؓ پاس ہی لوگوں کو وعظ سنا رہے تھے، انہوں نے اسلم کی مجلس کی طرف متوجہ ہو کر تین بار کہا کہ اے تلامذۂ اسلم! مر جاؤ، اے جماعتِ اسلم! مر جاؤ اور ابو ہریرہؓ بھی مر جائے گا۔

امام مالکؒ (م179ھ)

مدینہ منورہ کی سب سے بڑی درس گاہ آپ کا حلقہ درس تھا، امام ذہبیؒ امام صاحبؒ کی مجلسِ درس کے متعلق لکھتے ہیں: کہ امام صاحب کے دائیں بائیں تکئے رکھے جاتے تھے، عود سلگائی جاتی تھی، پنکھے رکھے جاتے تھے، مجلس میں شور اور ہنگامہ نہیں ہوتا تھا، تمام طلبہ مؤدب اور باوقار بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں، کیا مجال کہ آدابِ مجلس اور سکون ووقار میں فرق آجائے طلبہ کوئی سوال کرتے تو امام صاحبؒ ان کو جواب دیا کرتے تھے، طریقۂ درس یہ تھا کہ ان کے کاتبِ خاص حبیب حدیث پڑھتے تھے، اور تمام شرکاءِ مجلس خاموشی کے ساتھ سنتے تھے، امام صاحبؒ کے رعب وہیبت کی وجہ سے کوئی شخص نہ اپنی کتاب دیکھتا تھا اور نہ سوال کرتا تھا، اگر قراءت کے درمیان حبیب کوئی غلطی کرتے تو امام صاحبؒ تصحیح کر دیتے تھے۔ [2]

اس وقت کے مشہور محدثین کرام میں درجہ ذیل حضرات بھی شامل ہیں۔ اگرچہ تلاش بسیار کے باوجود ان کے مراکز کے حوالے سے معلومات تو نہ مل سکیں، لیکن امام ذہبیؒ وغیرہ جیسے اہل علم کے عبارات سے پتہ چلتاہے کہ یہ حضرات بھی عہد بنو عباس میں مدینہ منورہ کے محدثین کرام میں شامل تھے۔

ابراہیم بن سعد المدنی (م183ھ)

آپ کا پورا نام ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری المدنی، کنیت اَبو اِسحاق ہے۔108ھ میں پیدا ہوئے، آپ مدینہ منورہ کے مشہور محدثین میں سے تھے۔ اور بعد میں بغداد کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے، آپ نے زہری، ہشام بن عروۃ، محمد بن اِسحاق اور شعبہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے لیث، قیس بن ربیع، ابو داؤد اور ابو الولید الطیالسی وغیرہ نے روایت کی ہے، اہل علم نے آپ کو ثقہ، حجۃ، الحافظ اور امام کہا ہے، ابن حبانؒ لکھتے ہیں: "**من متقنی أهل المدينة**

---

1 - الطبقات الکبری، 4 / 337

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 211

وساداتھم" آپ اہل مدینہ کے ماہرین حدیث اور سرداروں میں سے تھے۔ آپ نے 182ھ یا183ھ میں وفات پائی۔ (1)

إسحاق بن موسی الأنصاری المدینی(244ھ)

آپ کا نام إسحاق بن موسی الأنصاری المدینی، کنیت أبو موسی ہے، آپ نیساپور کے قاضی تھے، آپ نے سفیان بن عیینہ ،ولید بن مسلم اور جریر بن عبد الحمید وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام مسلم، امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ، فقیہ اور متقن کہاہے، امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"آپ حدیث کے اماموں میں سے اور صاحب سنت تھے"۔ (2) آپ نے 244ھ میں وفات پائی۔ (3)

اسی طرح امام ذہبیؒ نے **سلیمان بن بلال التیمی المدنی(م172ھ)، اسماعیل بن ابی جعفر بن ابی کثیر (م180ھ)** کو مدینہ منورہ کے محدثین میں شمار کیاہے۔ (4)

إبراہیم بن المنذر الحزامی الأسدی المدنی(م236ھ)

آپ کی کنیت أبو إسحاق تھا، مدینہ منورہ کے کبار محدثین میں سے ہیں، آپ سے امام مالک اور ابن عیینہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔، زبیر بن بکار کا بیان ہے:

"**كان له علم بالحديث ومروءة وقدر**"۔ (1) آپ عالم حدیث، باحلم اور اونچی شان والے تھے، جبکہ امام ذہبیؒ نے آپ کو **الامام المحدث الثقة** کے الفاظ سے یاد کیاہے، محرم 236ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (2)

---

1 -تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1 / 105؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 252؛ الوافی بالوفیات،5 / 230؛ الأعلام،1 / 40؛ تقریب التھذیب، 1 / 89؛ مشاہیر علماء الأمصار، 1 / 141؛ التاریخ الکبیر، 1 / 288؛ الثقات،ابن حبان، 6 / 7؛التراث 176/1

2 - تذکرۃ الحفاظ، 2 / 513

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1/ 220؛ تذکرۃ الحفاظ، 2/ 513؛ تقریب التھذیب، 1/ 103؛ الوافی بالوفیات،8/ 277

4 - الأمصار ذوات الآثار، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت،1/14

1 - تھذیب التھذیب، 1 / 145

2 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1 / 145؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 470 ؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ،1 / 90؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 73

بغداد:

بغداد کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض مؤرخین کے نزدیک "بغ" سے مراد باغ ہیں اور "داد" اس شخص کا نام تھا جس کا یہ باغ تھا[1]، بعض کے بقول "باغ" کے معنی بت کے ہیں اور "داد" کے معنی عطا کرنے یا بخش دینے کے ہیں یعنی بت کا عطا کیا ہوا شہر۔ سب سے پہلے جب خلیفہ ابو جعفر منصور نے 145ھ میں بغداد آباد کرنا شروع کیا(جس کی تاسیس کے موقع پر بہت بڑا جشن منعقد کیا جس میں دولت عباسیہ کے بڑے بڑے لوگ شامل تھے)اور 149ھ میں دارالخلافہ ہاشمیہ سے یہاں منتقل کرلیا۔ اس نے اس کا نام "دار السلام " رکھا، دجلہ کو چونکہ وادی السلام بھی کہا جاتا تھا اس لئے اسی نسبت سے بغداد کا نام" دارالسلام "رکھا[2]، اسے "ام الدنیا" اور "سیدۃ البلاد" بھی کہا جاتا ہے۔[3] لیکن یہ خوبصورت اور عروس البلاد زبان زد خلائق پر ہمیشہ بغداد ہی کے نام سے یاد کیا جاتا رہا[4] بغداد کی جگہ سامراء 836ء تا 892ء دارالخلافہ رہا۔ بغداد کو 656ھ/1258ء میں ہلاکو خان نے اور 1401ء میں امیر تیمور نے تباہ کیا۔ اوراب امریکی جارحیت نے اسے مزید تباہ کر دیا۔ 1638ء میں عثمانی خلیفہ مرادرابع نے اس پر قبضہ کرلیا۔ اب یہ عراق کا ملکی اور صوبائی دارالحکومت ہے۔ صوبہ بغداد میں بغداد، اعظمیہ، کاظمیہ، محمودیہ اور مدائن کے اضلاع شامل ہیں۔[5] خلافت عباسیہ میں بغداد بہت بڑا علم وفن کا مرکز تھا۔ جس کو امام حاکم نیشاپوری نے "**مدینة العلم وموسم العلماء والأفاضل** "۔[6] کا لقب دیا ہے۔ اس میں علم حدیث کی نشرواشاعت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں عام طور پر ہزاروں طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب کے حلقہ درس میں گیا۔ چالیس ہزار طلبہ شریکِ درس تھے ان میں عباسی خلیفہ مامون الرشید بھی تھا۔[7] چنانچہ حافظ ابن حزمؒ اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

1 - البدایہ والنھایہ، 10 / 108

2 - ایضاً، 10 / 108

3 - معجم البلدان، 1 / 456

4 - مختصر تاریخ اسلامیہ، ص:143

5 - المنجد فی الاعلام، ص، 139

6 - معرفة علوم الحديث، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري، دار الكتب العلمية، بيروت، 1977م، 1 / 268

7 - تذكرة الحفاظ، 1 / 393

"اور یہ بغداد جو دین کی بستی اور ہر فضیلت کی کان ہے۔ اور وہ مقام ہے کہ جہاں کے رہنے والے معارف کے پرچم بلند کرنے میں اور علوم میں دقتِ نظر، لطافتِ اخلاق، فطانت وذکاوت، وحدتِ فکر اور ذہن کی رسائی میں سبقت لے گئے ہیں"۔ [1]

بنو عباس کے دور عروج میں درج ذیل مشہور محدث نے بغداد میں خدمات سرانجام دیں۔

عبد العزیز بن عبد اللہ الماجشون (م164ھ)

آپ تحدیث وافتاء کے ساتھ تصنیف وتالیف میں بھی مشہور تھے، ان کا اول مدینہ منورہ میں مستقل قیام تھا، پھر آخری عمر میں مدینہ سے بغداد چلے گئے تھے۔ جہاں ان کا حلقہ درس قائم ہوتا تھا اور اہل مدینہ سے زیادہ اہل عراق نے ان سے علم حاصل کیا۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں: "وأهل العراق أروى عنه من أهل المدينة"۔ [2] اور اہل مدینہ سے زیادہ اہل بغداد نے ان سے روایت کی ہے۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: "وكان إماماً مفتياً صاحب حلقة"۔ [3] آپ صاحب حلقہ امام ومفتی تھے۔ آپ کی مزید حالات زندگی کے لئے دیکھیے: باب چہارم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے مجموعہ ہائے حدیث۔

نجیح بن عبد الرحمٰن (م170ھ)

آپ دوسری صدی ہجری کے مشہور راوی حدیث گزرے ہیں، فنِ مغازی میں آپ کا پایہ درجہ امامت تک پہنچا ہوا تھا، عباسی خلیفہ مہدی آپ کے علم وفضل کا بڑا قدردان تھا، جس کیوجہ سے آپ کو 160 ھ میں اپنے ہمراہ مدینہ سے بغداد لایا اور تعلیم کی خدمت آپ کی سپرد کی اس کے بعد آپ نے وہیں مستقل قیام اختیار کر لیا اور یہی وفات تک علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مزید آپ کے حالات زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کا تعارف میں گزرا ہے۔

ہشیم بن بشیر الواسطی (م183ھ)

آپ شہر واسط میں پیدا ہوئے، بعد ازاں بغداد منتقل ہوگئے اور علم کے خدمات سر انجام دیتے رہے۔ بغداد میں علم حدیث کی اشاعت میں ان کا بہت بڑا کردار ہے۔ چنانچہ حافظ سخاوی نے امام ذہبیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بغداد میں سب سے پہلے یہاں جس نے حدیث کی اشاعت کا کام کیا وہ ہشام بن عروہ اور ان کے بعد شعبہ اور ہشیم ہیں۔ (الاعلان بالتوبیخ) چار برس تک بغداد میں امام احمد ہشیم بن بشیر الواسطی سے استفادہ کرتے رہے، امام زرکلیؒ لکھتے ہیں:

---

1 - رسائل ابن حزم، أبو محمد علی بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسی القرطبی، المؤسسة العربية للدراسات والنشر، بیروت، 2/ 176

2 - الطبقات الکبری، 7 / 323

3 - العبر فی خبر من غبر، 1 / 187؛ مرآة الجنان وعبرة اليقظان، 1 / 273

" **كان محدث بغداد** "۔ [1]آپ بغداد کے محدث تھے۔ اس کے ساتھ دوسرے اہل علم نے بھی آپ کو مختلف القابات سے نوازا ہے۔ جس کے مزید تفصیل آپ کے حالات زندگی باب دوم، فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزر چکا ہے۔

علی بن عاصم الوسطی (م201ھ)

آپ تصنیف وتالیف کے ساتھ درس وتدریس کے خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ ان کے حلقۂ درس کے متعلق خطیب بغدادی وحافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ میں نے یحیی بن جعفر کو فرماتے ہوئے سنا ہے:" **كان يجتمع عند علي بن عاصم أكثر من ثلاثين الفا وكان يجلس على سطح وكان له ثلاثين مستملين** "۔[2] کہ ان کے حلقۂ درس میں تیس (30) ہزار سے زیادہ طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ اورآپ ایک بلند جگہ پر تشریف رکھتے تھے اورآپ کے لئے تین اشخاص املا کرنے والے ہوتے تھے۔ آپ کے حالات زندگی کے لئے مزید دیکھیے۔ باب چہارم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے مجموعہ ہائے حدیث۔

یزید بن ہارون السلمی (م206ھ)

آپ کا نسب نامہ: یزید بن ہارون بن زاذان بن ثابت السلمی الواسطی، کنیت أبو خالد ہے، 118ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے سلیمان التیمی، حمید الطویل اور عاصم الأحول وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے أحمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحیی بن معین اور علی بن المدینی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ محدثین نے آپ کو ثقہ، متقن، عابد، الحافظ، احد الاعلام اور شیخ الاسلام کے الفاظ سے یاد کیا ہیں۔ علامہ زرکلیؒ لکھتے ہیں، کہ آپ کہتے تھے کہ مجھے 24 ہزار احادیث سندوں کے ساتھ یاد ہیں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہیں۔ 206ھ میں آپ نے وفات پائی۔ [3]

امام ذہبیؒ آپ کے حلقہ درس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یحیٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے بغداد میں ان سے حدیث کا سماع کیا اس وقت ان کے درس میں ستر (70) ہزار طلبہ کی تعداد بتائی جاتی تھی۔ [4]

---

1 - الأعلام، 8 / 89

2 - تاریخ بغداد، 11 / 454؛ تهذيب التهذيب، 7 / 304

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذيب التهذيب، 11 / 321؛ تذكرة الحفاظ، 1 / 317؛ تاريخ بغداد، 14 / 337؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 632؛ الأعلام، 8 / 190

4 - تذكرة الحفاظ، 1 / 318

عاصم بن علی أبو الحسین الواسطی (م220ھ)

آپ مشہور محدث علی بن عاصم واسطی کے بیٹے اور امام بخاری و امام احمد بن حنبلؒ کے استاذ ہیں، بغداد کی مسجد رصافہ میں ان کی مجلسِ درس منعقد ہوتی تھی، املائی درس میں لوگوں کا ایک ہجوم ہوتا تھا۔ خطیب بغدادیؒ و حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"**حدث ببغداد في مسجد الرصافة وكان مجلسه يجزر بأكثر من مائة ألف إنسان**"۔[1]

بغداد کی مسجد رصافہ میں آپ کی مجلسِ درس منعقد ہوتی تھی، ان کی مجلسِ درس میں طلبہ کا اندازا ایک لاکھ انسانوں سے اُوپر لگایا جاتا تھا۔

سلیمان بن حرب (م224ھ)

آپ کا نام و نسب: سلیمان بن حرب بن بجیل الأزدی الواشجی البصری، کنیت أبو أیوب تھی، آپ پہلے مکہ مکرمہ کے قاضی تھے بعد میں مکہ چھوڑ کر بصرہ چلے گئے تھے، آپ نے امام شعبہ، حوشب بن عقیل اور جریر بن حازم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام بخاری، امام ابو داؤد اور اسحاق بن راہوایہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الحافظ اور حدیث میں امام کے الفاظ سے یاد کیا ہے، آپ نے اسی سال کے عمر پا کر 224ھ میں وفات پائی۔[2]

امام ابو حاتم الرازیؒ آپ کے حلقہ درس کے متعلق فرماتے ہیں: کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب کے حلقہ درس میں گیا۔ چالیس ہزار طلبہ شریکِ درس تھے، ان میں عباسی خلیفہ مامون الرشید بھی تھا۔[3]

امام احمد بن حنبلؒ (م241ھ)

آپ حدیث کی مشہور کتاب مسند امام احمد کے مؤلف اور فقہ حنبلی کے بانی ہے۔ اہل علم آپ کے علم و فضل، زہد، تفقہ اور محدثانہ شان کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ نے بغداد سے جاتے ہوئے فرمایا:

"**خرجت من بغداد فما خلفت بها رجلا أفضل ولا اعلم ولا افقه من احمد بن حنبل**"۔[4]

میں بغداد سے نکلا تو میرے بعد وہاں احمد بن حنبل سے فضل، علم اور فقہ کے لحاظ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں تھا۔ آپ کے حالات زندگی کا مزید تفصیل باب دوم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

---

1 - تاریخ بغداد، 12 / 247؛ تھذیب التھذیب،5 / 44

2 -تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4 / 157؛ تاریخ بغداد، 9 / 33؛ تقریب التھذیب، 1 / 250؛ الأعلام،3 / 122

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 393

4 - ایضاً،2 / 432

کوفہ:

عہد فاروقی میں جلیل القدر صحابیِ رسول ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی زیر قیادت جب عراق فتح ہوا، تو بعض طبی وانتظامی وجوہات اور اس خطے کی اہمیت کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے یہاں کوفہ اور بصرہ نامی دو شہر بسانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل میں سن 17ھ اور بعض مؤرخین کے بقول سن 18ھ یا سن19ھ میں پہلے کوفہ اور پھر بصرہ آباد کیا گیا۔ (1)

جب کوفہ کا علاقہ اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا تو یہ جیش اسلامی کا ہیڈ کوارٹر بن گیا۔ اس شہر کی اہمیت کی بناء پر کافی تعداد میں حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ جیسے ممتاز صحابہ کرامؓ نے یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ (2)

کوفہ میں کتاب وسنت کی تعلیم کی سیادت کا سہرا عبد اللہ بن مسعودؓ کے سر ہے آپ علم وفضل کے لحاظ سے ممتاز حیثیت کے حامل تھے اور کوفہ میں آپ کا زمانہ قیام بھی دوسرے صحابہ کرامؓ کی نسبت زیادہ تھا(3)۔ اسی وجہ سے حضرت فاروق اعظمؓ نے ابن مسعودؓ کو ایک بار کھڑا دیکھ کر فرمایا تھا: "کنيف ملىء علما"۔ (4) علم سے بھرا ہوا برتن ہے۔ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے کوفہ قراء، محدثین اور فقہاء سے بھر گیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت علیؓ کوفہ منتقل ہوئے اور یہاں کی فضاء کو علم سے معمور پایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "اللہ ابن ام عبد (ابن مسعودؓ) پر رحم فرمائے، انہوں نے تو اس شہر کو، یعنی کوفے کو علم سے بھر دیا ہے"۔ (5)

قراء سبعہ (عبد اللہ بن کثیر، نافع، ابن عامر، ابو عمرو، عاصم، کسائی، حمزہ) میں سے عاصم، حمزہ اور کسائی تینوں کوفی ہیں۔ سعید بن جبیر جن کو قتادہ تمام تابعین میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مانتے تھے وہ اسی کوفہ کے رہنے والے تھے۔ تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں کو علامہ ابن تیمیہؒ نے "اعلم الناس بالتفسیر" لکھا ہے۔ وہ بھی کوفی تھے۔ حدیث کی نشر واشاعت کا وہاں یہ عالم تھا کہ حافظ ابو محمد الرامہرمذی "المحدث الفاصل" میں محدث بغداد حافظ عفان بن مسلم سے سنداً اور خطیب بغدادی "الجامع لأخلاق الراوی" میں عفان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ "انہوں نے کچھ لوگوں کو یہ

---

1 - فتوح البلدان، 1/272؛ البدایہ والنہایہ، 7/86

2 - معرفۃ علوم الحدیث، ص:91

3 - اعلام الموقعین عن رب العالمین، محمد بن أبی بکر بن أیوب شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1991م، 20

4 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 14

5 - فجر الاسلام، ص184؛ امام اعظم اور علم الحدیث، مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی، انجمن دار العلوم الشہابیہ، سیالکوٹ، 1981ء، ص:158

کہتے ہوئے سنا کہ ہم فلاں فلاں کی کتابیں نقل کر چکے ہیں۔ اس پر آپ فرمانے لگے کہ ہماری رائے میں اس قسم کے لوگ کامیاب نہیں ہوا کرتے ہمارا تو یہ دستور تھا کہ جب اس استاد کے پاس آتے تو اس سے وہ روایتیں سنتے جو دوسرے استاد کے پاس نہ ہوتیں اور اس استاد سے وہ سنتے جو دوسرے استاد کے پاس نہ ہوتیں۔ چنانچہ جب ہم کوفہ آئے تو چار ماہ تک قیام کیا اور اگر ہم چاہتے کہ ایک لاکھ حدیثیں لکھ لیں تو لکھ سکتے تھے۔ لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں ہی لکھیں۔ پھر کسی سے املاء کے علاوہ راضی نہ ہوئے۔ سوائے شریک کے کہ انہوں نے ہم سے انکار کر دیا۔ اور ہم نے کوفہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ عربیت میں غلطی کرے اور اس کو روا رکھے۔ (1)

اس سے اس شہر کی کثرت حدیث کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہاں عفان جیسا حافظ حدیث چار ماہ میں پچاس ہزار احادیث لکھ لے (کہ جو مسند احمد جیسی ضخیم کتاب کی روایات سے بھی تعداد میں کہیں زیادہ ہو) اور حافظ ابی بکر بن ابی داوٗد ایک ہی شیخ سے لکھ لیں۔ وہاں حدیث و سنت کی اشاعت کا کیا عالم ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے جب ان کے صاحبزادے عبد اللہ نے دریافت کیا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہئے۔ ایا ایک ہی صاحب علم کی خدمت میں برابر حاضر رہ کر اسی سے حدیثیں لکھتا رہے یا ان مقامات کا رخ کرے کہ جہاں علم کا چرچا ہے اور وہاں جا کر علماء سے حدیثیں لکھنی چاہئے۔ اور ان علماء میں سب سے پہلے امام موصوف نے کوفیین ہی کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: "**يرحل ويكتب عن الكوفيين والبصريين وأهل المدينة**"۔ (2)

امام بخاریؒ نے طلب حدیث میں بخارا سے لیکر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا۔ دو دفعہ جزیرہ گئے۔ چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے۔ مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں:

"**لا أحصي كم دخلت إلى الكوفة وبغداد مع المحدثين**"۔ (3) میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے محدثین کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا)۔

سیوطیؒ نے امام ابن سیرینؒ سے (جو اکابر تابعین میں سے ہیں) حدیث کے طالبین کے بارے میں یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

"**قدمت الكوفة وبها أربعة آلاف يطلبون الحديث**"۔ (1) میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طالب علم تھے۔

---

1 - الجامع لأخلاق الراوی، 2 / 244؛ المحدث الفاصل بین الراعی والواعی، الحسن بن عبد الرحمن الرامہرمزی، دار الفکر، بیروت، 1404ھ، 1 / 559

2 - فتح المغیث، 2 / 355

3 - فتح الباری، 1 / 478

1 - تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین السیوطی، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، س ن، 2 / 400

عربیت اور نحو کی تدوین بھی کوفہ اور بصرہ ان ہی دو شہروں میں ہوئی ہے۔ چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں بجزان دومقامات کے عام طورپر اور کسی جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیاجاتا۔ امام ذہبیؒ کا قول ہے:(کہ ابن عقدہ کے زمانے تک برابر وہاں کی یہ وسعت ہی چلی آئی ہے)۔

حافظ مصر ابن عقدہ کی وفات 332ھ میں ہوئی ہے۔اس حساب سے کوفہ تقریباًمتواتر تین سو سال تک حدیث کا مرجع علم رہاہے۔ امام ابن ماجہؒ نے جس زمانہ میں کوفہ کا سفر کیاہے اس کی علمی رونق بدستور قائم تھی اور یہ محدثین وحفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا۔

بنوعباس کے عہد عروج میں کوفہ فقہاء ومحدثین کا سب سے بڑامرکز تھا، ہر مسجد مدرسہ تھی، اور ہر گھر سے قال اللہ اور قال الرسول کی آواز سنائی دیتی تھی جس کو امام نوویؒ دارالفضل والفضلاء لکھتے ہیں۔ [1]

بنوعباس کے دور عروج میں کوفہ میں جن اہل علم نے بیش بہاخدمات سرانجام دیں۔ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

امام ابو حنیفہؒ(م150ھ)

امام صاحبؒ کے حلقۂ درس میں علماء وفضلاء کی بڑی جماعت شریک ہوتی تھی جن میں ہر علم وفن کے مشاہیر ہوتے تھے، آپ کے شاگرد وکیع بن جراح کا بیان ہے: کہ امام اَبو حنیفہؒ کسی دینی مسئلہ میں کیسے غلطی کرسکتے ہیں؟ان کے مجلسِ درس میں ہر علم وفن کے اہل کمال موجود رہتے ہیں، اَبو یوسف، زفر بن ہذیل اور محمد بن حسن جیسے قیاس واجتہاد میں، یحیی بن اَبی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان بن علی اور معدل بن علی جیسے حدیث میں، قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن جیسے لغت وعربیت میں، داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد وتقویٰ میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں [2] جس کے حلقۂ درس میں ایسے ایسے اہل علم شریک رہتے ہوں، وہ کیسے غلطی کر سکتا ہے؟ اگر کبھی ایسی بات ہو بھی جائے تو یہ حضرات رہنمائی کرسکتے ہیں۔

زائدۃ بن قدامۃ(م160ھ)

آپ کوفہ کے مشہور محدث ہیں، امام ذہبی نے ان کو امام شعبہ کا ہمسر بتایاہے ان کی علمی جلالت قدر کا اندازہ امام احمدؒ کے درج ذیل بیان سے کیاجاسکتاہے:

"ابواسحاق کی حدیث کے سوا جب تم زائدہ اور زبیر سے کوئی حدیث سن لو تو اسے دوسرے سے سننے کی فکر ہی نہ کرو"۔ [1]

---

1 - شرح النووی صحیح مسلم، ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ، 4 / 175

2 - تاریخ بغداد، 14 // 247

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 215

مسعر بن کدام (م155ھ)

آپ کوفہ کے مشہور محدث اور امام ابو حنیفہؒ کے ہم سبق لوگوں میں سے ہے، اہل علم تقدس کے بناء پر آپ کو مصحف اور حدیث میں مہارت کی وجہ سے علم حدیث کا ترازو کہتے تھے۔ حربی کہتے ہیں: کہ شعبہ اور سفیان ثوری میں جب کسی حدیث میں اختلاف ہو تا تو دونوں کہا کرتے تھے۔ ہم دونوں کو مسعر کے پاس لے چلو جو اس علم کی ترازو ہیں۔ [(1)]

حبیب بن ابی ثابت سے منقول ہے کہ میں نے سنا ہے جو نیک صحبت اختیار کرنا چاہتا ہو اس کو چاہئے کہ مسعر بن کدام کے حلقہ کو اختیار کرے کیونکہ ان کی مجلس بہت پر سکون اور پر وقار ہوتی ہے اور اس مجلس کی شرکاء باحیاء اور پاک دامن ہوتے ہیں۔ [(2)]

عطاء بن السائب (م 136ھ)، ہشام بن عروہ (م 146ھ)، **سلیمان بن مہران، الأعمش (م 147ھ)**، امام ذہبیؒ اعمش کو کوفہ کے شیخ المُقْرِئِیْنَ والمحَدِّثِیْن یعنی قاریوں اور محدثین کے شیخ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ [(3)]**سفیان بن سعید الثوری الکوفی (م161ھ)، امام ابو یوسف (م182ھ)، امام محمد بن حسن الشیبانی (م189ھ)، محمد بن خازم الکوفی الضریر (م195ھ)**، امام ذہبیؒ ان کو محدث الکوفہ لکھتے ہیں۔ [(4)]، **وکیع بن الجراح الکوفی (م197ھ)، مصنف ابو بکر ابن ابی شیبہ (159-235ھ)، ہناد بن السری بن مصعب التمیمی الدارمی الکوفی (م243ھ)**، علامہ زرکلیؒ لکھتے ہیں: "کہ ہناد محدث اور کوفہ میں اپنے زمانہ کے شیخ تھے"۔ [(5)]اس وقت کے مشہور محدثین کرام میں درجہ بالا حضرات بھی شامل ہیں۔ اگرچہ تلاش بسیار کے باوجود ان کے مراکز کے حوالے سے معلومات تو نہ مل سکے، لیکن امام ذہبیؒ وغیرہ اہل علم کے جیسے عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات بھی اس دور میں کوفہ کے محدثین کرام میں شامل تھے۔ اور اسی سرزمین میں خدمات سرانجام دیتے رہے، مزید برآں طبقات ابن سعد کی ایک پوری جلد میں کوفہ کے محدثین کرام کا تذکرہ ہے جن کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں۔

---

1 - تهذيب التهذيب، 10 / 103

2 - تذكرة الحفاظ، 1 / 188

3 - سير أعلام النبلاء، 6 / 344

4 - تذكرة الحفاظ، 1 / 294

5 - الأعلام، 8 / 96

بصرہ:

بصرہ مشہور اسلامی شہر جو تیسری صدی ہجری تک علوم اسلامیہ کا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ اور کوفہ کے بعد یہ دوسرا علمی مرکز ہے، جس کو وسعت علم و کثرت حدیث و فقہ اور دوسرے فضائل و کمالات کے لحاظ سے ممتاز مقام حاصل تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

"اور یہ بغداد جو دین کی بستی اور ہر فضیلت کی کان ہے۔ اور وہ مقام ہے کہ جہاں کے رہنے والے معارف کے پرچم بلند کرنے میں اور علوم میں دقتِ نظر، لطافتِ اخلاق، فطانت و ذکاوت، وحدتِ فکر اور ذہن کی رسائی میں سبقت لے گئے ہیں۔ بصرہ جو ان تمام امور سے پوری طرح معمور تھا"۔ (1)

بصرہ میں ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ محدثین کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ حافظ مسلم بن ابراہیم بصری کہتے ہیں:

"**كتبت عن ثمان مائة شيخ وما جزت الجسر**"(2)، میں نے آٹھ سو شیوخ سے حدثیں لکھیں اور پل اتر نہیں گیا (پل سے دجلہ کا پل مراد ہے جو بصرہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے)۔ یعنی صرف بصرہ ہی کے اندر اتنے کثیر تعداد میں محدثین سے استفادہ کیا۔

بصرہ میں کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس کے لئے جو مرکز قائم ہوا اس کے سرخیل حضرت انسؓ بن مالک تھے۔

بنو عباس کے دور عروج میں بصرہ میں جن اہل علم نے بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

عبد اللہ بن عون بصریؒ (م 151ھ)

آپ قبیلہ مزنیہ کے غلام تھے، ان کی مرجعیت و مقبولیت کا یہ حال تھا کہ لوگ راستہ میں ان سے حدیث کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے: کہ لوگ مجھ سے اس قدر زیادہ حدیث کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ میرا راستہ تنگ کر دیتے ہیں، اپنی ضرورت کے لئے نکلنا میرے لئے مشکل ہو گیا ہے، آپ کی مجلسِ درس بصرہ میں قائم ہوتی تھی، ان کے تلامذہ و اصحاب پہلے ہی سے مجلس میں پہونچ جاتے تھے، جب وہ جاتے تو سب لوگ سلام کرتے تھے اور وہ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہتے تھے۔ بکار بن محمد کا بیان ہے کہ ان کے حلقہ نشینوں کے خشوع و خضوع کا یہ حال تھا کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، میں نے ایسا خشوع و خضوع کسی اور مجلس میں نہیں دیکھا ہے، میں نے ابن عون کو مجلس میں

---

1 - رسائل ابن حزم، 2 / 176

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 394

کسی سے مذاق کرتے ہوئے یاشعر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، وہ اپنے کام میں مشغول رہتے تھے[1] امام ذہبیؒ نے آپ کوعالم **البصرة** لکھاہے۔[2]

اس وقت کے مشہور محدثین کرام میں درجہ ذیل حضرات بھی شامل ہیں۔ اگرچہ تلاش بسیار کے باوجود ان کے مراکز کے حوالے سے معلومات تو نہ مل سکے، لیکن ان کے حالات زندگی اور امام ذہبیؒ وغیرہ جیسے اہل علم کے عبارات سے پتہ چلتاہے کہ یہ حضرات بھی عہد بنوعباس میں بصرہ کے محدثین کرام میں شامل تھے۔

داود بن أبي ہند دینار (م 139ھ)، یونس بن عبید العبدی (م 140ھ)، خالد بن مہران الحذائی (م 141ھ)، امام ذہبیؒ خالد بن مہران کے بارے میں لکھتے ہیں: "**محدث البصرة**"۔[3]

عاصم بن سلیمان الأحول (م 142ھ)، عمران بن حدیر السدوسی (م 149ھ)، ابن المدینی عمران بن حدیر کے بارے میں فرماتے ہیں:" **ثقة من أوثق شيخ بالبصرة** "۔[4]

سلیمان بن طرخان التیمی (م 143ھ)

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: "**له نحو من مائتي حديث وكان عابد البصرة و عالمها**"۔[5] آپ کی مرویات کی تعداد تقریباً دوسوتک پہنچتی ہے۔ اورآپ بصرہ کے عابد اور عالم تھے۔

حماد بن سلمہ (م 167ھ)

آپ اپنے وقت کے بصرہ کے مشہور محدث اور بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ علم حدیث میں لکھنے والے پہلے شخصیت ہیں۔ ان کے بارے میں ابن عدیؒ لکھتے ہیں:"**هو مفتي البصرة ومحدثها ومقرئها وعابدها** "۔[6]

آپ بصرہ کے مفتی، محدث، قاری اور عابد ہے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو**الإمام شيخ أهل البصرة** کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[7]

---

1 - الطبقات الکبری، 7 / 262

2 - سیر أعلام النبلاء، 6 / 364

3 - تذکرة الحفاظ، 1 / 149

4 - تھذیب التھذیب، 8 / 110

5 - تذکرة الحفاظ، 1 / 151

6 -الکامل فی الضعفاء، 2 / 264

7 - تذکرة الحفاظ، 1 / 156

ابن حبانؒ لکھتے ہیں:

"**كان من أورع أهل البصرة**"[1] آپ اہل بصرہ میں سے بہت زیادہ متقی تھے۔

سعید بن ابی عروبہ (م155ھ)

اپنے زمانہ میں بصرہ کے مشہور محدثین میں آپ کا شمار ہوتا ہے، ابو المعالی الغزی نے آپ کو **شيخ أهل البصرة وعالمهم** کے الفاظ سے یاد کیا ہے[2] امام ذہبیؒ نے آپ کو **الإمام الحافظ عالم أَهلِ البصرة** کے الفاظ سے نوازا ہیں[3] آپ کے تفصیلی حالات زندگی باب دوم، فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

شعبۃ بن الحجاج (م160ھ)

آپ واسط شہر میں پیدا ہوئے لیکن بصرہ میں رہے، اور وہیں پلے بڑے اور پھر ایک وقت آیا کہ آپ بصرہ کے امام المحدثین بن گئے۔ امام حاکمؒ کا قول ہے: "**شعبة إمام الأئمة في معرفة الحديث بالبصرة**"۔[4] آپ بصرہ کے حدیث جاننے والوں میں بڑے امام تھے۔ امام ذہبیؒ نے **عالم أَهل البصرة و شيخها** کے الفاظ سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔[5]

حقیقت یہ ہے کہ امام شعبہؒ نے بصرہ اور عراق کے سر زمین پر علم حدیث کو پھیلانے کا عظیم کارنامہ سر انجام دیا اور حدیث میں امام کا لقب پایا اور احادیث رسول ﷺ سے ہر قسم غبار کو دور کیا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "**كان الثوري يقول هو أمير المؤمنين في الحديث وهو أول من فتش بالعراق عن الرجال وذب عن السنة**"۔[6]

الثوری فرماتے تھے کہ آپ حدیث میں امیر المؤمنین کے رتبے پر فائز ہیں اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عراق میں رجال کی تحقیق کی اور سنت کا دفاع کیا۔ آپ کے تفصیلی حالات زندگی باب دوم، فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

شام:

شام، دمشق کا صدر مقام اور خلفاء بنو امیہ کا پایا تخت رہا ہے۔ یہ وہ مبارک سر زمین ہے، جہاں ایک زمانہ میں دس ہزار ایسے نفوس قدسیہ موجود تھے کہ جن کی آنکھیں حضور ﷺ کے دیدار سے منور ہو چکی تھیں۔ ابن عساکر ولید بن

---

1 - مشاهير علماء الأمصار، 1 / 150

2 - ديوان الإسلام، 3 / 12

3 - سير أعلام النبلاء، 6 / 468

4 - تهذيب التهذيب، 4 / 302

5 - سير أعلام النبلاء، 6 / 603

6 - تقريب التهذيب، 1 / 266

مسلم سے سنداً نقل کرتے ہیں: "ملک شام میں دس ہزار اصحاب ایسے داخل ہوئے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا"۔ (1)

مسلمانوں نے جب ملک شام کو فتح کیا تو یہاں کے باشندے کثرت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، خلفائے اسلام نے ان علاقوں کی طرف خاص توجہ کی اور یہاں کے عوام کی تعلیم وتربیت کے لئے فضلاء اور فقہاء صحابہؓ کو روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں معاذ بن جبلؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ جیسے اکابر کو بھیجا تھا۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

"حضرت عمرؓ نے ہر شہر میں علماء کو بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔ چنانچہ اہل شام کی طرف حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ وغیرہ کو اور عراق کی طرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ کو بھیجا"۔ (2)

امام ذہبیؒ کا بیان ہے:

"دمشق بلادِ شام میں سے ہے جو ایک وسیع مملکت ہے اور متعدد شہر قصبات اور دیہات پر مشتمل ہے۔ یہاں متعدد صحابہ کرامؓ آکر فروکش ہوتے۔ حضرت امیر معاویہؓ اوران کے بعد خلیفہ عبدالملک اور اس کی اولاد کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی اور تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں فقہاء، محدثین اور قراء برابر ہوتے رہے۔ اور ایسا ہی ان کے شاگردوں کا سلسلہ چلتا رہا"

اس سلسلے میں امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"**و هي دار قرآن و حديث و فقه و تناقص العلم بها في المائة الرابعة، و الخامسة**"۔ (3)

یہ قرآن، حدیث اور فقہ کا گھر ہے اور چوتھی اور پانچویں صدی میں یہاں علم کم ہوگیا۔

بنوعباس کے دور عروج میں شام میں جن اہل علم نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

امام اوزاعی (م157ھ)

آپ شام کے مشہور شہر بعلبک میں پیدا ہوئے، آپ کا نسبی تعلق یمن کے قبیلہ بنو ہمدان سے تھا، مگر آپ کا خاندان وہاں سے ترک وطن کرکے شام چلا آیا، اور یہاں دمشق کے قریب ایک بستی اوزاع میں رہائش اختیار کرلی، آپ حدیث

---

1 - تاریخ دمشق، 1 / 327

2 - منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي، ، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، 1986م، 7 / 528

3 - الأمصار ذوات الآثار، 1 / 23

کے بہت بڑے عالم تھے، اور بلادِ شام کے بلا شرکتِ غیرے امام، فقیہ، محقق عالم، مرجع خلائق اور مفتی اعظم تھے، اہل شام آپ کے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ کیونکہ دوسری صدی ہجری میں فقہ وحدیث کے جو مکاتب فکر پیدا ہوئے، ان میں سے ایک کے بانی آپ تھے، یہ مسلک شام اوراندلس میں پھیلا ہوا تھا، اندلس میں حکم بن ہشام کے دور تک آپ کی فتاویٰ کی اتباع ہوتی رہی، اورائمہ اربعہ کی طرح آپ بھی اس وقت کے امام متبوع رہے، مگر کچھ ہی عرصے بعد آہستہ آہستہ یہ مسلک ختم ہوگیا، شام میں امام اوزاعی کے مسلک کی جگہ حنفی وشافعی نے لی اور اندلس میں مالکی مسلک نے۔ عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے: "**ما كان بالشام أحد اعلم بالسنة من الأوزاعي**"۔[1] کہ میں نے شام میں امام اوزاعی سے زیادہ کسی کو سنت کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ آپ کے تفصلی حالات زندگی باب دوم، فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

إسماعیل بن عیاش العنسی(م182ھ)

اہل علم نے شام کے محدثین میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اوراہل شام سے روایت کرنے میں آپ کو ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:"**عالم أهل الشام في عصره**"[2]۔ آپ اپنے زمانے میں اہل شام کے عالم تھے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کوالامام محدث الشام کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[3] علامہ زرکلی لکھتے ہیں: "**عالم الشام ومحدثها في عصره**"[4] آپ اپنے زمانے شام کے عالم و محدث تھے۔ آپ کے مزید حالات زندگی کے لئے دیکھیے: باب چہارم فصل دوم : تبع تابعین کرام کے مجموعہ ہائے حدیث۔

عبدالأعلی بن مسہر بن عبدالأعلی الغسانی الدمشقی(م218ھ)

آپؒ کی کنیت أبو مسہر تھی، 140ھ میں پیدا ہوئے، امام مالک اورسفیان بن عیینہ وغیرہ سے آپ نے روایت کی ہے۔ اورآپ سے امام بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، اثبت اور فاضل کہاہے۔ آپ محدث مغازی اورانساب کے عارف تھے۔ علامہ زرکلی لکھتے ہیں:" **كان شيخ الشام، وعالمها بالحديث والمغازي وأيام الناس وأنساب الشاميين**"۔ [1] آپ شام کے شیخ، حدیث، مغازی، ایام الناس اور شامیین کے انساب کے عالم تھے۔ امام ذہبیؒ

---

1 - الجرح والتعدیل، 1 / 184

2 - طبقات المدلسین، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی ، مکتبۃ المنار ، عمان،1983ء ، 1 / 37

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 253

4 - الأعلام،1 / 320

1 - ایضاً، 3 / 269

لکھتے ہیں۔ "شیخ أهل الشام وعالمهم"۔ (1) اہل شام کے شیخ اور عالم تھے۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ آپ حفظ واتقان میں اہل شام کے امام تھے اوراہل شام جرح وتعدیل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ قرآن کو مخلوق نہ ماننے کیوجہ سے عباسی خلیفہ مامون نے آپ کو بغداد کے جیل خانہ میں قید کیا تھا اسی حالت میں 218ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (2)

محمد بن الولید الزبیدی (م146ھ)

آپ کا نام ونسب: محمد بن الولید بن عامر الزبیدی الحمصی، کنیت أبو الہذیل تھی، آپ امام زہری کے کبار میں سے ہیں۔ کسی زمانے میں حمص کے قاضی بھی رہے ہیں۔ آپ نے امام زہری، سعید المقبری اور نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور امام نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، ثبت، حافظ، حجت اور متقن کہا ہیں، امام ذہبیؒ آپ کے متعلق لکھتے ہیں **عالم أهل الشام**' ابن سعدؒ کا بیان ہے: اہل شام میں سے آپ سب سے زیادہ فتویٰ اور حدیث کے جاننے والے تھے، آپ نے علی حسب اختلاف الاقوال 146ھ یا 147ھ اور یا 149ھ میں وفات پائی۔ (3)

ہشام بن عمار السلمی (م245ھ)

آپ کا نام ونسب: ہشام بن عمّار بن نصیر بن میسرۃ السلمی الظفری، کنیت ابو الولید تھی، آپ اپنے زمانے میں دمشق کے خطیب، قاری، محدث اور مفتی رہے ہیں۔ اور دمشق کے جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال سے کسی خطبہ کو دوبارہ نہیں پڑھا، آپ نے معروف الخیاط أبی الخطاب الدمشقی، عبد الرحمن بن زید بن أسلم، مسلم بن خالد الزنجی، مالک بن أنس اور ابن عیینہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے امام بخاری، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور امام ترمذی نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے ثقہ، صدوق، امام، حافظ، علامہ اور مقری کے الفاظ سے یاد کیا ہے، فضائل قرآن پر آپ کی ایک کتاب بھی موجود ہے۔ آپ نے 245ھ میں وفات پائی۔ (1)

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 381

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 6 / 90؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 381؛ تقریب التهذیب، 1 / 332؛ تاریخ بغداد، 11 / 72؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 408؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 11 / 37؛ الأعلام، 3 / 269

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 9 / 443؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 162؛ الطبقات الکبری، 7 / 465؛ تقریب التهذیب، 1 / 511؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 373؛ الأعلام، 7 / 133

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 11 / 46؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 451؛ غایۃ النهایۃ فی طبقات القراء، شمس الدین أبو الخیر ابن الجزری محمد بن محمد بن یوسف، مکتبۃ ابن تیمیۃ، 1351ھ، 2 / 354؛ تقریب التهذیب، 1 / 573؛ الثقات، ابن حبان، 9 / 233؛ الأعلام، 8 / 87

عبد الرحمٰن بن ابراہیم الدمشقی (م245ھ)

آپ کا نام ونسب: عبد الرحمن بن إبراہیم بن عمرو بن میمون القرشی الأموی الدمشقی، کنیت أبو سعید، لقب دحیم ہے، جبکہ آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ کو دحیم کہا جائے۔170ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ میں امام اوزاعی کے مذہب پر تھے۔ کسی دور میں آپ اردن اور فلسطین کے قاضی بھی رہے ہیں۔ آپ نے ولید بن مسلم، سفیان بن عیینہ اور مروان بن معاویہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام بخاری، مسلم، ابو داوٗد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، ثبت، حافظ اور متقن کہا ہے۔ علامہ زرکلی اور امام ذہبیؒ نے لکھا ہے: کہ آپ اپنے زمانہ میں شام کے محدث تھے۔ امام ابو داوٗد کا بیان ہے: کہ دمشق میں اپنے زمانے میں ان کی نظیر نہ تھی۔ آپ نے 245ھ میں وفات پائی۔ (1)

ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر ہشام اور دحیم کے متعلق لکھتے ہیں:

شام کے محدثین میں یہ دو نامور محدث ہیں۔ امام ابن ماجہ جب دمشق آئے اس وقت ان کے درس کا شہرہ تھا۔ امام موصوف نے ان سے بکثرت احادیث روایت کیں۔ (2)

مصر:

جب مسلمانوں نے سرزمین مصر کو فتح کیا تو یہاں کے باشندے بکثرت حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، اور صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد کتاب وسنت کی تعلیم واشاعت کے لئے یہاں آ پہنچی۔ عبد اللہ بن عمرو اپنے والد فاتح مصر عمرو بن العاصؓ کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے، عبد اللہ کو چونکہ کتابتِ حدیث کی اجازت حاصل تھی اس لئے آپ کے پاس احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: ''مصر ایک عظیم شہر اور وسیع صوبہ ہے جو اضلاع شرقی وغربی اور صعید اعلیٰ اور صعید ادنیٰ پر مشتمل ہے، اس کو حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فتح کیا تھا صحابہ کرامؓ کی ایک خلقت نے یہاں آکر رہائش اختیار کی اور تابعین کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی''۔ (3)

مصر ابتداہی میں علم حدیث کا گہوارہ بن چکا تھا، تبع تابعین کے عہد میں امام لیث بن سعد (م175ھ) اور عبد اللہ بن لہیعہ (م174ھ) یہاں علم کے مرکز تھے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی درسگاہ جامع ازہر اسی ملک میں ہے جو آج بھی اپنی ہزاروں سالہ روشن تاریخ کے ساتھ قاہرہ میں قائم ہے۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 6/ 119؛ تذکرۃ الحفاظ، 2/ 480؛ تقریب التھذیب، 1 /335؛الثقات، ابن حبان، 8 / 381؛ تاریخ بغداد، 10 / 265؛ الأعلام،3 / 292؛ تاریخ الإسلام،18 / 323

2 - علوم الحدیث، ص:602

3 - الأمصار ذوات الآثار، 1/ 28

بنوعباس کے دور عروج میں مصر میں جن اہل علم نے بیش بہاخدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

لیث بن سعد (94-175ھ)

نسلاً اصفہان کے تھے، مگر مصر میں رہائش اختیار کرلی تھیں، آپ اپنے وقت میں مصر کے عظیم محدث، فقیہ، مجتہد، مفتی اور جلیل القدر امام اور اس کے ساتھ عربیت، نحو اور شعر کے بھی عالم تھے۔ اور ایک مسلک کے بانی تھے لیکن عدم تدوین اور ماننے والوں کی کمی کی وجہ سے آپ کا مسلک، امام شافعی وامام مالک کے مسلک کا مقابلہ نہ کر سکا اور آپ کی رحلت کے کچھ عرصے بعد فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ ابن سعد لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ ان کے تلامذہ نے کہا کہ ہم آپ سے ایسی حدیثیں سنتے تھے جو آپ کی کتابوں میں نہیں تو کہا: کیا جو کچھ میرے سینے میں ہے میری کتابوں میں بھی ہے۔ اگر میں ان حدیثوں کو لکھوں تو ان کا بار اٹھانا مشکل ہو جائے[1]، آپ کی مزید حالات زندگی کے لئے دیکھیے: باب دوم فصل سوم: تبع تابعین کرام کا تعارف

عبد اللہ بن لہیعہ (174ھ)

آپ کا نام ونسب: عبد اللہ بن لہیعۃ بن عقبۃ بن فرعان بن ربیعۃ بن ثوبان الحضرمی المصری، کنیت أبو عبد الرحمن تھی۔ خلیفہ أبو جعفر المنصور نے آپ کو 155ھ میں مصر کے قاضی مقرر کیا تھا۔ آپ نے سلمہ بن دینار، یزید بن ابی حبیب اور عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، شعبہ اور امام اوزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابو داود کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مصر میں سب سے بڑے محدث آپ ہی تھے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو **الامام الکبیر قاضي الدیار المصریة وعالمها ومحدثها** کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 174ھ میں وفات پائی۔[2]

حیوۃ بن شریح (م158ھ)

آپ کا سلسلہ نسب ہے، حیوۃ بن شریح بن صفوان بن مالک التجیبی المصری اور کنیت أبو زرعہ تھی۔ آپ نے شرجیل بن شریک المعافری، سالم بن غیلان اور زید بن أبي حبیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے لیث بن سعد، ابن لہیعہ، ابن وھب اور ابن المبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ، ثبت، امام، حافظ، فقیہ، زاہد اور مصر کے عباد، صالحین

---

1 - علوم الحدیث، ص:605

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 5 / 327 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 237-238؛ المجروحین، 2 /11؛ طبقات المدلسین، 1 / 54؛ النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ،2 / 77؛ أخبار القضاۃ،3 / 236؛ وفیات الأعیان،3 / 38

اور متقنین میں سے تھے۔ علامہ زرکلیؒ نے آپ کو الإمام الحافظ شيخ الديار المصرية کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ الصفدی لکھتے ہیں:"آپ مصر کے علم و عمل کے سردار ہیں"۔ آپ نے 158ھ میں وفات پائی۔ [1]

عبداللہ بن وہب المصری (م 197ھ)

آپ 125ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔ اول اہل مصر اور پھر دوسرے مختلف ممالک کے اہل علم سے مستفید ہو کر واپس مصر میں آکر یہی وفات تک علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اہل علم نے آپ کو بہت زیادہ علم والے، نیک آدمی عبادت گزار، ثقہ، الامام، الحافظ، صاحب سنہ اور صاحب آثار کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ امام ذہبیؒ آپ کو أحد الأعلام، وعالم الديّار المصريّة لکھتے ہیں۔ [2] فاروق بن محمود لکھتے ہیں: أحد أعلام الفقه والحديث۔ [3] مزید آپ کے حالات زندگی کے تفصیلات کے لئے دیکھیے: باب چہارم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے مجموعہ ہائے حدیث۔

امام شافعیؒ (م 204ھ)

آپ مشہور امام ائمہ اربعہ میں سے شافعی مسلک کے بانی ہے، آپ عراق، مکہ مکرمہ وغیرہ ممالک میں ایک وقت تک خدمات سرانجام دیتے رہے، سن 199ھ کے اواخر میں مصر کا رخ کیا ایک قول کے مطابق یہ سفر اوائل سن 200ھ میں ہوا تھا۔ اور آپ نے مصر کو اپنا مسکن بنالیا اور وفات تک یہی درس وتدریس، افتاء، تصنیف وتالیف اور املا میں مشغول ہوگئے۔ آپ کے حالات زندگی کے تفصیلات باب دوم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن قاسم المصری (م 191ھ)

عبدالرحمٰن بن قاسم العتقی المصری، ابوعبداللہ تھی، آپ مصر کے عالم ومفتی تھے جس نے علم وزہد کو جمع کیا تھا۔ آپ امام مالکؒ کے پیروکاروں میں سے تھے۔ اور "المدونة" کے مؤلف ہے جو کتب مالکیہ کے اجل کتب میں سے ہیں۔ آپ نے امام مالک، لیث بن سعد اور عبدالعزیز الماجشون وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عیسیٰ بن دینار اور یحی بن یحی الاندلسی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اور 191ھ میں آپ نے وفات پائی۔ [4]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 3 / 61؛ الوافی بالوفیات، 13 / 141؛ تقریب التھذیب، 1 /185؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 425؛ الأعلام، 2 / 291؛ مشاهير علماء الأمصار، 1 / 187

2 - تاریخ الإسلام، 13 / 265

3 - أعلام السيرة النبويه فى القرن الثانى للهجرة، فاروق بن محمود بن حسن حمادة، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة، س ن، 1 / 53

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: معجم المؤلفين، 5 / 165؛ الأعلام، 3 / 323؛ طبقات الحفاظ ،عبد الرحمن بن أبي بكر جلال الدين السيوطي، دار الكتب العلمية ، بيروت، 1403ھ ، 1 / 152؛ الديباج المذهب فى معرفة أعيان علماء المذهب، 1 / 146؛ الوافى

یمن:

یہ علاقہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں اسلامی ریاست میں شامل ہو چکا تھا۔ اوراس علمی مرکز کو یہ شرف حاصل ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے یہاں رشدوہدایت اورتربیت کی غرض سے خود عہد رسالت میں حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن کی طرف بھیجا تھا[1] جنہوں نے وہاں جاکر لوگوں کو تعلیم نبوی سے متمتع فرمایااور بے شمار تابعین (ہمام بن منبہ اوروہب بن منبہ کانام خصوصیت سے قابل ذکر ہے)اور تبع تابعین نے فیض حاصل کیا۔

آنحضرت ﷺ نے یمن سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر صحابی حضرت ابوشاہ کو فتح مکہ کے دن اپنا خطبہ تحریر کروا کے عنایت فرمایا تھا۔

بنوعباس کے دور عروج میں یمن میں جن اہل علم نے بیش بہاخدمات سرانجام دیں۔ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

معمر بن راشد (م153ھ)

آپ بصرہ میں پیدا ہوئے، لیکن حالات سے مجبور ہو کر بصرہ سے یمن چلے گئے اور وہاں پر مستقل رہائش پزیر ہوگئے، آپ غلام ہونے کے باوجود تحصیل علم کی فطری استعداداور بہت ذوق وشوق رکھتے تھے، چنانچہ طلب علم میں اس محنت ولگن کیوجہ سے آپ فضل وکمال کے آسمان پر خورشید تابان بن کر چمکےاورزبانِ خلق نے آپ کوعالم الیمن کے لقب سے سرفراز کیا، خاص کر علم حدیث اوراس کے متعلقات میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا، اور ہزاروں حدیثیں آپ کے خزانہ دماغ میں محفوظ تھیں، جس سے اہل یمن مستفید ہوتے رہے۔ اوریمن میں سب سے پہلے آپ نے حدیث کی تدوین کی، اسی وجہ سے امام ذہبیؒ نے آپ کو **الامام، الحجة، احد الاعلام، عالم الیمن** کے الفاظ سے یاد کیاہے۔[2] آپ کے حالات زندگی کے تفصیلات باب دوم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام (م211ھ)

آپ معمر بن راشد کے مشہور شاگرداور حدیث کی شہرہ آفاق کتاب "مصنف عبدالرزاق "کی مصنف ہیں جس کو دنیائے علم میں لازوال شہرت نصیب ہوئی اورآپ یمن میں ایک عرصہ تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔اسی وجہ سے اہل

بالوفیات،18 / 130؛ سیر أعلام النبلاء،7 / 547؛ وفیات الأعیان،3 / 129؛ تاریخ ابن یونس المصری، عبد الرحمن بن أحمد بن یونس الصدفی أبوسعید، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1421ھ، 1 / 312؛ حسن المحاضرة فی تاریخ مصر والقاهرة، 1 / 303

1 - صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ أمته، 6 / 2685

2 - تذکرة الحفاظ، 1 / 190

علم نے آپ کو الحافظ الکبیر، احد الأعلام اور عالم الیمن کے الفاظ سے نوازا ہے۔ آپ کے حالات زندگی کے دیگر تفصیلات باب دوم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرے ہیں۔

فصل سوم

بلادِ عجم کے مراکزِ علم حدیث

سندھ:

سندھ میں اسلامی علوم کے آغازاوران کی اشاعت کے بارے میں سب سے پہلا اور باقاعدہ تحریری ثبوت محمد بن قاسمؒ کی فتحِ سندھ کے وقت سے ملتاہے۔ چنانچہ واضح طور پر یہ لکھا گیاہے کہ عرب فوج میں قرآنِ کریم کے بہت سے قاری تھے، جن کو حجاج نے یہ تاکید کی تھی کہ قرأت قرآن پابندی سے کیا کریں۔ [1] اس کے علاوہ محمد بن قاسمؒ کے ساتھ ایسے کئی اشخاص بھی سندھ آئے تھے، جن کو کتاب وسنت کے علم پر عبور حاصل تھا[2]۔ اس کے بعد جب عرب بڑی تعداد میں سندھ میں آباد ہونے لگے تو یہاں ایسے عالم بھی آباد ہوگئے جن کی محنت اور علم سے محبت کی بدولت عربوں کی نو آبادیوں میں اسلامی علوم کے مراکز قائم ہوگئے۔

بنو عباس کے عہد عروج میں درج ذیل اہل علم نے سند میں خدمات سرانجام دیں:

ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ البصری نزیل السند (م155ھ)

یہ بصرہ کے باشندہ تھے۔ غالباً تاجر کی حیثیت سے سندھ آئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کرلی تھی، جیساکہ ان کے لقب نزیل السند سے ظاہر ہوتاہے۔ [3] آپ ایک ثقہ راوی تھے، آپ کے مرتبہ کااندازہ اس سے ہوسکتاہے کہ سفیان ثوری، ابن عیینہ اورابن سعید القطان جیسے کامل فن محدث ان کے شاگردوں میں شامل تھے۔ [4]

امام بخاریؒ نے ابو موسیٰ سے صحیح بخاری میں مناقب الحسن، فتن اور علامات النبوۃ وغیرہ چار مقامات پر حوالہ دیاہے۔ [5]

ربیع بن صبیح السعدی البصری (م160ھ)

آپ بصرہ میں احادیث کے قدیم مرتبین میں سے تھے، جن کی کتاب سب سے پہلے مدون شکل میں سامنے آئی، آپ جہاد کی غرض سے برصغیر آئے تھے اور یہیں پر آپ نے وفات پائی۔ غرض اس عہد میں سندھ میں جو بھی محدثین تھے انہوں نے انفرادی طور پر علم کی خدمت کی، کیونکہ اس دور میں کوئی قابل ذکر مرکز علم حدیث قائم نہ ہوسکا تھا۔ البتہ بعد میں یعنی چوتھی صدی میں دیبل اور منصورہ مرکز کے نام تاریخ میں ملتے ہیں۔

---

1 - چچ نامہ، مرزا قلیچ بیگ، مترجم انگلش، فریدون بیگ، کراچی، 1900ء، 78

2 - ایضاً، 78

3 - لسان المیزان، 7 / 176 ؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 79

4 - تقریب التھذیب، 1 / 104 ؛ تھذیب التھذیب، 1 / 229

5 - التعدیل والتجریح، 1 / 402 (مؤلف التعدیل والتجریح کے مطابق امام بخاری نے اسرائیل سے روایت کیا، لیکن تحقیق پر یہ معلوم ہوا کہ یہ بات خلاف واقع ہے)

اندلس:

موسیٰ بن نصیرؒ کے اندلس پر حملہ اور غلبہ کے بعد جب صحابہ کرامؓ کی یہاں آمدورفت شروع ہوئی تو اسی وقت علوم دینیہ کی درس وتدریس کا بھی آغاز ہو گیا۔ [1]

قرآن مجید کی طرح علم حدیث بھی انہیں فاتح علماء کے ساتھ اندلس میں داخل ہوا۔ اور جہاں دیگر علوم پروان چڑے وہاں علم حدیث بھی اہل علم و تحقیق کی توجہ کا مرکز رہا، چند ہی دنوں میں اس نے باقی علوم میں بہت اہم مقام حاصل کر لیا اور مسلم علماء کی توجہ نے اسے عروج تک پہنچا دیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ علم حدیث اسلامی شریعت کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ [2]

اور سب سے پہلے جس شخصیت کو حدیث عمومی طور پر متعارف کرانے کا شرف حاصل ہوا وہ ہیں صعصعہ بن سلام (م192ھ) اندلس امام مالکؒ کی فقہ کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ علم حدیث میں اہل اندلس کا اصلی مرجع "موطاامام مالک" تھا جسے درس وتدریس اورافتاء کی غرض سے وہ برابر مطالعہ میں رکھتے تھے۔ چنانچہ اس عظیم کتاب اوراس کی طرف علماء کے کثرتِ میلان کے باعث اندلس میں امام مالکؒ کے مسلک کو کافی فروغ ملا۔ [3]

بنوعباس کے دور عروج میں درج ذیل بلندپایہ محدثین اندلس میں موجود تھے۔ ظاہر ہے انہوں نے وہاں علم حدیث کی ترویج میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہو گی۔

معاویہ بن صالح الحضرمی الحمصی (م158ھ)

آپ کا نام ونسب: معاویہ بن صالح بن حدیر بن سعید بن سعد بن فہر الحضرمی الحمصی، کنیت أبو عمرو یا أبو عبد الرحمن تھی، اصلاً آپ حضرموت کے تھے، حمص میں پرورش پائی اور پھر 123ھ میں حمص سے اندلس آئے، عبد الملک بن مروان کے دور میں آپ اندلس کے قاضی بھی رہے۔ آپ نے یحیی بن سعید الأنصاری، مکحول الشامی اور اسحاق ابن راہویہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سفیان ثوری، لیث بن سعد اورابن وہب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ نے 158ھ میں وفات پائی۔ [4]

---

1 - ظہر اسلام، احمد امین، دارالکتاب العربی، بیروت، 1969ء، 3/ 148

2 - تاریخ اسلام، السیاسی، 3/ 448

3 - تاریخ علماء الاندلس، عبد اللہ بن محمد بن یوسف بن نصر الأزدی أبو الولید ابن الفرضی، مکتبۃ الخانجی، القاہرۃ، 1988م، 2/ 12

4 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10/ 189 ؛ الثقات، ابن حبان، 7/ 470؛ تذکرۃ الحفاظ، 1/ 176؛ تاریخ علماء الأندلس، 2/ 137؛ الأعلام، 7/ 261؛ تاریخ ابن یونس المصری، 2/ 234؛ بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال أہل الأندلس، أحمد بن یحیی بن أحمد بن عمیرۃ أبو جعفر الضبی، دار الکاتب العربی، القاہرۃ، 1967م، 1/ 458

داؤد بن جعفر بن الصغیر یا ابی الصغیر (آپ کی تاریخ وفات تلاش بسیار کے باوجود مل نہ سکی)۔

آپ کا تعلق قرطبہ سے تھا، بنو تیم کے غلام تھے، آپ نے امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہ سے حدیث کی سماعت کی اور آپ سے عبد الرحمن بن القاسم نے۔ حسین بن عاصم مُطرِّف بن قیس فرماتے ہیں، آپ اندلس کے بلند پایہ اہل علم میں سے تھے۔ میں نے آپ سے تقریباً تین ہزار یا اس سے زائد احادیث لکھی تھیں۔ (1)

صعصعہ بن سلام (م192ھ)

آپ دمشق کے رہنے والے تھے، بعد میں اندلس منتقل ہوگئے۔ اور اسی کو وطن بنالیا۔ آپ نے امام اوزاعیؒ اور امام مالکؒ وغیرہ سے روایت کی ہے، اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کے زمانہ خلافت میں اندلس کے مفتی بھی رہے ہیں، جن کے متعلق ابن یونس فرماتے ہیں کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اندلس میں علم حدیث کی بنیاد رکھی لیکن امام ذہبیؒ کے بقول کہ آپ سے پہلے آپ کے شیوخ میں معاویہ بن صالح بھی تھے۔ ابن حزم نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ اندلس میں مذہب اوزاعی کی سب سے پہلے اشاعت کرنے والے بھی آپ ہیں۔ آپ کی وفات راجح قول کے مطابق 192ھ میں ہوئی۔ (2)

عبد الملک بن حبیب الأندلسی (م239ھ)

آپ کی ولادت 170ھ کے بعد ہوئی، آپ پہلے قرطبہ میں تھے پھر اندلس چلے گئے، آپ فقہ مالکیہ کے سردار تھے۔ آپ نے صعصعہ بن سلام اور غازی بن قیس سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے بقی بن مخلد، محمد بن وضاح اور مطرف بن قیس وغیرہ نے روایت کی ہے۔ احمد بن محمد بن عبد البر لکھتے ہیں کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اندلس میں علم حدیث کی بنیاد رکھی، امام ذہبیؒ نے آپ کو **الفقيه الكبير عالم الأندلس** کے الفاظ سے یاد کیاہے۔ امام سیوطی لکھتے ہیں۔ آپ نحو، اللغۃ، فقہ اور حدیث میں امام ہیں۔ آپ کے وفات پر جب ابن بشکوال نے سحنون سے کہا کہ فقیہ المغرب ابن حبیب فوت ہوگیا تو جواب میں سحنون نے کہا کہ اندلس کا عالم فوت ہوگیا مزید کہا بلکہ اللہ کی قسم عالم الدنیا فوت ہوگیا۔ (3)

یحیی بن یحیی بن کثیر اللیثی الأندلسي القرطبی (م234ھ)

آپ کی کنیت، اَبو محمد تھی، آپ نے امام مالک، لیث بن سعد اور سفیان بن عیینہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے بقی بن مخلد اور محمد بن وضاح وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابن فرضی کا بیان ہے۔ آپ اپنے وقت اور علاقے کے واحد امام تھے۔

---

1 - تاریخ علماء الأندلس، 1 / 169

2 - تاریخ الإسلام، 11 / 190؛ تاریخ دمشق، 24 / 78؛ الوافی بالوفیات، 16 / 179؛ البدایہ والنھایہ، 10 / 208

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 2 / 537؛ الأعلام، 4 / 157؛ طبقات الحفاظ السیوطی، 1 / 237؛ بغیۃ الوعاۃ، 2 / 109

اندلس کے فقیہ عیسی بن دینار، عالم عبد الملک بن حبیب اور عاقل یحیی بن یحیی سمجھے جاتے تھے۔ علامہ زرکلیؒ نے آپ کو اپنے زمانہ میں اندلس کے عالم اور مرجع خلائق اندلس قرار دیا ہے۔ آپ نے 234ھ میں وفات پائی۔ (1)

رے:

یہ شمالی ایران کا تاریخی شہر ہے۔ جو کسی دور میں عراق کا صدر مقام تھا۔ اور تہران سے جو ایران کا موجودہ دارالسلطنت ہے چند میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ یہ اب بالکل ویران پڑا ہوا ہے۔ (موجودہ تہران کے قرب وجوار میں اس قدیم شہر کے کھنڈر واقع ہیں) جسے منگولوں (تاتاریوں) نے 1220ء میں برباد کر دیا تھا۔ اب یا تو مٹ گیا یا موجودہ تہران کا حصہ بن گیا۔ اپنے وقت میں آبادی کے لحاظ سے بغداد کے بعد اسی کا نمبر تھا۔ جیسا کہ ابو اسحاق اصطخری نے لکھا ہے:

"الرّيّ مدينة ليس بعد بغداد في المشرق أعمر منها"۔ (2) رےّ وہ شہر ہے کہ مشرق میں بغداد کے بعد اس سے زیادہ آباد کوئی شہر نہیں۔ اصمعی جو لغت عربیت کے امام ہیں رےّ کو اس کی دلفریبی کی بنا پر "عروس الدنیا" کہا کرتے تھے (3) عباسی خلیفہ ہارون الرشید رے میں پیدا ہوا تھا۔ بہت سے علماء کا تعلق رے سے تھا۔ جن میں مشہور جریر بن عبد الحمید اور امام فخر الدین رازی شامل ہیں۔ (4) امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"رےّ جریر بن عبد الحمید اور ان جیسے حضرات اور پھر ان کے بعد ابن حمید، ابوزرعہ، ابو حاتم اور ان کے بیٹے (عبد الرحمٰن) وغیرہ کی بدولت چوتھی صدی کے وسط تک دار العلم بنا رہا۔ پھر اس کی یہ حیثیت جاتی رہی"۔ (5)

بنو عباس کے دور عروج میں رے میں جن اہل علم نے بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

جریر بن عبد الحمید (م 188ھ)

آپ اپنے دور کے مشہور محدث تھے، آپ پہلی شخصیت تھے جنہوں نے رے میں حدیث کی تدوین کی، آپ کے پاس کوفہ کے محدثین سے مروی دس ہزار احادیث جمع ہوئی تھیں، آپ کی روایات صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔ امام ذہبیؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذيب التهذيب، 11 / 262؛ تاريخ علماء الأندلس، 2 / 176؛ تقريب التهذيب، 1 / 598 ؛الأعلام، 8 / 176؛ جذوة المقتبس في ذكر ولاة الأندلس، 1 / 382؛ المقتبس من أنباء الأندلس، حيان بن خلف بن حسين بن حيان الأموي أبو مروان ابن حيان القرطبي، المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية، القاهرة، 1390ھ، 1 / 218؛ وفيات الأعيان، 6 / 143

2 - معجم البلدان، 3 / 117

3 - ایضاً، 3 / 118

4 - المنجد في الأعلام، ص، 315

5 - الأمصار ذوات لآثار، ص: 64

" نزل الري ونشر بها العلم " ۔[1]

ابن سعدؒ لکھتے ہیں: "کان ثقة کثیر العلم ترحل إلیه" ۔[2] آپ ثقہ، کثیر العلم اورلوگ حدیث کے لئے آپ کے طرف سفر کرتے تھے۔ آپ کے زندگی کے تفصیلی حالات باب دوم، فصل دوم تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزر چکے ہیں۔

ابراہیم بن موسیٰ الرازی(م230ھ)

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: إبراهیم بن موسی بن یزید بن زاذان الفراء التمیمی الرازی اورکنیت أبواسحاق ہے۔ آپ صغیر کے نام سے مشہور تھے، آپ نے ابو الأحوص سلام بن سلیم، ولیدبن مسلم اور جریر بن عبدالحمید سے وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤداورامام ترمذیؒ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام ابوزرعہ کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی زرعہ سے ایک ہزاراحادیث لکھی ہیں۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الحافظ اور متقن کہاہے۔ خلیلی فرماتے ہیں: آپ رے کے بڑے حفاظ علماء میں سے تھے۔ آپ نے 230ھ کے حدود میں وفات پائی۔ [3]

محمد بن مہران(م239ھ)

آپ کا نام محمد بن مہران الجمال الرازی، کنیت ابوجعفر تھا، آپ نے فضیل بن عیاض، ابن علیہ اور سفیان بن عیینہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اورامام ابوداؤدوغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور الحافظ کہاہے، آپ نے 239ھ میں وفات پائی۔ [4]

خراسان:

دریائے آمو(جیحون) کے جنوب میں قدیم علاقہ تھاجس میں نیشاپور، ہرات، بلخ اورمرو کے شہر واقع تھے۔ مسلمانوں نے اس شہر کو 31ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زمانہ خلافت میں عبد اللہ بن عامر ابن کریز کی إمارۃ میں فتح کیا۔ امام ابویوسفؒ امام زہریؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "افریقہ، خراسان اورسند کے بعض حصے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں فتح ہوئے" اور بعض کے بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمانہ خلافت میں 18ھ کو أحنف بن قیس کے ہاتھوں

---

1 - سیر أعلام النبلاء، 7 / 478

2 - الطبقات الکبری، 7 / 381

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 1/ 148؛ تهذیب الکمال، 2/ 219؛ تقریب التهذیب، 1/ 94؛ الجرح والتعدیل، 2 / 137؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 449؛ الإرشاد فی معرفة علماء الحدیث، 2 / 668

4 - تفصیل دیکھیے: تهذیب التهذیب، 9/ 422؛ الثقات، ابن حبان، 9/ 93؛ تذکرۃ الحفاظ، 2/ 448؛ الجرح والتعدیل، 8/ 93

فتح کیا۔ ان دنوں یہ خطہ ایران، افغانستان اور ترکمانستان میں بٹاہوا ہے جبکہ آج مشرقی ایران کے صوبے کانام خراسان ہے۔ [1]

بنوعباس کے دور عروج میں خراسان میں جن اہل علم نے بیش بہاخدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے چندایک کے نام یہ ہیں:

إبراہیم بن طہمان الخراسانی(م163ھ یا168ھ)

آپ کاپورانام إبراہیم بن طہمان الخراسانی کنیت ابوسعید تھی۔ ہرات میں پیداہوئے، نیشاپور میں پرورش پائی۔ آپ خراسان کے ثقہ محدثین میں سے تھے۔ آپ نے ابواسحاق السبیعی، اعمش، شعبہ اور سفیان ثوری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے حفص بن عبد اللہ السلمی، خالد بن نزار، ابن المبارک اورأبو عامر العقدی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ نے باختلاف روایات 163ھ یا168ھ میں وفات پائی۔ [2]

علامہ زرکلیؒ نے "آپ کوخراسان کے کبار میں شمار کیا ہے" [3] اورایساہی امام ذہبیؒ نے آپ کو**الإمام المحدث العالم وشخ خراسان** لکھاہے۔ [4]

یحیی بن یحیی النیسابوری التمیمی(م226ھ)

آپ کانام یحیٰ،کنیت أبوزکریا تھی۔ آپ نے امام مالک، سلیمان بن بلال اور حماد بن سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام بخاری، امام مسلم اورامام ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے۔اہل علم نے آپ کوثقہ، ثبت اورامام کہاہے۔ صالح بن أحمد اورأبو داود کابیان ہے کہ عبداللہ بن مبارک کے بعد خراسان میں آپ جیسا آدمی پیدانہیں ہوا۔ امام احمدؒ وغیرہ کہا

1 - دیکھیے:المنجد فی الاعلام، ص،267؛ معجم البلدان، 2 / 350؛الروض المعطار، 1 / 214؛البلدان، أحمد بن إسحاق (أبی یعقوب) بن جعفر بن وہب الیعقوبی، دار الکتب العلمیة، بیروت،1422ھ،1 / 130؛ الخراج لأبی یوسف،ابویوسف یعقوب بن إبراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتة الأنصاری، المکتبة الأزہریة للتراث، س ن،1 / 234

2 -تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 1 / 112؛تذکرة الحفاظ، 1 / 213؛تقریب التھذیب، 1 / 90؛الجرح والتعدیل، 2 / 107؛ معجم المؤلفین،1 / 41؛الأعلام،1 / 44

3 - الأعلام،1 / 44

4 - سیر أعلام النبلاء، 7 / 28

کرتے تھے آپ خراسان کی خوشبو ہیں۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو **شَيخُ الإسلاَمِ، وعالم خراسان** کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 226ھ میں وفات پائی۔ [1]

إسحاق بن إبراہیم المروزی (اسحاق بن راہویہ) (م238ھ)

آپ کا وطن اصلی مرو تھا، نیشاپور میں پرورش پائی، آپ ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث کے طرف متوجہ ہوئے، اور اس وقت ممالک اسلامیہ میں دینی علوم کے مراکز حجاز، عراق، شام اور یمن وغیرہ کا سفر کر کے ممتاز محدثین وعلماء سے استفادہ کیا، پھر واپس آکر خراسان (نیشاپور) میں رہائش اختیار کی اور یہی علمی خدمات سرانجام دیتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ فقہ میں ایک مسلک کے بانی تھے، جو اسحاقیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا، علامہ زرکلی لکھتے ہیں: "آپ اپنے وقت کے خراسان کے عالم تھے"۔ [2] آپ کے حالات زندگی کے مزید تفصیلات باب دوم فصل دوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرے ہیں۔

عطاء بن أبي مسلم الخراسانی (م135ھ)

آپ نے دمشق میں پرورش پائی، ابن حبان لکھتے ہیں۔ آپ زیادہ عرصہ خراسان میں قیام پذیر تھے اور اس کے بعد عراق چلے گئے تھے [3] آپ مفسر، محدث، فقیہ اور کبار علماء صالحین میں سے تھے۔ آپ کے مزید حالات زندگی کے تفصیل باب دوم فصل اول: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

مرو:

یہ اقلیم خراسان کا مشہور ترین وعظیم ترین شہر تھا۔ جس کو علامہ تاج الدین سبکی واسطۃ العقد و خلاصۃ النقد لکھتے ہیں۔ ایک زمانہ دراز تک "سلاطین سلجوقیہ" جیسے باعظمت وجبروت فرمانرواؤں کا پایہ تخت رہ چکا ہے۔ علامہ تاج الدین سبکی نے ایک موقع پر اس کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:

"**مرو وهي المدينة الكبرى والدار العظمى ومربع العلماء ومرتع الملوك والوزراء**"۔ [4] مرو، جو بہت بڑا شہر، عظیم ترین رہائش گاہ، علماء کا بہارستان، بادشاہوں اور وزیروں کا عشرت کدہ تھا۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذيب التهذيب، 11 / 259؛ سير أعلام النبلاء، 8 / 512؛ تقريب التهذيب، 1 / 598؛ تلقیح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير، جمال الدين أبي الفرج عبد الرحمن الجوزي، شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، بيروت، 1997ء، 1 / 461؛ التعديل والتجريح، 3 / 1223؛ الأعلام، 8 / 176

2 - الأعلام، 1 / 292

3 - المجروحين، 2 / 130

4 - طبقات الشافعية الكبرى، 1 / 325

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"مرو، خراسان کے دور دراز اطراف میں ایک بہت بڑا شہر ہے، جہاں سے ائمہ پیدا ہوئے حضرت بریدۃ بن الحصیب اسلمیؓ آنحضرت ﷺ کے صحابی اور دیگر صحابہ کا ایک مختصر سا گروہ یہاں موجود تھا پھر تابعین میں عبداللہ بن بریدۃ، یحیٰ بن یعمر اور چند دوسرے حضرات ہوئے، ان کے بعد حسین بن واقد، ابوحمزہ سکری، ابن المبارک، فضل بن موسیٰ، ابوتمیلہ، علی بن الحسن بن شقیق، عبدان بن عثمان اوران کے تلامذہ تھے، پھر چوتھی صدی میں جاکر یہاں علم حدیث میں کمی آگئی مگر خروج تاتار تک اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور بعد کو بالکل ہی جاتا رہا"۔ [1]

ترکمانستان کا یہ شہر دریائے مرغاب کے اختتام پر واقع ہے جہاں یہ دریا، دریائے آمو سے آنے والی نہر قراقرم میں گرتا ہے۔ ان دنوں مرو شہر "ماری" کہلاتا ہے۔ ابومسلم خراسانی نے یہی سے عباسی خلافت کے قیام کے لئے تحریک شروع کی تھی۔ [2] عرب جغرافیہ دان اسے "مروشاجہان" کہتے تھے تاکہ مروُود سے اس کا فرق ظاہر ہوسکے جو بالائی مرغاب کے کنارے (افغانستان) میں ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ مروشاجہان خراسان کے شہروں میں مشہور ترین ہے۔ [3] مرو اور نیشاپور کے درمیان ستر (70) فرسخ کا فاصلہ ہے۔ یہاں بریدۃ بن حصیب اسلمیؓ نے جہاد کیا تھا اور یہیں ان کی قبر ہے۔ اول حاتم بن النعمان الباہلی نے اسے فتح کیا اور پھر بعد میں عبد اللہ بن عامر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسے فتح کیا [4] اوراب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔ [5]

بنوعباس کے دور عروج میں مرو میں جن اہل علم نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

محمد بن میمون، أبو حمزۃ السکری (م167ھ)

آپ کا نام محمد بن میمون المروزی، کنیت أبو حمزۃ السکری ہے، حلاوت کلام کی وجہ سے آپ کو سکری کہتے تھے۔ آپ نے أبو إسحاق السبیعی، اعمش اور عاصم الأحول وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے عبداللہ بن مبارک اور نعیم بن حماد وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، ثبت اور فاضل کہاہیں۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو **محدث مرو** اوراِبن

---

1 - الأمصار ذوات الآثار، 1/83

2 - المنجد فی الأعلام، ص،656

3 - معجم البلدان، 5 / 112

4 - البلدان، یعقوبی، 1 / 98

5 - الأمصار ذوات الآثار، 1/83

حبانؒ نے آپ مروکو کبار محدثین میں سے شمار کیا۔ علامہ زرکلی لکھتے ہیں، آپ اپنے زمانہ کے خراسان کے شیخ اور ثقات محدثین میں سے تھے۔ آپ نے 167ھ یا 168ھ میں وفات پائی۔ [1]

نضر بن شمیل المازنی المروزی (م 203ھ)

آپ کا پورا نام نضر بن شمیل بن خرشتہ بن یزید المازنی المروزی اور کنیت أبو الحسن ہے۔ آپ بصرہ کے قبیلہ بنومازن میں سے تھے۔ مرو میں پیدا ہوئے اور 128ھ میں والد کے ساتھ بصرہ منتقل ہو گئے اور ایک عرصہ تک وہاں رہے پھر ایک عرصہ بعد آپ واپس مرو آئے اور وہاں قاضی مقرر ہوئے اور یہی پر قضاء اور دوسرے علمی خدمات وفات تک سرانجام دیتے رہے، آپ نے حمید الطویل، ہشام بن عروۃ، ابن جریج، شعبہ اور حماد بن سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے إسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، ثبت، الامام، الحافظ اور علامہ کے الفاظ سے یاد کیا ہیں۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو **عالم وشیخ اهل مرو ومحدثها** لکھا ہے۔ آپ نے 203ھ کو مرو میں وفات پائی۔ [2]

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: عباس بن مصعب کا بیان ہے۔ آپ لغت عربی اور حدیث میں امام تھے اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرو اور خراسان میں سنت کی نشر واشاعت کی۔ [3]

ابن قطیبہ لکھتے ہیں:

آپ غریب الحدیث، شعر، نحو، حدیث، فقہ اور لوگوں کی تاریخ کو جاننے والے صاحب تھے۔ [4]

علی بن الحسن بن المروزی (م 215ھ)

آپ کا سلسلہ نسب علی بن الحسن بن شقیق بن دینار بن مشعب العبدی المروزی اور کنیت أبو عبد الرحمن ہے۔

امام ذہبیؒ آپ کو **الحافظ محدث مرو** لکھتے ہیں۔ [5]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 9 / 429؛ الکاشف، 2 / 226؛ مشاہیر علماء الأمصار، 1 / 197؛ تقریب التھذیب، 1 / 510؛ تاریخ بغداد، 3 / 266؛ الأعلام، 7 / 121؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 8 / 301

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 10 / 390؛ المعارف، 1 / 542؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 314؛ تقریب التھذیب، 1 / 562؛ الکاشف، 2 / 320؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 10 / 122؛ الطبقات الکبری، 7 / 373؛ الأعلام، 8 / 33

3 - تفصیل دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 / 314

4 - المعارف، 1 / 542

5 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 7 / 263؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 370

عبد اللہ بن عثمان أبو عبد الرحمن (م221ھ)

امام ذہبیؒ آپ کو الإِمَامُ الحَافِظُ محدث مرو لکھتے ہیں۔ [1]

محمود بن غیلان العدوی المروزی (م239ھ)

آپ کا پورا نام: محمود بن غیلان العدوی المروزی ہے۔ آپ أبو أحمد المروزی کے مولیٰ تھے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ، متقن اور صاحب سنت کہا ہے۔ آپ قرآن کو مخلوق نہ کہنے کے باعث قید میں ڈال دیئے گئے تھے۔ ماہ رمضان 239ھ میں انتقال فرمایا۔ [2]

علی بن حجر [3] (م244ھ)

آپ کا نام ونسب: علی بن حجر بن إیاس المروزی اور کنیت ابوالحسن ذکر کیا ہے اور اصلاً آپ خراسان کے رہنے والے تھے، 154ھ میں پیدا ہوئے، ایک عرصہ تک بغداد میں رہے، پھر مرو چلے گئے، اور وہاں حدیث کی نشر واشاعت کی۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے ثقہ، ثبت، مامون، فاضل، متقن اور حافظ کے الفاظ سے آپ کا تذکرہ کیا ہیں، أبو بکر الأعین کا بیان ہے: کہ مشائخ خراسان تین [4] ہیں جن میں سے ایک علی بن حجر ہے۔ آپ کے احادیث مرو مشہور تھیں۔ آپ نے 244ھ میں وفات پائی۔ [5]

بلخ:

خراسان کا ایک مشہور شہر ہے۔ جس کے بارے میں علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

"بلخ من أجلّ مدن خراسان و أذكرها وأكثرها خيرا"۔ [6] بلخ، خراسان کے بہت بڑے شہروں میں سے ہے اور شہرہ اور کثرت خیر کے اعتبار سے سب سے بڑھا ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا تو لہراسپ بادشاہ نے اسے تعمیر کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکندر نے اسے تعمیر کیا اور اس کا پرانا نام اسکندریہ ہے۔

---

1 - سیر أعلام النبلاء، 8 / 374

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10 / 58؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 475

3 - حجر، حاء، کی فتح اور جیم کی سکون کے ساتھ: تقریب التھذیب، 1 / 399

4 - قتیبہ اور محمد بن مہران: تھذیب التھذیب، 7 / 259

5 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7 / 259؛ تاریخ بغداد، 11 / 416؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 450؛ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، 11 / 325؛ طبقات الحفاظ، 1 / 199؛ تقریب التھذیب، 1 / 399

6 - معجم البلدان، 1 / 479

بلخ اور ترمذ [1] کے درمیان بارہ فرسخ کا فاصلہ ہے۔ اول أحنف بن قیس نے اس کو فتح کیا اور پھر بعد میں عبد اللہ بن عامر بن کریز نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسے فتح کیا۔ [2] امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"بلخ میں دوسری صدی کے اواخر میں علماء پیدا ہوئے جیسے عمرو بن ہارون، مکی بن ابراہیم اور خلف بن ایوب وغیرہ پھر وہاں علم حدیث گھٹ کر نابود ہو گیا"۔ [3]

بنو عباس کے دور عروج میں بلخ میں جن اہل علم نے بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

مکی بن إبراہیم البلخی (م215ھ)

آپ کا نام مکی کنیت أبو السکن تھا، آپ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد خاص، علم حدیث میں بہت بڑے امام اور امام بخاریؒ کے کبار شیوخ میں سے ہیں، آپ نے جعفر الصادق، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور ابن جریج وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام احمدؒ، ابن معین اور امام بخاریؒ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الحافظ اور المامون کہا ہیں، أبو المعالی الغزی آپ کو **الإمام المحدث الحافظ** لکھتے ہیں۔ [4] جبکہ امام ذہبیؒ نے آپ کو الحافظ، الامام اور خراسان کے شیخ کے الفاظ سے یاد کیا ہے، اسماعیل بن بشیر ان کے مجلس درس کے حوالے سے فرماتے ہیں: کہ ایک بار ہم مکی کی مجلس درس میں حاضر تھے انہوں نے درس شروع کیا کہ **حدثناابوحنيفة** ...الخ حاضرین میں سے ایک بول پڑا کہ **حدثناعن ابن جريج** ہم سے ابن جریج مکی کی روایات بیان کیجئے اس پر امام مکی کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا۔ فرمانے لگے۔ "**انالانحدث السفهاء حرمت عليك ان تكتب عنى قم من مجلسى**"۔ [5] ہم بیوقوفوں سے حدیثیں بیان نہیں کرتے تمھیں میرے سے حدیث لکھنا روا نہیں ہے میری مجلس سے کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ جب تک

---

1 -ازبکستان کا یہ شہر افغانستان کی سرحد پر آمو دریا (جیحون) کے دائیں کنارے واقع ہے۔ اس کی بنیاد سکندر اعظم سے منصوب ہے۔ 70ھ /690ء میں موسیٰ بن عبد اللہ بن خازم نے اسے فتح کر کے یہاں حکمرانی کی حتی کہ 85ھ /704ء میں عثمان بن سعود نے اسے اموی سلطنت میں شامل کر لیا۔ مشہور محدث امام ابو عیسیٰ ترمذی یہیں کے رہنے والے تھے۔ دیکھیے (المنجد فی الأعلام، ص،186؛ معجم البلدان، 2 / 26)

2 - معجم البلدان، 1 / 479

3 - الأمصار ذوات الآثار، ص:86

4 - دیوان الإسلام، 4 / 125

5 - مناقب امام ابو حنیفہ، 1/204، بحوالہ امام اعظم اور علم حدیث، ص:709

اس شخص کو اپنی مجلس سے نہ اٹھادیا حدیث بیان نہیں کی اور جب اس کو نکال دیا گیا تو پھر درس حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ نے 214ھ یا 215ھ کو بلخ میں وفات پائی۔ [1]

خلف بن أیوب بلخی (م215ھ)

آپ کا نام خلف بن أیوب العامری البلخی، ابو سعید تھا، امام ذہبیؒ نے آپ کو الإمام، المُحَدِّث، الفَقِیْه، الزَّاهِد، مشرق کے مفتی اور اہل بلخ کے عالم کے الفاظ سے یاد کیا ہے، آپ نے عوف الأعرابی، معمر بن راشد اور قیس بن ربیع وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحیٰ بن معین، امام احمدؒ اور ابو کریب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام ترمذیؒ نے بھی آپ سے روایت کی ہے آپ نے فقہ میں تفقہ امام ابو یوسفؒ اور ابن ابی لیلٰی سے حاصل کیا تھا، اور زہد ابراہیم بن ادہمؒ سے حاصل کیا تھا، اکثر اہل علم نے آپ کی تضعیف کی ہے کیونکہ آپ عقیدہ ارجاء کی طرف شدت سے مائل تھے۔ آپ نے 205ھ اور بعض کے بقول 215ھ میں وفات پائی۔ [2]

قتیبہ بن سعید الثقفی بلخی (م240ھ)

آپ کا سلسلہ نسب قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف بن عبد اللہ الثقفی البلخی اور کنیت أبو رجاء تھی۔ آپ ائمہ حدیث میں سے تھے، آپ نے امام مالکؒ، لیث بن سعد اور ابن لہیعہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داوٗد، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے، اہل علم نے آپ کو ثقہ، ثبت، حدیث میں متقن اور سنت میں سمندر کہا ہے، جبکہ امام ذہبیؒ آپ کو شیخ الإسلام، المحدث الإمام الثقة لکھا ہے، تدریس کے ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کی خدمات بھی سرانجام دی، آپ نے 240ھ میں وفات پائی۔ [3]

محمد بن أبان البلخی (م244ھ)

محمد بن أبان بن وزیر البلخی مستملی، کنیت ابو بکر ہے، آپ حمدویہ سے مشہور تھے، آپ نے اسماعیل بن علیہ، ابن وہب اور سفیان بن عیینہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام مسلم کے علاوہ تمام اصحاب صحاح ستہ نے روایت کی ہے۔ محدثین نے آپ کو الامام، الحافظ اور ثقہ کہا ہے، آپ نے بلخ میں 244ھ میں

---

1 - تفصیل دیکھیے: تهذیب التهذیب، 10 / 260؛ التاریخ الکبیر، 8 / 71؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 527؛ تذکرة الحفاظ، 1 / 365

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 3 / 127؛ الطبقات الکبری، 7 / 375؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 228؛ تقریب التهذیب، 1 / 194؛ سیر أعلام النبلاء، 8 / 210؛ الوافی بالوفیات، 13 / 221

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 8 / 321؛ الثقات، ابن حبان، 9 / 20؛ سیر أعلام النبلاء، 11 / 13؛ تقریب التهذیب، 1 / 454؛ التاریخ الکبیر، 7 / 195

وفات پائی۔ [1]

بخارا:

ماوراء النہر کے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کے اشتقاق اور وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ [2] ازبکستان کا یہ شہر دریائے زرافشاں کی زیریں گزر گاہ پر واقع ہے۔ یہ نام پوہریاوہارا (خانقاں) کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اسلامی مآخذ میں مقامی حکمرانوں کو بخاراخدا لکھا گیا ہے۔ 54ھ میں عربوں نے عبید اللہ بن زیاد کی قیادت میں شدید لڑائی کے بعد بخارا فتح کیا۔ حدیث کے مشہور امام بخاریؒ یہیں 194ھ / 809ء میں پیدا ہوئے۔ 260ھ / 874ء میں بخارا سامانی سلطنت میں شامل ہوا اور پھر اس کا دارالحکومت رہا۔ [3]

یاقوت حموی لکھتا ہے: عبید اللہ بن زیاد کی بصرہ واپسی کے بعد 55ھ میں حضرت معاویہؓ نے سعید بن عثمان بن عفان کو والی خراسان مامور کیا۔ سعید نے لشکر کے ساتھ دریائے جیجون عبور کیا۔ ادھر ایک لاکھ بیس ہزار ترک مقابلے میں نکلے مگر بخارا کی حکمران خاتون (ملکہ) نے صورت حال دیکھ کر صلح کی اور یوں سعید کا بخارا پر قبضہ ہو گیا۔ [4] اب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔ [5]

بنو عباس کے دور عروج میں بخارا میں جن اہل علم نے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

عیسی بن موسی البخاری، غنجار (م186ھ)

آپ کا نام ونسب: عیسی بن موسی التیمی یا التیمی البخاری الأزرق غنجار ہے۔ آپ أبو أحمد البخاری کے غلام تھے، ان کا رنگت سرخ ہونے کیوجہ سے غنجار کے لقب سے مشہور تھے، آپ نے عبد اللہ بن کیسان المروزی، سفیان الثوری، وزہیر بن معاویہ اور ابراہیم بن طہمان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یعقوب بن إسحاق الحضرمی، اسحاق بن حمزۃ بن

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4 /9؛ الثقات، ابن حبان، 9 / 20؛ تھذیب الکمال، 24/296؛ تقریب التھذیب، 1 / 465؛ سیر أعلام النبلاء، 11 / 115؛ تاریخ بغداد، 2 /78؛ طبقات الحفاظ، 1 / 221

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: معجم البلدان، 1 / 353

3 - المنجد فی الاعلام، ص، 119

4 - الروض المعطار، 1 / ؛ معجم البلدان، 1 / 353

5 - الأمصار ذوات الآثار، 1/89

فروخ الأزدی البخاری، ابو أحمد بحیر بن النصر البخاری اور محمد بن سلام البیکندی وغیرہ نے روایت کی ہے، اہل علم نے آپ کو صدوق، محدث اوراپنے زمانہ کا امام کہاہے، آپ نے 186ھ کے آخر میں یا187ھ میں وفات پائی۔[1]

أحمد بن حفص البخاری، الحنفی(م217ھ)

آپ کانام أحمد اور کنیت أبو حفص تھا، بعض کے بقول أبو حفص الکبیر البخاری الامام مشہور کے نام سے مشہور تھے۔ اور آپ کے ساتھیوں کی ایک جماعت تھی، ایک زمانے میں لوگوں نے آپ کو بخارا سے نکالا تھا، امام ذہبیؒ نے آپ کو **الفقیه العلامة شیخ ما رواء النَّهْرِ** یعنی ماروا ءالنہر کے شیخ اور مشرق کے فقیہ کے الفاظ سے یاد کیاہے۔[2]

محمد بن إسماعیل الجعفی البخاری(م256ھ)

آپ مشہورامام المحدثین اور صحیح بخاری کے مصنف ہے۔ جوامت محمدی ﷺ کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کے فیوض علمی اور خدمت حدیث سے پوری اسلامی دنیابہرہ ور ہوئی اور ہورہی ہے۔ آپ عہد بنوعباس کے محدثین کاروشن اور چمکتاہوا ستارہ ہے۔ امیر المؤمنین فی الحدیث کالقب آپ کیلئے شایانِ شان ہے۔ محدثین آپ کے خوشہ چین اور عیال ہیں۔ آپؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب،8 / 208؛التاریخ الکبیر، 6 / 394؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 435؛التاریخ الصغیر، 2 / 239 ؛تاریخ الإسلام،12 / 322

2 - سیر أعلام النبلاء، 8 / 313؛الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة،1 / 67

باب چہارم

عہد بنو عباس میں محدثین کی خدمات

فصل اول: تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

فصل دوم: تبع تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

فصل سوم: مشاہیر محدثین کی خدمات اور کتب کا تعارف

فصل اول

تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

عمار بن معاویہ الدہنی[1] (م133ھ)

آپ کا نسب نامہ: عمار بن معاویہ الدہنی اَبو معاویہ البجلی الکوفی اور کنیت ابو معاویہ ہے۔ آپ کا تعلق کوفہ کے قبیلہ بجیلہ کے شاخ دہن سے تھا اسی وجہ سے آپ الدُہنی البجلی الکوفی کہلاتے ہیں۔ آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، عبداللہ بن شدادو غیرہ اصحاب سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور عبیدۃ بن حمید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام اَحمدؒ، ابن معین، ابوحاتم الرازی، اورامام نسائی نے آپ کو ثقہ محدث کہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ امام ذہبی اورابن حجرؒ نے آپ کے تشیع کی طرف میلان کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ نے سن 133ھ میں وفات پائی۔ [2]

ابن ندیمؒ لکھتے ہیں:

" آپ صاحب کتاب تھے " ۔ [3]

عبیدۃ بن حمید کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ [4]

عمارۃ بن جوین، ابوہارون (م134ھ)

آپ کا نام عمارۃ، والد کا نام جوین۔ کنیت ابوہارون العبدی ہے۔ آپ کنیت سے مشہور تھے اور بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حضرت ابو سعید خدریؓ اورابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد اللہ بن عون، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابن سعد، امام نسائیؒ، امام احمدؒ، امام ذہبیؒ اورابو حاتم الرازی وغیرہ نے حدیث کے حوالہ سے آپ کو ضعیف اور متروک کہا ہیں۔ آپ نے 134ھ میں وفات پائی ۔ [5]

ابن معینؒ فرماتے ہیں:

" آپ کے پاس ایک " صحیفہ " تھا " ۔ [6]

---

1 - (الدھنی) دال کے ضمہ اورھا کے جزم کے ساتھ ہے (تقریب التھذیب ، 1/ 408)

2 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7/ 355؛ العلل ومعرفۃ الرجال، 3 / 132؛ الجرح والتعدیل، 6 / 390 ؛ تاریخ ابن معین، 3/ 352؛ الکاشف، 2 /52 ؛ تقریب التھذیب ، 1/ 408؛ الثقات، ابن حبان، 5 / 268

3 - الفھرست، 1/ 308

4 - تاریخ بغداد، 11/122

5 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7/ 361؛ الطبقات الکبری، 7/ 246؛ العلل ومعرفۃ الرجال، 1 / 420؛ الکاشف، 2/ 53 ؛ الجرح والتعدیل، 6 / 363؛ تقریب التھذیب، 1 / 408؛ تاریخ الإسلام، 8 / 501

6 - تاریخ، ابن معین، 4/ 146 ؛ الاستذکار، 2/239 ؛ تھذیب التھذیب، 7/ 361

امام شعبہ کہتے ہیں:

آپ کے پاس اَبو سعید کی روایات کتابی شکل میں موجود تھیں۔ [1]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

" قال شعبة: كنت أتلقى الركبان أسأل عن أبي هارون العبدي، فقدم فرأيت عنده كتاباً فيه أشياء منكرة في علي رضي الله عنه، فقيل: ماهذا الكتاب؟ قال: هذا الكتاب حق"۔ [2]

شعبہ کا بیان ہے، کہ میں نے ابوہارون العبدی کی تحقیق کے لئے سفر کیا جب میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے ان کے پاس ایک کتاب دیکھی جس میں حضرت علیؓ کے فضائل میں غلو والی روایات تھیں، میں نے ان سے پوچھا یہ کتاب کیا ہے ؟ انہوں نے کہا کہ یہ حق کی کتاب ہے۔

سلمۃ بن دینار الاعرج (م135ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے بہت سی کتب لکھی تھیں، اور آپ کی وفات کے بعد یہ کتب آپ کے بیٹے کے پاس تھیں۔ [3]

مزید درج ذیل اصحاب کے پاس بھی آپ کی کتب تھیں:

ابو حاتم کا بیان ہے:

کہ اسماعیل بن قیس کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ [4]

ابن حبان کہتے ہیں:

سعید بن اَبی اَیوب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ۔ [5]

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

عبد العزیز بن اَبی حازم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [6]

---

1 - الکامل،5/78؛ الضعفاء الکبیر، ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی بن حماد العقیلی المکی، دار المکتبۃ العلمیۃ، بیروت،1984م، 3/ 313

2 - میزان الاعتدال،3/ 173

3 - الضعفاء الصغیر، محمد بن إسماعیل بن إبراہیم أبو عبد اللہ البخاری، الضعفاء الصغیر، دار الوعی، حلب،1396ھ،4؛ الجرح والتعدیل ،1/193؛ الکامل،1/107

4 - الجرح والتعدیل، 2 / 193

5 - الثقات، ابن حبان، 8 / 259

6 - الجرح والتعدیل، 5 / 382؛ تھذیب التھذیب،6/ 297

ابن معین کا قول ہے:

موسی بن عبیدۃ کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ [1]

عبد اللہ بن ابی بکرؒ بن حزم الأنصاری (م 135ھ)

آپ کا نسب نامہ: عبد اللہ بن أبی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم أبو محمد الأنصاری المدنی اور کنیت أبو محمد ہے۔[2] آپ نے اپنے والد ابو بکر بن حزم الانصاریؓ، حضرت انسؓ بن مالک، عمرۃ بنت عبد الرحمن، عروۃ بن زبیرؓ وغیرہ اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام مالک، ہشام بن عروۃ، ابن جریج، حماد بن سلمہ اور سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔[3] آپ علماءِ مدینہ میں سے تھے، تمام اہل علم نے آپ کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہا ہے، ابن عبد البر فرماتے ہیں" **كان من أهل العلم ثقة فقيها محدثا مأمونا حافظا وهو حجة**" [4]، آپ اہل علم میں سے ثقہ، فقیہ، محدث، مأمون، حافظ اور حجت تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں"**كان من أهل العلم والبصيرة**"۔[5] آپ اہل علم اور صاحب بصیرت تھے۔

آپ نے سن 135ھ اور بعض کے بقول 130ھ میں وفات پائی۔ [6]

سریج بن نعمان کہتے ہیں:

"آپ نے مغازی پر ایک کتاب تصنیف کی تھی"۔[7] جبکہ ابن ندیم نے اس کتاب کی نسبت عبد الملک بن محمد بن أبی بکر بن عمرو بن حزم الأنصاری کی طرف کی ہے۔[8]

عبید اللہ بن ابی جعفر المصری (60- 135ھ)

آپ کا نام عبید اللہ کنیت ابو بکر الفقیہ۔ نسب نامہ: عبید اللہ بن أبی جعفر المصری۔ آپ بنو کنانہ یا بنو امیہ کے غلام تھے، آپ نے حضرت عبد اللہؓ بن حارث بن جزء زبیدی کو دیکھا تھا۔ اور حمزہ بن عبد اللہ، محمد بن جعفر، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عمرو بن الحارث، سعید بن أبی أیوب، لیث بن سعد اور حیوۃ بن شریح وغیرہ نے روایت

---

1 - تھذیب التھذیب، 10/ 320

2 - التعدیل والتجریح ، 2/ 855

3 - تھذیب التھذیب، 5/ 144

4 - ایضاً، 5 / 144

5 - ایضاً، 5 / 144

6 - تفصیل دیکھیے: تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1 / 305-319؛ تقریب التھذیب، 1/ 297 ؛ إسعاف المبطأ، 1 / 15

7 - تاریخ بغداد، 10 / 408 ؛ تھذیب الکمال، 18/ 294

8 - الفھرست، 1 / 315

کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الإمام، الفقیہ، عابد، القدوۃ اور أحد الأعلام کہا ہے۔ آپ نے سن 135ھ یا136ھ میں وفات پائی۔ [1]

لیث بن سعد بیان کرتے ہیں:

"لم أسمع من عبيد الله بن أبي جعفر إنما كان صحيفة كتب إلي ولم أعرض عليه"۔ [2]

عبید اللہ بن ابی جعفر نے میرے لئے کچھ کتب (احادیث) لکھیں جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں لیکن ان (احادیث) کو پر کھنے کے لئے آپ پر پیش نہیں کیا۔

عطاء بن ابی مسلم الخراسانی (م135ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے قرآن کی (تفسیر) میں ایک کتاب تالیف کی تھی۔ [3] ابن جریج کے پاس آپ کی یہ کتاب موجود تھی [4]، غالباً اس کا نام تنزیل القرآن طبقات المفسرین ہے جو صاحب استدراکات علی تاریخ التراث العربی نے ذکر کیا ہے [5] ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات میں آپ کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں ان کتب کے علاوہ مزید ایک کتاب کا سراغ مل سکا: الناسخ والمنسوخ: جو دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں نمبر 18/ 128 کے تحت موجود ہے۔ [6]

محمد بن سوقہ الغنوی (م135ھ)

آپ کا نام محمد کنیت ابو بکر نسب نامہ محمد بن سوقہ الغنوی أبو بکر الکوفی ہے۔ آپ اہل کوفہ میں سے جریر بن عبد اللہ البجلی کے غلام تھے۔ اور ریشم کا تجارت کرتے تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر، عبد اللہ بن دینار وغیرہ

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 514؛ تقریب التھذیب، 1 / 370؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 136؛ تھذیب التھذیب، 7/ 6؛ الکاشف، 1/ 679

2 - جامع التحصیل، 1 / 260

3 - کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، مصطفی بن عبد اللہ کاتب جلبی القسطنطینی حاجی خلیفۃ، مکتبۃ المثنی، بغداد، 1941م، 1/ 453؛ معجم المؤلفین، 6 / 283

4 - العلل الصغیر، محمد بن عیسی أبو عیسی الترمذی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س ن، 1/ 753؛ تھذیب التھذیب، 6/359؛ الکفایہ فی علم الروایہ، 1/ 315

5 - استدراکات علی تاریخ التراث العربی، الدکتور نجم عبد الرحمٰن خلف، دار ابن جوزیۃ، السعودیۃ، ریاض، 1444ھ، 2/65

6 - تاریخ التراث العربی، 1/79

اصحاب سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، عابد، متقی، سخی اور صاحب سنہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے تقریباً135ھ کو وفات پائی۔ [1]

آپ صاحب کتاب تھے، حسین بن حفص کا بیان ہے، ایک مرتبہ سفیان الثوری نے کہا:

"اخرج اليكم كتاب خير رجل بالكوفة فقلنا يخرج إلينا كتاب منصورفاخرج إلينا كتاب محمد بن سوقة"۔ [2]

میں تمھیں کوفہ کے بہترین شخص کی کتاب دکھاؤں گا۔ ہم نے سوچا شاید ہمیں منصور کی کتاب دکھائیں گے مگر انھوں نے محمد بن سوقہ کی کتاب نکال کر ہمیں دکھائی۔

حصین بن عبد الرحمن السلمی (م136ھ)

آپ کا نام حصین کنیت أبو الهذیل نسب نامہ حصین بن عبد الرحمن السلمی أبو الهذیل الکوفی ہے۔ اہل کوفہ میں سے ہے۔ آپ نے حضرت جابرؓ بن سمرة، عمارۃ بن رویبہ، زید بن وہب اور عمرو بن میمون وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حجۃ، حافظا، عالي الإسناد، مأمون اور کبار أصحاب الحدیث کہا ہے۔ آپ 93سال زندہ رہے اور136ھ میں وفات پائی۔ [3]

نوح بن ابی مریم [4] اور ہشیم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [5]

زید بن اسلم (مولیٰ ابن عمرؓ) (م136ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی تھی۔ [6] ڈاکٹر فواد سیزگین رقمطراز ہیں:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 9/ 186؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 404؛ الطبقات الکبری، 6 / 340 ؛ تقریب التھذیب، 1 / 482

2 - الجرح والتعدیل، 7 / 281؛ تھذیب الکمال، 25 / 333؛ تھذیب التھذیب، 9 / 186

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2/ 328؛ العلل ومعرفۃ الرجال، 1/ 235؛ الثقات، ابن حبان ، 6/ 210 ؛ تذکرۃ الحفاظ ، 1/143

4 - معرفۃ علوم الحدیث، 1/234

5 - تاریخ واسط، اسلم بن سہل بن أسلم بن حبیب الرزّاز الواسطی أبو الحسن، عالم الکتب، بیروت، 1406ھ، 1 / 97

6 - تذکرۃ الحفاظ، 1/ 133 ؛ الفہرست، 1/ 50

"کہ آپ نے اس تفسیر میں آیات کی تشریح لغوی اعتبار سے کی ہے۔ اوراس تفسیر سے امام طبری نے تفسیر طبری اور ثعلبی نے تفسیر الکشف والبیان میں استفادہ کیا"[1]، آپ کے بیٹے(عبد الرحمن بن زید) آپ سے "کتاب التفسیر "روایت کرتے ہیں۔[2] آپ کے پاس ایک کتاب تھی جسے آپ سے سعید بن ابی ایوب نے روایت کیا ہے ۔[3]

عطاء بن السائب(م136ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، اپنے والد سائب بن مالک، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے۔[4]

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

امام عجلی کا قول ہے:

"صالح الکتاب "۔[5]

آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے۔

ابن علیہ کا بیان ہے:

"لم أکتب عن عطاء إلا لوحا واحدا"۔[6]

ابن علیہ نے آپ سے صرف ایک تختی لکھی ہے۔

خصیف بن عبد الرحمن الجزری(م137ھ)

آپ کا نام خصیف کنیت أبو عون نسب نامہ خصیف بن عبد الرحمن الجزری أبو عون الحضرمی الحرانی الأموی ہے۔ آپ بنوامیہ کے غلام اورأہل حران[7] میں سے تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ اور عطاء، عکرمہ، ابو الزبیر،

---

1 - التراث العربی،1/ 88

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1/ 133

3 - الثقات، ابن حبان،8/ 259

4 - تھذیب التھذیب، 7/ 183

5 - معرفۃ الثقات، 2/ 135

6 - الطبقات الکبری، 6/ 338

7 - حران کے تفصیل باب اول فصل اول ص:8 پر گزرا ہے۔

سعید بن جبیر وغیرہ اصحاب سے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے آپ کو ثقہ امام ذہبی نے صدوق سيء الحفظ کہا ہے امام احمد نے ضعیف نسائی نے لیس بالقوی کہا ہے۔ آپ نے 137ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ صاحب کتاب تھے۔

امام ابن عدی کا قول ہے:

" خصیف کے پاس بہت سے نسخے اوراحادیث ہیں اور جب خصیف سے ثقہ راوی حدیث بیان کرے توان کی حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں "۔ [2]

أبان بن أبي عیاش (م138ھ)

آپ کانام أبان کنیت أبو إسماعیل نسب أبان بن أبي عیاش فیروز أبو إسماعیل البصری ہے۔ آپ عبد القیس البصری کے غلام تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر، خلید بن عبد اللہ العصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے أبو إسحاق الفزاری، عمران القطان، یزید بن ہارون اور معمر وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو متروک الحدیث کہا ہے۔ آپ نے 138ھ میں وفات پائی۔ [3]

أبان بن أبي عیاش کے پاس ایک نسخہ تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے صنعاء میں یحیٰ بن معین کو یہ نسخہ لکھتے ہوئے دیکھا۔ امام احمدؒ نے اس کو منکر جانتے ہوئے لکھنے سے منع کیا۔ [4]

حماد بن زید نے سلم علوی سے روایت کیا ہے، ان کا کہنا ہے:

" میں نے أبان بن أبي عیاش کو دیکھا کہ وہ حضرت انس سے تختیوں پر لکھا کرتے تھے "۔ [5] ابو عوانہ [6]، حمزۃ الزیات ۔ [7]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 3/ 123؛ الطبقات الکبریٰ، 7 / 482؛ الکاشف، 1 / 373

2 - الکامل فی الضعفاء، 3/72

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 1/ 85؛ الطبقات الکبریٰ، 7 / 254؛ الضعفاء والمتروکین،، احمد بن شعیب أبو عبدالرحمن النسائی ،دار الوعی، حلب، 1369ھ ، 1 / 14؛ العلل ومعرفة الرجال، 1 / 412؛ تقریب التهذیب، 1/ 87؛ الکامل فی الضعفاء ، 1 / 381

4 - تهذیب التهذیب، 11 / 250؛ الجامع لأخلاق الراوی، 2 / 192

5 - میزان الاعتدال، 1/ 10؛ تقیید العلم، أحمد بن علی بن ثابت أبو بکر الخطیب البغدادی، دار إحیاء السنة النبویة، 1974م، 1/ 109 ؛ الکامل فی الضعفاء، 1/382

6 - الجرح والتعدیل، 2 / 295

7 - میزان الاعتدال، 1/ 12؛ تهذیب التهذیب، 1/ 86

عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج [1] اور معمر بن راشد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [2]

داود بن أبی ہند (م139ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ [3]

آپ کی ایک کتاب "تفسیر" میں ہے۔ [4]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

عدی بن عبد الرحمن الطائی نے آپ سے ایک **نسخة مستقيمة** روایت کی ہے۔ [5]

الانصاری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [6]

العلاء بن عبد الرحمن الحرقی (م138ھ)

آپ کا نام العلاء کنیت أبو شبل نسب نامہ العلاء بن عبد الرحمن بن یعقوب الحرقی أبو شبل المدنی ہے، آپ حرقہ (جو قبیلہ جہینہ کے شاخ ہے) کے غلام تھے، آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور ابو السائب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ امام احمد نے آپ کو ثقہ کہا ہے، ابن حجر نے صدوق کہا ہے اور ساتھ وہم کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، آپ نے 138ھ میں وفات پائی۔ [7]

ابن قتیبہ، امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں:

"كانت عند العلاء صحيفة يحدث بما فيها..."۔ [8]

امام مالک کہتے ہیں: علاء کے پاس ایک صحیفہ تھا جس سے آپ حدیث بیان کرتے تھے۔

---

1 - الکفایہ فی علم الروایہ، 1/ 320

2 - تھذیب التھذیب، 1/ 86

3 - ایضاً، 3/ 177

4 - الفہرست، 1/ 50

5 - الثقات، ابن حبان، 7/ 291

6 - الکفایہ فی علم الروایہ، 1/ 235

7 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 8/ 166؛ سیر أعلام النبلاء، 6/ 186؛ الوافی بالوفیات، 20/ 42؛ تقریب التھذیب، 1/435؛ العلل ومعرفة الرجال، 2/ 482

8 - المعارف، 1/491

ابن عدی کا قول ہے:

"علاء کے پاس چند ایک نسخے ہیں جسے ثقہ رواۃ روایت کیا کرتے تھے میرے خیال میں اسے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ [1]

إسماعیل بن سمیع الحنفی (م140ھ)

آپ کا نام إسماعیل کنیت أبو محمد نسب نامہ إسماعیل بن سمیع الحنفی أبو محمد الکوفی، آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، مالک بن عمیر الحنفی، ابورزین وغیرہ اصحاب سے روایت کی ہے۔ امام مسلم، ابوداؤد اور امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، مأمون، صدوق اور صالح کہاہے لیکن اس کے ساتھ آپ میں خوارج کے موجود بدعات کی طرف بھی اشارہ کیاہے۔ آپ نے تقریباً140ھ میں وفات پائی۔ [2]

جریر بن عبد الحمید نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ [3]

زیاد بن أبی زیاد الجصاص الواسطی (م140ھ)

آپ کا نام زیاد کنیت ابو محمد نسب نامہ زیاد بن أبی زیاد الجصاص أبو محمد الواسطی بصری ہے، اصلاًبصرہ کے رہنے والے تھے لیکن واسط میں رہنے کی وجہ سے واسطی بھی کہلاتے ہیں۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حسن بصری، اورابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم آپ کو ضعیف، متروک الحدیث، لیس بشیء اور لا بأس بہ جیسے الفاظ سے یاد کیاہے۔ آپ نے تقریباً140ھ میں وفات پائی۔ [4]

درج ذیل لوگوں کے پاس آپ کے مجموعے تھیں:

محمد بن خالد، اوریزید بن ہارون نے آپ سے ایک "نسخة" نقل کیاہے۔ [5]

عبد اللہ بن أبی لبید (م140ھ)

آپ کا نام عبد اللہ کنیت أبو المغیرہ نسب نامہ عبد اللہ بن أبی لبید أبو المغیرۃ المدنی ہے۔ آپ أخنس بن شریق کے غلام تھے۔ آپ نے حضرت ابوسلمہؓ بن عبد الرحمٰن، المطلب بن عبد اللہ بن حنب، یحیٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب وغیرہ سے

---

1 - تھذیب التھذیب، 8/ 166

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1/ 266؛ الجرح والتعدیل ، 2 / 171؛ تقریب التھذیب، 1 / 108

3 - الضعفاء، 1/ 78؛ الکامل، 1/ 287

4 - تھذیب التھذیب، 3/ 317

5 - الکامل، 3/ 188

روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، صدوق اور مدینہ کے عبادت گزاروں میں سے تھے لکھا ہے اور اس بات کے طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ آپ قدریہ کے طرف میلان رکھتے تھے۔ آپ نے تقریباً 140ھ میں وفات پائی۔ (1)

ابن حبان نے آپ کے درج ذیل مجموعہ کا ذکر کیا ہے:

ابن حبان لکھتے ہیں: " **قدم الكوفة فكتب عنه أهلها الثوري وغيره**"۔ (2)

آپ کوفہ تشریف لے گئے جہاں اہل کوفہ نے آپ سے احادیث لکھیں جن میں سفیان ثوری وغیرہ بھی تھے۔

عمارۃ بن غزیہ (م140ھ)

آپ کا نام عمارۃ کنیت نسب نامہ عمارۃ بن غزیہ بن الحارث بن عمرو الأنصاری المازنی المدنی۔ آپ اہل مدینہ میں سے قبیلہ بنی مازن بن النجار میں سے تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، اپنے والد غزیہ بن حارث، عباس بن سہیل وغیرہ اصحاب سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، کثیر الحدیث، حفاظ أہل المدینہ اور صالح کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 140ھ میں وفات پائی۔ (3)

آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس کا نسخہ ابن لہیعہ اور عثمان بن صالح کے پاس تھا۔ (4)

عثمان بن صالح کا قول ہے:

" **ما كتبت من كتاب عمارة بن غزية إلا من أصل ابن لهيعة بعد احتراق داره** "۔ (5)

میں نے عمارۃ بن غزیہ کی کتاب ان کے گھر جل جانے کے بعد ابن لہیعہ کی اصل سے لکھی۔

عمران بن ابی قدامۃ العمی (م140ھ)

آپ کا نام عمران (6) نسب نامہ عمران بن ابی قدامۃ العمی البصری، بعض نے آپ کے والد کا نام ابی قدامہ اور بعض نے قدامہ ذکر کیا ہے۔ آپ صغار تابعین اہل بصرہ میں سے ہے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک اور حسن بصری سے روایت کی

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب ، 5 / 326؛ الکامل فی الضعفاء ، 4 / 241؛ تقریب التھذیب ، 1 / 319؛ التعدیل والتجریح ، 2 / 856

2 - الثقات، ابن حبان، 5 / 46

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7 / 370؛ مشاھیر علماء الأمصار ، 1 / 135؛ الجرح والتعدیل ، 6 / 368؛ طبقات ابن خیاط ، 1 / 266

4 - تھذیب التھذیب، 5 / 329

5 - میزان الاعتدال، 2 / 476

6 - عمران العمی: میں بہت زیادہ اختلاف ہے، اس سے مراد ابن قدامہ یا ابن زید ہے (سؤالات أبی عبید الآجری أبا داود، 1 / 324)

ہے۔ ابن المدینی کا قول ہے۔ کہ میں نے آپ کے بارے میں یحیٰ بن سعید سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا "**لم يكن به بأس ولكنه لم يكن من أهل الحديث**" ابوحاتم فرماتے ہیں: " **ما بحديثه بأس قليل الحديث**"۔ [1]

یحیٰ بن سعید قطان کا قول ہے:" **كتبت عنه ورميت به**"۔ [2] میں نے ان (عمران بن ابی قدامہ) سے (احادیث) لکھیں اور پھر انہیں ضائع کر دیا۔

یونس بن عبید العبدی (م140ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ [3]

اورآپ کے بارے میں حماد بن زید نے یہ قول نقل کیا ہے:"ہم نے ان احادیث کا قصد کیا جن لوگوں کی اصلاح کا پہلو موجود تھا ہم نے انہیں لکھ لیا اور جن (احادیث) میں ہماری اصلاح نہیں تھی ہم نے انہیں لکھنا چھوڑ دیا "۔ [4]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

1۔سالم بن نوح: آپ کا قول ہے،"**ضاع منى كتاب يونس والجريري فوجدتهما بعد أربعين سنة** "۔ [5] کہ مجھ سے یونس اور جریری کی کتاب گم ہوگئی جو چالیس سال بعد مجھے ملی۔

2۔یزید بن زریع: آپ کا قول ہے۔

"کہ میں نے یونس کی روایات بیان کی ہیں ان سے زیادہ روایت کرنے میں مجھے کوئی رکاوٹ نہیں لیکن میں ان کی صرف تین قسم کی روایات لکھتا ہوں۔ جب آپ:"**سمعت**'' یا "**سألت**" یا "**حدثنا الحسن**" کے الفاظ استعمال کریں"۔ [6]

3۔اسماعیل: عبد اللہ بن حنبل کا قول ہے:"کہ اسماعیل کے پاس یونس بن عبید کی روایت کردہ تقریباً نو سو احادیث تھیں"۔ [7]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الإسلام، 10 / 375؛ الجرح والتعدیل، 6 / 303؛ لسان المیزان، 4 /349

2 - میزان الاعتدال، 3/ 241

3 - تھذیب التھذیب، 11/ 389

4 - ایضاً ، 11/ 390

5 - الکامل فی ضعفاء الرجال، 3/ 346؛ تھذیب التھذیب، 3/ 383؛ میزان الاعتدال، 2/ 113

6 - تھذیب التھذیب، 1/ 391

7 - العلل، علی بن عبد اللہ بن جعفر السعدی ابن المدینی البصری أبو الحسن، المکتب الإسلامی ، بیروت، 1980م ، 1/379

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی فرماتے ہیں "انہوں نے کتابت کی تصریح نہیں کی اور نہ ہی کتاب کا نام ذکر کیا ہے "۔ [1]

خالد بن مہران الحذائی (م 141ھ)

آپ کا نام خالد کنیت اَبو المنازل نسب نامہ خالد بن مہران اَبو المنازل الحذاء البصری، آپ موچیوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے الحذاء کہلاتے ہیں، آپ بنو قریش یا بنو مشاجع کے غلام تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ اور عبد اللہ بن شقیق، ابو عثمان النہدی، عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الحافظ، الثبت اور کثیر الحدیث کے الفاظ سے یاد کیا ہے لیکن اس کے ساتھ بعض اہل علم نے آخری عمر میں حافظہ کی تغیر کی وجہ سے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ نے 141ھ یا 142ھ میں وفات پائی۔ [2]

آپ کا بیان ہے:

"ما كتبت حديثاً قط إلا حديثا طويلاً فإذا حفظته محوته "۔ [3]

میں نے ایک طویل حدیث کے سوا کبھی حدیث نہیں لکھی جسے میں نے حفظ کر کے مٹا ڈالا تھا۔

سعد بن سعید بن قیس الانصاری (م 141ھ)

آپ کا نام سعد نسب نامہ سعد بن سعید بن قیس بن عمرو الاَنصاری، آپ کبار انصار میں سے تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سائب بن یزید، عمرۃ بنت عبد الرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے۔ امام مسلم، اَبو داود، ترمذی اور ابن ماجہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، قلیل الحدیث اور صدوق کہا ہے اور اس کے ساتھ آپ کے حفظ میں ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے 141ھ میں وفات پائی۔ [4]

آپ صاحب کتاب تھے۔

ابن حبان کا قول ہے:

" كان يخطئ إذا حدث من حفظه"۔ [5]

---

1 - دراسات فی الحدیث النبوی، محمد مصطفیٰ اعظمی، مطابع جامعۃ الریاض، السعودیہ، س ن، 1/325

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3/ 104؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 149؛ الکنی، 1 / 89؛ الطبقات الکبری، 7 / 259

3 - مسند، ابن الجعد، علی بن الجعد بن عبید اَبو الحسن الجوہری البغدادی، مؤسسۃ نادر، بیروت، 1990م، 1/192؛ تقیید العلم، 1/ 59؛ الطبقات الکبری، 7/ 259؛ میزان الاعتدال، 1/ 643

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3/ 408؛ تقریب التھذیب، 1 / 231؛ الثقات، عجلی، 1 / 389؛ مشاھیر علماء الاَمصار، 1/75

5 - مشاھیر علماء الاَمصار 1/136

جب آپ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتے تو غلطی کر جاتے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل (م 142ھ)

آپ کا نام عبداللہ کنیت أبو محمد نسب نامہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن أبی طالب الہاشمی أبو محمد المدنی، آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت جابرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سادات المسلمین اوراہل بیت کے فقہاء و قراء میں سے ہیں۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور صدوق لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ بعض اہل علم نے آپ کے احادیث پر کلام کیا ہے مثلاًفی حدیثه لین، لایحتجون بحدیثه، لیس بالقوی جیسے الفاظ آپ کو یاد کیا ہے۔ آپ نے تقریباً142ھ میں وفات پائی۔ [1]

علی بن معبد المصری کا کہنا ہے: عبید اللہ بن عمرو الرقی کے پاس آپ کی احادیث کثیر تعداد میں موجود تھیں۔ [2]

موسیٰ بن عقبہ (م 141ھ)

آپ کا نام موسی کنیت أبو محمد نسب نامہ موسیٰ بن عقبہ بن أبی عیاش الاسدی ہے۔ آپ آل زبیر یا اُم خالد بنت سعید بن العاص کے غلام تھے۔ آپ نے حضرت ابن عمرؓ وغیرہ کا زمانہ پایا تھا۔ اوراُم خالدؓ جو صحابیہ ہیں سے روایت کی۔ اس کے علاوہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے یحی بن سعید الأنصاری، امام مالک، سفیانان، ابن جریج اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ مغازی اور سیر کے علاوہ علم حدیث میں بھی اونچا مقام تھا۔ اہل علم نے آپ کو ثقة فقیه إمام فی المغازی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 135ھ یا141ھ میں وفات پائی۔ [3]

مغازی پر آپ کی ایک کتاب ہے۔ [4] جب کوئی امام مالکؒ سے پوچھتا تھا کہ مغازی یا سیر کے بارے میں کس سے معلومات حاصل کریں تو امام مالکؒ کہا کرتے تھے: " علیکم بمغازي موسی بن عقبة فانه ثقة "۔ [5] موسیٰ بن عقبہ کی

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 6/ 13؛ الثقات، عجلی، 2 / 57؛ تقریب التھذیب، 1 / 321؛ الجرح والتعدیل، 5/ 153؛ المجروحین، 2 / 3

2 - الجرح والتعدیل، 5/ 329؛ تھذیب التھذیب، 7/ 38

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب الکمال، 29 / 115؛ تقریب التھذیب، 1 /552؛ الثقات، ابن حبان، 5/ 404؛ تھذیب التھذیب 10، / 321؛ إسعاف المبطأ، 1 / 28

4 - تھذیب التھذیب، 10/ 321

5 - الجرح والتعدیل، 1/ 22 ؛ تھذیب التھذیب، 10/ 322

مغازی کی طرف مراجعہ کیا کرو کیونکہ وہ مستند اور ثقہ آدمی ہے۔ یہ کتاب اب عام طور پر کتب خانوں موجود ہے۔ آپ کے پاس نافع مولیٰ ابن عمرؓ کی روایات پر مشتمل ایک "صحیفة" تھا۔ (1)

اس کے علاوہ علامہ زرکلی نے آپ کے درج ذیل کتاب ذکر کی ہیں:

أحاديث منتخبة من مغازي ابن عقبة۔ (2)

حمید بن ابی حمید الطویل (68-143ھ)

آپ کانام حمید، کنیت ابوعبیدۃ نسب نامہ حمید بن أبي حمید الطویل أبو عبیدۃ الخزاعی البصری، آپ کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے تقریباً دس اقوال ہیں۔ آپ طلحۃ الطلحات (3) الخزاعی کے غلام تھے اسی نسبت ولاء کی وجہ سے الخزاعی کہلاتے ہیں، آپ سن 68ھ کو پیدا ہوئے۔ اور بصرہ کے عالم تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ثابت البنانی، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ کثیر الحدیث اور عابد کہا ہے لیکن اس کے ساتھ آپ کی تدلیس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اصمعی کا بیان ہے: کہ میں نے حمید کو دیکھا ان کا قد طویل نہیں تھا بلکہ ان کے ہاتھ طویل تھے۔ آپ نے 142ھ یا 143ھ کو وفات پائی۔ (4)

علامہ زرکلیؒ لکھتے ہیں:

آپ کے پاس ایک "صحیفة" تھا۔ (5)

حماد بن سلمہؒ کا بیان ہے: "آپ نے حضرت حسن بصریؒ سے ان کی کتابیں عاریۃً لے کر نقل کرکے پھر ان کو واپس کردی" (6)۔

---

1 - الکفایہ فی علم الروایہ ، 1 / 267

2 - الأعلام، 7 / 325

3 - آپ کا نام ونسب: طلحۃ بن عبد اللہ بن خلف الخزاعی کنیت أبو المطرف ہے۔ آپ طلحۃ الطلحات کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کو طلحات اس لئے کہتے ہیں کہ آپ بہت سارے طلحہ نامی لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ اور بعض کے بقول چونکہ آپ کی والدہ طلحہ بن أبي طلحہ کے اولاد میں سے ہے اس لئے آپ کو طلحات کہتے ہیں۔ آپ بصرہ یا کوفہ اور بعض کے بقول مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ کے کاتب تھے۔ اور جنگ جمل میں آپ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے۔ آپ کو 63ھ میں زیاد بن مسلم نے سجستان کا والی بنایا گیا اور وہی کچھ عرصے بعد تقریباً 65ھ میں آپ نے وفات پائی دیکھیے (فوات الوفیات، 2/ 134؛ الأعلام، 3 / 229؛ تهذيب التهذيب، 5 / 16)

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری ، 7 / 252؛ تقریب التهذیب، 1 / 181؛ الثقات لابن حبان، 4 / 148 ؛ تهذيب التهذيب، 3/ 34؛ التعدیل والتجریح، 2 / 502 ؛ الکامل فی الضعفاء، 2 / 267 ؛ التاریخ الکبیر، 2 / 348

5 - الأعلام، 2/ 283

6 - تهذیب التهذیب، 3/ 35

سلیمان بن طرخان التیمی (م143ھ)

آپ کا نام سلیمان کنیت أبو المعتمر والد کا نام طرخان بنو تمیم میں رہنے کی وجہ سے التیمی کہلاتے ہیں۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، طاؤس بن کیسان، ابو اسحاق السبیعی اور ابو عثمان النہدی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، عابد، الحافظ، الإمام اور شیخ الإسلام کے الفاظ سے لکھا ہے۔ آپ نے 143ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ یحی بن سعید آپ کی کتب کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ [2]

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر" السیرة الصحیحة "کے نام سے آپ نے ایک کتاب تالیف کی تھی۔ [3]مشہور مستشرق الفریڈ فون کریمر [4] نے اس کا متن (جو ستتر صفحات پر مشتمل ہے) مغازی واقدی کے آخر میں لگایا۔ اس نے ان دونوں کو ایڈٹ کر کے شائع کیا یہ اشاعت 1856ء میں ہوئی۔ [5]

آپ اپنے تلامذہ کو احادیث نبویہ لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ آپ کے بیٹے معتمر بن سلیمان کا بیان ہے:"جب میں کوفہ میں تھا تو میرے والد نے مجھے لکھا:

" أن أشتر الصحف وأكتب العلم فان المال يذهب والعلم يبقى"۔ [6]

صحائف خریدو اور علم (احادیث) کو لکھ لیا کرو کیونکہ مال جانے والا ہے اور علم ہی باقی رہے گا۔

اسحاق بن عبد اللہ بن أبی فروۃ (م144ھ)

آپ کا نام اسحاق کنیت ابو سلیمان نسب نامہ إسحاق بن عبد اللہ بن أبی فروۃ عبد الرحمن الأسود، آپ عثمان بن عفان قرشی مدنی کے غلام تھے۔ آپ کی ملاقات حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے ہوئی۔ اور آپ نے ابو الزناد، عمرو بن شعیب، زہری،

---

1 - تفصیل دیکھیے: تهذیب التهذیب، 4/ 176؛ تذکرۃ الحفاظ، 1/ 150؛ الطبقات الکبری، 7/ 252؛ التعدیل والتجریح، 3/ 1115

2 - تهذیب التهذیب، 4 / 176

3 - مصادر السیرۃ النبویہ، ضیف اللہ بن یحیٰ الزہرانی، مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة، س ن، 1 / 14

4 - انگریزی میں اس کا نام Alfred von Kremer ہے۔ یہ آسٹریا کا مستشرق اور سیاستدان ہے۔ اس نے فلسفہ اور قانون کا مطالعہ کیا۔ یہ مختلف زبانوں مثلاً یونانی، عربی، عبرانی اور فارسی کا ماہر تھا۔ اس نے جغرافیہ پر کافی تالیفات کی ہیں (موسوعة الحرة)
https://hu.wikipedia.org/wiki/Alfred von Kremer

5 - دیکھیے: تطور کتابة السیرۃ النبویہ، عمار عبودی محمد حسین نصار، الثقافیة العامة، بغداد، 1418ھ، 1 / 77؛ جهود العلماء فی تصنیف السیرۃ النبویہ فی القرنین الثامن والتاسع الهجریین، 1 / 7؛ سیرت انسائیکلوپیڈیا، عبد المالک مجاہد، نگران اعلیٰ، دار السلام، ریسرچ سنٹر، 1/ 65

6 - المحدث الفاصل، ص، 375

نافع اور مکحول وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ترکوہ، متروك الحدیث کے الفاظ سے لکھاہے۔ آپ نے 144ھ میں وفات پائی۔ [1]

لیث بن سعد نے آپ سے ایک "طویل نسخہ" روایت کیا ہے۔ [2]

جعد بن عبد الرحمن بن أوس (م 144ھ)

آپ کا نام جعد یا جعید نسب نامہ جعد بن عبد الرحمن بن أوس المدینی، بعض نے آپ کے دادا کا نام أویس الکندی یا التیمی لکھاہے۔ آپ نے حضرت سائبؓ بن یزید (م 91ھ)، عائشہ بنت سعد، یزید بن خصیفہ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور صالح کہاہے۔ آپ نے 144ھ میں وفات پائی۔ [3]

آپ صاحب کتاب تھے۔ یحیٰ بن سعید قطان کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی۔ [4]

عبد اللہ بن شبرمہ (م 144ھ)

آپ کا نام ونسب: عبد اللہ بن شبرمہ بن حسان بن حسان بن المنذر بن ضرار بن عمرو بن مالک بن زید بن کعب بن بجالۃ الضبی الکوفی، کنیت أبو شبرمہ ہے۔ بعض مؤرخین کے بقول 72ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ ابو جعفر منصور کے دور میں کوفہ کے قاضی بھی رہے ہیں۔ آپ نے حضرت أنسؓ، حضرت أبی الطفیل عامر بن واثلۃ، عبد اللہ بن شداد اور ابراہیم نخعی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد اللہ بن مبارک، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، فقیہ، عاقل، پاک دامن اور شاعر کہاہے۔ آپ نے 144ھ میں وفات پائی۔ [5]

آپ صاحب کتاب تھے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

سفیان کا بیان ہے:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1/ 210؛ المجروحین، 1/ 131؛ الضعفاء والمتروکین، 1/ 102؛ الجرح والتعدیل، 2/ 227؛ الضعفاء الصغیر، 1/ 17

2 - تھذیب الکمال، 2 / 453

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2/ 69؛ الجرح والتعدیل، 2 / 529؛ تقریب التھذیب، 1 / 139؛ مغانی الأخیار شرح معانی الآثار، 1 / 145-146

4 - الجرح والتعدیل، 3/ 208

5 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 11/ 194؛ الطبقات الکبری، 6 / 350؛ میزان الاعتدال، 2 / 438؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 5؛ تقریب التھذیب، 1 / 307؛ الوافی بالوفیات، 17 / 109؛ الثقات، عجلی 2/33

"قال بعض الأمراء لابن شبرمة ما هذه الأحاديث التي تحدثنا عن النبي صلى الله عليه وسلم قال كتاب عندنا"۔ [1]

کہ بعض امراء نے شبرمہ کے بیٹے (عبد اللہ) سے کہا یہ احادیث آپ کیسے روایت کرتے ہیں؟ اس نے کہا میرے پاس احادیث ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔

یحیٰ بن سعید بن قیس الانصاری (م 144ھ)

آپ کا نام یحیٰ کنیت اَبو سعید نسب نامہ یحیی بن سعید بن قیس الاَنصاری المدنی، آپ مدینہ کے قاضی رہے ہیں اور ابو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبد اللہ بن عامر، محمد بن ابی امامہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ، فقیہ اور حجۃ کہا ہے۔ آپ نے 143ھ یا 144ھ میں وفات پائی۔ [2]

ابتدا میں آپ کے پاس کتب نہیں تھیں۔ [3]

ابو الاسود کا قول ہے:

"وكل شيء حدث به ابن لهيعة عن يحيى فإنما هو كتاب كتب به إليه"۔ [4]

ہر وہ حدیث جو ابن لہیعۃ نے یحیٰ سے بیان کیا ہے دراصل وہ اس کتاب سے ہے جو انہوں نے ان کی طرف لکھی تھی۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

اِسماعیل بن عیاش:

امام احمدؒ فرماتے ہیں: **" نظرت في كتاب عن إسماعيل عن يحيى بن سعيد أحاديث صحاح وفي المصنف أحاديث مضطربة "** ۔ [5] میں نے ان کی کتاب میں دیکھا کہ کچھ احادیث صحیح ہیں اور کچھ احادیث کمزور ہیں۔

---

1 - جامع بیان العلم وفضلہ، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی، دار ابن الجوزی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، 1994م، 1 / 330

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 5/ 220؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 137؛ مشاھیر علماء الاَمصار، 1 / 80؛ الکاشف، 2 / 366

3 - تھذیب التھذیب، 11/ 195

4 - الاَموال، 1 / 486

5 - العلل ومعرفۃ الرجال، 3 / 53؛ الجرح والتعدیل، 2 / 191

اِسماعیل بن قیس:

"**لم يكن عنده كتاب إلا عن يحيى بن سعيد الأنصاري**"۔ [1]

حماد بن زید:

سلیمان بن حرب کہتے ہیں:" **لحماد بن زيد كتاب، الا كتاب يحيى بن سعيد**"۔ [2]

حماد بن زید کے پاس یحیٰ بن سعید کی کتاب تھی۔

عبد الوہاب بن عبد المجید الثقفی:

علی بن المدینی کا بیان ہے:

"**ليس في الدنيا كتاب عن يحيى يعني بن سعيد الأنصاري أصح من كتاب عبد الوهاب**"۔ [3]

اِسماعیل بن مسلم المکی (م145ھ)

آپ کا نام اِسماعیل کنیت اَبو اِسحاق نسب نامہ اِسماعیل بن مسلم المکی اَبو اِسحاق البصری، اصلاً آپ بصرہ کے رہنے والے تھے لیکن مکہ میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ آپ نے حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ مفتی اور فقیہ تھے لیکن حدیث کے اعتبار سے محدثین نے آپ کی تضعیف کی ہے۔ آپ نے تقریباً145ھ یا146ھ میں وفات پائی۔ [4]

محمد بن عبد اللہ الانصاری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [5]

عبد الملک بن ابی سلیمان العرزمی (م145ھ)

آپ کا نام عبد الملک کنیت اَبو عبد اللہ نسب نامہ عبد الملک بن اَبی سلیمان العرزمی الفزاری الکوفی، ابی سلیمان کا نام میسرہ ہے، آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ،

---

1 - التاریخ الکبیر، 1 / 370؛ الجرح والتعدیل، 2 / 193؛ الکامل فی الضعفاء، 1 / 301

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 229

3 - تهذیب التهذیب، 6 / 397

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذیب التهذیب، 1 / 289؛ الطبقات الکبری، 7 / 274؛ تقریب التهذیب، 1 / 110؛ الکاشف، 1 / 24؛ طبقات الفقهاء، 1 / 90

5 - تهذیب التهذیب، 1 / 289 ؛ الطبقات الکبری، 7 / 274

مامون، ثبت اور صدوق کہا ہے۔ اور اس کے ساتھ آپ کے اوہام کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے 145ھ میں وفات پائی۔ [1]

عبید اللہ بن حسن العنبری نے آپ سے احادیث لکھیں ہیں۔ [2] اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"روی عنه یحیی بن سعید القطان جزءا ضخما"۔ [3]

یحیٰ بن سعید قطان نے آپ سے ایک بڑا اجزء روایت کیا ہے۔

اسماعیل بن ابی خالد الأحمسی (م146ھ)

آپ نے حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت عبد اللہؓ بن ابی اوفیٰ، اور حضرت عمروؓ بن حریث وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے [4] مزید آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

امام عجلی کا قول ہے:

"وکان حدیثه نحوا من خمسمائة حدیث"۔ [5]

آپ سے پانچ سو کے قریب احادیث مروی ہیں۔

وکیعؒ کا بیان ہے: اسماعیل بن عیاش کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [6]

ھشام بن عروۃ (م146ھ)

آپ نے حضرت عبد اللہؓ بن زبیرؓ، اور اپنے والد عروہ بن زبیرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے [7] مزید آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 6/ 352؛ الطبقات الکبری، 6 / 350؛ تقریب التھذیب، 1/ 363؛ التاریخ الکبیر، 5/ 417؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 155

2 - سنن الدار قطنی، علی بن عمر أبو الحسن الدار قطنی البغدادی، دار المعرفۃ، بیروت، 1966م، 1/ 271

3 - تھذیب التھذیب، 6/ 353

4 - ایضاً، 1/ 254

5 - الثقات، عجلی، 1/ 224

6 - العلل، 1/183

7 - تھذیب التھذیب، 11/ 44

1۔ ابن جریج ۔ [1]

2- ایک مجہول شخص ۔ [2]

3- جعفر بن ربیعۃ ۔ [3]

4- نوح بن ابی مریم ۔ [4]

5- عبید بن القاسم ۔ [5]

سلیمان بن مہران الأعمش (م147ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ مزید آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

اِسحاق بن راشد فرماتے ہیں: آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ [6]

ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں: آپ اپنے تلامذہ کو حدیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ [7]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

1۔ ابو عوانہ ۔ [8]

2۔ جریر بن عبد الحمید ۔ [9]

3 ۔ خالد بن عبد اللہ ۔ [10]

---

1 - العلل الصغیر، 5/ 745؛ الکفایۃ فی علم الروایۃ، 320

2 - الطبقات الکبری، 5/ 492 ؛ المعارف، 488

3 - الکفایۃ فی علم الروایۃ، 343

4 - معرفۃ علوم الحدیث، 1 / 234

5 - میزان الاعتدال، 3/ 21

6 - تھذیب الکمال، 2/ 422 ؛ تاریخ دمشق، 8/ 212

7 - المحدث الفاصل، 1 / 193

8 - شرح علل الترمذی، زین الدین عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن السّلامی البغدادی الحنبلی، مکتبۃ المنار، الزرقاء، الأردن، 1987م ، 195؛ جھود المحدثین فی بیان علل الحدیث، أبو عمر علی بن عبد اللہ بن شدید الصیاح المطیری، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف بالمدینۃ المنورۃ، س ن، 112

9 - تاریخ بغداد، 9/ 10

10 - التاریخ الکبیر، 1/ 74

4-نوح بن ابی مریم۔ [1]

محمد بن عجلان المدنی القرشی (م148ھ)

آپ کانام محمد کنیت أبوعبد اللہ نسب نامہ محمد بن عجلان المدنی القرشی، آپ فاطمہ بنت الولید بن عتبہ کے غلام تھے۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، اپنے والد عجلان، سلمان ابی حازم الاشجعی اور ابراھیم بن عبد اللہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ، کثیر الحدیث، الإمام، القدوۃ اور علماء عاملین میں سے تھے۔ آپ نے مدینہ میں 148ھ کو وفات پائی۔ [2]

یحیی کا کہنا ہے:

" لقيت ابن عجلان سنة اربع واربعين وكتبت عنه "۔ [3]

میں نے 144ھ میں ابن عجلان سے ملاقات کی اوران سے احادیث لکھیں۔

عمران بن حدیر السدوسی (م149ھ)

آپ کانام عمران کنیت ابوعبیدہ نسب نامہ عمران بن حدیر السدوسی أبوعبیدۃ البصری، بصرہ کے رہنے والے ہیں، آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ اور عکرمہ، ابومجلزم، ابوقلابہ، ابوعثمان نہدی، عبد اللہ بن شقیق العقیلی وغیرہ سے روایت کی ہے آپ ثقہ، کثیر الحدیث، عبادت گزاراوراہل بصرہ کے حفاظ اور متقنین میں سے ہے۔ آپ نے 149ھ میں وفات پائی۔ [4]

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ جیسا کہ علی بن مدینی کا قول ہے:

" میں نے عثمان بن عمر سے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم سے روح بن عبادہ نے عمران بن حدیر کی کتاب لی تھی تو عثمان کہنے لگے واللہ میں نے روح سے عمران بن حدیر کی کتاب عاریۃً لی تھی "۔ [5]

---

1 - معرفۃ علوم الحدیث، 1 / 234

2 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 9/ 303؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 270؛ تذکرۃ الحفاظ، 1/ 165؛ مشاھیر علماء الأمصار، 1/ 140

3 - التاریخ الکبیر، 1/ 196

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 8/ 110؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 221؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 238؛ مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 154؛ الکاشف، 2 / 92

5 - تاریخ بغداد، 8/ 405

عبداللہ بن عون البصری(م151ھ)

آپ کانام عبد اللہ کنیت أبو عون نسب نامہ عبد اللہ بن عون بن أرطبان المزني البصري، آپ عبد اللہ بن ذرة المزنی کے غلام تھے۔ اور 66ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ نے انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ اور ثمامہ بن عبد اللہ، انس بن سیرین، محمد بن سیرین اور حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، ثبت، فاضل، کثیر الحدیث، الامام اور الحافظ لکھاہے۔ آپ نے 151ھ میں وفات پائی۔ (1)

عثمان بن ابی شیبہ کا قول ہے:

"ثقة صحيح الكتاب"۔ (2)

آپ ثقہ ہیں اور آپ کی کتاب صحیح ہے۔

اسماعیل (3)، اور یحی بن سعید القطان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (4)

محمد بن اسحاق(م151ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن مسیّب، ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن کو دیکھا تھا(5)۔ مزید آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ کے پاس بہت سی احادیث اور کتب تھیں:

ابراہیم بن سعد کے پاس آپ سے احکام کے بارے میں صرف مروی احادیث کی تعداد سترہ ہزار تھی، اور مغازی کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ (6) بہت سے اصحاب کے پاس آپ کا مجموعہ حدیث موجود تھا۔ (7)

صاحب ہدیۃ العارفین اور ابن ندیم نے آپ کے درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

---

1 - تفصیل دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 /156 ؛الطبقات الکبری، 7 /261؛ تھذیب الکمال،15/394 ؛سیر أعلام النبلاء، 6 / 364

2 - تھذیب التھذیب، 5/ 305

3 - العلل ومعرفۃ الرجال، 2 / 363

4 - الجرح والتعدیل، 1/ 248- 9/150

5 - تھذیب التھذیب،9/ 34 ؛تذکرۃ الحفاظ،1/ 130

6 - تاریخ بغداد، 6 / 83؛ تھذیب التھذیب،9/ 36

7 - دراسات فی الحدیث النبوی،302

کتاب الخلفاء: اس کتاب کو آپ سے الأموی نے روایت کی ہے۔ اور باقی تین کتابوں کتاب السیرۃ، کتاب المبتدأ اور کتاب المغازي۔ [1] کو آپ سے إبراهیم بن سعد ابن نمیر النفیلی نے روایت کی ہے۔ [2] آپ کی یہ کتاب (المغازی) اولین کتب سیرت میں شمار ہوتی ہے۔

علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں:

"آپ کی کتاب المغازی کثرت سے پھیلی اور بڑے بڑے مشہور محدثوں نے اس کے نسخے مرتب کیے، لیکن ابن ہشام نے زیادہ منقح اور اضافہ کرکے (لیکن بہت تھوڑے کئے ہیں) مرتب کیا جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے"۔ [3]

عبدالرحمن بن زیاد بن انعم الأفریقی (م156ھ)

آپ کا نام عبدالرحمٰن کنیت أبو خالد نسب نامہ عبدالرحمن بن زیاد بن أنعم الإفریقي، آپ پہلا بچہ ہے جو افریقہ میں مسلمان پیدا ہوئے اور افریقہ کے قاضی بھی رہے ہیں۔ آپ نے عبد اللہ بن یزید المعافری ابوعبدالرحمٰن الحبلی المصری، عبد الرحمن بن رافع التنوخی، زیاد بن نعیم الحضرمی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو نیک آدمی لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ آپ کے حفظ میں ضعف اور تدلیس کے طرف بھی اشارہ کیا۔ آپ نے افریقہ میں 156ھ میں وفات پائی۔ [4]

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

امام ابوداؤد سجستانیؒ بیان کرتے ہیں میں نے احمد بن صالح سے پوچھا:

"یحتج بحدیث الافریقي قال نعم قلت صحیح الکتاب قال نعم"۔ [5]

کیا افریقی کی حدیث قابل حجت ہیں۔ کہنے لگے جی ہاں، میں نے کہا ان کی کتاب صحیح ہے۔ کہنے لگے جی ہاں۔

یحی بن سعید کا قول ہے: "قد کتبت عنہ کتابا بالکوفة"۔ [1]

---

1 - شیخ سعدی کے زمانہ میں ابوبکر سعد زنگی کے حکم سے اس کا فارسی ترجمہ ہوا علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں اس کا قلمی نسخہ الہ آباد میں ہماری نظر سے گزرا ہے (سیرت النبی ﷺ، 1/32) اب اردو اور انگریزی زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ دستیاب ہے۔

2 - ھدیۃ العارفین، 2 / 7؛ الفہرست، 1 / 136

3 - سیرت النبی ﷺ، 1/32

4 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 6/ 157؛ تاریخ ابن یونس المصری، 2/ 121؛ تقریب التھذیب، 1/ 340؛ المجروحین، 2/ 50

5 - تھذیب التھذیب، 6/ 159؛ تاریخ بغداد، 10 / 215

1 - تاریخ بغداد، 10 / 216؛ الجرح والتعدیل، 5/ 234

میں نے ان (عبد الرحمٰن بن زیاد الافریقی) سے کوفہ میں ایک کتاب لکھی تھی۔

یونس بن أبی إسحاق السبیعی (م159ھ)

آپ کا نام یونس کنیت أبو إسرائیل نسب نامہ یونس بن أبی إسحاق عمرو بن عبد اللہ الہمدانی السبیعی أبو إسرائیل الکوفی، آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعریؓ، سعید بن محمد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، عبد الرحمٰن بن مہدی، ابن سعید القطان اور وکیع وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو مختلف الفاظ سے ثقہ، صدوق، لیس بہ بأس یاد کیا ہے لیکن اس کے ساتھ بعض نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ آپ کو کبھی کبھار تھوڑا سا وہم ہوتا تھا۔ آپ نے 152ھ یا 159ھ کو وفات پائی۔ [1]

ابن ابی حاتمؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس کتب تھیں۔ [2]

أرطاۃ بن المنذر بن الاسود (م163)

آپ کا نام أرطاۃ، کنیت أبو عدی نسب نامہ أرطاۃ بن المنذر بن الأسود الحمصی [3]، آپ شام کے رہنے والے تھے، اور شام کے قراء، عباد اور زہاد میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ [4] آپ کی حضرت ثوبانؓ اور حضرت أبو أمامۃ باہلیؓ سے ملاقات ہوئی اور ابو عامر عبد اللہ بن عامر الالہانی، عبد الرحمن بن غنم، مجاہد، سعید بن مسیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ [5] اور اہل علم نے آپ کو ثقہ، فقیہ اور حافظ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ [6]

آپ کے پاس ایک "نسخہ" تھا۔ ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ جراح بن ملیح البہرانی کے پاس أرطاۃ بن منذر کا ایک "نسخہ" تھا جس میں تقریباً بیس احادیث تھیں۔ [7]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 6 / 363 ؛ تھذیب التھذیب، 11 / 381؛ الکاشف، 2 / 402؛ تقریب التھذیب، 1 / 613؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 486

2 - الجرح والتعدیل، 2 / 330 ؛ تھذیب التھذیب، 11 / 381

3 - تقریب التھذیب، 1 / 97

4 - مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 178؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 85

5 - تھذیب التھذیب، 1 / 173

6 - ایضاً، 1 / 173

7 - الکامل، 2 / 162

حریز بن عثمان بن جبر الرحبی(80- 162ھ)

آپ کا نام حریز، کنیت أبو عثمان اور بعض کے بقول أبو عون، نسب نامہ حریز بن عثمان بن جبر بن أحمر بن أسعد، الرَحبی الحمصی ہے۔ [1] آپ سن 80ھ کو پیدا ہوئے، حمص کے رہنے والے صغار تابعین اور متقین میں سے تھے، اور عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ خلافت میں بغداد آئے تھے، آپ کی روایات تقریباً صحاح کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں۔ [2] آپ نے حضرت عبداللہ بن بسر المازنی صحابی رسول ﷺ، حبیب بن عبید، حبان بن زید، خالد بن معدان، وغیرہ سے روایت کی ہے۔ [3] امام احمدؒ، امام عجلیؒ، ذہبیؒ اور یحی بن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ [4] آپ نے سن 162ھ، یا 163ھ میں وفات پائی۔ [5]

علی بن عیاش کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

علی بن عیاش کا بیان ہے:

"جمعنا حديثه في دفتر نحو مائتي حديث فأتيناه به فجعل يتعجب من كثرته"۔ [6] ہم نے دوسو کے قریب ان کی احادیث ایک رجسٹر میں جمع کیں جنہیں ہم آپ کے پاس لائے۔ آپ کو ان (احادیث) کی کثرت سے تعجب ہوا۔

نجیح بن عبد الرحمن السندی 'ابو معشر المدنی(م170ھ)

آپ نے حضرت ابوامامہؓ بن سہل، کو دیکھا تھا۔ [7] مزید آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل دوم: تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے درج ذیل کتب لکھی تھیں:

---

1 - تاریخ بغداد، 8 / 265

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الکامل فی الضعفاء ، 2/451؛ تھذیب التھذیب، 2 / 207؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 176؛ الوافی بالوفیات، 11 / 268؛ المجروحین ، 1 / 268

3 - تھذیب التھذیب، 2 / 207

4 - العلل ومعرفۃ الرجال، 2 / 347؛ الثقات، عجلی، 1 / 291؛ تاریخ ابن معین، 1 / 91؛ الکاشف، 1 / 319

5 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 177؛ الوافی بالوفیات، 11 / 268؛ التاریخ الکبیر، 3 / 103

6 - تاریخ بغداد، 8/ 266؛ تھذیب التھذیب، 2/ 207

7 - تھذیب التھذیب، 10 / 375

1۔کتاب المغازی: ابن سعد کا قول ہے:" **روى حسين بن محمد بن بهرام، عن أبي معشر المغازي**"۔[1]

حسین بن محمد بن بہرام نے ابو معشر سے مغازی روایت کی ہے۔

اس کتاب کو حجاج[2] اور محمد بن نجیح نے بھی روایت کی ہے۔[3]

2۔کتاب التاریخ: خلیلی کا بیان ہے:" **أبو معشر له مكان في العلم والتاريخ وتاريخه احتج به الائمة و ضعفوه في الحديث**"۔[4]

کہ ابو معشر کا علمِ حدیث اور علمِ تاریخ میں ایک مقام ہے۔ان کی تاریخ کو ائمہ نے حجت تسلیم کیا ہے اور حدیث میں انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا "کتاب المغازی" اور "کتاب التاریخ" دونوں ایک ہی کتاب ہیں۔یا کسی نے اس کا نام مغازی رکھ دیا اور بعض نے اسے تاریخ سے موسوم کیا۔

ابن الندیم کا بیان ہے: کہ" **وله من الكتب كتاب المغازي**"۔[5]

آپ نے ان کی صرف مغازی ذکر کی ہے۔

اسی طرح علامہ زرکلی کا بیان ہے:

"**له كتاب المغازي**"۔[6] ان کی مغازی پر ایک کتاب ہے۔ دائرۃ المعارف الِاسلامیہ میں ہے کہ واقدی اور ابن سعد نے ابو معشر سے یہ کتاب نقل کی ہے۔[7]

کارل بروکلمان لکھتے ہیں:

"**لم يعرف كتاب المغازى لابى معشر الافى نقول الواقدى وابن سعد، ويرجح اليه الطبرى ايضاً فى قصص اهل الكتاب والتاريخ**"۔[8]

---

1 - الطبقات الکبری، 7/ 338

2 - تھذیب التھذیب،9/ 488

3 - تاریخ بغداد،8/376؛ تھذیب التھذیب، 9/ 488

4 - الِارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث،1 / 300

5 - الفھرست،1/ 136

6 - الأعلام،8 / 14

7 - اردو دائرہ معارف اِسلامیہ،1/913

8 -کارل بروکلمان، تاریخ الادب العربی، عربی ترجمہ از: عبد الحلیم نجار وغیرہ، دار المعارف، بیروت، س ن،3/ 15

واقدی اور ابن سعد کے نسخوں میں کتاب المغازی کا ذکر ملتا ہے اور طبری نے بھی اس بات کو اپنی کتاب قصص اہل الکتاب والتاریخ میں ترجیح دی ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ دو کتابیں ہیں کیونکہ ہم (طبقات ابن سعد، ص:1/2)، میں آپ ﷺ صحابہ کے مغازی کے بارے میں اس (مغازی) کے نقول پاتے ہیں جبکہ متاخر نقول دوسری کتب مثلاً الأزدی کی (تاریخ الموصل، ص:229-232)، میں بھی پاتے ہیں"۔ [1] اور یہی اقرب الی الصواب ہے۔

1 - دراسات فی الحدیث النبوی، 1/315

فصل دوم

تبع تابعین محدثین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

مبحثِ اول

دوسری صدی ہجری کے تبع تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

مبحثِ دوم

تیسری صدی ہجری کے تبع تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائ حدیث

مبحثِ اول

دوسری صدی ہجری کے تبع تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

مطرف بن طریف الحارثی (م133ھ)

آپ کا نام مطرف کنیت أبو بکر یا أبو عبد الرحمن۔ نسب نامہ: مطرف بن طریف الحارثی یا الخارفی الکوفی ہے۔ آپ نے شعبی، ابو اسحاق السبیعی، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے أبو عوانہ، ہشیم، اسماعیل بن زکریا، سفیان ثوری اور علی بن عاصم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ صحاح ستہ میں آپ کی روایات مذکور ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، امام اور عابد کہا ہے۔ آپ نے 133ھ اور بعض کے بقول 141ھ یا142ھ میں وفات پائی۔ [1]

امام عجلی کا قول ہے:"صالح الکتاب، ثقة"۔ [2]

آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے۔ اور آپ ثقہ ہے۔

أبو بکر بن عبد الرحمٰن بن المسور بن مخرمہ (م135ھ)

آپ کا نام أبو بکر نسب نامہ أبو بکر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمہ القرشی الزہری حجازی ہے۔ آپ نے ابان بن عثمان سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے العلاء بن کثیر البصری نے روایت کی ہے۔ صاحب فتح الباب فی الکنی والألقاب نے لکھا ہے کہ آپ کا شمار اہل مصر میں سے ہے۔ امام نسائی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مقبول ہے۔ آپ نے تقریباً 135ھ میں وفات پائی۔ [3]

آپ صاحب کتاب تھے۔ عبد اللہ بن جعفر الزہری کے پاس آپ کی کتاب تھی۔

ان کا بیان ہے:

"میں نے ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن المسور بن مخرمة کی کتاب میں احادیث پائیں"۔ [4]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10/ 156؛ تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، 1/ 316؛ التاریخ الکبیر، 7/ 397؛ الجرح والتعدیل، 8/ 313؛ الکاشف، 2/ 269؛ الطبقات الکبری، 6/ 345؛ تھذیب الکمال، 28/ 62

2 - الثقات، عجلی، 2/ 282

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 12/ 35؛ تھذیب الکمال، 33/ 118؛ تقریب التھذیب، 1/ 623؛ فتح الباب فی الکنی والألقاب، أبو عبد اللہ محمد بن إسحاق بن محمد بن یحیی بن مندہ العبدی، مکتبة الکوثر، السعودیة، الریاض، 1996م، 1/ 140

4 - الطبقات الکبری، 1/ 70

ڈاکٹر الاعظمی لکھتے ہیں:

"اوراس کتاب میں احادیث زیادہ تر مکہ مکرمۃ کی تاریخ وغیرہ کے متعلق ہیں"۔[1]

إسماعیل بن سالم الأسدی (م135ھ)

آپ کانام إسماعیل کنیت أبو یحیٰ نسب نامہ إسماعیل بن سالم الأسدی أبو یحی الکوفی، اصلاً آپ کوفہ کے تھے اور بغداد میں رہائش اختیار کی تھی۔ آپ نے شعبی، حبیب بن ابی ثابت، سعید بن المسیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بیٹے یحیٰ، علام بن المسیب، ہشیم، ابوعوانہ اور سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ ہے۔ آپ نے تقریباً135ھ میں وفات پائی۔[2]

آپ صاحب کتب تھے۔

"نظر له شعبة في كتبه"۔[3]

امام شعبہ نے آپ کی کتب دیکھی تھیں۔

داؤد بن الحصین الأموی (م135ھ)

آپ کانام داؤد کنیت أبو سلیمان والد کانام حصین ہے۔ آپ أبو سلیمان المدنی کے غلام تھے۔ آپ نے اپنے والد حصین، عکرمہ، نافع وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام مالکؒ، ابن اسحاق، ابراہیم بن ابی حبیبہ اور ابراہیم بن ابی یحیٰ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ صحاح ستہ میں آپ کی مرویات مذکور ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، صالح الحدیث، لیس بہ بأس اور لیس بالقوی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 135ھ میں وفات پائی۔[4]

مشہور محدث ابراہیم بن ابی یحیٰ کے پاس داؤد بن الحصین الاموی کی روایات کا ایک بڑا نسخہ تھا۔[5]

---

1 - دراسات فی الحدیث النبوی، 1/227

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1/ 263؛ الطبقات الکبری، 7/ 321؛ الجرح والتعدیل، 2/ 172؛ تقریب التھذیب، 1/ 107؛ تاریخ أسماء الثقات، ابن شاہین، عمر بن أحمد أبو حفص الواعظ، الدار السلفیۃ، الکویت، 1984م، 1 / 29؛ تاریخ بغداد، 6 / 212؛ میزان الاعتدال، 1 / 232

3 - تاریخ بغداد، 6 / 214؛ تھذیب التھذیب، 1/ 263

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3/ 157؛ مغانی الأخیار فی شرح معانی الآثار 1 / 289؛ الکاشف، 1/379؛ التعدیل والتجریح، 2 / 565؛ إسعاف المبطأ، 1 / 9؛ رجال صحیح مسلم، 1 / 195؛ الوافی بالوفیات، 13 / 290

5 - الکامل فی ضعفاء الرجال، 3 / 92

اَشعث بن سوار الکندی(م136ھ)

آپ کانام اشعث نسب نامہ اَشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے۔اہواز کے قاضی اور قبیلہ بنو ثقیف کے غلام تھے۔ آپ نے حسن بصری، شعبی، عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔اورآپ سے شعبہ،سفیان ثوری،ہشیم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث میں ضعیف تھے۔ آپ نے136ھ میں وفات پائی۔ [1]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں۔

1۔ حفص بن غیاث ۔ [2]

2۔جریر بن عبد الحمید۔ [3]

3۔شریک ۔ [4]

مغیرۃ بن مقسم الضبی(م136ھ)

آپ کانام مغیرہ کنیت اَبوہشام نسب نامہ المغیرۃ بن مِقسم الضبی الکوفی ہے۔کہاجاتاہے آپ اندھے پیدا ہوگئے تھے۔ آپ نے ابووائل، ابراہیم نخعی، عامر الشعبی وغیرہ سے روایت کی ہے۔اورآپ سے سلیمان التیمی، شعبہ،سفیان ثوری، ابراہیم بن طہمان اورزائدۃ بن قدامہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ صحاح ستہ میں آپ کی مرویات مذکور ہیں۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، متقن اور کثیر الحدیث کہاہے ااوراس کے ساتھ آپ کی تدلیس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے 136ھ میں وفات پائی۔ [5]

آپ صاحب کتاب تھے۔

ابن ندیم کا قول ہے:"**وله من الكتب كتاب الفرائض**"۔ [6]

اوران کی کتب میں سے(کتاب الفرائض) بھی ہے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1/308؛الطبقات الکبری، 6/ 358؛تقریب التھذیب، 1/113؛ الکاشف، 1/ 253

2 - تاریخ،(روایۃ الدوری) 3 / 538

3 - الجرح والتعدیل، 2/ 431

4 - السنن الکبری، 5 / 536

5 -تفصیل کے لئے دیکھیے:تھذیب التھذیب، 10/241؛الطبقات الکبری، 6/ 337؛تقریب التھذیب ، 1/543؛التعدیل والتجریح ، 2/ 728

6 - الفھرست، 1 / 278

1۔ ابن فضیل اور دوسرے محدثین۔

ابن فضیل فرماتے ہیں:

کہ مغیرہ تدلیس کرتے تھے اس لئے ہم ان سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ الا یہ کہ جب وہ **حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ** کہیں (ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے)۔ (1)

2۔ جریر۔

ابن المدینی کا قول ہے: "جریر کی مغیرہ اور ان کی ابرہیم سے تقریباً ایک سو احادیث کا سماع ثابت ہے"۔ (2)

3۔ سلیمان۔

معتمر بن سلیمان کا بیان ہے: "میرے باپ نے مجھے مغیرہ کی احادیث لکھنے کی ترغیب دیتے تھے اور آپ کی پاس ان کی ایک کتاب تھی"۔ (3)

سہیل بن أبی صالح (م138ھ)

آپ کا نام سہیل کنیت أبو یزید نسب نامہ سہیل بن أبی صالح کا نام ذکوان السمان أبو یزید المدنی ہے۔ آپ قبیلہ بنو غطفان کے خاتون جویریہ بنت الأحمس کی غلام تھے۔ آپ نے اپنے والد سعید بن مسیب، حارث بن مخلد الأنصاری، أبی الحباب سعید بن یسار اور عبد اللہ بن دینار سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ربیعہ، اعمش، یحیٰ بن سعید الانصاری، موسیٰ بن عقبہ، امام مالک، شعبہ اور ابن جریج وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، صدوق اور لیس بہ بأس کہا ہے اور آخر عمر میں آپ نسیان کے شکار ہوئے تھے۔ آپ نے باختلاف روایات أبو جعفر کے أول زمانہ خلافت میں، یا 138ھ اور یا 140ھ میں وفات پائی۔ (4)

ابن عدی فرماتے ہیں:

"لسهيل أحاديث كثيرة غير ما ذكرت وله نسخ"۔ (5) سہیل کے پاس کثیر أحادیث اور نسخے ہیں۔

---

1 - مسند، 1 / 110؛ تھذیب التھذیب، 10 / 241

2 - تھذیب التھذیب، 10/241

3 - الجرح والتعدیل، 8 / 228

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4/231؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، 1 / 434؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 266؛ مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار، 1 / 463

5 - الکامل فی الضعفاء، 3 / 449

یزید بن عبد اللہ بن أسامہ بن الہاد اللیثی (م139ھ)

آپ کا نام یزید کنیت أبو عبد اللہ نسب نامہ یزید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الہاد اللیثی المدنی الفقیہ۔ آپ نے ثعلبہ بن أبی مالک القرظی، عمیر مولی أبی اللحم (ابن حجر اور امام ذہبی کے بقول ثعلبہ و عمیر یہ دونوں تابعی ہے)، ابو حازم بن دینار، سہیل بن ابی صالح، زہری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحیٰ بن سعید انصاری، امام مالک، لیث بن سعد، حیوۃ بن شریح اور ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، مکثر اور کثیر الحدیث کہا ہے۔ آپ نے 139ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ صاحب "نسخة" تھے جو ابراہیم بن حرمۃ الانصاری کے پاس تھا۔ [2]

جعفر بن میمون التمیمی (م140ھ)

آپ کا نام جعفر کنیت أبو علی یا أبو العوام نسب نامہ: جعفر بن میمون التمیمی البصری الأنماطی ہے۔ آپ اہل بصرہ میں سے ہیں۔ آپ نے عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ، ابو عثمان نہدی، ابو العالیہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے أبو داود، الترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق، صالح اور لیس بالقوی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 150ھ کے حدود میں وفات پائی۔ [3]

آپ صاحب کتاب تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے بیان کیا ہے:

"کہ آپ کے پاس کتاب تھی جن سے ابن ابی عدی نے احادیث روایت کی ہیں"۔ [4]

خالد بن أبی نوف السجستانی (م140ھ)

آپ کا نام خالد السجستانی یا خالد شیبانی والد کا نام أبو نوف ہے۔ آپ اہل سجستان میں سے ہے، اور ایک عرصہ تک خراسان میں بھی رہے۔ آپ نے عطاء بن أبی رباح، نعمان، ضحاک بن مزاحم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مطرف بن

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 11/297؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 188؛ تقریب التھذیب، 1 / 602

2 - لسان المیزان، 1 / 69

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2/93؛ الجرح والتعدیل، 2 / 489؛ الوافی بالوفیات، 11 / 120؛ مغانی الأخیار فی شرح معانی الآثار، 1 / 154؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 135

4 - العلل ومعرفۃ الرجال، 3 / 90

طریف اور یونس بن ابی اسحاق نے روایت کی ہے۔ ابن حجرؒ نے آپ کو مقبول کہا ہے۔ آپ نے تقریباً140ھ میں وفات پائی ۔ [1]

اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث لکھی تھیں۔

ابن حبان فرماتے ہیں:

" خالد خراسان گئے، وہاں آپ نے ایک عرصہ گزارا اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث کو لکھا ہے "۔ [2]

عبد اللہ بن الحسین الأزدی، ابو حریز (م140ھ)

آپ کا نام عبد اللہ کنیت أبو حریز نسب نامہ عبد اللہ بن الحسین الأزدی أبو حریز البصری ہے۔ آپ اہل بصرہ میں سے ہے اور سجستان کے قاضی تھے۔ آپ نے شعبی، ابو اسحاق السبیعی، ابراہیم النخعی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے فضیل بن میسرۃ، سعید بن ابی عروبہ، عثمان بن مطر الشیبانی اور عفان بن جبیر الطائی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو درج ذیل الفاظ سے یاد کیا۔ ثقہ، صدوق، حسن الحدیث، منکر الحدیث اور ضعیف۔ آپ نے تقریباً140ھ میں وفات پائی [3]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

1۔ فضیل بن میسرۃ۔ [4] " كتب عنه البصريون الفضيل بن سليمان وأقرانه وأهل زرنج "۔ [5]

اہل بصرہ اور اہل زرنج کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

محمد بن سالم الہمدانی (م140ھ)

آپ کا نام محمد کنیت أبو سہل نسب نامہ محمد بن سالم الہمدانی أبو سہل الکوفی ہے۔ آپ نے عطاء، شعبی، ابو اسحاق السبیعی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، زیاد بن عبد اللہ، جریر بن عبد الحمید اور یزید بن ہارون وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ضعیف اور متروک الحدیث کہا ہے۔ آپ نے تقریباً140ھ میں وفات پائی۔ [6]

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،3/106؛ مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 198؛ تقریب التھذیب، 1 / 191

2 - مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 198

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،5/164؛ مشاھیر علماء الأمصار، 1/ 198؛ مغانی الأخیار فی شرح معانی الآثار،2/ 67؛ تقریب التھذیب، 1 / 300

4 - الکفایہ فی علم الروایہ، 1 / 236؛ تھذیب التھذیب،8/270

5 - مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 198

6 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،9/155؛ المجروحین، 2 / 262؛ الجرح والتعدیل، 7 / 272

ابن عدی فرماتے ہیں:

"آپ کی طرف (کتاب الفرائض) منسوب کی جاتی ہے اور آپ کی مرویات میں ضعف واضح ہے"۔ [1]

امام احمدؒ کا قول ہے:

"امام حفص بن غیاث، ابو سہل محمد بن سالم کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ان کے بھائی کی کتب ہیں"۔ [2]

محمد بن عبد الرحمن البیلمانی (م 141ھ)

آپ کا نام محمد نسب نامہ: محمد بن عبد الرحمن بن البیلمانی الکوفی النحوی ہے۔ آپ آل عمر کے غلام تھے۔ آپ نے اپنے والد عبد الرحمن اور اپنے والد کے ماموں سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سعید بن بشیر النجاری، عبید اللہ بن عباس بن ربیع الحارثی اور محمد بن کثیر العبدی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ضعیف کہاہے۔ آپ نے تقریباً 140ھ میں وفات پائی۔ [3]

ابن حبان فرماتے ہیں: " آپ نے اپنے باپ سے ایک " نسخہ حدیث "روایت کیا جو تقریباً دو سو احادیث پر مشتمل تھا۔ تمام احادیث موضوع ہیں جو قابل حجت نہیں ہیں "۔ [4]

اَبان بن تغلب الربعی الکوفی (م 141ھ)

آپ کا نام اَبان کنیت اَبو سعد نسب نامہ: اَبان بن تغلب الربعی اَبو سعد الکوفی ہے۔ آپ اہل کوفہ میں سے ہے۔ آپ نے ابو اسحاق السبیعی، حکم بن عتیبہ، فضیل بن عمر اور اَبو جعفر الباقر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ، شعبہ، حماد بن زید اور ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ کہاہے اور اس کے ساتھ آپ کا تشیع کی طرف میلان کی طرف بھی اشارہ کیاہے۔ آپ نے 141ھ میں وفات پائی۔ [5]

ابن عدی کا بیان ہے:

---

1 - الکامل فی ضعفاء الرجال، 6 / 155

2 - ایضاً، 6 / 154

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 9 / 261؛ تھذیب الکمال، 25 / 594؛ تقریب التھذیب، 1 / 492

4 - المجروحین، 2 / 264

5 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1 / 81؛ الطبقات الکبریٰ، 6 / 360؛ تقریب التھذیب، 1 / 87؛ الجرح والتعدیل، 2 /

"ولأبان أحاديث ونسخ"۔ [1]

اوران (أبان بن تغلب) کے پاس احادیث اور بہت سے نسخے ہیں۔

ابن ندیم نے آپ کے درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

1)كتاب معاني القرآن لطيف (2) كتاب القراءات(3)كتاب من الأصول في الرواية على مذهب الشيعة۔ [2]

صاحب ہدیۃ العارفین نے آپ کے مزید کتب ذکر کی ہیں:

1)أخبار المصنفين (2) غريب القرآن (3) كتاب الفضائل۔ [3]

بہز بن حکیم القشیری (م141ھ)

آپ کا نام بہز کنیت أبو عبد الملک نسب نامہ: بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدۃ أبو عبد الملک القشیری البصری ہے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے اپنے والد حكيم بن معاوية، زرارة بن أوفىٰ، ہشام بن عروۃ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سلیمان التیمی، ابن عون اور جریر بن حازم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور صالح کہا ہے۔ آپ نے 150ھ کے حدود میں وفات پائی۔ [4]

امام ذہبی فرماتے ہیں:

" له نسخة حسنة عن أَبِيه عن جدّه "۔ [5]

ان (بہز بن حکیم) کے پاس اپنے باپ اور دادا سے روایت کردہ ایک (نسخة حسنة) اچھا نسخہ تھا۔

امام ذہبی سیر أعلام النبلاء میں حاکم کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جبکہ امام حاکمؒ نے اسے شاذ نسخہ قرار دیا ہے۔

"قال: هي نسخةٌ شاذَّة "۔ [6]

امام حاکمؒ فرماتے ہیں آپ کے پاس ایک نسخہ شاذۃ تھا۔

---

1 - الکامل فی ضعفاء الرجال، 1 / 389

2 - الفہرست، 1 /308

3 - ھدیۃ العارفین، إسماعیل بن محمد أمین بن میر سلیم البابانی البغدادی، دار إحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، 1951، 1 / 1

4 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1/437؛ المجروحین، 1 / 194؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 253؛ الوافی بالوفیات 10، / 193

5 - تاریخ الإسلام، 9 / 51

6 - سیر أعلام النبلاء، 6 / 253

عقیل بن خالد الأیلی(م141ھ)

آپ کانام عُقَیل کنیت أبو خالد نسب نامہ: عقیل بن خالد بن عقیل الأیلی أبو خالد الأموی ہے۔ آپ پہلے مدینہ میں رہتے تھے پھر شام اور پھر مصر چلے گئے اور وہی آپ نے وفات پائی۔ آپ نے اپنے والد خالد، اوراپنے چچازیاد، نافع مولیٰ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سلامۃ بن روح، لیث بن سعد، ابن لہیعۃ اور سعید بن أبی أیوب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الحافظاور الحجہ کہاہے۔ آپ نے راجح قول کے مطابق144ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ صاحب کتاب تھے۔

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

"لم یکن بالحافظ کان صاحب کتاب "۔ [2]

آپ حافظ حدیث نہیں تھے بلکہ آپ صاحبِ کتاب تھے۔

أشعث بن عبد الملک الحمرانی البصری(م142ھ)

آپ کانام أشعث کنیت أبو ہانئ نسب نامہ أشعث بن عبد الملک الحمرانی أبو ہانئ البصری ہے۔ آپ بنو حمران کے غلام تھے۔ آپ نے حسن بصری، محمد بن سیرین، عاصم الأحول وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے شعبہ، ہشیم، حماد بن زید، ابوعاصم اوریحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ اورفقیہ ہے۔ آپ نے 142ھ یا146ھ میں وفات پائی۔ [3]

آپ کے پاس کتاب تھی۔ وہیب فرماتے ہیں: "میں نے أشعث الحمرانی کے داماد سے پوچھاکیا أشعث کی کتب ہیں؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ چنانچہ میں نے اس خوف سے کہ آپ کوحدیث اور مسائل یادنہ ہوں انہیں چھوڑدیاجب أشعث فوت ہوئے توان کے داماد نے مجھے بتایاہمیں ان کی کتاب ملی ہے"۔ [4]

عمرو بن عبید بن باب التمیمی(م142ھ)

آپ کانام عمرو،کنیت أبو عثمان نسب نامہ عمرو بن عبید بن باب یابن کیسان التمیمی أبو عثمان البصری۔ قبیلہ بنو تمیم کے غلام تھے۔ آپ کے دادابلوچستان میں علاقہ سبی کے رہنے والے تھے۔ عباسی خلیفہ منصورکے زمانے میں آپ کی علم

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،7/228؛الوافی بالوفیات، 20 / 64؛تقریب التھذیب، 1 / 396؛تذکرۃ الحفاظ ، 1 /161

2 - میزان الاعتدال، 3 / 89؛الجرح والتعدیل، 7 / 43

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،1/312؛الطبقات الکبری، 7 / 276؛تقریب التھذیب، 1 / 113؛الوافی بالوفیات، 9/ 162؛الأعلام،5 / 81

4 - الجرح والتعدیل، 2 / 275

اورزہدوغیرہ کی بڑی شہرت تھی، آپ اپنے وقت کے فرقہ معتزلہ کے شیخ اور مفتی تھے۔ آپ نے حسن بصری، ابو العالیۃ، أبو قلابۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ہارون بن موسیٰ النحوی، اعمش، یزید بن زریع وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ متقی اور عبادت گزار تھے لیکن روایت حدیث کے حوالے سے اہل علم نے آپ کو ضعیف، متروک الحدیث صاحب بدعت کہاہے۔ آپ نے 142ھ کو مکہ کے قریب مقام مران[1] میں وفات پائی۔ [2]

آپ صاحب کتب تھے۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

"**كتبت عنه كتابا كثيرا ووهبت كتابي لابن اخی عمرو بن عبيد**"۔ [3]

میں نے ان سے بہت زیادہ لکھا پھر میں نے اپنی کتاب عمرو بن عبید کے بھتیجے کو دے دی۔

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں:

"شاید کتاباً کبیراً (بڑی کتاب) کے الفاظ صواب ہوں"۔ [4]

علامہ زرکلیؒ آپ کی متعلق لکھتے ہیں:

"**له رسائل وخطب وكتب، منها "التفسير" و "الرد على القدرية**"۔ [5]

آپ کے پاس رسائل، خطبات اور کتابیں موجود تھیں، جن میں ایک تفسیر اور ایک رد قدریہ کی موضوع پر تھیں، جبکہ صاحب معجم المؤلفین نے آپ کی مزید ایک "**كتاب في العدل والتوحيد**" کا بھی ذکر کیا ہے۔ [6]

لیث بن أبی سلیم بن زنیم القرشی (م143ھ)

آپ کا نام لیث کنیت أبو بکر یا أبو بکیر نسب نامہ لیث بن أبی سلیم بن زنیم القرشی الکوفی۔ ابی سلیم کا نام انس یا أیمن ہے۔ آپ عتبہ بن أبی سفیان یا عنبسہ بن أبی سفیان یا معاویہ بن أبی سفیان کے غلام تھے۔ آپ نے طاؤس، مجاہد، عطاء وغیرہ

---

1 - یہ مقام مکہ اور بصرہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں بنی عامر کی شاخ بنی ہلال آباد تھے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان قرب مکہ میں واقع ہے(الأماکن ما اتفق لفظہ وافترق مسماہ من الأمکنۃ، أبو بکر محمد بن موسی بن عثمان الحازمی الہمدانی زین الدین ، دار الیمامۃ للبحث والترجمۃ والنشر،1415ھ، 1 / 833)

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،8/62؛الأعلام، 5 / 81؛ میزان الاعتدال،3 / 273؛ وفیات الأعیان،3 / 460؛ المجروحین، 2 / 69؛تقریب التھذیب، 1 / 424

3 - الجرح والتعدیل، 6 / 246

4 - دراسات فی الحدیث النبوی،1/294

5 - الأعلام، 5 / 81

6 - معجم المؤلفین،8 / 10

سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سفیان ثوری، حسن بن صالح، شعبۃ بن حجاج وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کوعالم، نیک، عبادت گزاراور صدوق کہاہے۔ لیکن حدیث وروایت میں ضعیف تھااورآخری عمرمیں آپ کاحافظہ بہت زیادہ اختلاط کا شکار ہو گیاتھا۔ اورحدیث میں فرق نہیں کرسکتے۔ امام ذہبیؒ آپ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" بعض ائمہ آپ کی تعریف کرتے ہیں لیکن آپ کی احادیث حسن کے درجہ کو نہیں پہونچتی جن کو فضائل اورترغیب کے لئے استعمال کیاجاسکتاہے لیکن احکام کے لئے نہیں" آپ نے 143ھ یا148ھ کووفات پائی۔ [1]

موسیٰ بن داؤد کابیان ہے:

"حدثتني أمة الله مولاة طاوس قالت رأيت ليث بن أبي سليم يكتب عند طاوس في ألواح كبار وهو يملي عليه"۔ [2]

مجھے طاؤس کی باندی(أمۃ اللہ)نے خبردی ہے کہ میں نے لیث بن ابی سلیم کو دیکھاکہ وہ طاؤس کے سامنے بڑی بڑی تختیوں پر لکھ رہے تھے اورآپ انہیں املاء کروارہے تھے۔

حمادبن جعد البصری [3] اور عبداللہ بن ادریس کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [4]

عبداللہ بن شوذب الخراسانی(م144ھ)

آپ کانام عبداللہ کنیت أبوعبدالرحمن نسب نامہ عبداللہ بن شوذب الخراسانی البلخی البصری۔ آپ86ھ کوپیداہوئے، بلخ کے رہنے والے تھے بصرہ میں رہائش اختیارکی۔ بعدمیں شام منتقل ہوگئے۔ اوربیت المقدس میں رہنے لگے۔ آپ نے ثابت البنانی، حسن بصری، ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ضمرۃ بن ربیعہ، ابواسحاق الفزاری، ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کی توثیق کی ہیں۔ آپ نے144ھ یا156ھ میں وفات پائی۔ [5]

امام احمدبن حنبلؒ کاقول ہے:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب الکمال،24 / 279؛ تقریب التھذیب، 1 / 464؛سیر أعلام النبلاء،6 / 179؛الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط، برہان الدین الحلبی أبوالوفاإبراہیم بن محمد بن خلیل الطرابلسی الشافعی سبط ابن العجمی، دار الحدیث، القاھرۃ، 1988م ،1 / 295؛ الطبقات الکبری، 6 / 349 ؛تھذیب التھذیب،8/417

2 - العلل ومعرفۃ الرجال، 1 / 260

3 - الجرح والتعدیل، 3 / 134

4 - المحدث الفاصل، / 385

5 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،5/225؛سیر أعلام النبلاء،6 / 531؛الثقات،ابن حبان، 7 / 10؛تھذیب الکمال، 15 / 94

"ابن شوذب من أهل بلخ نزل البصرة وسمع بها الحديث وتفقه وكتب"۔ [1]

ابن شوذب اہل بلخ میں سے ہیں۔ بصرہ میں قیام کیا اور وہیں حدیث کا سماع کیا اور فقیہ بنے اور احادیث لکھیں۔

مجالد بن سعید بن عمیر (م144ھ)

آپ کا نام مجالد کنیت أبو عمرو یا أبو سعید نسب نامہ مجالد بن سعید بن عمیر بن بسطام بن ذي مران بن شرحبیل بن ربیعہ بن مرثد بن جشم الہمدانی أبو عمرو یا أبو سعید الکوفی ہے۔ آپ نے شعبی، قیس بن ابی حازم، ابوالوداک وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے إسماعیل بن أبي خالد، جریر بن حازم، شعبہ، سفیان ثوری اور ابن المبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم کا آپ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں بعض نے آپ کو ثقہ اور بعض نے آپ کو ضعیف کہا ہے۔ آپ نے 144ھ میں وفات پائی۔ [2]

آپ کے پاس "كتاب السيرة" تھی۔ [3]

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی لکھتے ہیں:

"اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ کتاب آپ کی نہیں ہے بلکہ امام شعبیؒ کی کتاب ہے (مع بعض الاضافات من عنده) آپ کے بعض اضافوں کے ساتھ"۔ [4]

محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی (م145ھ)

آپ کا نام محمد کنیت أبو عبد اللہ یا أبو الحسن نسب نامہ محمد بن عمرو بن علقمۃ بن وقاص اللیثی المدنی ہے۔ آپ اہل مدینہ کے سردار اور متقنین میں سے ہیں اس وجہ المدنی کہلاتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن، عبیدۃ بن سفیان، سعید بن الحارث وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ، شعبہ، حماد بن سلمہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صالح الحدیث اور لیس بہ بأس کہا ہے۔ آپ نے راجح قول کے مطابق 145ھ کو وفات پائی۔ [5]

ابن عدی کا قول ہے:

---

1 - تھذیب التھذیب، 5/225

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10/36؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 284-286؛ الکامل فی الضعفاء، 6 / 420

3 - تھذیب التھذیب، 10/36

4 - دراسات فی الحدیث النبوی، 1/301

5 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 9/333؛ الوافی بالوفیات، 4 / 202؛ مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 133؛ الکاشف، 2 / 207؛ رجال صحیح مسلم، 2 / 196

"**له حديث صالح وقد حدث عنه جماعة من الثقات كل واحد منهم ينفرد عنه بنسخة**"۔[1]

آپ کی حدیث صالح ہے، ثقہ رواۃ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث بیان کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس اپنا اپنا علیحدہ نسخہ تھا۔

آپ اپنے تلامذہ کو (احادیث) لکھنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے:

" محمد بن عمرو نے کہا بخدا میں تمہیں اس وقت حدیث بیان نہیں کروں گا، جب تک کہ تم اسے لکھ نہ لو، مجھے ڈر ہے کہ تم حدیث بیان کرنے میں کہیں غلطی نہ کرنے لگ جاؤ"۔[2]

عبد الرحمٰن بن حرملہ (م145ھ)

آپ کا نام عبد الرحمٰن کنیت أبو حرملہ نسب نامہ عبد الرحمٰن بن حرملہ بن عمرو بن سنہ الأسلمی ہے۔ آپ نے سعید بن مسیب، حنظلہ بن علی الأسلمی، عمرو بن شعیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام مالکؒ، ابن علیہ، یحیٰی القطان اور علی بن عاصم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق لیس بہ بأس کہا ہے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں: آپ مدینہ منورہ کے خواص میں سے تھے جو علم کے لحاظ سے معروف تھے۔ آپ نے 145ھ کو وفات پائی۔[3]

آپ کے پاس کتاب تھی اور آپ کی یہ کتاب یحی بن سعید کے پاس تھی۔[4]

آپ کا بیان ہے: "**كنت سيء الحفظ فرخص لي سعيد في الكتابة**"۔[5]

میرا حافظہ اچھا نہیں تھا، چنانچہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا تو انہوں نے مجھے لکھنے کی اجازت دی۔

عمر بن محمد بن زید المدنی (م145ھ)

آپ کا نام عمر نسب نامہ عمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب العدوی المدنی، عسقلان میں منتقل ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے والد محمد بن زید، دادا زید اور والد کے چچا سالم، زید بن اسلم اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے۔

---

1 - الکامل فی ضعفاء الرجال، 6 / 224

2 - المحدث الفاصل، 1 / 389

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب ،6/ 146 ؛ تھذیب الکمال، 17 / 58؛ إسعاف المبطأ، 1 / 18؛ تقریب التھذیب، 1 / 339؛ مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 137

4 - تاریخ ابن أبی خیثمہ، ابو بکر أحمد بن أبی خیثمہ، الفاروق الحدیثہ للطباعۃ والنشر، القاھرۃ،2006م ، 2 / 315؛ الکنی والاسماء، دولابی ،ابو بشر محمد بن أحمد بن حماد بن سعید بن مسلم الأنصاری الدولابی الرازی، دار ابن حزم، بیروت، لبنان،2000م ،1/ 190

5 - تھذیب التھذیب ،6/ 146؛ الجرح والتعدیل،5 / 223

اورآپ سے شعبہ، امام مالکؒ، سفیانان اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ محدث، ثقہ اور اپنے زمانہ میں ایک مقام ومرتبہ رکھتے تھے۔ آپ نے 145ھ یا150ھ سے پہلے وفات پائی۔ [1]

اہل عراق نے آپ سے احادیث لکھی ہیں۔ [2]

فضیل بن میسرۃ الأزدی(م145ھ)

آپ کانافضیل کنیت أبو معاذ نسب نامہ فضیل بن میسرۃ الأزدی العقیلی أبو معاذ البصری ہے۔ اہل بصرہ میں سے ہے۔ آپ نے طاوس، شعبی اورأبی حریز(قاضی سجستان) سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے شعبہ، سعید بن ابی عروبہ اوریحیٰ بن سعید القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، شیخ صالح الحدیث اور مستقیم الحدیث کہاہے۔ آپ نے تقریباً145ھ میں وفات پائی۔ [3]

معتمر کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ [4]

عوف بن أبی جمیلہ، الأعرابی(م146ھ)

آپ کانام عوف کنیت أبو سہل نسب نامہ عوف بن أبی جمیلہ العبدی الہجری أبو سہل البصری ہے۔ الأعرابی کے نام سے مشہور تھے۔ جبکہ اعرابی نہیں تھے،58ھ یا59ھ میں پیدا ہوئے، قبیلہ طی ء کے غلام تھے، آپ نے أبی رجاء العطاردی، أبی عثمان النہدی اورأبی العالیہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے شعبہ، سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ، کثیر الحدیث اور صالح الحدیث تھے۔ آپ نے146ھ یا147ھ میں وفات پائی۔ [5]

ہشیم [1] اور ہوذۃ بن خلیفہ کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں۔ [2]

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،7 / 435؛التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ،2 / 353؛تقریب التھذیب، 1 /417؛ رجال صحیح البخاری،2 / 514؛الکاشف، 2 / 69

2 - الثقات،ابن حبان، 7 / 165

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،8/ 270؛الثقات،ابن حبان، 9/ 9؛الجرح والتعدیل، 7/ 75؛تھذیب الکمال، 23/ 310

4 - العلل ومعرفۃ الرجال،3 / 266

5 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،8 / 148؛الطبقات الکبری ، 7 / 258؛سیر أعلام النبلاء،6/ 383 ؛تھذیب الأسماء واللغات،2 / 40؛أحوال الرجال، إبراہیم بن یعقوب بن إسحاق السعدی الجوزجانی أبو إسحاق، دار النشر، حدیث اکادمی ، فیصل آباد، پاکستان، س ن،1 / 193

1 - العلل ومعرفۃ الرجال، 2 / 320

2 - الطبقات الکبری،7/ 339

محمد بن السائب الکلبی (م146ھ)

آپ کا نام محمد کنیت اَبو النضر نسب نامہ محمد بن السائب بن بشر بن عمرو بن عبد الحارث بن عبد العزی الکلبی اَبو النضر الکوفی۔ آپ نے سفیان، سلمہ، ابی مولی اُم ہانیٔ اور عامر الشعبی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ابن المبارک، ابن جریج، ہشیم اور اسماعیل بن عیاش وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ علم تفسیر، علم الانساب عرب اور ان کی باتوں اور ایام کے عالم تھے۔ اہل علم نے آپ کو متروک الحدیث اور جھوٹا کہا ہے اور اس کے ساتھ آپ کا روافض کے طرف میلان کا بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے 146ھ میں وفات پائی۔ (1)

آپ صاحب کتاب تھے۔

آپ کے پاس قرآن کریم کی تفسیر کی ایک کتاب تھی۔ (2)

اس تفسیر کے متعلق مروان بن محمد کا قول ہے: " **تفسير الكلبي باطل** "۔ (3) تفسیر کلبی باطل ہے۔

ابن ندیم نے آپ کی "**كتاب تقسيم القرآن** " کے نام سے کتاب ذکر کی ہے۔ (4)

محمد بن الولید الزبیدی (م146ھ)

آپ کا نام محمد کنیت اَبو الہذیل نسب نامہ محمد بن الولید بن عامر الزبیدی اَبو الہذیل الحمصی القاضی، آپ نے زہری، سعید المقبري، عبد الرحمن بن جبیر اور نافع مولی ابن عمر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام اوزاعی، یحیٰ بن حمزۃ الحضرمی، اسماعیل بن عیاش اور محمد بن حرب الخولانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ زہری کے بڑے اصحاب میں سے ہے۔ اور اہل شام میں سے آپ سب سے زیادہ فتویٰ اور حدیث کے جاننے والے تھے۔ آپ روایت حدیث کے اعتبار سے ثقہ، حافظ، حجۃ اور مضبوط تھے۔ آپ نے ستر (70) سال کے عمر میں ابو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں باختلاف روایات 146ھ، 147ھ، 148ھ اور یا 149ھ میں وفات پائی۔ (1)

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 9 / 157؛ الضعفاء والمتروکین، 3 / 62؛ تقریب التھذیب، 1 / 479؛ الفہرست، 1 / 139؛ الطبقات الکبری، 6 / 358

2 - الفہرست، 1 / 139

3 - الجرح والتعدیل، 7 / 270

4 - الفہرست، 1 / 139

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 9 / 443؛ الطبقات الکبری، 7 / 465؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 162؛ تقریب التھذیب، 1 / 511؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 373

عبداللہ بن سالم [1] اور محمد بن حرب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [2]

زکریا بن أبی زائدہ (م147ھ)

آپ کا نام زکریا کنیت أبو یحیٰ نسب نامہ زکریا بن أبی زائدہ خالد بن میمون بن فیروز (بعض کے بقول أبی زائدۃ کا نام ہبیرۃ ہے) الہمدانی الوادعی أبو یحیٰ الکوفی ہے۔ آپ نے أبی إسحاق السبیعی، عامر الشعبی، فراس اور سماک بن حرب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، شعبہ، ابن المبارک، یحیٰ القطان اور وکیع وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ ہے لیکن اس کے ساتھ اہل علم نے آپ کی تدلیس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے باختلاف روایات 147ھ، یا 148ھ اور یا 149ھ میں وفات پائی۔ [3]

امام احمدؒ لکھتے ہیں:

"آپ صاحب کتاب تھے۔ اور اہل علم کے مطابق اس میں منکر روایات تھیں"۔ [4]

جعفر بن محمد بن علی بن الحسین (م148ھ)

آپ کا نام جعفر کنیت أبو عبد اللہ نسب نامہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبي طالب الہاشمی العلوی أبو عبد اللہ المدنی الصادق ہے۔ آپ صادق کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے اپنے والد، محمد بن المنکدر، عبید اللہ بن أبی رافع، عطاء، نافع، زہری اور عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، امام مالک، ابن جریج، امام ابو حنیفہ اور یحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق، امام اور فقیہ کہا ہے۔ آپ نے 148ھ میں وفات پائی۔ [5]

ابن عدی فرماتے ہیں:

"ولجعفر أحادیث ونسخ وهو من ثقات الناس"۔ [1]

جعفر صاحب احادیث اور صاحب نسخ ہیں اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔

---

1 - الجرح والتعدیل، 6 / 8

2 - تھذیب التھذیب، 4 / 164

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3 / 284؛ الکاشف، 1 / 405؛ الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، 1 / 244

4 - العلل ومعرفۃ الرجال، 3 / 231

5 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2 / 88؛ طبقات ابن خیاط، 1 / 269؛ تقریب التھذیب، 1 / 141؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 166

1 - تھذیب التھذیب، 2 / 88

عبداللہ بن یزید المخزومی (م148ھ)

آپ کا نام عبداللہ کنیت اَبوعبدالرحمٰن نسب نامہ عبد اللہ بن یزید المخزومی المدنی المقری الاَعور۔ آپ بنو مخزوم کے موالی کی قاری تھے۔ اورالاَسود بن سفیان یا الاَسود بن عبد الاَسد کے غلام تھے۔ آپ نے زید اَبی عیاش، محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان اوراَبی سلمہ بن عبد الرحمن وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے یحیٰ بن ابی کثیر، امام مالکؒ، اسماعیل بن امیہ اور صفوان بن سلیم وغیرہ نے روایت کی ہے۔اہل علم نے آپ کو ثقہ کہاہے۔ آپ نے 148ھ میں وفات ہائی۔ [1]

آپ نے بہت سی کتب جمع کی تھیں۔

ابن حبان کا بیان ہے:

"عبد الله بن يزيد مولى الأسود بن سفيان من متقنى أهل المدينة ممن عنى بالجمع والكتبة"۔ [2]

عبداللہ بن یزید، اسود بن سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے۔اہل مدینہ کے پرہیز گار لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، جنھوں نے جمع وتالیف کی طرف توجہ دی۔

محمد بن عبد الرحمن بن اَبی لیلیٰ (م148ھ)

آپ کا نام محمد کنیت اَبوعبدالرحمٰن نسب نامہ محمد بن عبد الرحمن بن اَبی لیلی الاَنصاری اَبوعبد الرحمن الکوفی الفقیہ، آپ کوفہ کے قاضی ومفتی تھے۔ آپ نے عیسی، عبد اللہ بن عیسی، نافع مولی بن عمر، ابی الزبیر المکی اور عطاء بن اَبی رباح وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ابن جریج، شعبہ، سفیان ثوری، عیسیٰ بن یونس اوروکیع وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو فقیہ، صاحب سنہ، صدوق اور سیء الحفظ کے الفاظ سے یاد کیاہے۔ آپ نے 148ھ میں وفات ہائی۔ [3]

آپ نے "مصنف" کے نام پر ایک کتاب تالیف کی تھی۔

ابن سعد فرماتے ہیں:

عيسى بن المختار سمع مصنف محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى۔ [4]

عیسی بن المختار نے محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی مصنف کا سماع کیاہے۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: تهذيب التهذيب، 6/ 75؛ الكاشف، 1/ 609؛ تقريب التهذيب، 1/ 330؛ مغاني الأخيار في شرح معاني الآثار، 2/ 154؛ التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة، 2/ 102

2 - مشاهير علماء الأمصار، 1/ 137

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذيب التهذيب، 9/ 268؛ المجروحين، 2/ 243؛ تذكرة الحفاظ، 1/ 171؛ الأعلام، 8/ 5 8

4 - الطبقات الكبرى، 6/ 379

ابن عدی فرماتے ہیں:

لابن أبي ليلى حديث كثير ونسخ۔[1]

ابن ابی لیلیٰ (محمد بن عبد الرحمٰن) کی کثیر حدیث اور نسخے ہیں۔

صاحب ہدیۃ العارفین وابن ندیم نے آپ کے اور کتاب "**کتاب الفرائض**" کا بھی ذکر کیا ہے۔[2]

ہشام بن حسان القردوسی (م148ھ)

آپ کا نام ہشام کنیت أبو عبد اللہ نسب نامہ ہشام بن حسان الأزدی القَردُوسی أبو عبد اللہ البصری۔ آپ اہل بصرہ میں سے ہے۔ آپ نے حمید بن ہلال، حسن البصری، حفصۃ بنی سیرین اور عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سعید بن ابی عروبہ، شعبہ، حماد بن سلمہ، سفیان ثوری، ابراہیم بن طہمان، ابن جریج، ابن علیہ اور جریر بن عبد الحمید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ اورامام کہاہے۔ آپ نے 148ھ میں وفات پائی۔[3]

امام ترمذی کا قول ہے:

"**لأنا قد وجدناغير واحد من الأئمة تكلفوا من التصنيف مالم يسبقوا إليه منهم هشام بن حسان**"۔[4]

ہم نے بہت سے ایسے ائمہ پائے ہیں جنہوں نے تصنیف وتالیف میں صعوبت اٹھائی ان سے کسی نے بھی سبقت نہیں کی ان میں سے ہشام بن حسان ہیں۔

عثمان بن عمر[5] اور یزید بن زریع کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔[6]

عمرو بن الحارث الأنصاری (م149ھ)

آپ کا نام عمرو کنیت أبو أمیہ نسب نامہ عمرو بن الحارث بن یعقوب بن عبد اللہ الأنصاری المصری، آپ 92ھ یا 94ھ کو پیدا ہوئے اور قیس بن سعد کے غلام تھے۔ اصلاً آپ مدنی تھے اور مصر میں رہائش اختیار کی تھی۔ آپ نے اپنے والد،

---

1 - الکامل فی الضعفاء، 6/ 187

2 - الفہرست، 1 / 285؛ ھدیۃ العارفین، 2 / 7

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 11 / 32؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 163؛ الأعلام، 8 / 85؛ الثقات، ابن حبان، 7/ 566؛ تقریب التھذیب، 1 / 572

4 - العلل الصغیر، 1/ 738

5 - العلل ومعرفۃ الرجال، 3/ 231؛ تاریخ بغداد، 8/ 404

6 - المجروحین، 1/ 341

سالم أبي النضر، زہری اور یحیی بن سعید الأنصاری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مجاہد بن جبر، صالح بن کیسان، قتادۃ، اسامہ بن زید اللیثی اور موسیٰ بن اعین الجزری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، فقیہ، حافظ، قاری اور ائمہ میں سے کہا ہے۔ آپ نے 148ھ یا 149ھ میں وفات پائی۔ [1]

ابن وہب کے پاس آپ کی کتاب تھی۔

حویطی[2] نے ابن وہب سے کہا: "تم اپنے ساتھ یونس اور عمرو بن الحارث کی کتاب اٹھالاؤ تاکہ ہم ان دونوں کو دیکھ سکیں جب (ابن وہب) آئے تو حویطی سے کہا اے قرشی میں یونس اور عمرو کی کتاب اپنے ساتھ لایا ہوں"۔ [3]

علی بن المدینی کے پاس بھی آپ کی کتاب تھی۔

ابن المدینی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن وہب نے کہا: " **هات كتاب عمرو بن الحارث حتى اقرأه عليك...** "۔ [4]

عمرو بن الحارث کی کتاب لاؤ تاکہ میں اسے تجھے پڑھ کر سناؤں۔

أحمد بن حازم المصری (م 150ھ)

آپ کا نام أحمد نسب نامہ أحمد بن حازم المعافری المصری یا مدینی ہے۔ آپ زیادہ مشہور نہیں ہے۔ آپ نے عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن دینار، عبد اللہ بن دینار، ابن المنکدر اور صفوان بن سلیم سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے صرف ابن لہیعہ نے روایت کیا ہے۔ آپ نے جوانی میں مصر میں وفات پائی اور بعض کے بقول مصر سے اندلس منتقل ہوگئے تھے اور وہی وفات پائی۔ [5]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 8 / 13؛ التاریخ الصغیر، 2 / 96؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 183؛ تقریب التھذیب، 1/419؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 228؛ الطبقات الکبری، 7 / 515؛ الأعلام، 5 / 76

2 - یہ ایک قبیلہ ہے جو امام حویط بن جماز الحسینی کے اولاد میں سے ہے انہوں نے قتل کے خوف سے مدینہ سے بادیہ کے طرف ہجرت کی (الجوہر العفیف فی معرفۃ النسب النبوی الشریف صالح الفضالۃ، ص: 120، (موسوعۃ الحرۃ)

https://ar.wikipedia.org/wiki/%D8%A7%D9%84%D8%AD%D9%88%D9%8A%D8%B7%D8%A7%D8%AA

3 - المعرفۃ والتاریخ، ، یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی أبو یوسف، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1981م، 2 / 183

4 - الکفایہ فی علم الروایہ، 1 / 151

5 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ الإسلام، 9 / 63؛ الکامل فی الضعفاء، 1 / 167؛ لسان المیزان، 1 / 165؛ تاریخ ابن یونس المصری، 1 / 9؛ میزان الاعتدال، 1 / 95

"آپ سے ابن لہیعہ اورواقدی نے درست روایات نقل کی ہیں اورآپ کاایک مشہور نسخہ ہے۔ جسے ہم نے سنا ہے"۔ (1)

حسن بن دینار أبو سعید التمیمی(م150ھ)

آپ کانام حسن کنیت أبو سعید نسب نامہ حسن بن دینار یابن واصل أبو سعید التمیمی، بنی سلیط کے غلام تھے۔ آپ نے حسن بصری، حمید بن ہلال، محمد بن سیرین اور علی بن زید بن جدعان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے حماد بن زید، سفیان ثوری اور امام ابویوسف وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث کے اعتبار سے اہل علم نے آپ کو ضعیف، کذاب اور متروک کہاہے۔ آپ نے 150ھ میں وفات پائی۔ (2)

آپ کے بارے میں عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے:

"وہ قدریہ جیسی رائے رکھتے تھے اوراپنی کتب اٹھاکر لوگوں کے گھروں میں جاتے اورانہیں سامنے رکھ کر احادیث بیان کرتے اورانہیں احادیث زبانی یاد نہیں تھیں"۔ (3)

حسین بن قیس أبو علی الرحبی(م150ھ)

آپ کانام حسین کنیت أبو علی لقب حنش نسب نامہ الحسین بن قیس الرحبی أبو علی الواسطی، آپ نے عطاء بن أبی رباح، عکرمہ مولی بن عباس اورعلباء بن أحمر سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے مسلم بن سعد، سلیمان التیمی، خالد الواسطی اور علی بن عاصم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ضعیف الحدیث اور متروک کہاہے۔ آپ نے تقریباً150ھ میں وفات پائی۔ (4)

آپ صاحب کتاب تھے علی بن عاصم کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی۔ (5)

حفص بن غیلان الہمدانی(م150ھ)

آپ کانام حفص کنیت أبو معید نسب نامہ حفص بن غیلان الہمدانی یا الحمیری أبو معید الدمشقی ہے۔ دمشق کے رہنے والے تھے۔ آپ نے سلیمان بن موسی، زہری، مکحول، طاووس اور عطاء وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے عمرو بن

---

1 - تاریخ الإسلام،9 / 63

2 - تفصیل دیکھیے: تهذیب التهذیب،2 / 240؛ الطبقات الکبری، 7 / 279؛المجروحین، 1 / 231؛ الجرح والتعدیل، 3 / 11؛دراسات فی الحدیث،1/240

3 - میزان الاعتدال، 1 / 489

4 - تفصیل دیکھیے: تهذیب التهذیب،2 / 313؛الکامل فی الضعفاء، 2 / 352؛الجرح والتعدیل، 3 / 63؛تقریب التهذیب، 1 / 168؛دراسات فی الحدیث،1/242

5 - الکامل فی الضعفاء ، 2 / 352

ابی سلمۃ، ہیثم بن حمید اور ولید بن مسلم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو روایت حدیث کے اعتبار سے ثقہ، لیس بہ بأس اور صدوق فقیہ کہا ہے۔ آپ نے تقریباً 150ھ میں وفات پائی۔ (1)

ابن عدی فرماتے ہیں:

آپ کے پاس کثیر احادیث تھیں، جو مصنف کے طرز پر تھی، جس کے نسخے آپ کے تلامذہ کے پاس موجود تھے۔ (2)

حوشب بن عقیل العبدی (م150ھ)

آپ کا نام حوشب کنیت أبو دحیہ نسب نامہ حوشب بن عقیل الجرمی یا العبدی أبو دحیہ البصری، آپ نے اپنے والد، أبی عمران الجونی، قتادۃ اور حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے وکیع، ابن مہدی، ابو داود الطیالسی اور سلیمان بن حرب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث کے اعتبار سے اہل علم نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ آپ نے تقریباً 150ھ میں وفات پائی۔ (3)

آپ صاحب کتب تھے۔ اور ہشام بن حسان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (4)

زیاد بن سعد الخراسانی (م150ھ)

آپ کا نام زیاد کنیت أبو عبد الرحمن نسب نامہ زیاد بن سعد بن عبد الرحمن الخراسانی، آپ خراسان کے رہنے والے تھے، ایک عرصہ تک مکہ میں رہائش اختیار کی، پھر یمن منتقل ہوگئے، آپ نے ثابت بن عیاض الأحنف، ابی الزناد، عبد اللہ بن الفضل اور زہری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام مالکؒ، ابن جریج اور ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور حافظ ومتقن کہا ہے۔ صحاح ستہ میں آپ کی روایات مذکور ہے، آپ نے تقریباً 150ھ میں وفات پائی۔ (1)

آپ صاحب کتب تھے۔ عبد الرزاق فرماتے ہیں:

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2 / 360؛ تاریخ ابن معین، 1 / 91؛ الکامل فی الضعفاء، 2 / 394؛ تقریب التھذیب، 1 / 174؛ دراسات فی الحدیث، 1/ 242

2 - الکامل فی الضعفاء، 2 / 395

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3 / 57؛ میزان الاعتدال، 1 / 622؛ تھذیب الکمال، 7 / 461؛ تاریخ أسماء الثقات، 1 / 70؛ سؤالات الآجری، 1 / 304؛ دراسات فی الحدیث، 1/ 246

4 - تھذیب التھذیب، 11 / 34

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3 / 318؛ طبقات الحفاظ، سیوطی، 1 / 91؛ رجال صحیح مسلم، 1 / 220؛ تھذیب الأسماء واللغات، 1 / 198؛ دراسات فی الحدیث، 1/ 252

"شهدت زمعه يعرض كتب زياد على معمر"۔ [1]

میں نے زمعہ کو دیکھا کہ وہ زیاد کی کتب معمر کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

" كان لا يأخذ الحديث إلّا إملاء"۔ [2]

آپ صرف لکھی ہوئی حدیث ہی قبول کرتے تھے۔

عاصم بن رجاء بن حیوۃ الکندی (م150ھ)

آپ کا نام عاصم نسب نامہ عاصم بن رجاء بن حيوة الكندی الفلسطینی یا الأزدی، آپ شام کے رہنے والے تھے، آپ نے اپنے والد، قاسم بن عبد الرحمن، داؤد بن جمیل، مکحول الشامی اور ربیعہ بن یزید وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے اِسماعیل بن عیاش، وکیع، محمد بن یزید الواسطی اور أبو نعیم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے، امام ابوزرعہ نے آپ کو لیس بہ بأس کہا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے آپ کو صدوق کہا ہے اور ساتھ آپ کی وہم کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے تقریباً150ھ میں وفات پائی۔ [3]

ابن حبان کا قول ہے:

" قدم العراق فكتب عنه العراقيون"۔ [4]

آپ عراق آئے اور اہل عراق نے آپ سے احادیث لکھیں۔

عبد اللہ بن زیاد المخزومی (م150ھ)

آپ کا نام عبد اللہ کنیت أبو عبد الرحمن نسب نامہ عبد اللہ بن زیاد بن سلیمان بن سمعان المخزومی المدنی۔ آپ اُم سلمۃ کے غلام تھے۔ آپ نے زہري، مجاھد بن جبر، زید بن أسلم اور یحیٰ بن سعید وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد

---

1 - المعرفة والتاریخ، 1 / 647

2 - الکنی والأسماء، الدولابی، 1 / 16

3 - تفصیل دیکھیے: تهذیب التهذیب، 5 / 37؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 259؛ تهذیب الکمال، 13 / 483؛ الجرح والتعدیل، 6 /342؛ تقریب التهذیب، 1 / 285؛ دراسات فی الحدیث، 1/274

4 - مشاهیر علماء الأمصار ، 1 / 183

الرزاق، عبد اللہ بن وہب، محمد بن فضیل، الولید بن مسلم اور علی بن الجعد وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث کے اعتبار سے اہل علم نے آپ کو ضعیف اور متروک کہا ہے۔ آپ نے تقریباً 150ھ میں وفات پائی۔ [1]

عبد الحمید بن ابی اویس فرماتے ہیں: "آپ صاحب کتب تھے"۔ [2]

سعید بن عبد العزیز کا قول ہے:

"قدم عليهم ابن سمعان فاخرج إليهم كتبه"۔ [3]

ابن سمعان ان کے پاس گئے اور انہوں نے اپنی کتب نکالیں۔

عبد الملک بن عبد العزیز' ابن جریج (م150ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: "ابن جریج اور سعید بن ابی عروبہ نے علمِ حدیث پر سب سے پہلے کتب لکھیں"۔ [4]

آپ کا قول ہے:

"فلزمت عطاء سبع عشرة سنة"۔ [5]

میں نے سترہ برس عطاء کو (علم کے لئے) لازم پکڑا۔

آپ ابو جعفر کے پاس گئے اور انہیں کہا:

"میں نے تمہارے دادا عبد اللہؓ بن عباس کی احادیث جمع کی ہیں۔ یقیناً کسی نے میری طرح انہیں جمع نہیں کیا ہے"۔ [6]

عبد الرحمٰن بن اَبی الزناد کا بیان ہے:

" شهدت بن جريج جاء إلى هشام بن عروة فقال يا أبا المنذر الصحيفة التي أعطيتها فلانا هي حديثك فقال نعم"۔ [1]

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 5 / 192؛ الکامل فی الضعفاء، 4 / 125؛ تھذیب الکمال، 14 / 526؛ التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، 2 / 37؛ دراسات فی الحدیث، 1/282

2 - تاریخ بغداد، 9 / 456

3 - الجرح والتعدیل، 5 / 61؛ تاریخ بغداد، 9 / 458

4 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 169-170

5 - تاریخ بغداد، 10 / 402

6 - العلل ومعرفۃ الرجال، 2 / 312؛ تاریخ بغداد، 10 / 400

1 - الطبقات الکبری، 5 / 492؛ تھذیب التھذیب، 6 / 359

ابن جریج ایک صحیفہ (کتاب) لے کر ہشام بن عروہ (تابعی) کے پاس پہنچااوران سے فرمایایہ آپ کاایک صحیفہ (روایتیں) ہیں جو آپ نے فلاں کو دی تھیں کیایہ آپ کے مرویات ہیں ؟انہوں نے فرمایا۔ہاں!

آپ نے بہت سے کتب تالیف کی ہے۔انہیں کتب کے بارے میں یحیٰ بن سعید القطان کا قول ہے۔

"کنا نسمي کتب بن جریج کتب الأمانة"۔[1]

ابن ندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہے:

1)کتاب السنن: ابن ندیم فرماتے ہیں اور یہ کتاب بھی دوسرے کتب السنن کی طرح طهارة، روزہ، نمازاورزکواۃ وغیرہ پر مشتمل ہے۔[2]اسے سنن أبي الولید بھی کہتے ہیں۔[3]

2)کتاب مناسك الحج۔[4]

3)تفسِیر القُرآن۔[5]

4)کتاب الجامع(اسے جامع ابن جریج بھی کہاجاتاہے)،استاذنذیرحمدان کے تحقیق کے مطابق یہ حدیث کی پہلی کتاب ہے جس پر جامع کااطلاق ہوتاہے،لکھتے ہیں:"...أن کتاب ابن جریج من اول الجوامع فی الحدیث"۔[6]

عتبہ بن حمید الضبی (م150ھ)

آپ کانام عتبہ کنیت اَبو معاذ نسب نامہ عتبہ بن حمید الضبی اَبو معاذ البصری ہے۔آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔آپ نے عبید اللہ بن اَبی بکر بن اَنس، عبادۃ بن نسی، عکرمہ اور خالد الحذاءوغیرہ سے روایت کی ہے۔اورآپ سے عبد الرحمن بن زیاد بن اَنعم، اسماعیل بن عیاش اورابن عیینۃوغیرہ نے روایت کی ہے۔اہل علم نے آپ کو صدوق و صالح الحدیث کہاہے۔ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیاہے۔آپ نے 150ھ میں وفات پائی۔[1]

---

1 - العلل ومعرفۃالرجال ، 3/ 239؛تاریخ بغداد ، 10 / 404

2 - الفہرست، 1/ 316 ؛ھدیۃالعارفین، 1 / 623

3 - الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ، ابو عبد اللہ محمد بن اَبی الفیض جعفر بن إدریس الحسنی الإدریسی الکتانی، دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت،لبنان،2000م،1 / 34

4 - التاریخ الکبیر، 1 / 256؛کشف الظنون، 2 / 1831

5 - کشف الظنون، 1 / 437؛ ھدیۃالعارفین، 1 /623

6 - العلل ومعرفۃالرجال ، 2/ 551؛ مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، عنوان :تدوین حدیث کے اسالیب ومناہج،عبدالحمید خان عباسی،پنجاب یونیورسٹی،لاہور، 2004ء،1/137

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،7/ 88؛الثقات،ابن حبان، 7/272 ؛ تاریخ الإسلام،8/ 482؛ التاریخ الکبیر، 6/ 526

ابن حنبلؒ کا قول ہے۔

" كان من أهل البصرة وكتب من الحديث شيئا كثيرا"۔ [1]

آپ اہل بصرہ میں سے تھے اور انہوں نے بہت سی احادیث لکھی ہیں۔

عثمان بن الأسود المکی (م150ھ)

آپ کا نام عثمان نسب نامہ عثمان بن الأسود بن موسی بن باذان المکی، آپ بنی جمح کا غلام تھے، آپ نے اپنے والد سلیمان الأحول، ابن أبي ملیکہ، سعید بن جبیر، عطاء بن أبي رباح اور نافع مولی بن عمر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، عبد اللہ بن ادریس، ابن المبارک اور یحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث کے اعتبار سے آپ ثقہ اور مضبوط ہے، آپ نے 147ھ یا 150ھ کو وفات پائی۔ [2]

آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا جس سے پر احادیث مبارکہ لکھی ہوئی تھیں اوراس سے آپ اپنے تلامذہ کو املاء کروایا کرتے تھے۔ [3]

عطاف بن خالد (م150ھ)

آپ کا نام عطاف کنیت أبو صفوان نسب نامہ عطاف بن خالد بن عبد اللہ بن العاص بن وابصة بن خالد بن عبد اللہبن عمرو بن مخزوم المدنی۔ آپ 91ھ کو پیدا ہوئے۔ اہل مدینہ میں سے ہے۔ آپ نے عبد اللہ، مسور، زید بن أسلم اور أبي حازم بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سعید بن ابی مریم، ابو عامر العقدی، قتیبة بن سعید اور سعید بن منصور وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ سے تقریباً ایک سو احادیث مروی ہیں۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، صالح الحدیث اورآپ میں کوئی حرج نہیں کہا ہے، آپ نے تقریباً 150ھ کو وفات پائی۔ [1]

آپ صاحب کتاب تھے۔ أبو معشر کا بیان ہے:

"كتبنا عن مخلد بن مالك كتاب عطاف"۔ [2]

---

1 - الجرح والتعدیل، 6/ 370؛ تھذیب التھذیب، 7 / 88

2 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7 / 89؛ الوافی بالوفیات، 19 / 308؛ تقریب التھذیب، 1 / 382؛ التاریخ الکبیر، 6 / 213؛ العبر فی خبر من غبر، 1 / 165

3 - الجامع لأخلاق الراوی، 2/ 12

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7 / 197؛ الکامل فی الضعفاء، 5 / 378؛ المجروحین، 2 / 193؛ تھذیب الکمال، 20 / 138

2 - الکامل فی الضعفاء ، 5 / 378

ہم نے مخلد بن مالک سے کتاب عطاف نقل کی ہے۔

محمد بن میسرۃ ابو سلمۃ البصری (م150ھ)

آپ کا نام محمد کنیت أبو سلمہ نسب نامہ محمد بن أبي حفصة میسرۃ أبو سلمۃ البصری۔ آپ نے قتادۃ، ابی جمرۃ الضبعی، عمرو بن دینار اور زہری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سفیان ثوری، ابن المبارک، ابراہیم بن طہمان اور حماد بن زید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث کے اعتبار سے اکثر اہل علم نے آپ کو ثقہ جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے آپ کو صدوق کہاہے۔ آپ نے تقریباً150ھ میں وفات پائی۔ [1]

ابن عدی لکھتے ہیں:

"عن إبراهيم بن طهمان عن الزهري نسخة طويلة قدر مائة حديث"۔ [2]

ابراہیم بن طہمان نے ان سے ایک طویل نسخہ نقل کیاہے جس میں تقریباً ایک سو احادیث تھیں۔

معاذ بن معاذ اور یحی بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [3]

معاویۃ بن یحیٰ الدمشقی (م150ھ)

آپ کا نام معاویہ کنیت أبو روح نسب نامہ معاویۃ بن یحی الصدفی أبو روح الدمشقی ہے۔ آپ نے زہری، قاسم أبي عبد الرحمن، مکحول اور یونس بن میسرۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ولید بن موسی، محمد بن شعیب بن شابور اوراسحاق بن سلیمان الرازی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث میں اہل علم نے آپ کے تضعیف کی ہے۔ آپ نے150ھ میں وفات پائی۔ [1]

ابن حبان کہتے ہیں: " آپ کتب خرید اکرتے اور پھر ان سے احادیث بیان کیا کرتے تھے"۔ [2]

ہقل بن زیاد[3] اوراسحاق الرازی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ [4]

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،9 / 108؛الکامل فی الضعفاء، 6 / 260؛میزان الاعتدال،3 / 525؛تقریب التھذیب، 1 / 474؛دراسات فی الحدیث،1/309

2 - الکامل فی الضعفاء، 6 / 261

3 - التعدیل والتجریح ، 2/ 642 ؛الکامل فی الضعفاء، 6 / 261

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10 / 197؛التاریخ الصغیر، 2 / 167؛المجروحین، 3 / 3؛میزان الاعتدال،4 / 138

2 - المجروحین، 3/ 3 ؛تھذیب التھذیب،10 / 197؛الضعفاءوالمتروکین، 3/ 128

3 - الجرح والتعدیل، 8 / 383؛تھذیب التھذیب،10/ 197

4 - تھذیب التھذیب،10/ 197؛تھذیب الکمال، 28 / 223

مقاتل بن سلیمان الأزدی الخراسانی (م150ھ)

آپ کانام مقاتل کنیت أبو الحسن نسب نامہ مقاتل بن سلیمان بن بشیر الأزدی الخراسانی البلخی، کنیت أبو الحسن ہے۔ اصلاً آپ بلخ کارہنے والے تھے بعد میں بصرہ چلے گئے۔ اہل علم کے ہاں مفسر کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے نافع مولی ابن عمر، ابی إسحاق السبیعی، ابی الزبیر، زہری، ضحاک اور مجاھد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے بقیۃ بن الولیدا ورإسماعیل بن عیاش وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو جھوٹا، بدعتی اور حدیث کے حوالے سے متروک کہاہے۔ آپ نے بغداد میں 150ھ میں وفات پائی۔[1] علامہ زرکلی نے آپ کے درج ذیل کتب ذکر کی ہیں۔
1)التفسیر الکبیر (میں سے ایک جزء) (2) نوادر التفسیر (3) الرد علی القدریة (4) متشابه القرآن(5) الناسخ والمنسوخ (6) القرآت (7) الوجوه والنظائر۔[2]

ہذیل بن حبیب نے آپ کی کتاب (تفسیر) سے روایت کی ہے۔[3] اہل علم نے آپ کی تصانیف کو اچھا خیال نہیں کیا، جیساکہ محمود بن آدم المروزی کہتے ہیں: کہ "ایک مرتبہ میں وکیع کی مجلس میں حاضر تھا جہاں مقاتل کی کتاب (تفسیر) کے بارے میں پوچھا گیاتو آپ نے کہا کہ اس کا اعتبار نہ کرو میں نے سوال کیاتو میں اس کا کیا کروں؟ تو آپ نے کہا اسے دفن کر دیں"۔[4]

میمون بن موسی البصری (م150ھ)

آپ کانام ونسب: میمون بن موسی المرئی البصری اورکنیت أبو محمد ہے۔ آپ امرئ القیس بن مضر میں سے تھے اس وجہ سے المرئی کہلاتے ہیں۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حسن بصری، میمون بن سیاہ اور خالد العبدی سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے حماد بن سلمہ، وکیع اوریحیی القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق اور مدلس کہاہے۔ آپ نے150ھ میں وفات پائی۔[1]

آپ صاحب کتاب تھے۔ ابو الولید الطیالسی کہتے ہیں:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،10/ 249؛ تاریخ بغداد،13 / 160؛ الأعلام،7 / 281؛ وفیات الأعیان،5 / 255

2 - الأعلام،7 / 281

3 - تاریخ بغداد ، 14/ 78؛ تھذیب التھذیب،10/ 253

4 - الجرح والتعدیل، 8 / 354

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،10/ 350؛ الجرح والتعدیل، 8/ 236؛ المجروحین، 3 / 6 ؛ تقریب التھذیب، 1 / 556؛ التاریخ الکبیر، 7 / 341 ؛ الکنی والأسماء لِلإمام مسلم،2 / 729

"میمون نے ہمیں ایک کتاب دکھائی اور کہنے لگے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کتاب سے حدیث بیان کرتا ہوں"۔ (1)

واسط بن الحارث بن حوشب (م150ھ)

آپ کا نام ونسب: واسط بن الحارث بن حوشب بن اخی العوام بن حوشب ہے۔ آپ اہل واسط میں سے ہیں۔ آپ نے قتادۃ ، عطاء اور نافع سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد اللہ بن خراش بن حوشب نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ آپ نے 150ھ کے قریب وفات پائی۔ (2)

ابن حبان کا بیان ہے:

"ان (واسط) سے عبد اللہ بن خراش بن حوشب نے ایک "مستقیم نسخہ "روایت کیا ہے جو حدیثِ اثبات کے مشابہ ہے"۔ (3)

حنظلہ بن أبی سفیان جمحی (م151ھ)

آپ کا نام حنظلہ نسب نامہ حنظلۃ بن أبی سفیان بن عبد الرحمن بن صفوان بن أمیۃ الجمحی المکی ہے۔ آپ نے سالم بن عبد اللہ بن عمر، سعید بن میناء، طاووس اور عکرمہ بن خالد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، ابن المبارک، وکیع اور یحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقۃ، حافظ، الثبت اور حجۃ کہا ہے۔ آپ نے 151ھ کو وفات پائی۔ (1)

یحی بن سعید کہتے ہیں:

"کان عند حنظلة کتاب"۔ (2) حنظلہ کے پاس کتاب تھی۔

ہشام بن سنبر الدستوائی (م153ھ)

آپ کا نام ونسب: ہشام بن أبی عبد اللہ سنبر الدستوائی البصری کنیت أبو بکر ہے۔ آپ بنو قیس بن ثعلبۃ کے مولیٰ تھے۔ آپ نے قتادۃ، حماد بن ابی سلیمان اور قاسم بن عوف وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبۃ بن الحجاج، ابن

---

1 - تھذیب التھذیب،10/ 350؛التاریخ الکبیر، 7/ 341 ؛الکامل فی الضعفاء ، 6/ 415

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الثقات،ابن حبان ، 7 / 565؛ لسان المیزان، 6 / 214؛ التاریخ الکبیر،8 / 188

3 - الثقات،ابن حبان ، 7 / 565

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،3/ 53؛الجرح والتعدیل، 3 / 241؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 176؛تقریب التھذیب، 1 / 183

2 - التاریخ الکبیر، 1 / 262؛الجرح والتعدیل، 3/ 241؛تھذیب التھذیب،3/ 53

المبارک، ابن مہدی اور یحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث کے اعتبار سے اہل علم نے آپ کو ثقہ اور ثبت کہاہے اوراس کے ساتھ اس بات کی طرف بھی اشارہ کیاہے کہ آپ پر تقدیر کے انکار کاالزام تھا۔ آپ نے 153ھ کے بعد وفات پائی۔ (1)

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

1-اسماعیل بن علیۃ: امام احمد بن حنبلؒ نے ابن علیہ کی کتاب جو انہوں نے ہشام سے روایت کی تھی عمدہ قرار دی ہے۔ (2)

2-عبد الوہاب بن عطاء الخفاف: عبد الوہاب نے جب ہشام الدستوائی کی احادیث بیان کرنے کاارادہ کیاتو آپ نے اپنی کتاب یحیٰ بن سعید کو دیکھنے کے لیے دے دی تھی۔ (3)

3-معاذ بن ہشام الدستوائی: معاذ بن ہشام نے ایک مرتبہ اپنے باپ ہشام بن سنبر کی کتب نکالیں اور کہنے لگے یہ احادیث میں نے ان سے سنی ہیں اور یہ نہیں سنی۔ (4)

اُسامہ بن زید اللیثی (م153ھ)

آپ کانام ونسب: اسامہ بن زید اللیثی اور کنیت اَبو زید ہے۔ آپ اَبو زید المدنی کے مولیٰ تھے۔ آپ نے امام زہری، نافع مولی ابن عمر، عطاء بن اَبی رباح وغیرہ سے روایت کی ہے، اورآپ سے یحیی القطان، عبد اللہ بن المبارک، سفیان ثوری اور اَوزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق کہاہے۔ آپ نے 153ھ میں وفات پائی۔ (1)

آپ صاحب کتاب تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن حبان کا قول نقل کیاہے:

"مستقیم الأمر صحیح الکتاب"۔ (2)

آپ درست معاملہ اور صحیح الکتاب تھے۔

ابن وہب: نے آپ سے ایک نسخہ صالحہ روایت کی ہے۔ (3)

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،11/ 40؛الطبقات الکبری، 7 / 279؛طبقات ابن خیاط، 1 / 221؛تقریب التھذیب، 1 / 573؛رجال صحیح مسلم،2 / 316؛سیر أعلام النبلاء،6 / 568؛میزان الاعتدال،4 / 300

2 - العلل ومعرفۃ الرجال، 2/ 344

3 - میزان الاعتدال،2 / 681

4 - تھذیب التھذیب،10/ 177

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،1/ 183؛ فتح الباب فی الکنی والألقاب،1 / 333؛ تقریب التھذیب، 1 / 98؛ رجال صحیح مسلم،1 / 70؛ الوافی بالوفیات،8 / 248؛ میزان الاعتدال،1 / 174

2 - تھذیب التھذیب،1/ 183

3 - الکامل فی الضعفاء،1 / 394 ؛تھذیب التھذیب،1 / 183

عبد الرحمٰن بن یزید الازدی (م153ھ)

آپ کا نام و نسب نامہ: عبد الرحمن بن یزید بن جابر الأزدی الدمشقی الدارانی اور کنیت أبو عتبہ ہے۔ آپ نے مکحول، زہری، عطیۃ بن قیس، عمیر بن ہانیٔ اور سلیم بن عامر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ، صدقہ بن المبارک، ولید بن مسلم اور عیسیٰ بن یونس وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ بڑے جلیل القدر ائمہ شام میں سے ہیں۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الامام، الفقیہ اور الحافظ کہا ہے۔ آپ نے 153ھ میں وفات پائی۔ (1)

امام بخاری نے ولید کا قول نقل کیا ہے:

"**كان عند عبد الرحمن كتاب سمعه وكتاب آخر لم يسمعه**"۔ (2)

عبد الرحمٰن کے پاس ایک کتاب تھی جس کا آپ نے سماع کیا تھا اور ایک دوسری کتاب تھی جس کا آپ نے سماع نہیں کیا تھا۔

عمر بن ذر الہمدانی (م153ھ)

آپ کا نام عمر کنیت أبو ذر نسب نامہ عمر بن ذر بن عبد اللہ بن زرارۃ الہمدانی المرہبی أبو ذر الکوفی، آپ اہل کوفہ میں سے ہے۔ آپ نے اپنے والد، سعید بن جبیر، ابی وائل، یزید بن أمیہ، مجاہد بن جبر اور عمر بن عبد العزیز وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے أبان بن تغلب، امام ابو حنیفہؒ، ابن عیینہ اور ابن المبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ اور اس کے ساتھ آپ کا فرقہ مرجئہ کی طرف میلان کا اشارہ بھی کیا ہے۔ آپ نے 153ھ یا 156ھ میں وفات پائی۔ (1)

معروف بن حسان نے آپ سے ایک طویل نسخۃ روایت کیا ہے۔ (2)

معمر بن راشد (م153ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 6 / 266؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 81؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 183

2 - التاریخ الکبیر، 5 / 365

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7 / 390؛ الطبقات الکبری، 6 / 362؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 168؛ تقریب، 1 / 412؛ الوافی بالوفیات، 22 / 296

2 - میزان الاعتدال، 4 / 143

آپ کوعلم حدیث اوراس سے متعلقہ علوم وفنون میں خاصا کمال حاصل تھا، ہزاروں احادیث آپ کو یاد تھیں، بے شمار لوگوں نے آپ سے کسبِ فیض کیا، آپ نے احادیث لکھیں،(اور ملک یمن میں حدیث لکھنے والے پہلے مصنف ہیں[1])اور کتب تصنیف کیں۔

ابن ندیمؒ کا قول ہے:

"وله من الكتب كتاب المغازي " ۔[2] آپ کے کتب میں سے ایک کتاب المغازی ہے۔

یعقوب الفسوی کا قول ہے:

" له كتاب في السيرة النبويّة وكتاب المسند، في الحديث"۔[3] آپ کے کتب میں سے کتاب السیرۃ النبویّہ، اور کتاب المسند فی الحدیث کے نام سے بھی موجود ہیں۔ اس مسند کے دس اَجزاء ہیں، اورآخری پانچ اَجزاء مخطوطات کے شکل میں پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح حدیث میں آپ کی کتاب "الجامع " کے نام سے بھی مشہور ہے، ڈاکٹر حمید اللہؒ نے اس جامع کا ایک ناقص مگر قدیم نسخہ ترکی کی جامعہ انقرہ کے شعبہ تاریخ کے کتب خانہ سے اوردوسرا کامل نسخہ استنبول کے کتب خانہ فیض اللہ آفندی سے تلاش کرلیا۔ یہ جامع راوی وار نہیں بلکہ موضوع وار مرتب ہوئی ہے اوردو سو صفحات سے کچھ زئد پر مشتمل ہے۔[1]

عبد الرزاق بن ہمامؒ کا بیان ہے:

"كتبت عن معمر عشرة آلاف حديث " ۔[2] میں نے معمرؒ سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں۔

سالم بن عبد اللہ الخیاط البصری(155ھ)

آپ کا نام سالم نسب نامہ سالم بن عبد اللہ الخیاط البصری، آپ بصرہ کا رہنے والے تھے، لیکن مکہ رہائش اختیار کی تھی، کہاجاتاہے آپ عکاشہ کے غلام تھے۔ آپ نے حسن بصری، ابن اَبی ملیکہ، عطاءاورابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 191

2 - الفہرست، 1 / 138

3 - المعرفۃوالتاریخ، 1 / 45

1 - دیوان الإسلام، 4 / 130؛الرسالۃالمستطرفۃ ، 1 / 41

2 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 190

اورآپ سے ولید بن مسلم، زہیر بن محمد التمیمی اور سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق اور سیء الحفظ کہاہے۔ آپ نے تقریباً155ھ میں وفات پائی۔ [1]

زہیر بن محمد الخراسانی اورالولید نے آپ سے ایک " نسخہ "روایت کی ہے۔ [2]

سعید بن ابی عروبہ (م155ھ)

آپ کے حالات زندگی کا تفصیل باب دوم فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ کے بارے میں منقول ہے: "هوأول من صنف الأبواب بالبصرة" ۔ [3]

بصرہ میں آپ نے سب سے پہلے ابواب کی طرز پر تصنیف کی۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"وله مصنفات" ۔ [4] اوران(سعید بن ابی عروبہ) کی مصنفات ہیں۔

آپ کی بہت زیادہ کتب تھیں جیسا کہ ابن عدیؒ کا بیان ہے:

"وله أصناف كثيرة" [1] جن میں سے تفسیرالقرآن [2]، كتاب السّنَن فِي الحَدِيث [3] اور كتاب الطلاق قابل ذکر ہیں۔ [4] ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات میں سعید بن ابی عروبہ کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں مزید ایک کتاب کا سراغ مل سکا: جو كتاب المناسك [5] کے نام سے ہے۔ یہ کتاب ایک جلد اور132 صفحات پر مشتمل ہے۔ عامر حسن صبری کے تحقیق کے ساتھ مکتبہ دارالبشائر الإسلامیۃ، سے 2001ء پہلی مرتبہ میں شائع ہوئی ہے۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3 / 380؛ المجروحین، 1 / 342؛ تقریب التھذیب، 1 / 226؛ تاریخ الإسلام، 9 / 143؛ التاریخ الکبیر، 4 / 115

2 - الکامل فی الضعفاء ، 3 / 345

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 177

4 - میزان الاعتدال، 2 / 151

1 - الکامل فی الضعفاء ، 3 / 396

2 - العلل ومعرفۃ الرجال، 3 / 321 ؛الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 6 / 74

3 - ھدیۃ العارفین، 1 / 387

4 - العلل ومعرفۃ الرجال، 1/319

5 - تاریخ التراث العربی، 1/168

صفوان بن عمرو السکسکی الحمصی (155ھ)

آپ کا نام صفوان کنیت أبو عمرو نسب نامہ صفوان بن عمرو بن ہرم السکسکی أبو عمرو الحمصی ہے۔ آپ نے عبد اللہ بن بسر المازنی الصحابی، جبیر بن نفیر، شریح بن عبید الحضرمی اور راشد بن سعد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن المبارک، اسماعیل بن عیاش اور ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور مامون کہا ہے۔ آپ نے 155ھ میں یا اس کے بعد وفات پائی۔ (1)

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے:

"ایک دفعہ نعیم بن حماد نے بقیۃ بن الولید سے صفوان کی کتاب طلب کی۔ تو بقیہ نے کہا یہ لیجئے! صفوان کی کتاب"۔ (2)

قرۃ بن خالد السدوسی (م 155ھ)

آپ کا نام ونسب قرۃ بن خالد السدوسی البصری، کنیت أبو خالد یا أبو محمد ہے، بصرہ کے رہنے والے تھے، آپ نے أبی رجاء العطاردی، حمید بن ہلال، محمد بن سیرین، حسن بصری اور عمرو بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، یحیی بن سعید القطان، ابن مہدی اور أبو داود الطیالسی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، ضابط اور متقن کہا ہے، آپ نے 154ھ 155ھ میں وفات پائی۔ (3)

امام شعبہؒ کا قول ہے:

"**شعبة يقول انظروا عن من تكتبوا اكتبوا عن قرة بن خالد وسليمان بن المغيرة**"۔ (4)

جن لوگوں سے تم احادیث لکھتے ہو انہیں دیکھ بھال لیا کرو۔ تم قرۃ بن خالد اور سلیمان بن مغیرہ سے احادیث لکھا کرو۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4/ 376؛ الوافی بالوفیات، 16 / 184؛ تقریب التھذیب، 1 / 277؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 469؛ سیر أعلام النبلاء، 6 / 380؛ رجال صحیح مسلم، 1 / 317

2 - تھذیب التھذیب، 1 / 417

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 8 / 332؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 342؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 198؛ مشاہیر علماء الأمصار، 1 / 156؛ تاریخ أسماء الثقات، 1 / 191

4 - تاریخ دمشق، 31 / 344

کثیر بن عبد اللہ المدنی (م155ھ)

آپ کا نام نسب: کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف بن زید بن ملحۃ الیشکری المزنی المدنی ہے۔ آپ نے اپنے باپ عبد اللہ، محمد بن کعب القرظی، نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بکیر بن عبد الرحمٰن المزنی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحیٰ بن سعید انصاری، زید بن حباب، عبد اللہ بن وہب اور مروان بن معاویہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے روایت حدیث کے اعتبار سے آپ کو ضعیف کہا ہے۔ آپ نے 155ھ میں وفات پائی۔[1]

ابن حبان نے بیان کیا ہے: "روي عن أبيه عن جده نسخة موضوعة لا يحل ذكرها في الكتب"۔[2]

آپ نے اپنے باپ اور دادا سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کا کتب میں ذکر کرنا جائز نہیں۔

امام حاکمؒ کا قول ہے کہ:

"آپ نے اپنے باپ اور انہوں نے ان کے دادا سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس میں منکر روایات ہیں"۔[3]

ان مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس حدیث کا ایک نسخہ تھا اگرچہ وہ اس درجے کا نہیں تھا جسے بغیر کسی تحقیق کے بیان کیا جائے۔

محمد بن عبید اللہ العزرمی (م155ھ)

آپ کا نام نسب: محمد بن عبید اللہ بن أبي سلیمان العزرمی الفزاری الکوفی اور کنیت أبو عبد الرحمن ہے۔ آپ نے عطاء بن ابی رباح، مکحول، نافع اور قتادہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، اسماعیل بن عیاش اور علی بن مسہر وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے روایت حدیث کے اعتبار سے آپ کو ضعیف کہا ہے۔ آپ نے 155ھ میں وفات پائی۔[4]

ابن سعد ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تهذيب التهذيب، 8 / 377؛ الجرح والتعديل، 7 / 154؛ أحوال الرجال، 1 / 236؛ الوافي بالوفيات، 24 / 244؛ الطبقات الكبرى، 5 / 412؛ تقريب التهذيب، 1 / 460؛ الكاشف، 2 / 145

2 - المجروحين، 2 / 221؛ تهذيب التهذيب، 8 / 377

3 - تهذيب التهذيب، 8 / 377

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الكبرى، 6 / 368؛ تهذيب التهذيب، 9 / 287؛ الجرح والتعديل، 8 / 1؛ تقريب التهذيب، 1 / 494؛ ميزان الاعتدال، 2 / 585

" كان قد سمع سماعا كثيرا وكتب ودفن كتبه فلما كان بعد ذلك حدث وقد ذهبت كتبه فضعف الناس حديثه لهذا المعنى"۔ (1)

انہوں (محمد بن عبید اللہ) نے علم حدیث کا سماع بہت زیادہ کیا اور (احادیث) لکھی اور آپ نے اپنی کتب دفن کر دی۔ اس کے بعد جب آپ حدیث بیان کرتے تو لوگ آپ کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے (کیونکہ آپ کے پاس کتب نہ تھیں)۔

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

"آپ کے پاس ایک نسخہ تھا جسے آپ سے آپ کے بیٹے اور بھتیجے نے روایت کیا ہے"۔ (2)

مسعر بن کدام (م155ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی جو درج ذیل اصحاب کے پاس تھیں:

اَبو نعیم: ابن نفیل الحرانی کہتے ہیں کہ "ابو قتادۃ نے مجھے ابو نعیم کی کتاب دی، جسے انہوں نے مسعر سے روایت کیا"۔ (3)

محمد بن عبید: امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں: **"أعطانا محمد بن عبيد كتابه عن مسعر فنسخناه"**۔ (4)

محمد بن عبید نے ہمیں اپنی کتاب دی، جسے انہوں نے مسعر سے روایت کیا ہے۔ ہم نے اسے لکھ لیا۔

ابن ابی ذئب، محمد بن عبد الرحمن (م158ھ)

آپ کا نام محمد کنیت اَبو الحارث نسب نامہ محمد بن عبد الرحمن بن المغیرۃ بن الحارث بن اَبی ذئب ہشام بن شعبہ بن عبد الملک بن اَبی قیس بن عبد ود القرشی العامری المدنی الفقیہ، آپ 80ھ میں پیدا ہوئی، آپ نے عکرمہ، شعبہ بن دینار مولی بن عباس، سعید المقبری اور زہری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقۃ، فقیہ، فاضل، الامام، الثبت، العابد اور شیخ الوقت کہا ہے۔ آپ مدینہ کے عباد، قراء اور فقہاء میں سے ہے۔ آپ نے 158ھ یا 159ھ میں وفات پائی۔ (5)

ابن ندیم لکھتے ہیں:

---

1 - الطبقات الکبری، 6 / 368

2 - الکامل فی الضعفاء، 6 / 101

3 - الجرح والتعدیل، 5 / 191

4 - العلل ومعرفۃ الرجال ، 3 / 346

5- تفصیل دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 / 191؛ مشاهیر علماء الأمصار، 1 / 140؛ تهذیب التهذیب، 9 / 270 ؛ تقریب التهذیب، 493/1

"**له من الكتب كتاب السنن ويحتوي على كتب الفقه مثل صلاة وطهارة وصيام وزكاة ومناسك وغير ذلك**"۔ [1] آپ کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے کتاب السنن ہے جو فقہ پر مشتمل ہے مثلاً نماز، طہارت، روزے، زکواۃ، حج وغیرہ۔

خطیب بغدادی نے آپ کی ایک کتاب "**الموطأ**" بھی ذکر کیا ہے [2]۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی رقمطراز ہیں: "لیکن یہ واضح نہیں کیا ہے کہ یہ الموطأ (کتاب السنن) ہے جس کا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے، یا کوئی دوسری کتاب ہے"۔ [3]

تاہم حمیدی نے بھی ابن ابی ذئب کی (الموطأ) کا تذکرہ کیا ہے۔ [4]

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"**قيل: ألّف ابن أبي ذئب كتابا كبيرا في السنن**" [5] جبکہ امام ذہبیؒ کا بیان ہے: "**كان يحفظ حديثه لم يكن له كتاب**"۔ [6] آپ کو اپنی احادیث یاد تھیں آپ کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔

حیوۃ بن شریح (م158ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب سوم، فصل دوم: بلاد عرب کے مراکز حدیث میں گزرا ہے۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ خلف بن تمیم کا بیان ہے:

"میں حیوۃ بن شریح کے پاس آیا اور ان سے سوال کیا، تو انہوں نے ایک کتاب نکالی اور کہا جاؤ! اس سے نقل کرو اور مجھ سے روایت کرو۔ میں نے کہا: ہم نے تو سماع کے بغیر روایت قبول نہیں کرتے۔ کہنے لگے تمہارے علاوہ بھی ہم ایسا ہی کرتے ہیں، اگر چاہو تو روایت کر لو یا پھر چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے ان سے روایت کرنی چھوڑ دی"۔ [7]

حافظ ابن حجرؒ نے سعید بن ابی مریم کا قول نقل کیا ہے:

"**كان حيوة بن شريح أوصى بكتبه إلى وصي**"۔ [8]

---

1 - الفہرست، 1 / 315

2 - الجامع لأخلاق الراوی، 2 / 282

3 - دراسات فی الحدیث، 1/306

4 - جدوۃ المقتبس، 344

5 - سیر أعلام النبلاء، 6 / 567

6 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 192

7 - الکفایہ فی علم الروایہ، 1 / 315

8 - تھذیب التھذیب، 5 / 328

حیوۃ بن شریح نے ایک وصی کو اپنی کتب کی وصیت کی تھی۔

زفر بن ہذیل(110-158ھ)

آپ کا نام ونسب: زفر بن ہذیل بن قیس بن سالم بن قیس بن مکمل بن ذہل بن ذویب بن عمر اور کنیت أبو ہذیل ہے۔ قبیلہ بنو تمیم سے تھے۔ اصلاً اصبہان کے رہنے والے تھے۔ کوفہ میں 110ھ کو پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس فقہ کے اہم رکن تھے۔ قیاس واستنباط میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ایک موقع پر امام ابوحنیفہؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا: وہ میرے اصحاب میں قیاس میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ ایک اور موقع پر امام صاحبؒ نے اپنے اس قابل شاگرد کے بارے میں فرمایا: یہ زفر بن ہذیل ہیں، مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام اور اپنے شرف، حسب اور علم میں ان کے عظیم ترافراد میں سے ہیں۔۔ آپ کچھ عرصہ بصرہ کے قاضی بھی رہے۔ آپ نے اعمش، اسماعیل بن ابی خالد، امام ابوحنیفہ اور محمد بن اسحاق وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے حسان بن ابراہیم الکرمانی، اکثم بن محمد اور حکم بن ایوب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، مامون، حافظ اور فقیہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے بصرہ میں 158ھ کو وفات پائی۔ [1]

صاحب ہدیۃ العارفین نے آپ کے درج ذیل کتب ذکر کی ہے:

1) تصانیفه مجرّد فِي الفروع (2) مقالات۔ [2]

امام حاکمؒ کے قول کے مطابق شداد بن حکیم بلخی اور محمد بن مزاہم مروزی کے پاس آپ کا "نسخة "تھا[3]۔

عبید اللہ بن ابی الزناد الشامی(م158ھ)

آپ کا نام عبید اللہ نسب نامہ عبید اللہ بن أبی زیاد الشامی الرصافی ہے۔ آپ نے ابن شہاب زہری سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے آپ کے پوتے حجاج بن أبی منیع نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ آپ نے 158ھ یا159ھ میں وفات پائی۔ [4]

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

---

1 -تفصیل دیکھیے: سیر أعلام النبلاء، 8 / 38؛الأعلام، 3 / 45؛الثقات،ابن حبان، 6 / 339؛وفیات الأعیان، 2 / 317؛الجواہر المضیۃفی طبقات الحنفیۃ، 1 / 243

2 - ہدیۃ العارفین، 1 / 373

3 - معرفۃعلوم الحدیث، 1 / 234

4 -تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7 / 13؛تھذیب الکمال، 19 / 39؛ الکاشف، 1 / 680 ؛ تاریخ الإسلام،9 / 516

"آپ کے بیٹے ابو منیع یوسف اور پوتے حجاج بن ابی منیع کے پاس آپ کی کتب تھیں۔ حجاج کا کہنا ہے کہ میں آپ کے گھر سے کتب لے جاتا اور لوگوں کو پڑھ کر سناتا تھا"۔ [1]

کثیر بن زید الأسلمی (م158ھ)

آپ کا نام کثیر کنیت أبو محمد نسب نامہ کثیر بن زید الأسلمی السہمی، آپ أبو محمد المدنی کے غلام تھے۔ آپ نے ربیح بن عبد الرحمن بن أبي سعید، سالم بن عبد اللہ بن عمر، ولید بن کثیر اور مطلب بن عبد اللہ بن حنطب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مالک بن انس، سلیمان بن بلال، حماد بن زید اور سفیان بن حمزہ الاسلمی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق کہا ہے۔ آپ نے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ [2]

ابن عدی کا بیان ہے: " **تروى عنه نسخ ولم أر به بأسا** "۔ [3] آپ سے بہت سے نسخے مروی ہیں، جنہیں روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حسین بن واقد المروزی (159ھ)

آپ کا نام حسین کنیت أبو عبد اللہ نسب نامہ حسین بن واقد المروزی، آپ عبد اللہ بن عامر بن کریز کے غلام اور مرو کے قاضی تھے۔ آپ نے عبد اللہ بن بریدۃ، ثابت البنانی، ثمامہ بن عبد اللہ بن أنس، ابی إسحاق السبیعی اور أبو الزبیر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے اعمش، فضل بن موسیٰ السینانی اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ کہا ہے اور اس کے ساتھ آپ کے اوہام کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آپ نے 157ھ یا 159ھ کو وفات پائی۔ [4] ابن ندیم اور صاحب ہدیۃ العارفین نے آپ کی درج ذیل کتب بیان کی ہے: " **كتاب التفسير، كتاب الوجوه في القرآن**"۔ [5]

ابن ندیم نے مزید آپ کی ایک اور کتاب " **الناسخ والمنسوخ** " کا ذکر کیا ہے۔ [6]

---

1 - تاریخ الإسلام،9 / 516

2 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،8/ 370؛ میزان الاعتدال،3/404؛ تقریب التھذیب،1/ 459؛ الکامل فی الضعفاء،6/67

3 - تھذیب التھذیب، 8 / 370

4 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،2 / 321؛ تقریب التھذیب،1 / 169؛ میزان الاعتدال،1/ 549؛ طبقات المدلسین، 1/20

5 - ھدیۃ العارفین، 1 /304؛ الفھرست، 1 / 319

6 - الفھرست، 1 / 50

عکرمہ بن عمار العجلی(159ھ)

آپ کانام ونسب: عکرمہ بن عماربن عقبہ العجلی الیمامی اورکنیت اَبو عمارہے۔ اصلاً آپ بصرہ کے رہنےوالے تھے۔ اوراپنےوقت میں یمامہ کے شیخ تھے۔ آپ نے الہرماس بن زیاد، ایاس بن سلمۃ بن الأکوع،یحیی بن اَبی کثیر اور عطاء بن اَبی رباح وغیرہ سےروایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، سفیان الثوری،یحیی القطان، ابن المبارک اور ابن مہدی وغیرہ نےروایت کی ہے۔ آپ رجال حدیث میں سے ہے ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔اور بعض اہل علم نے آپ کو صدوق کہاہے۔ آپ نے بغداد میں 159ھ کووفات پائی۔ (1)

الفسوی نے بیان کیاہے:

"آپ کی بہت بوجھل کتاب(یعنی بڑی کتاب) تھی"(2)جبکہ حافظ ابن حجرؒفرماتے ہیں:"ولم یکن له کتاب" ۔(3) اور آپ کے کوئی کتاب نہیں ہے۔

اسرائیل بن یونس السبیعی(م160ھ)

آپ کانام ونسب: اسرائیل بن یونس بن اَبی إسحاق السبیعی الہمدانی الکوفی اورکنیت اَبو یوسف ہے۔100ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عاصم الاحول، سماک بن حرب، اعمش اورہشام بن عروۃوغیرہ سےروایت کی ہے۔اورآپ سے نضر بن شمیل، ابوداوٗد، ابوالولید الطیالسی، عبدالرزاق اوروکیع وغیرہ نےروایت کی ہے۔ اہل علم نےروایت حدیث کے اعتبار سے آپ کو ثقہ کہاہے۔ آپ نے160ھ میں یااس کے بعدوفات پائی۔(4)

حافظ ابن حجرؒاور خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

"آپ کواپنے داداابواسحاق کی احادیث قرآن کریم کی سورتوں کی طرح یاد تھیں" ۔(5)

آپ کے داداکو آپ کی کثرت کتب کی شکایت کی گئی۔ چنانچہ ان کا کہناہے:

---

1 - تفصیل دیکھیے:تھذیب التھذیب، 7 / 232؛ الأعلام،4 / 244؛ الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث،برہان الدین الحلبی اَبو الوفاإبراہیم بن محمد بن خلیل الطرابلسی الشافعی سبط ابن العجمی، ،عالم الکتب، مکتبۃالنہضۃالعربیۃ، بیروت،1987م، 1 / 192 ؛ تاریخ بغداد، 12 / 257؛ الثقات،ابن حبان، 5 / 233

2 - المعرفۃوالتاریخ، 1 / 723

3 - تقریب التھذیب، 1 / 396

4 -تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1 /229؛ الطبقات الکبری، 6 / 374 ؛تذکرۃ الحفاظ، 1 / 214؛الثقات،ابن حبان، 6 / 79 ؛تاریخ بغداد، 7 / 20؛تقریب التھذیب،1 / 104؛الوافی بالوفیات،9 / 9

5 - تھذیب التھذیب، 1 /229؛ تاریخ بغداد، 7 / 21

"ما ترك لنا إسرائيل كوة ولا سفطا إلا دحسها كتبا"۔ [1]

اسرائیل نے ہمارے لیے نہ تو کوئی ٹوکری اور نہ ہی روشن دان چھوڑا مگر انہیں کتب سے بھر ڈالا۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"ابو اسحاق کی اولاد میں سے اسرائیل میرے نزدیک یونس سے زیادہ پسندیدہ ہیں کیونکہ وہ صاحب کتاب تھے"۔ [2]

داود بن نصیر الطائی (160ھ)

آپ کا نام داؤد کنیت أبو سلیمان نسب نامہ داود بن نصیر الطائی أبو سلیمان الکوفی ہے۔ اصلاً آپ خراسان کا تھے اور کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عبد الملک بن عمیر، اسماعیل بن أبي خالد، حمید الطویل اور سعد بن سعید الأنصار وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد اللہ بن ادریس، ابن عیینہ، ابن علیہ، وکیع اور ابو نعیم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقۃ، فقیہ اور زاھد کہا ہے۔ آپ نے 160ھ یا مہدی کے زمانہ خلافت 165ھ میں وفات پائی۔ [3]

امام ابو داؤد کا بیان ہے:

"دفن داؤد الطائي كتبه"۔ [4]

داؤد الطائی نے اپنی کتب دفن کر ڈالی تھیں۔

مزید ابن حبان فرماتے ہیں:

"غرق كتبه في الفرات ولزم العبادة"۔ [5]

داؤد نے اپنی کتب دریائے فرات میں پھینک دیئے تھے اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔

ربیع بن صبیح السعدی، البصری (160ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں۔ رامہرمزی کا قول ہے:

"أنه أول من صنف بالبصرة"۔ [1]

---

1 - تاریخ بغداد، 7 / 22

2 - تھذیب التھذیب، 1 /230

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3 / 176؛ الطبقات الکبری، 6 / 367؛ تقریب التھذیب، 1 / 200؛ الأعلام، 2 / 335

4 - تھذیب التھذیب، 3 / 176

5 - الثقات، ابن حبان، 6 / 282

1 - المحدث الفاصل، 1 / 611؛ تھذیب التھذیب، 3 / 214

انہوں (ربیع) نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں۔

شعبہ بن حجاج الازدی (م160ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

امام احمدؒ کا بیان ہے:

"كان شعبة يحفظ لم يكتب الا شيئا قليلا"۔ [1]

شعبہ حفظ کیا کرتے تھے، بہت کم لکھا کرتے تھے۔

اس قول کے بارے میں ڈاکٹر الاعظمی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ کلام (امام احمد بن حنبلؒ) کا اس پر محمول کیا جائے گا کہ امام احمدؒ کے وقت جو کتابت متعارف تھی اس کے مقابلہ میں ان (شعبہ) کی کتابت قلیل تھی۔

نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام احمدؒ کا مذکورہ قول آپ کی قوت حافظہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ اکثر احادیث زبانی ہی یاد کر لیتے اور انہیں لکھنے کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ بہر حال اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے احادیث لکھیں اور آپ کے پاس ذخیرہ حدیث تحریری صورت میں موجود تھا۔

زائدۃ بن قدامہ الثقفی (م160ھ)

آپ کا پورا نام زائدۃ بن قدامہ الثقفی الکوفی، کنیت أبو الصلت ہے۔ آپ نے أبو إسحاق السبیعی، اسماعیل بن أبی خالد، حمید الطویل اور ھشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد اللہ بن مبارک، ابن عیینہ، ابو إسحاق الفزاری اور أبو داود الطیالسی وغیرہ نے روایت کی ہے، اہل علم نے آپ کو ثقہ، مأمون، امام، حجہ، پختہ اور صاحب سنہ کہا ہے، آپ نے أرض روم میں 160ھ یا 161ھ میں وفات پائی۔ [2]

ابن ابی حاتمؒ لکھتے ہیں:

سفیان ثوریؒ کتابتِ حدیث میں آپ کی راہنمائی کیا کرتے تھے۔ [3]

معاویۃ بن عمرو الازدی نے زائدۃ بن قدامہ کی کتب وتصنیفات روایت کی ہیں۔ [1]

1- تاریخ بغداد، 9 / 259

2 - تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 6 / 378؛ تھذیب التھذیب، 3 / 264؛ تقریب التھذیب، 1 / 213؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 215؛ الوافی بالوفیات، 14 / 114؛ التعدیل والتجریح، 2 / 600

3 - الجرح والتعدیل، 1 / 78

1 - الطبقات الکبری، 7 / 341

ابن ندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

1)کتاب السنن (2)کتاب القراءات(3) کتاب التفسیر (4)کتاب الزھد (5)کتاب المناقب۔ (1)

سعید بن عبد اللہ بن جریج(م160ھ)

آپ کا پورا نام سعید بن عبد اللہ بن جریج الأسلمی البصری ہے۔ آپ أبی برزۃ کے غلام تھے۔ آپ نے اپنے آقا أبی برزۃ، نافع مولی بن عمر اور محمد بن سیرین سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے أعمش، حوشب بن عقیل اور أبان بن أبی عیاش وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق اور بعض نے مجہول کہاہے اور کبھی کبھار آپ کو وہم بھی ہو تا تھا۔ آپ نے تقریباً160ھ میں وفات پائی۔ (2)

آپ کے پاس ایک کتاب تھی جو آپ نے حوشب بن عقیل کی طرف ارسال کر دی تھی۔ (3)

زہیر بن محمد التمیمی(م162ھ)

آپ کانام ونسب: زہیر بن محمد التمیمی الخراسانی المروزی الخرقی اور کنیت أبو المنذر ہے۔ آپ مرو کے ایک گاؤں خرق کے رہنے والے تھے۔ شام چلے گئے تھے پھر مکہ مکرمہ رہائش اختیار کی۔ آپ نے زید بن اسلم، عاصم الاحول، موسیٰ بن عقبہ، ہشام بن عروۃ اور حمید الطویل وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو داؤد الطیالسی، روح بن عبادۃ، ابن مہدی اور ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، مستقیم الحدیث اور صالح کہا ہے۔ اور بعض کے بقول جو احادیث آپ کتب سے روایت کریں وہ صالح ہے اور جو احادیث آپ اپنے حافظہ سے بیان کرے اس میں غلطیاں ہیں۔ آپ نے162ھ میں وفات پائی۔ (4)

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ امام ابو حاتمؒ کا بیان ہے:

"انہوں (زہیر) نے جو حدیث اپنی کتب سے بیان کی وہ قابل اعتبار ہیں اور جو حدیث انہوں نے اپنے حفظ سے بیان کی تو اس میں اغلاط (غلطیاں) ہیں"۔ (1)

---

1 - الفہرست، 1 / 316

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،4/ 46؛ میزان الاعتدال،2 / 146؛تقریب التھذیب،1 / 237؛دراسات فی الحدیث،1/256

3 - الکامل فی الضعفاء، 2 / 448

4 -تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب،3/ 301؛میزان الاعتدال،2 / 84؛سیر أعلام النبلاء، 7 / 236؛الجرح والتعدیل، 3 / 589؛رجال صحیح مسلم، 1 / 225؛مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 185

1 - الجرح والتعدیل، 3 / 589

شعیب بن ابی حمزۃ(م162ھ)

آپ کانام ونسب: شعیب بن أبي حمزۃ دینار الأموی اور کنیت ابوبشر ہے۔ آپ ابوبشر الحمصی کے مولیٰ تھے۔ آپ اہل حمص میں سے ہے۔ آپ نے زہری، ابن المنکدر، نافع اور ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے بقیۃ بن ولید، ولید بن مسلم اور علی بن عیاش الحمصی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، عابد، امام اور حجۃ کہاہے۔ آپ نے 162ھ میں وفات پائی۔[1]

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں جنہیں امام احمد بن حنبلؒ نے دیکھا اورانہیں پسند کیا۔ امام احمدؒ کا بیان ہے:

"نظرت في كتب شعيب أخرجها الى ابنه فإذا بها من الحسن والصحة والشكل ونحو هذا"۔[2]

میں نے شعیب کی کتب دیکھیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کی طرف ارسال کی تھیں۔ بڑی خوشخط اوراچھی جلی حروف میں لکھی ہوئی تھیں۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"امام احمد بن حنبلؒ نے شعیبؒ کی کتابیں دیکھیں اور فرمایا کہ شعیبؒ کی کتابیں بہت صحیح اور درست ہیں"۔[3]

علی بن عیاش کا قول ہے:

"شعیب بن ابی حمزۃ پسندیدہ لوگوں میں سے تھے، آپ حدیث بیان کرنے میں بخل سے کام لیتے تھے، ہمارے مطالبہ پر آپ مجلس کا وعدہ کرتے تھے جسے ہم قائم کرتے جب مجلس قائم ہوجاتی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوتی جسے ہم پکڑتے نہیں تھے"۔[4]

بشر بن شعیب اور حکم بن نافع ابو الیمان نے شعیب بن ابی حمزہ کی کتب بطور اجازۃً[1] ان سے روایت کی ہیں۔[2]

ابراہیم بن طہمان الخراسانی(م163ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب سوم، فصل سوم: بلاد عجم کے مراکز حدیث میں گزراہے۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4 / 307؛ تقریب التھذیب، 1 / 267؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 221؛ الأعلام، 3 / 166

2 - الجرح والتعدیل، 4/ 344

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 221

4 - تھذیب الکمال، 12 / 519

1 - " اجازۃً" روایت حدیث کی اجازت دینے کا ایک طریقہ ہے جس میں شیخ زبانی یا لکھ کر روایت حدیث کی اجازت دیتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے (مقدمہ ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشہرزوری، مکتبۃ الفارابی، 1984م، 1 / 86)

2 - میزان الاعتدال، 1 / 582

احمد بن سیار کا بیان ہے:

"کان إبراهیم بن طهمان هروي الأصل ونزل نیسابور ومات بمکة وکان جالس الناس فکتب الکثیر ودون کتبه"۔ [1]

ابراہیم بن طہمان ہروی الاصل تھے۔ نیشاپور میں قیام فرمایا اور مکہ میں وفات پائی اور لوگوں کی مجلس میں بیٹھے اور بہت سے احادیث لکھیں اور اپنی کتب میں مدون کیا۔

ہدیۃ العارفین اور الفہرست میں آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی گئی ہیں:

1) کتاب السنن في الفقه (2) کتاب المناقب (3) کتاب العیدین (4) کتاب التفسیر۔ [2]

عبداللہ بن مبارکؒ آپ کی کتب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے:

"إبراهیم بن طهمان صحیح الکتب"۔ [3] ابراہیم بن طہمان کی کتب صحیح ہیں۔

کثیر بن عبداللہ المدنی (م163ھ)

آپ کا نام و نسب: کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف بن زید بن ملحۃ الیشکری المزنی المدنی ہے۔ آپ نے محمد بن کعب القرظی، نافع مولیٰ بن عمر اور ربیع بن عبد الرحمٰن بن ابی سعید الخدری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحیٰ بن سعید انصاری، عبد اللہ بن وہب اور عبد اللہ بن نافع وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم روایت حدیث کے اعتبار سے آپ کو ضعیف کہا ہے۔ آپ نے 163ھ میں وفات پائی۔ [4]

ابن حبان نے بیان کیا ہے: " روي عن أبیه عن جده نسخة موضوعة لا یحل ذکرها في الکتب "۔ [1]

آپ نے اپنے باپ اور دادا سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کا کتب میں ذکر کرنا جائز نہیں۔

امام حاکمؒ کا قول ہے کہ:

"آپ نے اپنے باپ اور انہوں نے ان کے دادا سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس میں منکر روایات ہیں"۔ [2]

---

1 - تاریخ بغداد، 6 / 107

2 - الفہرست، 1 / 319؛ ھدیۃ العارفین، 1 / 1

3 - الجرح والتعدیل، 2 / 107

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تہذیب التھذیب، 8 / 377؛ الوافی بالوفیات، 24 / 244؛ تقریب التھذیب، 1 / 460؛ الجرح والتعدیل، 7 / 154؛ الطبقات الکبری، 5 / 412

1 - المجروحین، 2 / 221

2 - تھذیب التھذیب، 8 / 377

ان مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس حدیث کا ایک نسخہ تھا اگرچہ وہ اس درجے کا نہیں تھا جسے بغیر کسی تحقیق کے بیان کیا جائے۔

ہمام بن یحیٰ البصری (م163ھ)

آپ کا نام ونسب: ہمام بن یحیی بن دینار الأزدی العوذی المحلمی البصری اور کنیت أبو عبد اللہ ہے۔ آپ بنو عوذ کے مولیٰ تھے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے عطاء بن ابی رباح، زید بن اسلم، نافع مولیٰ ابن عمر اور قتادۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، ابن المبارک، ابن علیہ، وکیع اور ابن مہدی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ آپ نے 163ھ اور یا اس کے بعد وفات پائی۔ (1)

آپ کے پاس کتاب تھی۔ یزید بن زریع کا قول ہے:

"همام حفظه رديء وكتابه صالح"۔ (2) ہمام کا حافظہ بیکار ہے اور ان کی کتاب قابل اعتبار ہے۔

ابو حاتمؒ کا قول ہے:

"همام أحب الى ما حدث من كتابه"۔ (3) ہمام نے جو احادیث اپنی کتاب سے بیان کی ہیں وہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

شیبان بن عبد الرحمن التمیمی (م164ھ)

آپ کا نام شیبان کنیت أبو معاویہ نسب نامہ شیبان بن عبد الرحمن التمیمی النحوی أبو معاویہ البصری المؤدب ہے۔ آپ بنو تمیم کے غلام تھے اور قبیلہ أزد کے شاخ نحوۃ کی طرف منسوب ہے۔ آپ پہلے کوفہ میں رہائش پذیر تھے پھر بغداد منتقل ہو گئے۔ آپ نے عبد الملک بن عمیر، قتادۃ، یحیی بن أبي کثیر، سماک بن حرب اور أعمش وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے زائدۃ بن قدامہ، امام أبو حنیفہؒ، ابو داود الطیالسی، عبد الرحمن بن مہدی اور ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، الامام، الحافظ اور الحجۃ کہا ہے۔ آپ نے 164ھ میں وفات پائی۔ (1)

آپ صاحب کتاب تھے۔ (2)

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 11 / 61؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 586؛ الکامل فی الضعفاء، 7 / 129؛ تقریب التھذیب، 1 / 574؛ التاریخ الکبیر، 8 / 237

2 - تھذیب التھذیب، 11 / 61

3 - الجرح والتعدیل، 9 / 108

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4 / 326؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 222؛ الطبقات الکبری، 6 / 377

2 - تاریخ بغداد، 10 / 436؛ تقریب التھذیب، 1 / 357

اس کے علاوہ آپ کی ایک کتاب قرآن کی تفسیر پر مشتمل تھی۔ [1]

عبد العزیز بن عبد اللہ الماجشون (م 164ھ)

عبد العزیز بن عبد اللہ بن اَبی سلمہ میمون الماجشون المدنی التمیمی، کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ مدینہ منورہ میں مستقل قیام کرتے تھے، ان کے نام سے سکۃ الماجشون مدینہ کا ایک کوچہ مشہور تھا۔ ال ہدیر کے غلام تھے۔ آپ نے اپنے والد عبد اللہ، چچا یعقوب، محمد بن منکدر، ابن شہاب زہری، زید بن اسلم، یحیٰ بن سعید انصاری اورہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ابراہیم بن طہمان، لیث بن سعد، ابن مہدی، وکیع اوراَبو داود الطیالسی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ، کثیر الحدیث محدث وفقیہ اور مفتی تھے۔ اخری عمر میں مدینہ سے بغداد چلے گئے تھے۔ اوروہی 164ھ میں وفات پائی، عباسی خلیفہ مہدی نے نماز جنازہ پڑھائی اور قریش کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ [2]

آپ تحدیث وافتاء کے ساتھ تصنیف وتالیف میں بھی مشہور تھے۔ اور یہ کتب ابن وہب نے آپ سے روایت کی ہیں۔ [3] ان کتب میں سے ایک کانام "رسالته في الرد على الجهمية" [4] ہے۔ نیز ایک اور کتاب کا نام "کتاب الموطا" ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی لکھتے ہیں:

کہ امام سیوطیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ نے اپنی کتاب "المؤطا" کی تالیف میں اس کتاب سے استفادہ کیا تھا۔ [5]

عبد اللہ بن العلاء ابوزبر الربعی (م 165ھ)

نام عبد اللہ اورکنیت اَبوزبر یا اَبو عبد الرحمن ہے، سلسلہ نسب عبد اللہ بن العلاء بن زبر بن عطارد بن عمرو بن حجر الربعی الدمشقی ہے۔ 75ھ میں پیدا ہوئے دمشق شام کے رہنے والے تھے، آپ نے یزید بن ثور، ربیعۃ بن مرثد، سالم بن عبد اللہ بن عمرو الضحاک، عمر بن عبد العزیز، مکحول اورنافع مولی بن عمرو غیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے آپ

---

1 - الطبقات الکبری، 7 / 338

2 - تفصیل دیکھیے: تهذيب التهذيب، 6/306؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 218؛ الطبقات الکبری، 5/ 414

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 /222

4 - الجرح والتعدیل، 6 / 53

5 - دراسات فی الحدیث النبوی، 1/280

کے بیٹے إبراہیم، زید بن الحباب، عمر بن أبی سلمۃ اور ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ آپ نے 164ھ یا 165ھ۔ [1]

یعقوب بن سفیان کا قول ہے:

"کتب أصحابنا عنه ببغداد "۔ [2] ہمارے اصحاب نے بغداد میں ان سے احادیث لکھی تھیں۔

علی بن مبارک الہنائی (م 165ھ)

آپ کا نام ونسب علی بن المبارک الہنائی البصری ہے۔ بصرہ کا رہنے والے تھے۔ آپ نے أیوب السختیانی، حسین المعلم، عبد العزیز بن صھیب، محمد بن واسع اور ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن علیہ، عبد اللہ بن المبارک، أبو نعیم الفضل بن دکین، مسلم ابن إبراہیم، وکیع اور یحیی القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور مزید آپ کو متقن اور ضابط کہا ہے۔ آپ نے 160ھ کے حدود میں وفات پائی۔ [3]

امام ابو داؤد کا قول ہے:

"کان عنده کتابان کتاب سماع وکتاب إرسال "۔ [4] آپ کے پاس دو کتب تھیں ایک کتاب سماع اور دوسری کتاب ارسال تھی۔

ہارون بن اسماعیل کے پاس بھی آپ کی ایک کتاب تھی۔ [1]

صدقۃ بن عبد اللہ السمین (166ھ)

آپ کا نام ونسب صدقۃ بن عبد اللہ السمین الدمشقی کنیت أبو معاویہ یا أبو محمد ہے۔ دمشق کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابن جریج، سعید بن أبی عروبہ، موسی بن عقبہ، ھشام بن عروۃ اور الأوزاعی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 5 / 306؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 27؛ الکاشف، 1 / 582؛ الطبقات الکبری، 7 / 468؛ تقریب التھذیب، 1 / 317

2 - تاریخ بغداد، 10 / 16

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب الکمال، 21 / 111؛ تھذیب التھذیب، 7 / 328؛ الوافی بالوفیات، 21 / 263؛ میزان الاعتدال، 3 / 152؛ الجرح والتعدیل، 6 / 203؛ الثقات، ابن حبان، 7 / 213؛ تقریب التھذیب، 1 / 404؛ الکاشف، 2 / 45

4 - سؤالات الآجری، 1 / 308؛ تھذیب التھذیب، 7/328

1 - تھذیب التھذیب، 11/4؛ الجرح والتعدیل، 9 / 87

اِسماعیل بن عیاش، ولید بن مسلم، وکیع، عمرو بن اَبی سلمۃ التنیسی اور علی بن عیاش الحمصی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ روایت حدیث کے اعتبار سے آپ ضعیف تھے اور 166ھ میں وفات پائی۔ (1)

آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ (2) عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس آپ کی تصنیفات تھیں۔اس سلسلے میں امام ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"نظرت في مصنفات صدقة بن عبد الله السمين عند عبد الله بن يزيد الدمشقي"۔ (3)

میں نے عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس صوقۃ بن عبداللہ السمین کی تصنیفات میں دیکھا۔

محمد بن میمون اَبو حمزۃ السکری(م167ھ)

آپ کا نام محمد کنیت اَبو حمزۃ نسب نامہ محمد بن میمون المروزی اَبو حمزۃ السکری ہے۔ آپ اپنے وقت میں خراسان کے شیخ اور ثقات محدثین میں سے تھے۔ آپ نے اَبی اِسحاق السبیعی، زیاد بن علاقہ، عبد الملک بن عمیر، اعمش اور عاصم الاَحول وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبداللہ بن مبارک، یحیٰ بن واضح اور نعیم بن حماد وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، فاضل، الامام، المحدث اور شیخ خراسان کہا ہے۔ آپ نے 167ھ یا 168ھ کو وفات پائی ۔ (4)

آپ صاحب کتب اور مؤلفات ہیں۔

عبداللہ بن المبارک کا بیان ہے:

"إبراهيم بن طهمان والسكرى يعنى أبا حمزة صحيحا الكتب "۔ (5)

ابرہیم بن طہمان اور ابو حمزہ السکری کی کتب صحیح ہیں۔

علی بن الحسن بن شقیق نے آپ کی کتاب "**کتاب الصلاۃ** "کا آپ سے سماع کیا تھا۔ (1)

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4 / 365؛ الوافی بالوفیات، 16 / 175؛ تقریب التھذیب، 1 / 275؛ المجروحین، 1 /374؛ الضعفاء الصغیر، 1 / 61؛ الکاشف، 1 / 502

2 - میزان الاعتدال، 2 / 310

3 - الجرح والتعدیل، 4 / 429

4 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 9 /429؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 230؛ الکنی، 1 / 91؛ تاریخ بغداد، 3 /266؛ تقریب التھذیب، 1 / 510؛ الأعلام، 7 / 121

5 - الجرح والتعدیل، 1 / 270

1 - تھذیب التھذیب، 7/ 263

حماد بن سلمہ (167ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ [1]

ابن العماد رقمطراز ہیں:

"له تصانيف في الحديث"۔ [2]

امام ابو داؤد کا بیان ہے:

"لم يكن لحماد بن سلمة كتاب الا كتاب قيس بن سعد"۔ [3]

حماد بن سلمہ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب کے سوا کوئی کتاب نہیں تھی۔

حسن بن أحمد فرماتے ہیں:

"كان عبد الواحد كتب عن حماد بن سلمة الكتب"۔ [4]

ہدبۃ بن خالد بن الأسود کا بیان ہے:

"كان حديث حماد بن سلمة عنده نسختين نسخة على الشيوخ ونسخة على المصنفين"۔ [5]

قیس بن الربیع الأسدی (م 167ھ)

آپ کا نام ونسب: قیس بن الربیع الأسدی الکوفی اور کنیت أبو محمد ہے۔ آپ نے ابو اسحاق السبیعی، ابن ابی لیلیٰ، سماک بن حرب، اعمش اور ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ابان بن تغلب، شعبہ، سفیان ثوری، وکیع اور یزید بن ہارون وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق اور حافظ کہا ہے۔ آپ نے 167ھ یا 168ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ [1]

آپ صاحب کتاب تھے یعقوب بن ابی شیبہ کا قول ہے:

---

1 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 203

2 - شذرات الذھب، 2 / 297

3 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 203

4 - الجرح والتعدیل، 1 / 329

5 - تھذیب التھذیب، 11 /24

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 8 /350؛ الطبقات الکبری، 6 / 377؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 226؛ الجرح والتعدیل، 7 / 96؛ الوافی بالوفیات، 24 / 219

"كتابه صالح وهو رديء الحفظ "۔[1]

آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے جبکہ آپ کا حافظہ بے کار ہے۔

ابن نمیر کا بیان ہے:

"آپ کا بیٹا تھا جو آپ کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔ محدثین نے آپ کی کتب دیکھیں تو آپ کی حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور انہوں نے سمجھا کہ شاید ان کے بیٹے نے اس (کتاب) میں ردوبدل کیا ہے"۔[2]

خارجۃ بن مصعب السرخسی (م168ھ)

آپ کا نام ونسب: خارجۃ بن مصعب بن خارجۃ الضبعی بن الحجاج الخراسانی السرخسی ہے۔ آپ اہل سرخس میں سے ہیں ۔ آپ نے زید بن اسلم، سلمۃ بن دینار، امام ابوحنیفۃ اور یونس بن عبید وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سفیان ثوری، ابوداؤدالطیالسی، ابن مہدی، وکیع اور نعیم بن حماد الخزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ضعیف اور متروک الحدیث کہا ہے۔ آپ نے 168ھ میں وفات پائی۔[3]

آپ صاحب کتب تھے اس سلسلے میں امام ابوداؤدؒ کا قول ہے:

"خارجۃ نے اپنی کتب غیاث بن ابراہیم کے پاس رکھیں جنہیں انہوں نے خراب کر دیا"۔[4]

امام حاکم نیشاپوریؒ لکھتے ہیں:

"عرب کے ہاں بہت سے نسخ تھے خارجہ بن مصعب السرخسی ان سے نقل کرنے میں منفرد تھے"۔[5]

سعید بن بشیر الأزدی (168ھ)

آپ کا نام سعید کنیت أبو عبد الرحمن۔ نسب نامہ: سعید بن بشیر الأزدی البصری ہے۔ آپ اصلاً بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے قتادۃ، زہری، عمرو بن دینار، عبید اللہ بن عمر اور عبد العزیز بن صہیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ

---

1 - تھذیب التھذیب، 8/ 352

2 - تاریخ بغداد، 12 / 460

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3/67؛الطبقات الکبری، 7 / 371؛تقریب التھذیب، 1 /186؛الثقات،ابن حبان، 8 / 233؛الوافی بالوفیات، 13 / 146؛میزان الاعتدال، 1 / 625

4 - تھذیب التھذیب، 3/67

5 - معرفۃ علوم الحدیث، 1 / 234

سے سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق، وکیع اور ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ضعیف کہا ہے۔ آپ نے 168ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ صاحب تصانیف تھے۔ ابن عدی کا بیان ہے:

"له عند أهل دمشق تصانيف لأنه سكنها وهو بصري ورأيت له تفسيرا مصنفا"۔ [2]

اہل دمشق کے پاس ان (سعید بن بشیر) کی تصانیف تھیں۔ میں نے آپ کی تصانیف میں سے ایک تفسیر کی کتاب دیکھی ہے۔

عبد اللہ بن عبد اللہ بن أویس (م 169ھ)

آپ کا نام ونسب: عبد اللہ بن عبد اللہ بن أویس بن مالک بن أبی عامر الأصبحی أبو أویس المدنی ہے۔ آپ نے زہری، ابن المنکدر، یحیٰ بن سعید الانصاری اور ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بیٹے ابو بکر، اسماعیل، یعقوب بن ابراہیم بن سعد اور عبد اللہ القعنبی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ صالح اور صدوق کہا ہے۔ آپ نے 167ھ یا 169ھ میں وفات پائی۔ [3]

آپ صاحب کتاب تھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

"انہوں نے جو اصل کتاب سے روایت کی وہ صحیح ترین حدیث ہے"۔ [4]

امام احمدؒ کا بیان ہے:

"وہ یہاں آئے، محدثین نے ان سے روایات لکھیں"۔ [5]

عبید اللہ بن أیاد السدوسی (م 169ھ)

آپ کا نام ونسب: عبید اللہ بن إیاد بن لقیط السدوسی الکوفی اور کنیت أبو السلیل ہے۔ آپ نے اپنے باپ إیاد، عبد اللہ بن سعید، کلیب بن وائل اور عبد الرحمٰن بن نعیم الاعرجی سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن مہدی، ابو داؤد الطیالسی،

---

1 - تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 7/ 468؛ تھذیب التھذیب، 4/ 8؛ الکامل فی الضعفاء، 3/ 369؛ تقریب التھذیب، 1/ 234

2 - الکامل فی الضعفاء، 3 / 375

3 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 5/ 245؛ تاریخ بغداد، 10/ 5؛ رجال صحیح مسلم، 1/ 374؛ تقریب التھذیب، 1/ 309

4 - الإکمال، 1 / 114

5 - تاریخ بغداد، 10 / 7

سعید بن منصور اور یحیٰ بن یحیٰ النیسابوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق کہا ہے۔ آپ نے 169ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ کے پاس ایک صحیفہ تھا، ابو نعیمؒ کا قول ہے:

"ابن ایاد ثقہ تھے اوران کا ایک صحیفہ تھا جس میں ان کی احادیث تھیں"۔ [2]

جعفر بن الحارث الواسطی الکوفی (م170ھ)

آپ کا نام ونسب: جعفر بن الحارث الواسطی الکوفی اور کنیت أبو الأشہب ہے۔ آپ واسط کے رہنے والے تھے۔ آپ نے منصور بن زاذان، عوام بن حوشب، ابی ہاشم الرمانی اور عبدالرحمٰن بن طرفۃ بن العرفجۃ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے اسماعیل بن عیاش، یزید بن ہارون، محمد بن یزید الواسطی اور محمد بن عبد اللہ الخزاعی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ اور صدوق کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ ساتھ اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ آپ بہت زیادہ غلطیاں کرنے والے تھے۔ آپ نے 170ھ میں وفات پائی۔ [3]

محمد بن یزید الواسطی نے آپ سے ایک "نسخة" روایت کیا ہے۔ [4]

عاصم بن عمر العمری (170ھ)

آپ کا نام عاصم کنیت أبو عمر نسب نامہ عاصم بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری أبو عمر المدنی۔ آپ نے زید بن أسلم، عبد اللہ بن دینار اور سہیل بن أبی صالح وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ابن وہب، ابو داؤد الطیالسی اور اسماعیل بن ابی اویس وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ضعیف کہا ہے۔ آپ نے تقریباً 170ھ میں وفات پائی۔ [1]

آپ نے "الناسخ والمنسوخ" کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ [2]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 7/ 4؛ التاریخ الکبیر، 5 / 373؛ رجال صحیح مسلم، 2/ 9؛ تقریب التھذیب، 1 / 369؛ سیر أعلام النبلاء، 7 / 21

2 - تھذیب التھذیب، 7/4

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2 /76؛ الکامل فی الضعفاء، 2 / 137؛ تقریب التھذیب، 1 / 140؛ التاریخ الکبیر، 2 / 189؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 139؛ الکنی والأسماء للإمام مسلم، 1 / 101

4 - الکامل فی الضعفاء، 2 / 137

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 5 /45؛ تقریب التھذیب، 1 / 286؛ الکاشف، 1 /520

2 - الجرح والتعدیل، 6 / 346

معاویہ بن صالح الحمصی(172ھ)

آپ کانام معاویہ کنیت اَبو عمرو یا اَبو عبد الرحمن نسب نامہ معاویۃ بن صالح بن حدیر بن سعید بن سعد بن فہر الحضرمی الحمصی۔ آپ اندلس کے قاضی تھے۔ آپ نے اِسحاق بن عبد اللہ بن اَبی طلحۃ،یحیٰ بن سعید الاَنصاری، عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر اور مکحول الشامی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے سفیان ثوری، لیث بن سعد اورابن مہدی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صدوق کہاہے اوراس کے ساتھ آپ کے اوہام کی طرف بھی اشارہ کیاہے۔ آپ نے 185ھ یا 172ھ کو وفات پائی۔ [1]

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

عبداللہ بن صالح: جو امام لیث کے کاتب تھے۔ ان کے پاس معاویہ بن صالح کا ایک بڑا" نسخہ "تھا۔ [2]

ابن وہب: ابن معین کا بیان ہے کہ:"معاویہ بن صالح کی دو کتابیں ابن وہب کے پاس بھیجی گئیں"۔ [3]

عبد الرحمٰن بن ابی الزناد المدنی(م174ھ)

آپ کانام ونسب: عبد الرحمن بن اَبی الزناد بن عبد اللہ بن ذکوان القرشی المدنی اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ آپ نے موسیٰ بن عقبہ، ہشام بن عروۃ اورامام اوزاعی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ابن جریج، ابو داؤد الطیالسی، ولید بن مسلم اور سعید بن ابی مریم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اوراہل علم نے آپ کو صدوق کہاہے۔ آپ نے 74 سال کے عمر میں 174ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ [4]

آپ نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں۔ صاحب ہدیۃ العارفین وابن ندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

1)**كتاب الفرائض** (2)**كتاب رأي الفقهاء السبعة من أهل المدينة وما اختلفوا فيه**[1]، مؤخر الذکر کتاب کے بارے میں ڈاکٹر الاعظمی لکھتے ہیں: کہ

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 10 /189؛ تقریب التھذیب، 1 / 538؛ تاریخ ابن یونس المصری، 2 / 234؛ تاریخ علماء الاَندلس، 2 / 137

2 - تھذیب الکمال، 15 / 107

3 - الجامع لاَخلاق الراوی، 2 / 156

4 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 6 /155؛ الاَعلام، 3 / 312؛ میزان الاعتدال، 2 / 575؛ تقریب التھذیب، 1 / 340؛ الطبقات الکبریٰ، 7 / 324

1 - الفھرست، 1 / 315؛ ھدیۃ العارفین، 1 / 512

"كتاب رأي الفقهاء السبعة "ان کی مؤلفات میں سے نہیں ہے بلکہ ان کے والد کی کتاب ہے اسی لئے امام مالکؒ نے اس کتاب کو روایت کرنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کرتے تھے۔ [1]

جریر بن حازم الازدی (م175ھ)

آپ کا نام جریر کنیت أبو النضر نسب نامہ جریر بن حازم بن عبد اللہ بن شجاع الأزدی العتکی أبو النضر البصری۔ آپ نے أبی الطفیل، ابی رجاء العطاردی اور حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے اعمش، ابن المبارک، ابن مہدی، ابن لہیعہ اور یحیٰ القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ کہا ہے لیکن اس کے ساتھ آخری عمر موت سے پہلے حافظہ میں تھوڑا تغیر آیا تھا۔ آپ 85ھ کو پیدا ہوئے اور 170ھ کو وفات پائی۔ [2]

آپ صاحب کتاب تھے [3]۔ آپ نے جریر، ایوب السختیانی اور لیث بن سعد سے ایک طویل نسخہ نقل کیا ہے۔ [4]

شریک بن عبد اللہ النخعی الکوفی (م177ھ)

آپ کا نام ونسب: شریک بن عبد اللہ بن أبي شریک النخعی الکوفی القاضی اور کنیت أبو عبد اللہ ہے۔ 95ھ میں بخاریٰ میں پیدا ہوئے۔ 153ھ میں عباسی خلیفہ ابو جعفر نے آپ کو کوفہ کا قاضی بنایا تھا۔ آپ نے ابو اسحاق السبیعی، عاصم بن سلیمان احول، سماک بن حرب، اعمش اور ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد الرحمٰن بن مہدی، وکیع، یعقوب بن ابراہیم اور قتیبۃ بن سعید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، فاضل، عادل اور عابد کہا ہے۔ آپ نے کوفہ میں 177ھ یا 178ھ کو وفات پائی۔ [5]

آپ کا بیان ہے کہ: "میں کوفہ میں تھا دودھ دوہتا اور اسے بیچتا اور اس سے رجسٹر اور صحائف خرید لیتا۔ چنانچہ میں نے علم اور حدیث کو لکھا اور پھر میں نے فقہ سیکھی"۔ [1] آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں۔ حاتم بن اسماعیل کے پاس ان کی کتب میں سے تقریباً تیس اجزاء تھے۔ [2]

---

1 - دراسات فی الحدیث النبوی، 1/277

2 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 2 /60 ؛ الکامل فی الضعفاء، 2 / 124؛ الوافی بالوفیات، 11 / 60

3 - تھذیب التھذیب، 2 /61

4 - تھذیب الکمال، 4 / 529

5 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4/293؛ الأعلام، 3 / 163؛ الوافی بالوفیات، 16 / 87؛ تقریب التھذیب، 1 / 266؛ میزان الاعتدال، 2 / 270

1 - تاریخ بغداد، 9 / 280

2 - الجرح والتعدیل، 3 / 417

ابن عمار کا قول ہے: " شریک کی کتب صحیح ہیں" ۔ (1)

یزید بن عطاء بن یزید الیشکری (م 177ھ)

آپ کا نام ونسب: یزید بن عطاء بن یزید بن عبد الرحمن الیشکری الکندی السلمی الواسطی اور کنیت أبو خالد ہے۔ آپ تاجر تھے۔ آپ نے سماک بن حرب، اسماعیل بن ابی خالد، اعمش اور منصور بن معتمر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد الرحمٰن بن مہدی، ابو داؤد الطیالسی اور ابو المغیرۃ الخولانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو روایت حدیث کے اعتبار ضعیف کہا ہے۔ آپ نے 177ھ میں وفات پائی۔ (2)

ابو عوانہ، یزید کی کتب اور دوات اٹھایا کرتے تھے۔ (3)

إسماعیل بن عیاش العنسی (م 182ھ)

آپ کا نام إسماعیل کنیت أبو عتبہ نسب نامہ إسماعیل بن عیاش بن سلم العنسی الحمصی ہے۔ آپ نے محمد بن زیاد الألہانی، صفوان بن عمرو، امام اوزاعی، موسیٰ بن عقبہ، ہشام بن عروہ اور ابن جریج وغرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے محمد بن اسحاق، سفیان ثوری، اعمش، لیث بن سعد اور ابن المبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو اہل بلد سے یعنی شامیین سے روایت کرنے میں ثقہ اور صدوق اور غیر اہل بلد سے مختلط کہا ہے۔ راجح قول کے مطابق آپ نے 182ھ کو وفات پائی۔ (4) آپ نے بہت زیادہ (احادیث) لکھیں اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مثلاً:

1) المصنف ۔ (5) (2) کتاب الفتن۔ (6)

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

أبو الیمان کا بیان ہے: "میں نے إسماعیل بن عیاش کی کتب سے سب کچھ لکھا ہے یہاں تک کہ ان کی تحریر میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی" ۔ (1)

---

1 - الکفایہ فی علم الروایہ، 1 / 223

2 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 11 /306؛ الوافی بالوفیات، 28/ 33؛ میزان الاعتدال، 4/ 434؛ تقریب التھذیب، 1/ 603

3 - التعدیل والتجریح، 3 / 1201

4 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1 /280؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 253؛ الجرح والتعدیل، 2 / 191

5 - الجرح والتعدیل، 2 / 191

6 - ایضاً، 7 / 211

1 - تاریخ بغداد، 6 / 224

محمد بن بشر الحمصی: نے اِسماعیل بن عیاش سے کتاب الفتن روایت کی ہے۔ [1]

ابراہیم بن سعد الزہری المدنی (م183ھ)

آپ کا پورا نام ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف الزہری المدنی اور کنیت اَبو اِسحاق ہے۔108ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ مدینہ منورہ کے مشہور محدثین میں سے تھے۔ اور بعد میں بغداد کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔ آپ نے صالح بن کیسان، زہری، ہشام بن عروۃ، محمد بن اِسحاق اور شعبہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے لیث، قیس بن ربیع، ابو داؤد اور ابو الولید الطیالسی وغیرہ نے روایت کی ہے، اہل علم نے آپ کو ثقہ، حجۃ، الحافظ اور امام کہا ہے۔ آپ نے مشہور قول کے مطابق 183ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ [2]

آپ کا حدیث میں ایک نسخہ (نسخہ ابراہیم) کے نام سے پایا جاتا ہے جو تقریباً بیس (20) صفحات پر مشتمل ہے اور دار الکتب قاہرہ میں موجود ہے۔ [3]

ھشیم بن بشیر الواسطی (106-183ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

ابن حبان فرماتے ہیں کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آثار واخبار کو جمع کرنے کے ساتھ خصوصی شغف رکھا یہاں تک کہ (احادیث) کے حافظ بنے اور کتب تصنیف کیں [4]، آپ نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں۔ ابن ندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں: 1) کتاب السنن في الفقه (2) كتاب التفسير (3) كتاب القراءات۔ [5]

ابو نعیم تاریخ اصبہان میں لکھتے ہیں: کہ آپ کی ایک کتاب الصلاۃ بھی ہے۔"روي حيّان بن بشر كتاب الصَّلاة لهشيم "، حیان بن بشر نے ہشیم سے کتاب الصلاۃ روایت کی ہے۔ [1]

صاحب معجم المؤلفین نے "المغازي" کے نام سے بھی ایک کتاب ذکر کی ہے۔ [2]

---

1 - الجرح والتعدیل، 7 / 211

2 - تفصیل دیکھیے: تهذیب التهذیب، 1 / 105؛ تذکرة الحفاظ، 1 / 252؛ الوافی بالوفیات، 5 / 230؛ الأعلام، 1 / 40؛ تقریب التهذیب، 1 / 89؛ التاریخ الکبیر، 1 / 288؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 7

3 - دیکھیے: الأعلام، 1 / 40؛ تاریخ التراث، 1/176

4 - مشاھیر علماء الأمصار، 1 / 177

5 - الفهرست، 1 / 318

1 - تاریخ اَصبہان، 1 / 154

2 - معجم المؤلفین، 13 / 151

ابراہیم بن محمد بن ابی یحیٰ الاسلمی (م184ھ)

آپ کا نام ابراہیم، کنیت اَبو اِسحاق نسب نامہ اِبراہیم بن محمد بن اَبی یحی الاَسلمی المدنی ہے، قبیلہ بنو اَسلم کے غلام تھے اسی نسبت کی وجہ سے الاَسلمی کہلاتے ہیں۔ آپ نے زہری، یحیی بن سعید الاَنصاری، محمد بن المنکدر اور اِسحاق بن عبد اللہ بن اَبی طلحۃ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے اِبراہیم بن طہماز، الثوری، ابن جریج، امام شافعی، سعید بن اَبی مریم اوراَبو نعیم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو کذاب اور متروک کہاہے۔ آپ نے184ھ میں وفات پائی۔[1]

امام احمدؒ کا قول ہے: کہ" آپ منکر احادیث روایت کیا کرتے تھے اور لوگوں کی احادیث لے کر اپنی کتب میں درج کر لیا کرتے تھے"۔[2]

آپ نے مؤطا تصنیف کی جو مؤطا امام مالکؒ سے کئی گنا بڑی تھی۔ اوراس کے نسخے بہت زیادہ ہیں۔[3]

خالد بن یزید بن عبد الرحمٰن الدمشقی (م185ھ)

آپ کا نام ونسب: خالد بن یزید بن عبد الرحمن بن اَبی مالک اَبو ہاشم الہمدانی الدمشقی ہے۔ آ نے اپنے باپ یزید، خلف بن حوشب، ابو حمزۃ الثمالی اور عطیۃ بن الحارث الہمدانی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اورآپ سے ولید بن مسلم، ابن المبارک، ہثیم بن خارجہ اور ہشام بن عمار وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے روایت حدیث کے اعتبار سے آپ کو ضعیف کہاہے۔ آپ 185ھ میں وفات پائی۔[4]

ان کی ایک کتاب" كتاب الديات "۔[1] ہے۔

ابن معینؒ اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ينبغي ان يدفن "۔[2] یہ کتاب دفن کرنے کے قابل ہے۔

---

1 - تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری، 5 / 425؛ تذکرۃ الحفاظ، 1 / 246؛ تھذیب التھذیب، 1 /137؛ الجرح والتعدیل ، 2 / 125؛ الأعلام، 1 / 59

2 - تھذیب التھذیب، 1 /137؛ الجرح والتعدیل، 2 / 126

3 - الکامل فی الضعفاء، 1 / 224؛ میزان الاعتدال، 1 / 59

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3/109؛ الکاشف، 1 /370؛ تقریب التھذیب، 1 / 191؛ میزان الاعتدال، 1 / 645؛ الکامل فی الضعفاء، 3 / 10

1 - معجم المؤلفین، 4 / 98

2 - تھذیب الکمال، 8 / 197

عباس بن الفضل الانصاری(م186)

آپ کانام عباس کنیت اَبو الفضل نسب نامہ عباس بن الفضل الأنصاری الواقفی(قبیلہ اَوس کی ایک شاخ واقف کی طرف نسبت ہے) البصری ہے، آپ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں موصل کے قاضی تھے۔ آپ نے قرۃ بن خالد السدوسی، یونس بن عبید، داود بن اَبی ھند اور خالد الحذاءوغیرہ سے روایت کی ہے۔اورآپ سے اِبراہیم بن عبد اللہ بن حاتم الہروی، مسعود بن جویریہ، حرب بن محمد الطائی اورزکریاءبن یحیی بن حمویہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔اہل علم نے آپ ضعیف اورمتروک کہاہے۔آپ نے186ھ میں وفات پائی۔ (1)

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ (2) اورآپ نے قرأت کے بارے میں ایک بڑی کتاب تصنیف کی جس میں بہت سی احادیث تھیں۔ (3)

ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری(188ھ)

آپ کانام ابراہیم کنیت اَبو اِسحاق نسب نامہ اِبراہیم بن محمد بن الحارث بن اَسماء بن خارجہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری اَبو اِسحاق الکوفی ہے۔ آپ کوفہ میں پیداہوئے۔ آپ نے حمید الطویل، اَبی طوالہ، ابی اِسحاق السبیعی، اَعمش اور موسی بن عقبہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، حافظ، امام اور حجۃ کہاہے۔ آپ نے با اختلاف روایات185ھ، یا186ھ اوریا188ھ میں وفات پائی۔ (4)

آپ نے کتابت حدیث اٹھائیس برس کی عمر میں شروع کی۔ (5)

ابن حجرؒ لکھتے ہیں:"امام شافعیؒ نے ان کی کتاب کو دیکھااوراس کی ترتیب پر انہوں نے اپنی کتاب لکھی"۔ (1)

ابن ندیم لکھتے ہیں۔

آپ کی مؤلفات میں سے ایک "کتاب السیر"بھی ہے جو اخبار اوراحداث کے بارے میں ہیں۔ (2)

---

1 - تفصیل دیکھیے: تھذیب التھذیب،5/110؛الکاشف، 1 / 536؛تقریب التھذیب، 1 / 293؛ التاریخ الصغیر،2 / 270؛ الجرح والتعدیل، 6 / 212؛ الأعلام،3 / 264؛ معجم المؤلفین،5 / 63

2 - تھذیب التھذیب،5/111

3 - ایضاً،5/111

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 / 273؛ تھذیب التھذیب، 1 / 131؛الأعلام، 1 / 59؛الطبقات الکبری، 7 / 325

5 - تھذیب التھذیب، 1 / 132

1 - تھذیب التھذیب ، 1 / 132

2 - الفھرست، 1 / 135

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ورأيت أناشخصياهذه المخطوطة في سفرتي إلي القزوين عام 1964م"۔ [1]

1964ء کو جب میں نے القزوین کا سفر کیا تو میں نے بذات خود اس (کتاب) کا مخطوطہ دیکھا تھا۔

جریر بن عبد الحمید ابو عبد اللہ الضبی (م 188ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ صاحب کتب تھے۔ ابن عمار الموصلی کا قول ہے: "كانت كتبه صحاحا"۔ [2] آپ کی کتب صحیح تھیں۔

حمید بن زیاد ابو صخر (م 189ھ)

آپ کا پورا نام حمید بن زیاد ابو صخر الخراط المدنی ہے جبکہ بعض لوگوں نے آپ کو حمید بن صخر کہا ہے جو کہ بقول ابن حبانؒ درست نہیں ہے۔ آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، بنی ہاشم کے غلام تھے۔ آپ نے اَبی صالح السمان، ابی حازم سلمۃ بن دینار، نافع مولی بن عمر اور مکحول وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سعید بن اَبی اَیوب، حیوۃ بن شریح، ابن وھب اور یحیی القطان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو صالح الحدیث، صدوق اور آپ میں کوئی حرج نہیں کہا ہے، آپ نے 189ھ یا 192ھ میں وفات پائی۔ [3]

ابن لہیعہ نے ان سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے، جبکہ ابن وہب نے ابن لہیعہ کی نسبت زیادہ بڑا "نسخہ" روایت کیا ہے۔ [4]

إسماعیل بن ابراہیم الأسدی ابن علیہ (م 193ھ)

آپ کا نام إسماعیل کنیت اَبو بشر نسب نامہ إسماعیل بن إبراہیم بن مقسم الأسدی اَبو بشر البصری ہے۔ آپ ابن علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ 110ھ کو آپ پیدا ہوئے، اصلاً کوفی تھے۔ اور عبد الرحمن بن قطبہ الأسدی کے غلام تھے۔ آپ نے عبد العزیز بن صہیب، سلیمان التیمی، حمید الطویل اور عاصم الأحول وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ ثقہ، حافظ اور اَکابر حفاظ الحدیث میں سے ہے۔ آپ نے 193ھ میں وفات پائی۔ [1]

---

1 - دراسات فی الحدیث، 1/ 226

2 - تھذیب التھذیب، 2 / 65

3 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 3 / 36؛ الثقات، ابن حبان، 6 / 188؛ التاریخ الکبیر، 2 / 350؛ تقریب التھذیب، 1 / 181؛ الکاشف، 1 / 353

4 - الکامل فی الضعفاء، 2 / 269

1 - تفصیل دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 / 322؛ تھذیب التھذیب، 1 / 241؛ الأعلام، 1 / 307؛ الطبقات الکبری، 7 / 325

ابن ندیم نے آپ کے درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

1) **كتاب التفسير** (2) **كتاب الطهارة** (3) **كتاب الصلاة** (4) **كتاب المناسك**۔ [1]

شقیق بن ابراہیم البلخی (م194ھ)

آپ کا نام نسب: شقیق بن اِبراہیم بن علی الأزدی البلخی اور کنیت اَبو علی ہے۔ آپ زاہد صوفی اور خراسان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ بعض کے بقول آپ پہلا شخص ہے جس نے طریق تصوف کی کیفیات کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے معرکوں میں بھی عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ نے ابراہیم بن ادہم، امام ابو حنیفہؒ اور اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے حاتم الاصم اور آپ کے بیٹے محمد بن شقیق، محمد بن آبان اور وکیع وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو امام، زاہد اور شیخ خراسان کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 194ھ کو ماوراالنہر کے ایک غزوہ میں شہادت پائی۔ [2]

آپ صاحب کتاب تھے۔ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے: "ان کی زہد کے بارے میں ایک کتاب ہے"۔ [3]

ولید بن مسلم (م195ھ)

آپ دمشق کے علماء میں سے ہیں۔ اور حدیث، تاریخ وغیرہ مختلف موضوعات پر ستر (70) کتابیں لکھیں۔ [4]

عبد اللہ بن وہب القرشی (م197ھ)

آپ کا نام عبد اللہ کنیت اَبو محمد نسب نامہ عبد اللہ بن وہب بن مسلم القرشی المصری الفقیہ ہے۔ 125ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔ قریش کے غلام تھے۔ آپ نے عمرو بن الحارث، حیوۃ بن شریح، لیث بن سعد اور ابن لہیعہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد الرحمٰن بن مہدی، یحیٰ بن یحیٰ النیسابوری، علی بن مدینی اور سعید بن ابی مریم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو بہت زیادہ علم والے، نیک آدمی عبادت گزار، ثقہ، الامام، الحافظ، صاحب سنہ اور صاحب آثار کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے مصر ہی میں 197ھ کو وفات پائی۔ [1]

---

1 - الفہرست، 1 / 317

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الأعلام، 3 / 171؛ الطبقات الکبری شعرانی، 1 / 65؛ سیر اَعلام النبلاء، 8 / 71؛ فوات الوفیات، 2 / 105؛ الوافی بالوفیات، 16 / 101؛ الجرح والتعدیل، 4 / 373

3 - الجرح والتعدیل، 8 / 188

4 - تذکرۃ الحفاظ، 1 / 302

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ، 1 / 304؛ تھذیب التھذیب، 6 / 65؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 346؛ تقریب التھذیب، 1 / 328؛ الطبقات الکبری، 7 / 518؛ معجم المؤلفین، 6 / 162؛ الأعلام، 4 / 144

آپ نے درج ذیل کتب تصنیف کیں۔

1) **تفسير القرآن.**

2) **الجامع فِي الحديث**، علامہ زرکلیؒ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی دو جلدیں ہیں۔ [1]

3) **الموطا الصَّغِير فِي الحديث** (4) **الموطا الكبير فِي الحديث**

5) **اهوال القيامة** (6) **المجالسات عن مالك۔** [2]

سفیان بن عیینہ (107-198ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

علی بن الجعد کا قول ہے:

"**كتبت عن بن عيينة سنة ستين ومائة بالكوفة يملي علينا من صحيفة**"۔ [3] کہ میں نے کوفہ میں 160ھ کو ابن عیینہ سے احادیث لکھیں۔ آپ ایک صحیفہ میں سے لکھوا رہے تھے۔

آپ کا بیان ہے:

"**قال لي زهير الجعفي أخرج كتبك فقلت أنا أحفظ من كتبي**"۔ [4] مجھے زہیر جعفی نے کہا کہ اپنی کتب نکالیں تو میں نے کہا کہ مجھے اپنی کتب سے زیادہ یاد ہے۔

اہل علم نے آپ کی یہ کتب ذکر کی ہے۔

1) **الجامع في السنن والآثار** (2) **كتاب في التفسير۔** [5]

وکیع بن جراح (129-197ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ کی کئی تصنیفات کی طرف اہل علم نے اشارہ کیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب" **وكيع بن الجراح وجزؤه**" کے نام سے ترکی محقق احمد یوکسک کی تحقیق سے کچھ عرصہ قبل (جامعہ مرمرۃ۔ مرکز بحوث العلوم الاجتماعیۃ کی طرف سے) شائع ہوئی ہے۔

---

1 - الأعلام،4 / 144

2 - معجم المؤلفین،6 / 162؛ھدیۃ العارفین،1 / 438

3 - تاریخ بغداد،11 / 362

4 - تھذیب التھذیب،4 / 107

5 - دیکھیے: الأعلام،3 / 105؛ الرسالۃ المستطرفۃ،1 / 9؛ھدیۃ العارفین،1 / 387؛ تاریخ التراث العربی،1 / 178

اور بقول ڈاکٹر حافظ مبشر حسین کہ میری نظر سے گزری ہے۔ اس میں 130 حدیثیں ہیں۔[1]

ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات (ظاہریہ وغیرہ) میں آپ کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں درج ذیل کتابوں کا سراغ مل سکا:

1) **كتاب الزهد، مجموعة من أحاديثه، المصنف**(امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں اور حافظ ابن حجرؒ نے الإصابة میں اس مصنف سے اقتباسات لی ہیں)

2) **التفسير**(ثعلبی نے الکشف والبیان میں اس تفسیر سے استفادہ کیا ہے)۔[2]

علامہ زرکلی اور صاحب ہدیۃ العارفین نے آپ کے مزید درج ذیل کتابیں ذکر کی ہیں:

1) **السنن** (2) **المعرفة والتاريخ**۔[3]

---

1 - احادیث احکام اور فقہائے عراق، مبشر حسین، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2015ء، ص:134

2 - تاریخ التراث العربی، 1/179

3 - الأعلام، 8 / 117؛ هدية العارفين، 2 / 500

مبحثِ ثانی

تیسری صدی ہجری کے تبع تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

علی بن عاصم (م 201ھ)

آپ کانام ونسب: علی بن عاصم بن صہیب الواسطی اور کنیت ابوالحسن ہے۔ بنو تمیم کے غلام تھے۔ نسلاًواسط کے رہنے والے تھے۔ بعض کے بقول آپ سن 105ھ کو اور بقول بعض 109ھ کو واسط میں پیدا ہوئے، لیکن بغداد میں پرورش پائی اور سن 201ھ کو وفات پائی۔ آپ نے سلیمان التیمی، حمید الطویل، عطاء بن السائب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یزید بن زریع، امام احمد، ابن المدینی، علی بن الجعد اور ابن سعد وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو شیخ المحدثین، مسند العراق، الإمام الحافظ کے الفاظ سے نوازا ہے۔ (1)

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ میں نے یحیی بن جعفر کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

علی بن عاصم کے درس میں تیس ہزار سے زائد کا مجمع ہوتا تھا اور آپ ایک بلند جگہ پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے لیے تین اشخاص لکھنے والے ہوتے تھے۔ (2)

امام ذہبیؒ کا بیان ہے:

"وکتب منه ما لا یوصف کثرة"۔ (3) اوران سے (احادیث) لکھنے والوں کی کثرت کا حال بیان نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات میں آپ کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں (حدیث) کے نام سے ایک کتاب کا سراغ مل سکا جو دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں مجموع میں اس رقم 31 کے تحت موجود ہے۔ (4)

سلیمان بن داؤد الطیالسی (133-204ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

1- تفصیل کے لئے دیکھیے: الطبقات الکبری، 7 / 313؛ المعارف، 1 / 516؛ تذکرۃ الحفاظ ، 1 / 316؛ سیر أعلام النبلاء، 9 / 249؛ تھذیب التھذیب ، 7 / 302

2 - تاریخ بغداد، 11 / 454

3 - میزان الاعتدال، 3 / 135

4 - تاریخ التراث العربی، 1/ 181

مسند أبي داود الطيالسي: بعض اہل علم نے اس کو سب سے قدیم مسند بتایا ہے، لیکن علمائے محققین کی ایک جماعت کو اس رائے سے اتفاق نہیں ہے وہ کہتے ہیں: "عام مصنفین مسانید کے مقابلہ میں ابو داؤد کا زمانہ قدیم ہے۔ اس لیے لوگوں نے ان کی سند کو بھی سب سے قدیم سمجھ لیا۔ حالانکہ اس کی جمع وترتیب ان کے بعد بعض خراسانی حفاظ نے کی ہے"۔ [1]

یہ مسند چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ الدکتور محمد بن عبد المحسن الترکی کے تحقیق کے ساتھ دار ہجر – مصر سے پہلی مرتبہ 1999م میں شائع ہوئی ہے۔

عبد الوہاب بن عطاء العجلی الخفاف (م204ھ)

آپ کا نام عبد الوہاب کنیت أبو نصر نسب نامہ عبد الوہاب بن عطاء الخفاف أبو نصر العجلی البصری ہے۔ آپ بنو عجل کا غلام تھے۔ بصرہ کا رہنے والے تھے لیکن بغداد میں رہائش اختیار کرلی تھی۔ آپ نے سلیمان التیمی، حمید الطویل، خالد الحذاء، ابن جریج اور امام مالک وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام احمد، اسحاق، ابن معین اور عمرو بن زرارۃ النیسابوری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اہل علم نے آپ کو ثقہ، صدوق اور لیس بالقوی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ نے 204ھ یا 206ھ میں وفات پائی۔ [2]

ابن ندیم نے آپ کے درج ذیل کتب بیان کی ہے:

1) كتاب السنن في الفقه (2) كتاب التفسير (3) كتاب الناسخ والمنسوخ۔ [3]

عبد الرزاق بن ہمام (126-211ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

جامع عبدالرزاق: یہ کتاب آپ کی بہت بڑی جامع اور مشہور ترین کتابوں میں سے ہے۔ اور اس کی اکثر احادیث کو صحاح ستہ میں روایت کیا گیا ہے۔ [4]

---

1 - کشف الظنون، 2 / 1679

2 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ بغداد، 11 / 21؛ تهذیب التهذیب، 6/ 398؛ الکاشف، 1/ 675؛ تقریب التهذیب، 1/ 836؛ الطبقات الکبری ، 7 / 333

3 - الفہرست، 1 / 319

4 - الرسالہ المستطرفہ ، 1 / 41

مصنف[1]**عبد الرزاق:** یہ آپ کی تصنیفات میں سب سے زیادہ اہم اور مشہور تصنیف ہے، جو موطا امام مالکؒ کے بعد دوسری صدی ہجری کے اواخر میں مرتب اور مدون ہونے والا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔

حاجی خلیفہؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

" **وهو أصغر من مصنف ابن أبي شيبة وهو كذلك مرتب على الكتب والأبواب على ترتيب الفقه** "۔[2] اور یہ کتاب (مصنف عبد الرزاق) مصنف ابن اَبی شیبہ سے چھوٹی ہے اور یہ بھی فقہی کتب و ابواب پر مرتب ہے۔ حبیب الرحمن الاَعظمی کے تحقیق کے ساتھ المکتب الإسلامی۔بیروت سے دوسری مرتبہ 1403 شائع ہوئی ہے۔اب پاکستان سمیت ہر جگہ چھپی ہوئی ہے اور مختلف اجزاء گیارہ، بارہ وغیرہ پر مشتمل ہے۔

ابن ندیم نے آپ کی یہ تصانیف ذکر کی ہیں:

1) **كتاب السنن في الفقه** (2) **كتاب المغازي** ۔[3]

ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات میں عبد الرزاق بن ہمام کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں مصنف کے علاوہ مزید تین کتابوں کا سراغ مل سکا:

1) **التفسير:**

2) **كتاب الصلاة:** اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں اس رقم 94 کے تحت موجود ہے۔

3) **الأمالي في آثارالصحابة:** اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں اس رقم 3/3 کے تحت موجود ہے، اور قاہرہ میں اس رقم 1/76 کے تحت موجود ہے۔[4]

عبد اللہ بن زبیر حمیدی (م219ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

مسند الحميدي: یہ آپ کے سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے جو دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ حسن سلیم اَسد الدَّارَانی کے نصوص کے تحقیق اور آحادیث کے تخریج کے ساتھ دار السقا، دمشق-سوریا سے پہلی مرتبہ 1996م شائع ہوئی ہے۔

---

1 -مُصنَّف اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کے ساتھ ساتھ صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال اور فتاویٰ بھی موجود ہوں (منہج النقد فی علوم الحدیث، نور الدین محمد عتر الحلبی، دار الفکر دمشق، سوریۃ، 1997م، 1/ 200؛ منہج الإمام البخاری، اَبو بکر کافی، دار ابن حزم، بیروت ، 2000م، 1/ 24)

2 - کشف الظنون، 2 / 1711

3 - الفھرست، 1 / 318

4 - تاریخ التراث العربی، 1/184

ابو حاتم الرازیؒ نے مزید آپ کی یہ کتابیں بیان کی ہے:

(1) کتاب الرد علی النعمان (2) کتاب التفسیر۔ [1]

کتاب النوادر۔ [2]

صاحب ہدیۃ العارفین نے "کتاب الدَّلَائِل" کے نام سے آپ کا ایک تصنیف ذکر کیا ہے۔ [3]

سعید بن منصور (م227ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

حاکم کا بیان ہے: آپ صاحب تصانیف تھے۔ [4] حرب کرمانی کا بیان ہے:

"کہ میں نے سن 219ھ میں آپ سے لکھا، اور آپ نے ہم کو تقریباً دس ہزار حدیثیں زبانی املا کرائیں، اور اس کے بعد پھر لکھا"۔ [5]

السنن: آپ کی اس کتاب السنن کی تیسری جلد کے دو حصے حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ ہندوستان میں 1982ء میں طبع ہو چکے ہیں، اس جلد کا آغاز کتاب الولایۃ سے ہوتا ہے اور اختتام کتاب الشھادۃ پر ہوتا ہے۔ [6]

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"صاحب السنن المشهورة التي لا يشاركه فيها إلّا القليل"۔ [7]

ڈاکٹر فواد سزگین نے عالمی مکتبات میں سعید بن منصور کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں درج ذیل کتابوں کا سراغ مل سکا:

أحاديث العوالي: دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں اس رقم 83/2 کے تحت موجود ہے، **جزءتسمية ماانتهي إلينامن الرواة عن سعيدبن منصور:** ابو نعیم اصفہانی نے اس کو جمع کیا ہے، مکتبہ ظاہریہ مجموع میں رقم 83 کے تحت

---

1 - الجرح والتعدیل، 8 / 40

2 - الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 6 / 573؛ فتح الباری، 1 / 149

3 - ھدیۃ العارفین، 1 / 439

4 - تھذیب التھذیب، 4 / 79

5 - ایضاً، 4 / 79

6 - الرسالہ المستطرفہ، 1 / 34

7 - البدایہ والنہایہ، 10 / 328

موجود ہے۔ التفسیر: ثعلبی نے اپنی کتاب الکشف والبیان میں اس سے استفادہ کیا ہے، مکتبہ ظاہریہ مشیخہ میں مجموع میں رقم 18 کے تحت موجود ہے۔ [1]

یحیٰ بن معین (158-233ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات میں یحیٰ بن معین کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں صرف سات کتابوں کا سراغ مل سکا:

1) التاريخ والعلل:

2) معرفة الرجال:

3) معرفة الرجال وسؤالات إبراهيم بن عبدالله الجنيدالختلي:

4) كلام يحىٰ بن معين في الرجال:(كتاب المجروحين)

5) جزءمن تاريخ أبي سعيدهاشم بن مرثدالطبراني عن يحىٰ بن معين في التعديل:

6) مسند)في رواية أبي بكرأحمدبن علي المروزي

7) حديث۔ [2]

علی بن مدینی (161-234ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

آپ نے جہاں حدیث کی خدمت کے حوالے سے تدریس کی وہاں اس ضمن میں تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "آپ صاحب تصانیف تھے"۔ [3]

امام نوویؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کہ آپ نے (حدیث) میں دوسو ایسی تصنیفین چھوڑی ہیں جس کی مثال ان سے پہلے نہیں ملتی "۔ [4]

آپ نے علم حدیث کے مختلف پہلوؤں پر بیش بہا تصانیف تحریر کی ہیں، امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں اور امام حاکم نیشاپوری نے معرفۃ علوم الحدیث میں ان کا تذکرہ کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

---

1 - تاریخ التراث العربی، 1/195

2 - تاریخ التراث العربی، 1/202

3 - تهذیب التهذیب، 7 / 306

4 - تهذیب الأسماء واللغات، 1 / 350

كتاب الأسامي والكنى: یہ کتاب آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے۔

كتاب الضعفاء: اس کتاب کے دس اجزاء ہیں

كتاب المدلسين: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں

كتاب أول من نظر في الرجال وفحص عنهم: اس کتاب کا ایک جزء ہے

كتاب الطبقات: اس کتاب کے دس اجزاء ہیں

كتاب من روى عن رجل لم يره: اس کتاب کا ایک جزء ہے

كتاب علل المسند: یہ کتاب تیس اجزاء پر مشتمل ہے

كتاب العلل لإسماعيل القاضي: اس کتاب کے چودہ حصے ہیں

كتاب علل حديث ابن عيينة: اس کتاب کے تیرہ حصے ہیں

كتاب من لا يحتج بحديثه ولا يسقط: اس کتاب کے دو حصے ہیں

كتاب الكنى: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں

كتاب الوهم والخطأ: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں

كتاب قبائل العرب: یہ کتاب تیس اجزاء پر مشتمل ہے

كتاب من نزل من الصحابة سائر البلدان: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں

كتاب التاريخ: اس کتاب کے دس اجزاء ہیں

كتاب العرض على المحدث: اس کتاب کے دو حصے ہیں

كتاب من حدث ثم رجع عنه: اس کتاب کے دو حصے ہیں

كتاب يحيى وعبد الرحمن في الرجال: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں

كتاب سؤالاته يَحيَى القطَّانِ: اس کتاب کے دو حصے ہیں

كتاب الأَسَامِي الشَّاذَّة: اس کتاب کے تین حصے ہیں

كتاب الثقات والمثبتين: اس کتاب کے دس اجزاء ہیں

كتاب اختلاَف الحديث: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں

كتاب الأشربة: اس کتاب کے تین حصے ہیں

كتاب تفسير غريب الحديث: اس کتاب کے پانچ حصے ہیں

كتاب الإخوة والأخوات: اس کتاب کے تین حصے ہیں

كتاب من تعرف باسم دون اسم أبيه: اس کتاب کے دو حصے ہیں

كتاب من يعرف باللقب: اس کتاب کے ایک حصہ ہے

كتاب العلل المتفرقة: اس کتاب کے تیس حصے ہیں

كتاب مذاهب المحدثين: اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ [1]

امام حاکمؒ نے ان کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم نے ابن المدینی کی کتابوں کی یہ مختصر فہرست پیش کی ہے جس سے آپ کے تبحر علمی اور فضل و کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ [2]

ابن ندیم نے آپ کی مزید یہ تصنیف ذکر کی ہیں:

كتاب التنزيل۔ [3]

ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات میں ابن المدینی کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں صرف تین کتابوں کا سراغ مل سکا:

1) **علل الحديث ومعرفة الرجال:** یہ کتاب مکتبہ سرای میں رقم 624/25 کے تحت موجود ہے۔ اور موجودہ حصہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق کے ساتھ، المکتب الاسلامی -بیروت سے چھپی ہے۔

2) **تسمية أولادالعشرة وغيرهم من أصحاب رسول الله ﷺ:** دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں اس نمبر 27/3 کے تحت موجود ہے۔

3) **آراؤه في علماءالبصرةالذين وصفهم يحي بن معين بالقدرية:** مکتبہ سرای میں رقم 624/ 11 اور مکتبہ ظاہریہ میں رقم 40/9 کے تحت موجود ہے۔ [4]

سلیمان بن داود الربیع العتکی الزہرانی البصری (م234ھ)

آپ کا نام سلیمان کنیت أبو الربیع۔ نسب نامہ: سلیمان بن داود العتکی أبو الربیع الزہرانی البصری۔ بصرہ کے رہنے والے تھے، بغداد میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ آپ نے امام مالک، حماد بن زید، اسماعیل بن جعفر، إسماعیل بن زکریا اور جریر بن حازم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے

1 - سیر أعلام النبلاء، 9 / 116؛ معرفة علوم الحدیث، 1 / 112

2 - معرفة علوم الحدیث، 1 / 112

3 - الفهرست، 1 / 322

4 - تاریخ التراث العربی، 1/204-205

روایت کی ہے۔ آپ ثقہ اور حافظ ہے بقول امام ذہبیؒ کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے آپ پر کلام کیا ہو۔ آپ نے 234ھ میں وفات پائی۔ [1]

صاحب رسالہ المستطرفہ نے آپ کا درج ذیل کتاب ذکر کیا ہے:

آپ نے "مصنف" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ [2] علامہ زرکلیؒ لکھتے ہیں کہ یہ مصنف حدیث میں ہے اور ابواب فقہیہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ [3]

مصنف ابن ابی شیبہ (159-235ھ)

آپ کے حالاتِ زندگی کا تفصیل باب دوم، فصل سوم: تبع تابعین کرام کے تعارف میں گزرا ہے۔

المصنف في الأحاديث والآثار: جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام سے مشہور ہے، مصنف میں یہ سب سے بڑی کتاب ہے جو کہ فقہی ترتیب پر قریب ہے۔

حاجی خلیفہؒ لکھتے ہیں:

"وهو كتاب كبير جداجمع فيه فتاوى التابعين، وأقوال الصحابة، وأحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم على طريقة المحدثين بالأسانيدمرتبا على الكتب، والأبواب على ترتيب الفقه"۔ [4]

یہ بہت بڑی کتاب ہے اس میں مصنفؒ نے رسول اللہ ﷺ کے احادیث اقوال صحابہ اور تابعین کے فتوں کو سند کے ساتھ کتاب اور ابواب فقہی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔

ابن کثیرؒ ابن ابی شیبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صاحب المصنَّف الَّذي لَم يصنِّف أَحدٌ مثله قطُّ لا قبله ولا بعده"۔ [5] اس مصنف کے مصنف ہیں کہ اس جیسی کتاب نہ پہلے اور نہ بعد میں لکھی گئی ہے۔

یہ مصنف سات اجزاء پر مشتمل ہے۔ کمال یوسف الحوت کے تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الرشد-الریاض سے پہلی مرتبہ 1409 میں شائع ہوئی ہے۔ اب پاکستان سمیت ہر جگہ چھپی ہوئی موجود ہے۔ اور مختلف جلدوں میں دس، بارہ، پندرہ سولہ ہے۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: تھذیب التھذیب، 4 / 166؛ تقریب التھذیب، 1 / 251؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 468

2 - الرسالہ المستطرفۃ، 1 / 40

3 - الأعلام، 3 / 125

4 - کشف الظنون، 2 / 1711

5 - البدایہ والنھایہ، 10 / 346

صاحب ہدیۃ العارفین نے آپ کی چند تصانیف یہ ذکر کی ہیں:

1) **تفسير القرآن (2)كتاب الاحكام (2)كتاب التّاريخ (2)كتاب ثواب القرآن (2)كتاب الجمل (2) كتاب الرَّد على من رد على ابى حنيفة (2) كتاب السّنَن فِي الفقه والحديث (2) كتاب الفتوح**[1]

ڈاکٹر فؤاد سزگین نے عالمی مکتبات میں ابن ابی شیبہ کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں ان کتب کے علاوہ مزید تین کتابوں کا سراغ مل سکا:

1) **التاريخ**: اس کتاب کا مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ میں نمبر 18/1127 مجموع کے تحت موجود ہے۔ برلین میں یہ کتاب رقم 9409 کے تحت موجود ہے (یہ کتاب 113 اوراق پر مشتمل ہے، اور 1250ھ میں لکھی گئی ہے)۔

2) **كتاب الإيمان**: یہ کتاب 1966ء میں دمشق سے طبع ہو چکی ہے۔

3) **كتاب الأدب**: اس کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ میں نمبر 78/7 مجموع کے تحت موجود ہے۔[2]

---

1 - ھدیۃ العارفین، 1 / 440؛ کشف الظنون، 1 / 437

2 - تاریخ التراث العربی، 1/205

فصل سوم

اس فصل میں ان محدثین کرام رحمہم اللہ کے علمی کارناموں کو بیان کرنا مقصود ہے کہ جنہوں نے عہد بنو عباس کے دور عروج میں علم حدیث کے میدان میں وسیع کام سرانجام دیا اور پایہ شہرت کو پہنچے۔ یہ تذکرہ دو مباحث پر مشتمل ہے۔ مبحث اول میں ائمہ اربعہ جبکہ مبحث دوم میں ان کے علاوہ دیگر بڑے بڑے محدثین وفقہائے وقت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مشاہیر محدثین کی خدمات اور کتب کا تعارف

مبحث اول: آئمہ اربعہ

مبحث ثانی: آئمہ اربعہ کے علاوہ دیگر مشاہیر آئمہ محدثین کرام

مبحث اول

ائمہ اربعہ

امام ابو حنیفہؒ، نعمان بن ثابت الکوفی (80-150ھ)

امام صاحبؒ اپنی غیر معمولی شخصیت اور علم و فقہ کے میدان میں نمایاں خدمات کی بناء پر تاریخ امت میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں، آپ نے فہم حدیث، استخراج مسائل اور استنباط احکام میں ایک نئی طرز فکر و منہج کی بنیاد رکھی اور فقہ میں ایک مستقل مسلک کے بانی و مؤسس ٹھہرے۔

کوفہ میں امام صاحبؒ اپنے جلیل القدر استاذ شیخ حماد کی صحبت میں تقریباً 18 سال رہے اور شیخ کے انتقال کے بعد ان کی مسند تدریس پر بیٹھنے کا شرف حاصل کیا، اس طرح آپ ایک عرصہ تک تدریس کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔

کتب احادیث کی فقہی ترتیب پر تصنیف و تالیف کا باقاعدہ رواج دوسری صدی کے وسط میں ہوا، اور عالمِ اسلام کے چیدہ چیدہ علماء و محدثین نے کتابیں لکھیں، مثلاً ربیع بن صبیح نے بصرہ میں، معمر بن راشد نے یمن میں، ابن جریج نے مکہ میں، اور اسی طرح دیگر محدثین نے دوسرے شہروں میں۔ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے بھی کوفہ میں حدیث وفقہ کی تدوین کی، اپنے شاگردوں میں سے کچھ خاص قابلیت و مہارت کے حامل تلامذہ پر مشتمل المجمع الفقہی (مجلس تدوین فقہ) قائم کی[1] جو چالیس افراد پر مشتمل تھی (اسی وجہ سے آپ کی فقہ کو اہل علم نے شورائی مذہب کے نام سے یاد کیا ہے)۔

آپ نے احادیث و فقہ کی املاء کروائی، بعد میں آپ کے تلامذہ نے ان مسودوں کو اپنے حلقۂ درس میں روایت کیا، اور ان کتب کی نسبت آپ کی طرف ہوئی۔ دراصل امام ابو حنیفہؒ نے تصنیف و تالیف سے زیادہ اپنے شاگردوں کی تربیت و تیاری پر توجہ دی، اور اپنی تلامذہ کی ایک ایسی پر شکوہ جماعت تیار کی جس نے آپ کے بعد تدوین فقہ کے کام کو مزید وسعت دی اور اس میں نکھار پیدا کیا۔ ان کے یہ تلامذہ بعد میں مختلف علوم و فنون کے امام بنے جن سے امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام علی بن مدینیؒ جیسے جلیل القدر ہستیوں نے حدیث و فقہ کا اکتساب کیا۔ ابن ندیم نے الفہرست میں جن کتب کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1) کتاب الفقه الأکبر: (مگر بقول زرکلی اس کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف صحیح نہیں ہے[2])۔ ابن ندیم کے علاوہ ابن قتیبہ الدینوری نے بھی اس کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف کی ہے۔[3] اس کتاب کی امام صاحبؒ سے نسبت

1- مناقب الإمام الاعظم أبي حنيفة، 2/ 136

2- الأعلام، 8 / 36

3- المعارف، / 46؛ الفہرست، 1 / 284

سے وہ لوگ اختلاف کرتے ہیں جو اس میں مذکور کلامی نظریہ سے اتفاق نہیں کرتے ہیں۔ مثلاً معتزلہ اور جدید دور میں سلفی مسلک کے علماء۔ [1] مدینہ منورہ میں شیخ الاسلام عارف حکمتؒ کے مکتبہ میں اس کتاب کا ایک مخطوطہ موجود ہے جس کی سند یہ ہے۔ علی بن أحمد الفارسی عن نصر بن یحیٰ عن أبي مقاتل عن عصام بن یوسف عن حماد بن أبي حنیفةؒ، علامہ زاہد الکوثریؒ نے بھی اپنی تحقیق میں اسی سند کا حوالہ دیا ہے۔ [2]

اس سند کے راویوں کو علماء رجال نے مطلقاً ضعیف نہیں کہا جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ ان راویوں کے بارے میں توثیق کے اقوال بھی ملتے ہیں۔

امام ابن حبانؒ عصام بن یوسف البلخی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"كان صاحب حديث ثبتا في الرواية وربما أخطأ"۔ [3] یہ محدث تھا اور روایت میں قابل اعتماد تھا، کبھی کبھار غلطی کرلیتا تھا۔ امام خلیلی فرماتے ہیں: "یہ سچا راوی ہے"۔ [4] أبو مقاتل السمرقندی کے بارے میں امام خلیلی فرماتے ہیں: "یہ شخص صدق اور علم کے ساتھ مشہور ہے"۔ [5] حافظ ابن حجرؒ نے آپ کو مقبول کہا ہے۔ [6]

یہ کتاب ایک جزء پر مشتمل ہے۔ محمد بن عبد الرحمٰن الخمیس کے شرح کے ساتھ مکتبۃ الفرقان-الامارات العربیۃ سے پہلی مرتبہ 1999م میں شائع ہوئی ہے۔

2۔كتاب رسالته الى البستي (3) كتاب العالم والمتعلم (4) كتاب الرد على القدرية۔ [7]

اس کے علاوہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف یہ کتب بھی منسوب ہیں:

5) كتاب الأثار لابي حنيفة: اس کتاب میں پہلی بار احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا، علم حدیث میں اس کا پایہ بہت بلند ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے چالیس ہزار (40000) احادیث میں سے اس کتاب کا انتخاب فرمایا ہے۔ اس کتاب کے کئی نسخے ہیں، بروایت امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ۔ [8]

---

1 - توضیح بعض المصطلحات العلمیۃ فی شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمٰن الخمیس، دار ایلاف الدولیۃ للنشر والتوزیع، کویت، قاہرۃ، 1999ء، ص:7

2 - مقدمہ اشارات زاہد الکوثری، ص:5، محمد زاہد کوثری،

3 - الثقات، ابن حبان، 8 / 521

4 - الإرشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، 3 / 937

5 - ایضاً، 3 / 975

6 - تقریب التھذیب، 1 / 675

7- الفہرست، 1 / 284

8 - درس ترمذی، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 1419ھ، 1 / 22

6) **مسند أبی حنیفة:** اس نام کی تالیفات خود آپ کی مرتب کردہ نہیں بلکہ آپ کے بعد حضرات محدثین کی آپ کی نسبت سے ترتیب دی گئی کتب ہیں ان کی تعداد پندرہ ہیں، جن میں حافظ ابن عقدہ، ابو نعیم اصفہانی، ابن عدی اورابن عساکر کی مسانید مشہور ہیں، بعد میں علامہ ابوالموائد خوارزمیؒ (م665ھ) نے ان تمام مسانید کو ایک مجموعہ میں یکجا کر دیا، جو "جامع مسانید الامام اعظمؒ" کے نام سے مشہور ہے۔ [1]

7) **المخارج في الحیل:** اسے امام ابو یوسفؒ نے روایت کیا ہے۔ [2]

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ جو اس دور کے بہت بڑے فقیہ تھے، رقمطراز ہے۔

کہ امام صاحبؒ نے بین الاقوامی قانون کے موضوع پر بھی ایک مستقل کتاب لکھی، جس کا نام "**کتاب السیر**" یا "**کتاب السیرابي حنیفة**" تھا۔ [3] ڈاکٹر صاحبؒ محاضرات فقہ میں اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں: "افسوس ہے کہ یہ کتاب ہم تک پہنچ نہیں سکی اور کہیں ضائع ہو گئی ہے"۔ [4]

ڈاکٹر فواد سزگین نے عالمی مکتبات میں امام ابو حنیفہؒ کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں مزید کتابوں کا سراغ مل سکا:

8) **الوصیة:**

9) **القصیدة الکافیة (النعمانیة)في مدح النبي صلي الله علیه وسلم:**

یہ قصیدہ ترکی ترجمہ سمیت استانبول سے 1268ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی شرح اُردو میں محمد اعظم بن محمد یار نے لکھی تھی جو دہلی سے 1897ء میں شائع ہوئی تھی۔

ان کے علاوہ اُن کے رسالے معرفۃ المذاہب، ضوابط الثلاثۃ (کتاب فقہ)، رسالہ فی الفرائض، دعاءابی حنیفہ، فتاویٰ ابی حنیفہ و محمد بن الحسن الشیبانی اور کتاب المقصود فی الصرف ہیں۔ [5]

علاوہ ازیں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ امام صاحبؒ فقہ حنفی کے مؤسس ہیں، اور گزشتہ تیرہ صدیوں سے مسلمانوں کی ایک واضح اکثریت آپ ہی کے فقہی مذہب پر عمل پیرا چلی آرہی ہے، اگرچہ امام صاحب علم فقہ اوراصول فقہ کے میدان کے بے تاج بادشاہ ہیں، اوریہی میدان آپ کا اصل تعارف ہیں جس آپ کی دیگر میادین علم

---

1 - درس ترمذی، 46/1

2- المعارف، / 46؛ الأعلام، 8 / 36

3 - خطبات بہاول پور، ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2007ء، 154/2

4 - محاضرات فقہ، ص:187

5 - تاریخ التراث العربی، 49/3

کی خدمات پردے میں چلی جاتی ہیں۔ مذکورہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث میں بھی رسوخ رکھتے تھے اورآپ کے شاگردوں کی خدمات علم حدیث میں اصل کردارآپ ہی کی ذات عالی ہے۔

امام مالک بن انسؒ(39-179ھ)

آپ علم و فضل کے راہوں کے روشن مینار، اہل مدینہ کے مذہب کے محافظ، اور فقہ مالکی کے موسس اور بانی ہیں۔ آپ نے فقہ، حدیث اور رائے میں تطبیق کی کوشش کی۔ مغربی ممالک خصوصاًاندلس(سپین) میں آپ کے مسلک کا بہت چرچا تھااور یہاں پر عموماًلوگ آپ کے فتاویٰ کی پیروی کرتے تھے۔ یحیٰ بن یحیٰ قرطبی اور عیسیٰ بن دینار نے اندلس میں آپ کے مسلک کی بہت خدمت کی۔

آپ مختلف طریقوں سے درس وتدریس، افتاء، تصنیف وتالیف وغیرہ کے ذریعہ دین کے خدمت کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہماکے بعدان کے علمی درس گاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے، امام صاحبؒ اس درس میں تقریباًبارہ (12)سال شریک رہے، حضرت نافع کی وفات کے بعدامام صاحبؒ ان کے اور ربیع کے جانشین ہوئے، ان کے بعد حدیث وفقہ کے امام تسلیم کئے گئے اور تقریباًباسٹھ (62)سال تک مسلسل درس وتدریس اور فقہ وفتویٰ کی خدمات سرانجام دینے میں مشغول رہے۔

قاضی عیاض نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

1) **رسالة إلى ابن وهب في القدر والرد على القدرية:** امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:"اس کی سند صحیح ہے"۔ [1] یہ امامؒ کے شاگرد رشید ابن وہب کے نام سے مسئلہ قضاوقدر پر ایک مشہور رسالہ ہے۔

2) **كتاب في النجوم، وحساب مدار الزمان ومنازل القمر:**

3) **رسالة مالك في الأقضية:** یہ آپ کا بعض قاضیوں کی طرف لکھاہوا رسالہ ہے، جو دس حصوں پر مشتمل ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیاہے۔

4) **رسالته إلى أبي غسان محمد بن مطرف في الفتوى:** امام ذھبی نے اس کا تذکرہ کیاہے

5) **رسالة إلى هارون الرشيد المشهورة في الآداب والمواعظ:** امام ذہبی فرماتے ہیں اس کی سند منقطع ہے، اس کا تذکرہ قاضی اسماعیل نے کیاہے۔ اس میں غیر معروف احادیث ہیں، میں-امام ذہبی- کہتا ہوں کہ یہ موضوع رسالہ

1- موطأم، مالك بن أنس أبو عبداللہ الأصبحی ،مؤسسۃزاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریۃوالإنسانیۃ، أبوظبی ،الإمارات،2004م ، 1 / 63

ہے۔ قاضی الابھری اس رسالہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ: اس میں بعض ایسی احادیث ہیں کہ اگر امام مالک اس کی روایت کرنے والے کو سن لیتے تو اس کو سرزنش کرتے۔

امام ذھبیؒ کا اس رسالہ پر وضع کا قول؛ اس میں موجود (1) کچھ غیر معروف احادیث، (2) کچھ ایسی احادیث جو کہ خود امام مالکؒ کے اصول کے خلاف ہیں (3) اور کچھ منقطع احادیث کی بناء پر ہے۔ (1)

6) **التفسير لغريب القرآن:** امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: **جزء في التفسير.**

7) **كتاب السر: من رواية ابن القاسم.** امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: یہ کتاب ایک جزء پر مشتمل ہے۔ (2)

8) **رسالته إلى الليث بن سعد في إجماع أهل المدينة۔** (3)

صاحب ہدیۃ العارفین نے صرف درج ذیل دو کتابوں کا ذکر کیا ہے:

1) **الموطَّأ فِي الحديث:** اس کتاب کو اپنے زمانے میں "**أصح الكتب بعد كتاب الله**" کہا جاتا تھا، لیکن صحیح بخاری کے سامنے آنے پر یہ لقب اس کو مل گیا، اس لئے کہ اس میں مؤطا کی تقریباً تمام احادیث بے شمار دوسری احادیث کے ساتھ موجود ہیں۔ (4)

2) **رسالة إِلى هارون الرشيد۔** (5)

سطور بالا سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی کئی تصانیف تھیں، آپ صاحب مذہب امام تھے، اور امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ) کا ایک معتد بہ حصّہ آپ کا پیروکار رہا ہے، لیکن آپ کو جو تعارف مؤطا کی شکل میں علم حدیث کے نام سے ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ آپ بلاشبہ امام فی الوقت اور تدوین حدیث کے مرحلے کے ہراول دستے کے رہبر ورہنما ہیں۔ آپ کی کتاب مؤطا بعد کی کتب کے لئے ترتیب اور مواد ہر دو اعتبار سے مصدر اصلی کی حیثیت رکھتی ہے، یہی وجہ ہے۔

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: مجلۃ الجامعۃ الإسلامیۃ: (غزۃ) (سلسلۃ الدراسات الشرعیۃ) المجلد الثالث عشر-العدد الثانی، ص:355- 470، یونیو 2005

2- موطأ مالک، الأعظمی، 1 / 64

3- ترتیب المدارک وتقریب المسالک، 2 / 90

4- ھدیۃ العارفین، 2 / 1

5- ایضاً، 2 / 1

امام شافعیؒ، محمد بن ادریس (150-204ھ)

امام صاحبؒ نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی ترویج واشاعت کے ضمن میں بنیادی مواد فراہم کیا، اور مختلف علوم وفنون میں بکثرت کتابیں لکھیں ہیں، جن کی تعداد کے متعلق مختلف بیانات ہیں، ابن ندیم نے ایک سو پانچ[1] اور ابن زولاق نے دوسو کے قریب تک کتابوں کی تعداد بتائی ہے، ان میں سے بعض مطبوع اور بعض مخطوطات کے شکل میں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں، جن میں سے چند مشہور کتب درج ذیل ہیں:

جب آپ سن 195ھ میں دوسری بار عراق تشریف لائے تو آپ کا اپنا خاص مسلک تھا جس کے اپنے اصول وقواعد تھے۔ چنانچہ آپ نے باقی ماندہ مدت اس مسلک کی ترویج واشاعت میں صرف کی۔ اس دوران آپ نے "**الحجة**" کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس کتاب میں آپ کی اس زمانے تک کی آراء تحریر ہیں۔ بعد میں آپ نے ان میں سے بعض آراء سے رجوع کر لیا اس لئے یہ آراء آپ کے قدیم مذہب کے طور پر معروف ہیں۔

اس دوران حدیث کے ایک عالم عبد الرحمٰن بن مہدی کی خواہش پر آپ نے اصول فقہ کے بارے میں "**الرسالة**" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جو بہت مشہور ہے یہ کتاب آپ نے عراق میں لکھی تھی مگر مصر آکر دوبارہ اس کی تنقیح کی۔ یہ کتاب اصول فقہ کی کئی بحثوں پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ نے قرآن، سنت، عام، خاص، ناسخ، منسوخ اور خبر واحد سے استدلال جیسی بحثیں تحریر فرمائی ہیں۔ آپ کو اصول فقہ کے بارے میں کتاب لکھنے والا پہلا عالم سمجھا جاتا ہے اور آپ کی کتاب (الرسالہ) پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے اور تقریباً اس پر اجماع ہے۔

الام: کے نام سے بھی آپ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ بلیغ اسلوب میں فقہ کی ایک عظیم کتاب ہے۔ اس میں آپ نے دلائل کے ساتھ اپنی آراء ذکر کرنے کے بعد دیگر فقہاء کے مسلک پر بھی نہایت مضبوط علمی بحثیں کی ہیں۔ یہ کتاب آپ کے شاگرد ربیع بن سلیمان المرادی سے مروی ہے۔

آپ عظیم فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ محدثین میں بھی امتیازی مقام رکھتے ہیں اور آپ نے علم حدیث کی ایک شاخ مختلف الحدیث کے موضوع پر "**اختلاف الحدیث**" کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی، یہ اس علم میں لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے قدیم کتاب ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس فن کی سب سے پہلی کتاب ہی یہی ہے۔ اس کتاب میں اس علم کے تمام مسائل سے بحث نہیں کی گئی، بلکہ اہم مسائل کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا موضوع احادیث کے مابین پائے جانے والے اختلاف وتضاد کو دور کرکے ان میں توافق وتطابق پیدا کرنا ہے۔ امامؒ نے احادیث اور دوسرے شرعی دلائل کے مابین پائے جانے والے اختلاف وتضاد سے صرف نظر کرتے ہوئے توافق و تطابق کے اس عمل کو صرف

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: الفہرست، 1 / 294

احادیث تک محدود رکھا ہے۔ اور احادیث میں سے بھی صرف فقہی احکام سے متعلقہ احادیث پر بحث کی ہے۔ اختلاف الحدیث کی ان مرویات کو آپ کے شاگرد ربیع بن سلیمان المرادی نے روایت کیا ہے۔ [1]

حدیث اور علم حدیث کے مدافع کی حیثیت سے پہچانے جانے والے اس امام نے علم حدیث کو ایک نئی جان دی، آپ نے منکرین حدیث سے مناظرے بھی کیے اور وارد ہونے والے داخلی اعتراضات اور ظاہری تضادات کا بھرپور جواب بھی دیا، جس کا بین ثبوت آپ کا اختلاف الحدیث پر کام ہے۔ جبکہ فقہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ید طولیٰ عطاء کیا تھا، جس کا ثبوت امت کے ایک معتدبہ حصہ کا آپ کے مسلک پر کاربند چلے آنا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ (164-241ھ)

تیسری صدی ہجری میں جن ائمہ کو حدیث و فقہ کا گل سرسبد کہا جاتا ہے، ان میں ایک امام احمد بن حنبلؒ بھی ہیں، علم و فضل کے لحاظ سے آپ کا شمار ان ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے، جو ایک جدا فقہی مسلک کے بانی تھے آپ تدریس، افتاء، تصنیف و تالیف وغیرہ جیسے ذرائع سے دین کے خدمت کرتے رہے۔ اور راہ حق میں فتنہ خلق قرآن جیسے مسائل کے مقابلے میں ڈٹے رہے اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے صاحب عزیمت قرار پائے۔

امام صاحبؒ نے چالیس سال تک تحصیل و تکمیل میں بسر کرنے کے بعد باقاعدہ مجلس درس قائم کی اور فتویٰ دیا۔ اس سے پہلے بوقت ضرورت حدیث کی روایت اور افتاء کی خدمت انجام دیتے تھے مگر باقاعدہ تدریس کا حلقہ چالیس سال کی عمر میں قائم کیا۔ نوح بن حبیب القومسی بیان کرتے ہیں کہ:

" میں نے 198 ھ میں احمد بن حنبل کو مسجد خیف میں منارہ سے ٹیک لگائے ہوئے دیکھا، آپ کے پاس طلبا حدیث آتے تو آپ ان کو فقہ و حدیث پڑھاتے، اور لوگوں کو فتویٰ دیتے"۔ [2] آپ کے حلقہء درس میں طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ پانچ سو افراد باقاعدہ کتابت کرتے تھے۔ حافظ ابونعیم لکھتے ہیں کہ:

"آپ کی مجلس درس بڑی سنجیدہ اور باوقار ہوتی تھی"۔ [3]

امام صاحبؒ جہاں تدریس و افتاء کے ذریعے دین کے خدمت کرتے رہے وہاں آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی خدمت کی، تفسیر اور حدیث کے مختلف پہلوؤں پر لکھا۔

ابن ندیم نے آپ کی درج ذیل کتب بیان کی ہیں:

---

1 - الفہرست، 1 / 294 ؛شذرات الذهب، 3 / 21

2 - تهذيب التهذيب، 1 / 64؛ تاریخ دمشق، 5 / 296

3 - حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء ، ابو نعیم أحمد بن عبد اللہ بن أحمد الأصفہانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1409ھ، 9 / 162

كتاب العلل، كتاب التفسير، كتاب الناسخ والمنسوخ، كتاب الزهد، كتاب المسائل، كتاب الفضائل الصحابه، كتاب الفرائض، كتاب المناسك، كتاب الإيمان، كتاب الأشربة، كتاب طاعة الرسول، كتاب الرد على الجهمية،

كتاب المسند : یہ مسند احمدؒ کے نام سے مشہور ہے، اسے جامع ترین مسند کہا گیا ہے، جو تقریباً چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے، جنہیں امام احمدؒ نے ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے، امام صاحبؒ نے اپنی زندگی میں ان احادیث کو جمع تو کر لیا تھا، لیکن ان کی ترتیب و تبویب نہ کر سکے تھے کہ وفات ہو گئی، آپ کے بعد آپ کے جلیل القدر صاحبزادے عبد اللہ بن احمدؒ نے ان کی ترتیب و تہذیب کی، اور اس میں تقریباً دس ہزار (10000) احادیث کا اضافہ کیا، ان کے بعد حافظ ابو بکر قطیعی نے بھی اس میں کچھ اضافے کیئے جنہیں "**زیادت المسند** "کہا جاتا ہے، مسند احمدؒ میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر طرح کی احدیث موجود ہیں۔ (1)

امام صاحبؒ کی تصانیف مختلف الجہات ہیں جن میں علم حدیث کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، ان میں سے " المسند " نامی علمی کارنامہ اپنی وسعت، مواد اور بلند معیار کے باعث تاریخ کے تمام ادوار میں اپنی اہمیت منواتا رہا ہے، عوام و خواص میں یہ کتاب آپ کی پہچان ہے، جبکہ کتاب العلل سے علل الحدیث جیسے مشکل اور دقیق فن میں آپ کے بلند مقام کا پتہ چلتا ہے۔ بعد میں لکھی جانی والی کتب حدیث پر ان کی چھاپ واضح ہے۔

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم پر آپ کی کتاب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کتاب الزہد کو بھی بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن جس تالیف کی وجہ سے آپ کو عوام و خواص میں شہرت ملی وہ آپ کی "مسند " ہے یہ آپ کا ایسا علمی کارنامہ ہے جو زندہ جاوید اور امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ہے۔

---

1 - الفہرست، 1 / 320

مبحث ثانی

ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر مشاہیر ائمہ محدثین کرام

امام اوزاعی(88-157ھ)

آپ بلادِ شام کے بلا شرکتِ غیرے امام، فقیہ، محقق عالم، مرجع خلائق اور مفتی اعظم تھے۔ اورامام اہل الشام کہلاتے تھا۔ اہل شام آپ کے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ دوسری صدی ہجری میں فقہ وحدیث کے جو مکاتب فکر پیداہوئے، ان میں سے ایک کے بانی آپ تھے، اورائمہ اربعہ کی طرح آپ بھی اس وقت کے امام متبوع رہے۔ یہ مسلک موجودہ لبنان، شام، اندلس، فلسطین اوراردن میں پھیلاہوا تھا۔ اور دو تین سو سال تک فقہ اوزاعی وہاں مروج رہی۔ اس کے فقہا بھی پیدا ہوئے، مگر کچھ ہی عرصے بعد آہستہ آہستہ یہ مسلک ختم ہو گیا، شام میں امام اوزاعی کے مسلک کی جگہ حنفی و شافعی نے لی، اوراندلس میں مالکی مسلک نے، اب اس میں صرف وہ اقوال باقی ہیں، جو دوسری کتابوں میں امام اوزاعی کی جانب منسوب ہیں[1] آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

عبد الرزاق بیان کرتے ہیں:

"صنف الأوزاعي حين قدم على يحيى بن أبى كثير كتبه"۔[2]

اوزاعی جب یحیٰ بن ابی کثیر کے پاس آئے تو آپ نے بہت سی کتب تصنیف کیں۔

ولید بن مسلم کا قول ہے:

"كان الأوزاعي يعطي كتبه إذا كان فيها لحن لمن يصلحها"۔[3]

اوزاعی اپنی کتب کی غلطیاں درست کروانے کے لئے دیا کرتے تھے۔

ابو مسہر، عباس بن الولید سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

"لقد حرصت على جمع علم الأوزاعي حتى كتبت عن إسماعيل بن سماعه ثلاثة عشر كتابا حتى لقيت أباك فوجدت عنده علما لم يكن عند القوم"۔[4]

---

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: ماہنامہ تعمیر افکار، اشاعت خصوصی، شمارہ، 12 ج16، دسمبر 2015ء (مضمون: "فرقہ بندی اور معاشرے پر اس کے اثرات" ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ، ص:293)

2 - الجرح والتعدیل، 1 / 184

3 - تاریخ دمشق، 43 / 185

4 - الجرح والتعدیل، 9 / 18

مجھے اوزاعی کے علم کو جمع کرنے کی حرص ہوئی، میں نے اسماعیل بن سماعہ سے تیرہ کتب لکھیں یہاں تک کہ میری ملاقات تمہارے باپ (یعنی ولید) سے ہوئی۔ میں نے ان کے پاس اتنا زیادہ علم پایا جتنا ایک جماعت کے پاس بھی نہیں تھا۔

ابن ندیم نے آپ کی یہ تصانیف ذکر کی ہیں:

1) **كتاب السنن في الفقه،**

2) **كتاب المسائل في الفقه۔**[1]

سفیان ثوری (97-161ھ)

دوسری صدی ہجری میں جن ائمہ کو فقہ وحدیث کا بلا اختلاف امام تسلیم کیا جاتا ہے، ان میں ایک امام سفیان ثوریؒ بھی ہیں، علم وفضل کے لحاظ سے آپ کا شمار ان ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے، جو ایک جدا فقہی مسلک کے بانی تھے، اگرچہ ائمہ اربعہ کے مسلک کے سامنے یہ مسلک زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکا، مگر اس کے باوجود فقہ وحدیث کی تمام کتابوں میں ائمہ اربعہ کے ساتھ امام سفیان ثوریؒ کی آراء اور اجتہادات کا ذکر ملتا ہے، ابن خلکان کے بیان کے مطابق تیسری صدی تک اور ابن رجب کے بیان کے مطابق چوتھی صدی تک یہ مسلک زندہ رہا۔ آپ بھی ان اہل علم میں سے ہیں جنہوں نے تفسیر، فقہ وحدیث اور افتا کے میدان میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی خدمات سرانجام دیئے۔

کوفہ میں "الجامع" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ امام ابوداؤدؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"لوگوں نے اس موضوع پر جتنی کتب تالیف کی ہے ان میں سفیان ثوریؒ کی "**الجامع** "سب سے اچھی ہے"[2] یہ کتاب ایک زمانہ میں محدثین میں بڑی مقبول ومتداول رہی ہے۔ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے جن کتب کی طرف اپنی توجہ مبذول کی ان میں سے ایک یہ جامع بھی ہے جو 158ھ سے قبل کی تالیف ہے۔[3]

اسی طرح "تفسیر سفیان الثوری" کے نام سے آپ کی ایک تفسیر ہے۔ اس میں تمام آیات کی تفسیر تو نہیں ہاں اسلاف کی تفسیری روایات اس میں ضرور موجود ہیں جو تقریباً ۴۹ سورتوں کی ہیں جن کی آخری سورۃ الطور ہے۔ ڈاکٹر امتیاز عرشی نے اس کی تحقیق کی اور رامپور ہند سے شائع کرایا۔ بعد میں یہ کتاب دار الکتب العلمیۃ بیروت سے سن ۱۴۰۳ھ میں طبع ہوئی۔

آپ کی مزید تصنیفات درج ذیل ہیں:

1۔ **كتاب الجامع الكبير**

---

1 - الفہرست، 1 / 318

2 - رسالہ أبی داود إلى أهل مكہ، سليمان بن الأشعث أبو داود السجستاني، دار العربية، بيروت، س ن، 1 / 28

3 - امام اعظم اور علم حدیث، 402؛ ابن ماجہ اور علم حدیث، 184

2۔ **كتاب الجامع الصغير**

3۔ **كتاب الفرائض:** بقول ڈاکٹر فواد سیز گین کے یہ کتاب تیرہ (13) پر مشتمل ہے ۔[1]

4۔ **كتاب رسالة الى عباد بن عباد الارسوفي**۔[2]

لیث بن سعد (94-175ھ)

دوسری صدی ہجری میں فقہ وحدیث کے جو مکاتب فکر پیدا ہوئے، ان میں ایک کے بانی آپ تھے، آپ کے اجتہادات کو مصر میں پذیرائی نصیب ہوئی، خلق خدا آپ کے بحر علم سے سیراب ہوتی رہی، اور ائمہ اربعہ کی طرح آپ کا مسلک بھی ایک مسلک متبوع ٹھہرا لیکن مرور زمانہ سے مسالک اربعہ کے مقابلے میں آپ کی فقہ پس منظر میں چلی گئی۔ جامعہ پنجاب (شعبہ علوم اسلامیہ) میں سنۃ نبویہ میں آپ کے آثار وجہود پر 1988ء میں احمد حسن محمد عبد الجواد نے عربی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے۔[3]

آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

1۔ **كتاب التاريخ**،

2۔ **كتاب مسائل في الفقه** ۔[4]

ڈاکٹر فواد سزگین نے عالمی مکتبات میں آپ کی کتابیں تلاش کیں تو انہیں مزید کتابوں کا سراغ مل سکا:

حديث: مکتبہ کوبرویلی میں اُنیس (19) اوراق پر مشتمل ہیں۔

مجلس من فوائداللّيث والرخصةفى تقبيل اليد، قلمی نسخہ کتب خانہ الظاہریہ میں ہے

رسالة إلى مالك بن أنس: اس فقہی رسالہ کا ابن قیم نے اعلام الموقعین میں بھی (3/83 میں ذکر کیا ہے۔[5]

---

1 - ڈاکٹر اعظمی لکھتے ہیں: کہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں اس کا نسخہ موجود ہیں (دراسات فی الحدیث، 1/258)

2 - ھدیۃ العارفین، 1 / 387؛ الفہرست، 1 / 314

3 - مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، عنوان: علمائے پنجاب کی علم حدیث میں خدمات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ص 203

4 - الفہرست، 1 / 281

5 - تاریخ التراث العربی، 3/250

امام ابویوسف(113-182ھ)

آپ سلاطین عباسیہ مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں بغداد کے قاضی رہے، اور بعد میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے، فقہ حنفی کو پھیلانے اور تدوین کرنے والے آپ ہی پہلے شخص ہیں، اور سب سے پہلے آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے منہج کی روشنی میں اصولِ فقہ پر کتابیں لکھیں، مزید برآں امام ابویوسفؒ نے حنفی فقہ کو احادیث سے مدلل کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا جس سے اہل الرائے اور اہل الحدیث کے طریقوں میں بڑی حد تک مطابقت پیدا ہوگئی۔ علاوہ ازیں جدید دور کے لحاظ سے آپ نے ادب القاضی اور قانون مالیات عامہ میں سب سے پہلی کتاب "کتاب الخراج" لکھنے کا کارنامہ سر انجام دیا۔ یہ دراصل خلیفہ ہارون الرشید کے ایماء پر لکھی گئی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نظم الدول بالخصوص مالیاتی نظام اور اس سے متعلقہ بعض ضروری امور قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی خواہش تھی کہ انہیں اس سلسلہ میں بعض ضروری چیزوں کی تفصیلات مہیا کی جائیں، چنانچہ انہوں نے امام ابویوسفؒ سے اس خواہش کا اظہار کیا اور آپ نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔ [1]

آپ کی تصنیفات کی تعداد چالیس تک بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔الخراج، (حکومت کے مالی معاملات کے بارے میں یہ بڑی نفیس کتاب ہے۔ مطبوع ہے اور آسانی سے دستیاب ہے)

2۔الآثار، (مطبوع) اسے مسند أبي حنيفة بھی کہا جاتا ہے۔

3۔النوادر،

4۔اختلاف الأمصار،

5۔أدب القاضي،

6۔الأمالي في الفقه،

7۔كتاب الرد على مالك ابن أنس،

8۔الفرائض،

9۔ الوصايا،

10۔الوكالة،

11۔ البيوع،

---

1 - کتاب الخراج، المطبعہ السلفیہ، القاہرۃ، 1382ھ، ص:3

12-الصيد والذبائح،

13-الغصب والاستبراء،

14-كتاب الجوامع۔ [1]

کہاجاتاہے کہ مؤخر الذکر کتاب چالیس حصوں میں تھی جو یحیٰ بن خالد برمکی کے لئے آپ نے لکھی تھی۔اس کتاب میں آپ نے اختلافی مسائل کی نشاندہی اوران میں اپنی فقہی رائے کا اظہار کیا تھا۔ [2]

صاحب ہدیۃ العارفین نے آپ کی مزید کتاب ذکر کی ہیں:

1-ادب القاضی علی مذهب ابی حنيفَة،

2-مبسُوط فِي الْفَرْع ويُسمى الاصل۔ [3]

ابن ندیم نے آپ کی تصنیفات میں درج ذیل کتابیں بھی ذکر کی ہیں:

1۔کتاب الصلاۃ،

2۔کتاب الزکوۃ،

3۔ کتاب الصیام،

4۔کتاب الحدود،

5۔کتاب الوکالۃ۔ [4]

مشہور محقق ابوزہرہ نے اپنی کتاب ابوحنیفۃؒ: حیاته وعصره میں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کا تعارف کراتے ہوئے، ابویوسفؒ کے بارے میں ابن ندیم کے حوالے سے ان کی تصنیفات کا ذکر کیاہے فرماتے ہیں کہ "ابن ندیم آپ کی کچھ تصنیفات کا ذکر نہیں کرسکے حالانکہ یہ تصنیفات خود ہم نے دیکھی ہیں۔ان میں امام ابوحنیفہؒ کی آراء کو نقل کیاگیاہے اوران کے دفاع میں لکھاگیاہے۔ ان کتابوں میں کتاب الآثار، اختلاف أبی حنيفة ومحمدبن عبدالرحمٰن المعروف بابن أبی لیلیٰ (مطبوع)، الردعلی سیرالأوزاعی(مطبوع)اورکتاب الخراج شامل ہیں"۔ [5]

اس طرح آپ نے خلافت عباسیہ میں مختلف علمی خدمات سرانجام دیں۔

---

1 - الأعلام، 8 / 193؛ھدیۃ العارفین،2 / 536

2 - الأعلام، 8 / 193؛ھدیۃ العارفین،2 / 536

3 - ھدیۃ العارفین،2 / 536

4 - الفھرست،1 / 286

5 - ابوحنیفہؒ:حیاتہ وعصرہ، محمد أبوزہرہ، دارالفکر العربی، القاہرہ،1947ء، ص:197

امام محمد، محمد بن حسن الشیبانی(132-189ھ)

آپ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں دو مرتبہ منصبِ قضاء پر فائز ہوئے، اول شام کے علاقہ رقہ [1] میں قاضی رہے، اور یہ عہدہ آپ نے با دلِ نخواستہ قبول کیا تھا، جبکہ دوسری مرتبہ قاضی القضاۃ(چیف جسٹس) کے منصب پر آپ کا تقرر ہوا، اس کے علاوہ فقہ حنفی کی تدوین میں آپ کا بڑا ہاتھ ہے، آپ چونکہ فقہی طور پر عراقی مکتب فکر سے وابستہ رہے اور انہی کے طریقہ اجتہاد کو جاری رکھا۔ہے، اس لئے آپ نے فقہ حنفی کی نمائندگی کرتے ہوئے اس فقہ کو تحریری طور پر مرتب کرنے کی نمایاں کوششیں کیں۔ فقہ حنفی کی اساس آپ ہی کی تحریر کردہ وہ مختلف کتابیں ہیں، جن پر فقہائے حنفیہ نے ہر دور میں اعتماد کیا ہے۔ لہذا اس حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام محمدؒ ہی وہ پہلے فقیہ ہیں جنہوں نے عراقی فقہ کو پوری شرح وبسط کے ساتھ مدون کیا، جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ مزید بر آں جو آپ نے ایک یادگار چھوڑی ہیں، وہ تدوینِ فقہ کے ضمن میں آپ کی سب سے اہم خدمت ایک منہج فقہ تقدیری (فرضی مسائل پر مشتمل فقہ) کا تعین ہے۔

یہ منہج بالعموم مربوط اور منطقی تسلسل کے ساتھ واقعات فرض کرتے ہوئے مسائل کی تفصیلات وفروع بیان کرتے وقت عملی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر مسئلے کے لئے شرعی حکم کے اثبات کے لئے اجتہاد کا رنگ لیے ہوتا ہے۔

امام محمدؒ کے اس منہج نے تدوینِ فقہ کو وسعتوں کی ایک نئی صورت عطا کی جو اس سے قبل زیادہ معروف ومروج نہ تھی۔

جدید دور کے لحاظ سے آپ کا سب سے اہم کارنامہ قانون اور شریعت کی روشنی میں قانون بین الممالک (International Law) پر مستقل بالذات کتب السیر الصغیر، السیر الکبیر اور السیر الوسیط کی تصنیف ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ امام محمدؒ وہ پہلی شخصیت اور فقیہ ہیں جنہوں نے اسلام کے قانون بین الممالک کے اصول کے بارے میں پوری شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ سے پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے نہیں لکھا، اس لئے آپ کو بجا طور پر اسلام کی بین الاقوامی قانونی فکر کا بانی شمار کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ قانون بین الممالک کا بانی اور باوا آدم گروتیس ولندیزی [2] ہے، جو اہل یورپ کے ہاں آٹھ صدیوں سے زائد عرصے سے قانون بین الممالک کا بانی اور باوا آدم شمار کیا

---

1 - یہ شمالی شام میں ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے۔ سلیوکیوں (یونانیوں) نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے اسے گرمیوں کے زمانہ میں دارالخلافہ بنایا تھا۔ اس لئے یہ مدینۃ الرشید کہلانے لگا۔ (سیر الصحابہ، معین الدین احمد شاہ ندوی، ادارۂ اسلامیات، لاہور، 164/8)

2 - اس کا نام انگریزی میں Hugo Grotius ہے۔ یہ ہالینڈ کا ایک قانون دان ہے۔ یہ بین الاقوامی قانون کا موجد بھی ہے اور ساتھ ساتھ عیسائی علم کلام کا ماہر بھی ہے۔ اس نے مذہبی معاشیات پر بھی کام کیا ہے (موسوعۃ الحرۃ)
https://en.wikipedia.org/wiki/Hugo Grotius

جارہاہے حقائق کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ گروتیس کی وفات 1645ء میں ہوئی، جبکہ امام محمدؒ کی وفات 189ھ /804ء میں ہوئی ہے۔ اس بناء پر امام شیبانیؒ پوری دنیا میں قانون بین الممالک کے مؤسس اور بانی قرار پاتے ہیں۔ (1)

آپ کی کتابوں کی حتمی تعداد کے بارے میں اختلاف کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ آپ نے بکثرت تصنیفات کی ہیں، جن کی تعداد 260 تک بتائی جاتی ہے، لیکن آپ کی جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ بہت تھوڑی ہیں۔ آپ کی کتابیں وثوق اوراعتماد کے لحاظ سے سب ایک درجے کی نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض کتب **ظاھرالروایة** یا**مشھور الروایه** کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ یہ آپؒ کی مشہورروایات ہیں جو ثقہ راویوں کے ذریعے منقول ہیں۔ اوردراصل یہی کتب مذہب حنفی کا اساسی مرجع وماخذ ہیں۔

1۔ وہ کتابیں یہ ہیں:

الف : الأصل (اسے المبسوط بھی کہاجاتاہے)(مطبوع)

2۔ **الجامع الكبير** (مطبوع)

3۔ **الجامع الصغير** (مطبوع)

4۔ **السير الكبير** (مطبوع)

5۔ **السير الصغير** (مطبوع)

6۔ **الزيادات**(مطبوع) (2)۔

آپؒ کی بعض تصنیفات **نادرالروایة** یا**بعض الروایه** کے نام سے تعبیر کی جاتی ہیں، کیونکہ پہلی روایات کی طرح یہ ایسی روایات نہیں ہیں جو ثقہ راویوں کے ذریعے آپ سے مروی ہوں، بلکہ ثقاہت اوراعتماد کے لحاظ سے ان کا معیار اور درجہ کتب **ظاھرالروایه** کو نہیں پہنچتیں۔

ب : وہ کتابیں یہ ہیں:

1۔**ھارونيات**،

2۔**جرجانيات**،

3۔**كيسانيات**،

1 - الإمام محمد، دسوقی، مترجم: ڈاکٹر شبیر احمد، ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2005ء، ص:447

2 - كشف الظنون، 1 / 81

4۔رقیات،

5۔النوادر۔[1]

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ بھی آپ کی کچھ تالیفات ہیں جنہیں مؤرخین نے نہ تو کتب ظاهرالروایه میں شمار نہیں کیا ہے اور نہ کتب غیرظاهرالروایه میں جگہ دی ہے، مثلاً

1۔الِاكْتِسَاب فِي الرزق المستطاب(مطبوع) (یہ کتاب امام سرخسیؒ نے اپنی المبسوط میں روایت کی ہے)

2۔کتاب الآثار(مطبوع)

3۔الحجة/الحجج على أهل المدينة(مطبوع)

4۔الموطا(مطبوع)

5۔زيادة الزيادات(مطبوع)۔[2]

ابن ندیم نے مزید یہ کتب ذکر کی ہیں:

1۔کتاب الرد على أهل المدينة

2۔کتاب الأمالی۔[3]

مذکورہ بالا کتب وہ ہیں جن کی امام محمدؒ کی طرف نسبت تصنیف میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ اس کے علاوہ امام محمدؒ کی طرف منسوب کچھ اور تصنیفات بھی ہیں مگر ان کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ یہ امام محمدؒ کی مؤلفات ہیں یا نہیں۔ یہ درج ذیل کتب ہیں:

1۔کتاب الحیل،

2۔کتاب الرضاع،

3۔کتاب العقيدة۔[4]

---

1 - کشف الظنون، 2 / 1282

2 - هدية العارفين، 2 / 8

3 - الفهرست، 1 / 287

4 - دسوقی، الإمام محمد، مترجم: ڈاکٹر شبیر احمد اور ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، ص:447

اسحاق بن راہویہ (161-238ھ)

آپ کا شماران ائمہ میں ہوتا ہے جو صاحب مذہب، فقیہ و مجتہد تھے، ان میں ایک مذہب کے بانی آپ تھے، جو اسحاقیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا، اور ایک زمانہ میں یہ مسلمانوں کا معمول بہ مسلک رہا ہے۔
ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"**إسحاق بن راهويه قد كان إماماً متّبعاً، له طائفة يقلدونه ويجتهدون على مسلكه**"[1] اسحاق بن راہویہ امام وقت تھے، ایک گروہ ان کی تقلید کرتا تھا اوران کے مسلک کے مطابق مسائل کا استنباط اوراجتہاد کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تابعین کے فیض تربیت سے جو لوگ بہرہ ور ہوئے اوران کے بعد علوم دینیہ کی اشاعت وترویج کی ان میں ایک آپ بھی ہیں، آپ کا شمار ان اساطینِ امت میں ہوتا ہے، جنہوں نے دینی علوم خصوصاً تفسیر وحدیث کی بے بہا خدمات انجام دی ہیں، اوراس سلسلے میں اپنی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی ہیں، علمائے طبقات وتراجم نے آپ کو صاحب تصانیف لکھاہے، آپ کی معلومہ کتب درج ذیل ہیں:

1۔**تفسير القرآن**،

2۔ **كتاب السنن في الفقه**،

3۔**كتاب المسند في الحديث**۔[2]

تفسير القرآن :علامہ سیوطی نے عہد تابعین کے بعد جن تفسیروں کو اہم اوراقوال صحابہ وتابعین کی جامع قرار دیاہے ان میں ابن عیینہ اوروکیع وغیرہ کی تفسیروں کے ساتھ اس کا بھی ذکر کیاہے۔[3]

مسند إسحاق بن راهويه: یہ آپ کی سب سے مشہور تصنیف ہے، یہ مسند پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ دکتور عبدالغفور بن عبدالحق البلوشی کے تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الإیمان-المدینۃ المنورۃ سے پہلی مرتبہ 1991م میں شائع ہوئی۔

ائمہ اربعہ کے علاوہ جن جلیل القدر شخصیات کو منصب امامت کے حوالے سے قبول کیا گیاہے ان میں بلاشبہ امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام لیث بن سعد، امام ابویوسف، امام محمد اوراسحاق بن راہویہ کے نام قابل ذکر ہیں، ان میں سے ہرایک شخصیت خود میں ایک مدرسہ ہونے کے ساتھ ساتھ علم وفضل کے لحاظ سے مختلف تھے ان سب کی قدرِ مشترک علم فقہ اور علم حدیث پر کمال دسترس ہے۔ بعض کے مسالک تبعی اور فروعی حیثیت میں قبول رہے جیسے امام ابویوسف، امام محمد اور لیث بن سعد وغیرہ اور بعض مستقل حیثیت میں مقبول رہے لیکن بعد کے ادوار تک متبعین کا سلسلہ نہ چل

---

1 - الباعث الحثیث إلی اختصار علوم الحدیث، 1 / 240

2 - ھدیۃ العارفین، 1 / 197

3 - الاتقان،2/190

سکااوروہ کسی نہ کسی سلسلے میں ضم ہوگئے جیسے امام اوزاعی وغیرہ۔ علم حدیث کے حوالے سے بعض کے نام ممتاز حیثیت کے حامل ہیں جیسے سفیان ثوریؒ، امام محمدؒ، اسحاق بن راہویہ البتہ بعض پر فقہی چھاپ غالب رہی جیسے امام ابویوسفؒ، لیث بن سعدؒ وغیرہ۔ ان حضرات کی بعض تصانیف تو دور حاضر تک رسائی پاسکیں ہیں لیکن بعض تاریخ کے بوجھ تلے دب کرناپید ہوچکی ہیں۔ ان حضرات کی خدمات ناقابل انکاراور بے مثال ہیں۔

باب پنجم

عہد بنو عباس میں علوم حدیث

فصل اول: علوم حدیث کی اہمیت اور ضرورت

فصل دوم: عہد بنو عباس میں سند حدیث کی خدمت

فصل سوم: عہد بنو عباس میں متن حدیث کی خدمت

فصل چہارم: عہد بنو عباس اور منکرین حدیث

فصل اول

علوم حدیث کی اہمیت اور ضرورت

علم حدیث سے مراد وہ فن ہے جس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب اقوال، افعال اور احوال کی صحت اور سقم کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ امام سیوطیؒ علم حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے راوی اور روایت کے حالات معلوم ہوتے ہیں پھر اس کی روشنی میں حدیث کو قبول کرنے یا رد کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں علوم حدیث سے مراد ایسے قواعد وضوابط کا جاننا ہے جن کے ذریعے سند ومتن کی معلومات ہوں یا راوی ومروی کے حالات کا علم ہوسکے جن کی بنیاد پر حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ (1)

حدیث کے مستقل علم ہونے کے بناء پر علماء حدیث نے ابتداً اس علم کو دو شاخوں میں تقسیم کیا ہے۔

(1) علم روایت الحدیث (2) علم درایت الحدیث۔

علم روایت الحدیث:

علماء حدیث نے روایت الحدیث کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے:

" **هوعلم بنقل أَقوال النَّبي صلى الله عليه وسلم وأفعاله واحواله بالسَّماع المتَّصل، وضبطها وتحريرها...** "۔ (2)

اس علم کا تعلق سماع متصل کے ساتھ اخذ حدیث، ضبط حدیث اور کتابت حدیث سے ہے مطلب یہ ہے کہ جن علماء کا تعلق علم حدیث کی اس شاخ سے ہوتا ہے وہ بنیادی طور پر ان تین چیزوں سے بحث کرتے ہیں۔

علم درایت الحدیث:

درایت الحدیث کی تعریف علماء حدیث نے ان الفاظ کے ساتھ کی ہے: " **دراية الحديث علم يتعرف منه أنواع الرواية وأحكامها وشروط الرواة وأصناف المرويات واستخراج معانيها** "۔ (3)

اس علم کا تعلق روایۃ کے اقسام واحکام، رواۃ حدیث کی شرائط، متون کے اصناف اور استنباط مطالب سے ہے۔

الکافیجیؒ نے علم حدیث کی جو تعریف نقل کی ہے وہ روایت اور درایت دونوں اعتبار سے جامع ہے آپ فرماتے ہیں:

---

1 - تدریب الراوی، 1 / 25

2 -توجیہ النظر إلی أصول الأثر، 1 / 82

3 - ایضاً، 1 / 87

"فهو علم يقتدر به على معرفة أَحوال أَقوال الرّسول وأفعاله على وجه مخصوص كا لاتصال والإرسال ونحوهما ويطلق أَيضا على معلومات وقواعد مخصوصة كما تقول فلَان يعلم علم الحديث تريد به معلوماته وقواعده"۔ (1)

یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے اقوال اورافعال کی معرفت ایک خصوصی پہلو سے حاصل ہوتی ہے جیسے اتصال وارسال وغیرہ اوراس کا اطلاق خاص معلومات وقواعد پر بھی ہوتا ہے جیسے تم کہو کہ اس شخص کو حدیث کا علم ہے اور تمہاری مراد اس کی معلومات اور قواعد ہوں۔

لہٰذا کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ فلاں کتاب میں، فلاں سند سے، فلاں الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔ یہ علم روایت الحدیث ہے اوراس حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ خبر واحد ہے یامشہور، صحیح ہے یاضعیف، متصل ہے یامنقطع، اس کے رواۃ ثقہ ہیں یاغیر ثقہ، نیز اس حدیث سے کیا کیااحکام مستنبط ہوتے ہیں اور کوئی تعارض تو نہیں ہے اگر تعارض ہے توکیونکر رفع کیاجاسکتاہے۔ یہ سب باتیں علم درایت الحدیث سے متعلق ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ کے متن وعبارت کادرس ومطالعہ اور کتب روایت کاحفظ واہتمام اس وقت تک مفید نہیں ہوسکتاجب تک اس کے پہلوبہ پہلودرایت حدیث پر غوروفکر نہ کیاجائے۔ درایت حدیث ہی وہ فن ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کاتاریخی وتحلیلی مطالعہ کیاجاتاہے۔

درایۃ الحدیث کاحدیث نبوی ﷺ کی عبارت سے وہی تعلق ہے جو علم تفسیر کاقرآن کریم کے متن سے ہے۔ یا احکام کاواقعات کے ساتھ ہے۔ حدیث کے ابتدائی دور میں درایۃ الحدیث سے متعلق مباحث جداگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ موضوع، غرض وغایت اور طرزوانداز کے لحاظ سے یہ بالکل الگ تھلگ تھے۔ جب تدوین حدیث اور ترتیب وتالیف کا دور آیاتوعلم حدیث کے کئی گوشے نمایاں ہوگئے اوراس طرح درایت حدیث سے متعلق علوم کئی قسموں میں بٹ گئے۔ مگر علوم الحدیث کانام ان سب اقسام کوحاوی ہے۔

اس علم کے بہت سارے فروع ہیں۔ علامہ سیوطیؒ کے بقول الحازمیؒ(2) اپنی کتاب "**العجالة**"میں فرماتے ہیں کہ یہ علم (علم الحدیث) بہت سارے انواع پر مشتمل ہیں جو تقریباًایک سو(100)تک پہنچتی ہیں اور ہر نوع ایک مستقل

---

1 - المختصر فی علم الأثر، محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود محی الدین أبوعبداللہ الکافیجی، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1407ھ ،1 / 110

2 - آپ کانام ونسب: محمد بن موسی بن عثمان بن موسی بن عثمان بن حازم أبو بکر الحازمی الهمدانی اور کنیت أبو بکر ہے۔ حازمی کے نام سے مشہور ہے۔ اصلاً آپ ہمذان کے رہنے والے تھے۔ 548ھ میں پیدا ہوئے۔ ابن نجار کابیان ہے: آپ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے فقہی مسائل، معانی اوررجال کے جاننے والے بھی تھے۔ آپ نے بغداد میں 584ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے (تذکرۃ الحفاظ، 4 / 1363؛ الأعلام، 7 / 117؛ الوافی بالوفیات، 5 / 59)

علم ہے۔ امام حاکم نیشاپوری نے ان کی تعداد ساٹھ (60) سے زیادہ بتائی ہے، جبکہ ابن الصلاح کے بقول ان کی تعداد پینسٹھ (65) ہے[1]، ان میں سے چند کا تذکرہ اجمال کے ساتھ آنے والے فصلوں میں کیا جائے گا۔

اس علم وفن کی اہمیت وضرورت بالکل واضح ہے، اس لئے کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر، اس کی وضاحت اور مفہوم بیان کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ پر ڈالی، جو تبیین کتاب اللہ کے بعد بہترین اور معتبر ذریعہ تفسیر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾[2]

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر (قرآن کریم) اتارا تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کے بیان کردیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

یہ تفسیر امت کے پاس ان افراد کے واسطہ سے آئی ہے، جن کو راویانِ حدیث کہا جاتا ہے، ایسے ہی سنت رسول ﷺ جو ایک مسلمان کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے اور جسے تسلیم کیے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، اور جس کے بغیر شریعت پر عمل ممکن نہیں، ہمارے پاس انہی افراد کے واسطے سے آئی ہے، لہٰذا ان کی معرفت اور ان کے بارے میں معلومات ضروری ہیں۔ کسی بھی حدیث کے صحت وضعف کا دارومدار انہیں پر ہوتا ہے، محدث کی عدالت وضبط کی معرفت کے بغیر کسی حدیث پر فیصلہ کرنا ناممکن ہے، یہ ساری چیزیں اسی علم وفن سے متعلق ہیں، ایسے ہی سندوں میں علل وشذوذ کا پایا جانا، ارسال وانقطاع کا ہونا وغیرہ ان تمام کی معرفت اسی فن (علوم الحدیث) سے متعلق ہیں۔

خاص طور سے اسناد کی معرفت بہت اہم ہے جو علوم حدیث کا بنیادی ستون ہے۔ اس اہمیت وضرورت کے پیش نظر اہل علم نے اس علم کو دین کا جزء قرار دیا ہے۔

علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

"إنما هذه الأحاديث دين فانظروا عمن تأخذونها"۔[3] یہ احادیث دین ہیں لہٰذا دیکھو کس سے لے رہے ہو۔ چونکہ علم حدیث کے فہم کا دارومدار راوی کے مقام اور احوال کے اوپر ہے اس کا جاننا علم حدیث فہم کے لئے ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں:

"معرفة الرجال نصف العلم"۔[1] رجال کی معرفت آدھا علم ہے۔

---

1 - النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، 1 / 56؛ تدریب الراوی، 1 / 45

2 - النحل، 44:14

3 - الجرح والتعدیل، 2 / 15

1 - المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، 1 / 320

اس لئے کہ حدیث سند و متن کے مجموعہ کا نام ہے اور سند راویوں کے سلسلہ کو کہا جاتا ہے، لہذا ان کی معرفت آدھا علم ہے۔
اس علم و فن کی معرفت کے بغیر حدیث رسول ﷺ کا پڑھنا پڑھانا بے سود ہے، اس لئے کہ حدیث پڑھنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ اس پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کیا جائے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ حدیث کی صحت و ضعف، مقبول و مردود، ناسخ و منسوخ، راجح و مرجوح معلوم نہ ہو جائے۔ اور یہ معرفت اسی فن سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ اس فن کا موضوع سخن ہی سند و متن ہے، سند و متن کسے کہتے ہیں یہ بھی علوم حدیث ہی سے معلوم کیا جاتا ہے، اس کے سارے جزئیات و کلیات کا دارومدار انہیں پر ہے۔
مزید بر آں ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ جو اس دور کے بہت بڑے فقیہ تھے، رقمطراز ہے۔
"انسانی عبقریت، یعنی انسانی Genius، کا اظہار دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ یعنی کسی علم و فن میں انسان کی عبقریت کا اگر آپ جائزہ لیں تو دو انداز سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک انداز تو وہ ہے جس کو آپ تخلیقی عبقریت کہہ سکتے ہیں یعنی Creative Genius۔ جس سے مراد یہ ہے کہ ایسی عبقریت کہ جس میں انسان اپنی عقل سے کام لے کر علوم و فنون کے میدان میں ایسے کارنامے انجام دے جو کسی اور انسان کی عقل میں نہ آئے ہوں اور انسانی عقل ان کو دیکھ کر حیران رہ جائے۔ مسلمانوں میں Creative Genius کا سب سے اعلیٰ نمونہ " علم اصول الفقہ " ہے۔ اصول فقہ سے بڑھ کر Creative Genius کی مثال مسلمانوں میں نہیں ملتی۔ جینئس یا عبقریت کی ایک دوسری قسم بھی ہوتی ہے۔ جس کو ہم Accumulative Genius کہہ سکتے ہیں۔ یعنی معلومات اتنی کثرت سے اور اتنی وافر انداز سے فراہم کر دی جائیں کہ انسانی عقل اس کی کثرت پر دنگ رہ جائے۔ علم حدیث مسلمانوں کی Accumulative Genius کا بے مثال نمونہ ہے۔ انسانی تاریخ میں کوئی فن ایسا نہیں ہے جس میں معلومات کے انبار، معلومات کے پہاڑ اور معلومات کے سمندر اس طرح جمع کئے گئے ہوں جس طرح علم حدیث میں جمع کئے گئے ہیں"۔ (1)
یہ ایک ایسا بے نظیر علم ہے جس کی مثال پیش کرنے سے انسانی تاریخ قاصر ہے۔ انسانی تاریخ میں کوئی ایسا علم موجود نہیں ہے جس کا مقصد کسی ایک شخصیت کے اقوال و افعال کو محفوظ رکھنا اور اس کو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک کر کے اس طرح منقح کر دینا کہ پڑھنے والوں کو ایسا یقین آجائے جیسا کہ آج سورج نکلنے کا یقین ہے۔ جتنی یہ بات یقینی ہے کہ اس وقت سورج نکلا ہوا ہے اتنا ہی اس بات کو یقینی بنا دینا کہ یہ بات رسول ﷺ کے دہنِ مبارک سے نکلی کہ نہیں نکلی۔ یہ کاوش انسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کی منفرد کاوش ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی دینی شخصیتیں گزری ہیں۔ آج بھی ایسی دینی شخصیتیں موجود ہیں اور تاریخ میں بھی موجود رہی ہیں جن کے پیروکاروں کی تعداد رسول ﷺ کے ماننے والوں سے زیادہ ہے مثلاً حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ جن کے ماننے والوں میں یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں شامل ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی

---

1 - محاضرات حدیث، ص:29

بھی جلیل القدر پیغمبر کے اقوال وافعال اورارشادات کو محفوظ رکھنے کاان کے ماننے والوں نے ایک کروڑواں کیاایک لاکھواں اہتمام بھی نہیں کیا جتنااہتمام مسلمانوں نے رسول اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی کو محفوظ کرنے کے لئے کیا۔ نہ اس سے پہلے ایسے کسی فن کی کوئی مثال ملتی ہے نہ آگے چل کرایسی کوئی مثال دستیاب ہوئی ہے۔ لہذااس کی اہمیت وضرورت مسلم اورواضح ہے۔

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر بنوعباس کی عہد عروج میں مختلف محدثین نے سند ومتن کے حوالے سے خدمات سرانجام دیں۔

فصل دوم

عہد بنو عباس میں سند حدیث کی خدمت

سند کا معنی و مفہوم:

لغوی مفہوم:

لغوی اعتبار سے سند اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے جیسا کہ ابن منظور افریقیؒ فرماتے ہیں:

"السند: ما ارتفع من الأرض في قبل الجبل أو الوادي والجمع أسناد"۔ [1]

سند وادی یا پہاڑ میں بلند جگہ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع اسناد ہے۔

ڈاکٹر محمود طحانؒ رقمطراز ہیں:

"السند: لغة المعتمد، وسمي كذلك، لأن الحديث يستند إليه، ويعتمد عليه"۔ [2]

لغت میں سند معتمد یعنی قابل اعتماد چیز کا نام ہے، اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے جو حدیث روایت ہوتی ہے اسب کی ثقاہت کا انحصار اسی پر ہوتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں سند رواۃ کے اس سلسلے کو کہتے ہیں جو متن حدیث تک پہنچا تا ہے، بالفاظِ دیگر سند متن حدیث سے پہلے مذکور اُس متن کے نقل کرنے والے سلسلہ رواۃ کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر نور الدین عترؒ[3] لکھتے ہیں:

"أما السند: ولمراد به عند المحدثين حكاية رجال الحديث الذين رووه واحدا عن واحد إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔ [4]

"رہی سند تو اس سے محدثین کرامؒ کے ہاں رواۃ حدیث کی وہ حکایت ہے جو وہ ایک دوسرے سے تسلسل کے ساتھ یوں نقل کرتے جاتے ہیں کہ بالاخر اسے رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچاتے ہیں"۔ اس کی مزید اور مختصر تعریف ڈاکٹر محمود طحانؒ نے یوں کی ہے:

---

1 - لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقی المصری، دار صادر ، بیروت، س ن، 3 / 220

2 - تیسیر مصطلح الحدیث، أبو حفص محمود بن أحمد بن محمود طحان النعیمی، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، 2004م ، 1 / 18

3 - آپ کا نام نور الدین محمد عتر الحلبی ہے۔ آپ 1355ھ کو حلب میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ آپ ابتدائی علوم حلب کے مختلف مدارس میں پڑھتے رہے بعد میں جامعہ ازہر سے کلیہ اصول الدین قسم التفسیر والحدیث میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ دمشق کے یونیورسٹی میں کلیہ شریعہ قسم علوم القرآن والسنۃ کے ڈین رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ مختلف جامعات میں حدیث اور علوم حدیث کے استاذ رہے ہیں۔ آپ بہت بڑے عالم، محدث اور فاضل ہے۔ شیخ ابن بازؒ نے آپ کو علامۃ کے صفت سے نوازا ہے۔ آپ مفسر و محدث عبد اللہ سراج الدین الحسینی الحلبی (1274-1373ھ) کے شاگرد ہیں (ملتقی اہل الحدیث)

4 - منہج النقد فی علوم الحدیث، 1 / 33

"سلسلة الرجال الموصلة للمتن" ۔[1]

راویوں کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچادے، سند کہلاتا ہیں۔

سند اور متن حدیث کی مثال:

امام مسلمؒ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔[2]

مندرجہ بالا حدیث دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں حدیث بیان کرنے کے لئے راویوں کے ناموں کا ایک تسلسل ہے یہ حصہ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ**، پر مشتمل ہے۔ جسے سند کہتے ہیں۔ اور قول رسول (یعنی متن) تک پہنچنے کا ایک ذریعہ اور راستہ ہے۔

اور دوسرا حصہ قول **رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»** پر مشتمل ہے جو نبی اکرم ﷺ کے فرمودات یا معمولات پر مشتمل ہوتا ہے جسے متن کہتے ہیں۔

بنو عباس کے عہد عروج میں سند کے حوالے سے مختلف محدثین کرام نے جو خدمات سرانجام دیں ان کو دو عنوانات کے تحت درج کرنا ممکن ہے:

1-جرح وتعدیل 2-علل الحدیث

علم جرح وتعدیل:

لغوی مفہوم:

ا۔ جرح:

جرح، اس کی جمع جراحات ہے۔ جرحاً کے معنی ہیں زخمی کرنا، لغت میں ہتھیار سے زخم لگانے کو جرح کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس شعر میں مذکور ہے۔ **جراحات السنان لها التئام(التيام)　　ولا يلتام ما جرح اللسان۔**[3]

---

1 - تیسیر مصطلح الحدیث، 1 / 18

2 - صحیح مسلم، 1 / 10

3 - تاج العروس، محمد بن محمد بن عبد الرزّاق الحسینی أبو الفیض مرتضی الزبیدی، دار الہدایۃ، س ن، 33 / 373؛ طبقات الشافعیۃ الکبری، 10 / 62

تلوار کے زخم تو بھر جاتے ہیں مگر زبان کے زخم نہیں بھرتے۔
کسی کا عیب و نقصان بیان کرنے کے لئے بھی جرحا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہاجاتا ہے **جرح الشهادة**[1] اس نے گواہی پر عیب لگادیا یعنی باطل کر دی۔
عربی زبان میں لفظ "جرح" کے استعمال کے متعلق ابن منظور ایک مقولہ نقل کرتے ہیں:

"ويقال جرح الحاكم الشاهدَ إذا عثر منه على ما تسقط به عدالته من كذب"۔[2]

کہاجاتا ہے کہ حاکم نے گواہ پر جرح کی جب کہ حاکم کو اس (گواہ) کے متعلق کسی امر کی اطلاع ملی ہو تا کہ اس جرح سے اس کی جھوٹ وغیرہ سے برأت ثابت ہو جائے۔
بعض اہل لغت کا قول ہے کہ جُرح (جیم پر پیش) جسمانی زخم کے لئے اور جَرح (جیم پر زبر) زبان سے معنوی طور پر زخم لگانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔[3]
خلاصہ یہ کہ عربی زبان میں تفتیش و جستجو کر کے کسی شخص کے احوال جاننے اور اس کی خبر یا گواہی پر تنقید کرنے یا کسی شخص کے نقائص بیان کرنے کو جرح کہاجاتا ہے۔ یعنی کسی راوی یا شاہد کے اوصاف و خصائل کی تحقیق و جستجو کے بعد اس کے عیوب کو بیان کرنا جو راوی کی روایت اور شاہد کی شہادت کے قبول کرنے میں رکاوٹ ہوں، جرح کہلاتا ہے۔

ب۔ تعدیل:

تعدیل عدل سے مشتق ہے جو کہ ظلم کی ضد ہے۔ عدل کے معنی ہیں سیدھا کرنا، کہاجاتا ہے:

" **عدل السهم** "[4]، اس نے تیر کو سیدھا کیا۔ اسی طرح کہاجاتا ہے "**عدل الشاهد** "۔[5] اس نے گواہ کو معتبر جانا۔

گویا عدل سے مراد کسی شے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ہے، اور تعدیل کا معنی ہو گا۔ کسی کو معتبر یا عادل قرار دینا۔

---

1 - أساس البلاغه، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد جار الله الزمخشري، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، 1998م ،1 / 130؛ المطلع على ألفاظ المقنع، محمد بن أبي الفتح بن أبي الفضل، أبو عبد الله، شمس الدين البعلي، مكتبة السوادي التوزيع، 2003م ،1 / 488

2 - لسان العرب، 2 / 422

3 - تاج العروس، 6 / 337

4 - المعجم الوسيط، مجمع اللغة العربية بالقاهرة، (إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار)، دار الدعوة ،2 / 588

5 - لسان العرب، 11 / 431

اصطلاحی مفہوم:

امام حاکم اور خطیب بغدادی نے اس علم کی تعریف یوں کی ہے۔

علم جرح وتعدیل وہ علم ہے، جو خاص الفاظ کے ذریعہ رواۃ حدیث کی عدالت وثقاہت یا ان کے عیب ونقص سے بحث کرتا ہے۔ [1]

نواب صدیق حسن قنوجی لکھتے ہیں:

"علم جرح وتعدیل وہ علم ہے، جس میں راویوں کی جرح اوران کی تعدیل پر مخصوص الفاظ سے بحث کی جائے اورالفاظ کے اس فرق کی بنیاد پر ان کے مراتب وضع کئے جائیں"۔ [2]

اس موضوع پر بنوعباس کے عہد عروج میں جن محدثین کرام نے باضابطہ جمع وتدوین کی۔ اس سلسلے میں صالح بن محمد الحافظ جزرۃؒ [3] رقم طراز ہیں:

" أول من تكلم في الرجال شعبة بن الحجاج ثم تبعه يحيى بن سعيد القطان ثم بعده أحمد ابن حنبل ويحيى بن معين"۔ [4]

سب سے پہلے حدیث کے راویوں پر امام شعبہ بن حجاج نے کلام کیا؛ پھر یحییٰ بن سعید قطان اور ان کے بعد ابن معین اور ابن حنبل وغیرہ نے اس میں حصہ لیا۔ مندرجہ ذیل حضرات محدثین کرام اس دور میں علم اسماء الرجال کے حوالے سے بہت معروف رہے ہیں:

یحیٰ بن سعید القطان (م 143ھ) آپ نے اسماء الرجال پر پہلی کتاب لکھی۔ اس کے بعد دوسرے مجموعے تیار ہوئے۔ امام أحمد بن حنبلؒ کا بیان ہے:

"میں نے جرح وتعدیل کے حوالے سے یحیٰ بن سعید القطان سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا"۔ [5]

---

1 - الکفایہ فی علم الروایہ، ص:581،101

2 - أبجد العلوم، 1 / 357

3 - آپ کا نام ونسب: صالح بن محمد بن عمرو بن حبیب الأسدی اور کنیت أبو علی ہے۔ أسد بن خزیمۃ کے مولیٰ تھے اسی وجہ سے الاسدی کہلاتے ہیں۔ جزرۃ کے نام سے مشہور تھے۔ 205ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں رہائش اختیار کی۔ آپ حافظ، عارف اورائمہ حدیث میں سے تھے۔ آپ نے علی بن الجعد، یحیی بن معین اورأحمد بن حنبل وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ کے زمانے میں عراق وخراسان میں آپ سے بڑا حافظ حدیث کوئی نہیں تھا۔ آپ 266ھ میں بخاریٰ چلے گئے اور یہی 293ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے (الأعلام،3 / 195؛ تاریخ بغداد، 9 / 322؛ طبقات الحفاظ، سیوطی،1 / 285؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 /641)

4 - مقدمہ ابن الصلاح ، 1 / 236

5 - میزان الاعتدال، 1 / 1

ابن المدینیؒ کہتے ہیں:

"**ما رأیت أحدا اعلم بالرجال من یحیی بن سعید**"[1]، میں نے یحیٰ بن سعید سے بڑھ کر رجال کے بارے میں عالم نہیں دیکھا۔

کتاب التاریخ فی الرجال: یحیٰ بن معین (م233ھ) کی تالیف ہے، جو رواۃ حدیث کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ "کتاب مطابع الہیہ العامہ للکتاب قاہرہ" سے چھپ چکی ہے۔ سن طباعت 1399ھ۔

کتاب العلل ومعرفة الرجال: امام احمد بن حنبل (م241ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ وصی اللہ بن محمد عباس کے تحقیق کے ساتھ دار الخانی-الریاض سے دوسری مرتبہ 1422 ھ - 201م میں شائع ہوئی ہے۔

2-علل الحدیث:

علوم حدیث سے متعلق ایک اہم خدمت جس کو اس عہد کے علماء نے حدیث رسول ﷺ کی خدمت کے طور پر انجام دیا ہے وہ کتب علل حدیث کی تحریر ہے۔

مفہوم:

لفظ علل" علت "کی جمع ہے۔ علت کسی حدیث کے اندر ایسا مخفی اور باریک نقص ہوتا ہے جو اس کی صحت کو مجروح کر دیتا ہے۔ جس حدیث میں اس طرح کی علت ہو وہ معلل کہلاتی ہے۔ یہ وہ حدیث ہوتی ہے جس کی کسی ایسی کمزوری کا پتہ چل جائے جو اس کی صحت کو مجروح کر دے اگرچہ حدیث اس کمزوری سے ظاہری طور پر پاک نظر آتی ہو۔[2]

کسی حدیث میں علت معلوم کرنے کے لئے وسیع علم، قوت حافظہ اور بڑی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ علت ایک پوشیدہ امر ہے جس کا پتہ چلنا بعض اوقات ماہرین حدیث کے لئے بھی مشکل ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"یہ حدیث کا نہایت دقیق اور مشکل علم ہے۔ علت کی پہچان صرف وہی ماہر کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ذہانت، قوت حافظہ، رواۃ کے مراتب کی پہچان اور اسانید و متون میں کامل مہارت سے بہرہ ور کیا ہو"۔[3]

---

1 - سیر أعلام النبلاء، 7 / 579

2- تفصیل کے لئے دیکھیے: معرفۃ علوم الحدیث، 1 / 174؛ مقدمۃ ابن الصلاح، 1 / 52

3 - شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات أہل الأثر، علی بن سلطان محمد أبو الحسن نور الدین الہروی القاری، دار الأرقم، بیروت، س ن، 1 / 460

اس علم میں ان پوشیدہ اور دقیق اسباب وعلل سے بحث کی جاتی ہے جن کی بناء پر کسی حدیث کی صحت میں قدح وارد ہوتی ہے، اگرچہ بظاہر اس میں کوئی سقم نظر نہیں آتا۔

اس موضوع پر بنو عباس کے عہد عروج میں درج ذیل محدثین کرام نے کتب تحریر کی:

کتاب العلل: یحیٰ بن سعید القطان (م143ھ) کی تالیف ہے۔ یہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اس فن میں کتاب تصنیف کی۔ (1)

التاریخ والعلل: یحی بن معین (م233ھ) کی تالیف ہے۔ (2) یہ کتاب جرح وتعدیل میں ان کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ جس کے راوی ان کے شاگرد خاص، ابوالفضل عباس بن محمد بن حاتم الدوری (م271ھ) ہیں۔ اس کتاب کے اکثر مضامین ان کے تلمیذ مذکور کے سوالات کے جوابات یا تلمیذ مذکور کی موجودگی میں دوسرے لوگوں کے سوالات کے جوابات ہیں۔ یہ کتاب صحابہ کرامؓ سے لیکر مؤلف کے دور تک کے راویانِ حدیث پر مشتمل ہے۔

کتاب العلل: علی بن مدینی (م234ھ) کی تالیف ہے۔ جو محدثین کے ہاں قائد علم الرجال والعلل کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی اکثر کتابیں ضائع ہوگئی ہیں۔ یہ کتاب حال میں قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب ایک جزء پر مشتمل ہے۔ محمد مصطفی الأعظمی کے تحقیق کے ساتھ المکتب الِاسلامی ۔بیروت سے دوسری مرتبہ 1980ء میں شائع ہوئی ہے۔

علل الحَدِیث: ابوجعفر محمد بن عبد اللہ بن عمار الأزدی البغدادی الموصلی (م242ھ) کی تالیف ہے۔ اس کے بارے میں صاحب ہدیۃ العارفین لکھتے ہیں یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے، (3) جبکہ امام ذہبیؒ، اور علامہ زرکلیؒ آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

"**له كتاب كبير في الرجال والعلل**" (4) آپ کا رجال وعلل میں ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ نیز صاحب معجم المؤلفین لکھتے ہیں:

"**من آثاره: كتاب كبير في معرفة الرجال والعلل، والتاريخ**"۔ (5) آپ کی نشانیوں میں سے رجال، علل اور تاریخ کی معرفت میں ایک بڑی کتاب ہے۔ آپ "رجال" اور "علل" کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی تالیفات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

---

1 - شرح علل الترمذی، 1 / 31

2 - ایضاً، 1 / 32

3 - ھدیۃ العارفین، 2 / 13

4 - الأعلام، 6 / 221؛ تذکرۃ الحفاظ، 2 / 494

5 - معجم المؤلفین، 10 / 228

فصل سوم

عہد بنو عباس میں متن حدیث کی خدمت

متن کا معنی و مفہوم:

لغوی مفہوم:

لغت میں متن سخت ابھرے ہوئے حصہ زمین کو یا کسی چیز کی پیٹھ کو کہتے ہیں، اس کو ابن منظور افریقیؒ یوں بیان کرتے ہیں:

"المتن من كل شيء ما صلب ظهره والجمع متون ومتان"۔[1]

متن کسی چیز کے ابھرے ہوئے حصہ کو کہا جاتا ہے اور اس کی جمع متون اور متان ہے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"المتن: لغةً: ما صلب وارتفع من الأرض"۔[2]

متن لغت میں کسی سخت اور بلند سطح زمین کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں متن اس کلام کو کہا جاتا ہے جو سند کے بعد شروع ہوتا ہے یعنی سند سے اگلا حصہ متن کہلاتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"المتن هو غاية ما ينتهي إليه الإسناد من الكلام"۔[3]

متن حدیث کے ان الفاظ کو کہا جاتا ہے جہاں جا کر اسناد ختم ہو جاتی ہے۔

اس دور میں متن کے حوالے سے مختلف محدثین کرام نے درج ذیل خدمات سر انجام دیں:

1-غریب الحدیث 2-مختلف الحدیث

غریب الحدیث:

مفہوم:

لغت میں غیر مانوس اور غیر واضح معانی والے لفظ کو غریب[4] کہتے ہیں۔ ابن منظور لکھتے ہیں:

---

1 - لسان العرب، 13 / 398

2 - تدریب الراوی، 1 / 28

3 - نخبۃ الفکر فی مصطلح أہل الأثر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، دار إحیاء التراث العرب ، بیروت، س ن، 4 / 724

4 - عربی زبان میں لفظ "غریب "غرب سے ہے جس کے معنی ہیں "اکیلا"۔ غریب اس آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے دور ہونے کی وجہ سے اکیلا، اجنبی اور عام لوگوں سے مختلف ہو۔(لسان العرب، مادہ غرب، 1/637)

"والغَرِيب: الغامِضُ من الكلام وكَلمة غَرِيبة، وقد غَرُبَت وهو من ذلك"۔[1]

محدثین کے ہاں غریب الحدیث سے مراد حدیث کے ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی واضح نہ ہوں۔

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

"وهو عبارة عما وقع في متون الأحاديث من الألفاظ الغامضة البعيدة من الفهم لقلة استعمالها" ۔[2] اس سے مراد وہ مبہم الفاظ ہیں جو احادیث کی متون میں واقع ہوئے ہیں اور قلت استعمال کی وجہ سے نا قابل فہم ہیں۔

یہ علم متنِ حدیث کے ان مشکل ونادر الفاظ سے بحث کرتا ہے جن کا مطلب ومفہوم قلت استعمال کے باعث واضح نہیں ہوتا۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

"یہ نوع متون حدیث میں غریب الفاظ کی معرفت سے متعلق ہے اور یہ علم ہے جس کے بارے میں اتباع تابعین جیسے مالکؒ، الثوریؒ اور شعبہؒ کی سطح کے لوگوں نے گفتگو کی ہے"۔[3]

الغرض غریب الحدیث وہ ابہام ہے جو کسی حدیث کے مفہوم کو متعین کرنے کے سلسلے میں پیدا ہوتا ہے۔ علمائے حدیث کے نزدیک اس علم کو جاننا بھی نہایت ضروری ہے تاکہ حدیث کے مشکل اور غریب الفاظ کو ان کے اصلی ماحول اور مفہوم کے مطابق سمجھا جاسکے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اہل فن نے اس میدان میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔

اس عہد میں اس موضوع پر درج ذیل کتب تصنیف ہوئیں:

غَرِيب الحَدِيث: ابوالحسن نضر بن شمیل مازنی[4](م203ھ) کی تصنیف ہے۔ جو ابوعبیدہ کی کتاب سے بڑی اور شرح و بسط سے تھی۔[5]

---

1 - لسان العرب، 1 / 637

2 -مقدمہ ابن الصلاح، 1 / 159

3 - معرفۃ علوم الحدیث، 1 / 146

4 - آپ کا تعارف باب سوم فصل سوم: بلاد عجم کے مراکز حدیث میں گزرا ہے۔

5 - النہایہ فی غریب الحدیث والأثر، مجد الدین أبو السعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الکریم الشیبانی الجزری ابن الأثیر، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، 1979م، 1 / 5

امام حاکم کے مطابق اس موضوع پر سب سے پہلے نضر بن شمیل المازنی نے درج بالا کتاب لکھی جبکہ حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ سب سے اولین کتاب ابوعبیدہ معمر بن المثنی[1] کی ہیں۔ اور یہ دونوں کتابیں مختصر ہیں[2]۔

علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں: "صحیح قول کے مطابق سب سے پہلی کتاب نضر بن شمیل کی ہے"۔[3]

غریب الآثار: ابو علی محمد بن مستنیر قطرب[4] (م206ھ) جو قطرب کے لقب سے مشہور ہے، کی غریب الحدیث پر ایک مفید کتاب ہے۔[5]

ابوعبیدہ معمر بن مثنی تمیمی (م210ھ) نے "غَرِیب الحَدِیث" پر ایک مختصر کتاب لکھی، بعض اصحاب السیر و سوانح نگار اسے فن غریب الحدیث کا مؤسس تصور کرتے ہیں۔[6]

غریب الحدیث پر ان حضرات کے کام کی نوعیت کیا تھی اس کا اندازہ ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ النحوی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو انہوں نے ابوعبیدہ القاسم بن سلام کی غریب الحدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہیں فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے اس موضوع پر جن علماء نے قلم اٹھایا وہ ہیں: ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ، قطرب، الاخفش اور النضر بن شمیل ان لوگوں نے سندیں درج نہیں کی۔ ابوعدنان نحوی بصری نے غریب الحدیث پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں سندوں کا اہتمام کیا ہے اور اسے فقہ و سنن کے ابواب پر مرتب کیا ہے لیکن یہ کتاب ہے جو ضخیم نہیں ہے"۔[7]

---

1 - آپ کا نام و نسب: معمر بن المثنی أبو عبیدة التیمی البصری النحوی اور کنیت أبو عبیدة ہے۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہشام بن عروة، ابی عمرو بن العلاء اور أبی الولید بن داب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ خارجیوں میں سے کرۂ ارض پر سب سے بڑے عالم تھے اور سب علوم کو جانتے تھے۔ غریب الحدیث اور تاریخ عرب کے بھی جاننے والے تھے۔ آپ نے بصرہ میں 210ھ کو وفات پائی۔ دیکھیے (تھذیب التھذیب، 10 / 221 ؛الأعلام،7 / 272؛وفیات الأعیان،5 / 235؛تذکرة الحفاظ، 1 / 371)

2 - مقدمہ ابن الصلاح، 1 / 159

3 - الرسالہ المستطرفہ، 1 / 154

4 - آپ کا نام و نسب: محمد بن مستنیر النحوی اللغوی البصری اور کنیت ابو علی ہے۔ آپ سلم بن زیاد کے مولیٰ تھے۔ قطرب کے لقب سے مشہور ہے۔ آپ کئی کتب کی مصنف ہیں جس کی تفصیل الوافی بالوفیات میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ نے 206ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے (الوافی بالوفیات، 5/ 14؛ تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، س ن، 4 / 1322)

5 - کشف الظنون، 2 / 1203

6 - تاریخ العلماء النحویین، 1 / 211؛ھدیۃ العارفین، 2 / 466

7 - تاریخ بغداد،12 / 405

عبد الملک بن قریب اصمعی[1] (م216ھ) نے غریب الحدیث پر ایک اچھی کتاب لکھی۔[2]
ابن الأثیر لکھتے ہیں:

"یہ سب تصنیفات ابوعبیدہ ہی کے دور کے ہیں، یہ تمام کتب اس موضوع کے ابتدائی مرحلہ کی کتابیں ہیں اور تقریباً کمیت و کیفیت میں ایک جیسی ہیں"۔[3]

غریب الحدیث: ابوعبیدہ قاسم بن سلام ہروی ازدی (م224ھ) کی تصنیف ہے، اس کتاب کے بارے میں مصنف کے اپنے الفاظ ہیں:

"میں نے یہ کتاب چالیس سالوں میں مرتب کی۔ بعض اوقات لوگوں کی زبانی استفادہ کرتا اور مواد کو موقع پر رکھتا اس طرح یہ کتاب میری زندگی کا حاصل ہے"۔[4]

ابن الصلاح اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انہوں نے عمدہ طور سے مواد جمع کیا اور احاطہ کیا اسے اہل علم کے ہاں بلند مقام حاصل ہوا لہذا یہ کتاب اس موضوع پر بنیادی حیثیت حاصل کر گئی"۔[5]

اگرچہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے غیر مرتب کہا ہے (لیکن یہ کتاب اپنی اہمیت کے لحاظ سے بنیادی حیثیت کی حاصل ہے) ابن حجرؒ کے مطابق موفق الدین ابن قدامہ[6] نے اسے حروف کے مطابق مرتب کیا۔[7]

---

1 - آپ کا نام ونسب: عبد الملک بن قریب بن علی بن أصمع الباہلی أبو سعید الأصمعی البصری اور کنیت أبو سعید ہے۔122ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سلیمان التیمی، مالک بن انس اور معتمر بن سلیمان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے کافی تعداد میں کتب تصنیف کیں جس کی تفصیل الأعلام زرکلی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ نے بصرہ میں 216ھ کو وفات پائی۔ دیکھیے (تھذیب التھذیب، 6 / 368؛ الثقات، ابن حبان، 8 / 389؛ الأعلام، 4 / 162؛ وفیات الأعیان، 3 / 170)

2 - المکتبۃ الإسلامیہ، عماد علی جمعہ، سلسلۃ التراث العربی الإسلامی، 2003م، 1 / 135

3 - النہایہ فی غریب الحدیث والأثر، 1 / 6

4 - الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث، 1 / 435؛ منہج النقد فی علوم الحدیث، 1 / 333

5 - مقدمہ ابن الصلاح، 1 / 159

6 - آپ کا نام ونسب: عبد اللہ بن محمد بن قدامہ الحنبلی ہے۔ آپ جماعیل میں 541ھ کو پیدا ہوئے۔ دمشق میں تعلیم حاصل کی 561ھ میں بغداد چلے گئے اور وہاں تقریباً چار سال رہے اور پھر دمشق واپس آگئے۔ آپ حنابلہ کے اکابر وائمہ میں سے ہیں اور مشہور کتاب المغنی کے مصنف ہے۔ اہل نے آپ کو ثقہ، حجت، متقی، عابد اور مفتی کہا ہے۔ آپ نے دمشق میں 620ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے (الأعلام، 4 / 67؛ طبقات النسابین، 1 / 124؛ سیر أعلام النبلاء، 16 / 149)

7 - نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، أحمد بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی، مطبعۃ سفیر بالریاض، 1422ھ، 1 / 230

یہ کتاب چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر محمد عبد المعید خان کے تحقیق کے ساتھ مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد- الدکن سے پہلی مرتبہ 1384ھ - 1964م میں شائع ہوئی۔

کتاب غریب المصنف اور کتاب غریب الحدیث: ابو عمرو اسحاق بن مرار الشیبانی (م 213ھ) کی تصانیف ہیں، غریب الحدیث پر آپ کی کتاب کے راویوں میں عبد اللہ بن احمد بن حنبل بھی ہے جنہوں نے اپنے والد امام احمدؒ کے واسطہ سے روایت کی ہے۔ [1]

کتاب غریب الأسماء: یہ ابو زید سعید بن اوس الانصاری (م 215ھ) کی تصنیف ہے۔ [2]

ابو عدنان النحوی البصری، عبد الرحمٰن عبد الاعلیٰ (تلاش بسیار کے باوجود آپ کا سن وفات نہ مل سکا) نے غریب الحدیث پر ایک کتاب لکھی ہے۔ ابن ندیم ابو عدنان کی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابو عدنان کی ایک کتاب غریب الحدیث ہے جس کا پورا نام یہ ہے "**ما جاء من الحديث المأثور عن النبي صلى الله عليه وسلم مفسرا وعلى أثره ما فسر العلماء من السلف**"۔ [3]

اس موضوع پر جرح وتعدیل کے مشہور امام ابن المدینی نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

کتاب **غریب الحدیث:** علی بن مدینی (161-234ھ) کی اس موضوع پر کتاب ہے۔ اس کے پانچ حصے ہیں۔ [4]

اختلاف الحدیث:

اختلاف الحدیث اس عہد کے محدثین کی خدمات میں سے ایک خدمت ہی نہیں بلکہ علوم حدیث میں سے ایک اہم فن اور علم بھی ہے، چنانچہ علماء اصول حدیث لکھتے ہیں :

"متعارض احادیث میں جمع و تطبیق کا فن علوم حدیث کے اہم فنون میں سے ایک ہے کیونکہ تمام علماء اس کی معرفت کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس فن کا مقصد دو بظاہر متناقض اور متضاد حدیثوں میں جمع و توافق کی کوشش کرنا ہے یا ان میں سے ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دینا ہوتا ہے۔ اس میں صرف وہی علماء درک رکھتے ہیں جو حدیث وفقہ دونوں کے جامع ہوں اور ماہر اصول ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے بھی ماہر ہوں"۔ [5]

---

1 - الفہرست، 1 / 101

2 - ایضاً، 1 / 81

3 - ایضاً، 1 /68

4 - معرفۃ علوم الحدیث، 1 / 71

5 - فتح المغیث، 3 / 81؛ تدریب الراوی، 2 / 196

مختلف الحدیث کا مفہوم:

لغوی لحاظ سے **مختلِف** (لام کے کسرہ سے) اختلاف (جو اتفاق کی ضد ہے) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہے اختلاف کرنے والا۔ اس مصدر سے اسم مفعول (لام کے زبر سے) ہو گا جس کے معنی ہیں وہ چیز یا بات جس میں اختلاف (تعارض، ٹکراؤ) ہو۔ [1]

لفظ اختلاف کے اس لغوی مفہوم کی بنیاد پر "مختلف الحدیث" کا مطلب ہو گا وہ احادیث جو ہم تک ایسی صورت میں پہنچی ہیں کہ معنی کے اعتبار سے ان میں باہمی اختلاف ہوتا ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں مختلف الحدیث کا اطلاق اس مقبول (صحیح، حسن) حدیث پر ہوتا ہے جو بظاہر اپنی جیسی مقبول حدیث کی معارض ہو لیکن اس ظاہری تعارض کے باوجود دونوں میں علماء کے لئے قابل قبول شکل میں جمع و تطبیق کی کوئی صورت ممکن ہو۔ [2]

اس موضوع پر اس عہد میں درج ذیل کتب تصنیف ہوئیں:

علی بن المدینی نے " **کتاب اختلاف الحدیث** " کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے پانچ حصے ہیں۔ [3]

اختلاف الحدیث: کے نام سے امام شافعیؒ نے ایک کتاب تحریر فرمائی، جس میں ایک علمی مقدمہ ہے جو اس فن کی بنیادی اصولوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد متعارض روایتوں میں تطبیق کے قواعد ہیں۔

پہلے باب میں تعارض از روئے مباح کا ذکر کرتے ہوئے مختلف ابواب کی حدیثوں سے توفیق کی صورت واضح کی ہے۔

باب دوم میں مجمل و مفسر اور عام و خاص میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے تعارض کے ہونے پر گفتگو کیا ہے۔

اسلوب تحریر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی ایسے مخاطب سے گفتگو کر رہے ہیں جو ان چیزوں کا منکر ہے اور تعارض کا بہانہ بنا کر حدیث رسول ﷺ کو رد کرنے کی کوشش کرتا ہے، لہذا اسلوب میں قوت، دلائل میں کثرت اور بحث و مباحثہ میں گرمی کی جھلک نظر آتی ہے۔

کتاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ یہ اس فن کی پہلی کتاب ہے جو ایک امام وقت کے علمی غزارت سے ماخوذ ہے۔ کتاب کا تعلق صرف اختلاف حدیث سے ہے اس میں مشکل الحدیث پر کوئی گفتگو نہیں ہے۔

---

1 - المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، احمد بن محمد بن علی الفیومی المقری، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، س ن، 1 / 178

2 - فتح المغیث، 3 / 81؛ تدریب الراوی، 2 / 196

3 - معرفۃ علوم الحدیث، 1 / 71

اخْتِلَاف الحَدِيث: کے نام سے محمد بن ابی عمیر الازدی (م217ھ)[1] نے ایک کتاب لکھی۔[2]

ناسخ و منسوخ:

مفہوم:

ناسخ و منسوخ کا مادہ (ن س خ) ہے۔ ناسخ، نسخ سے فاعل کے وزن پر ہے جس کا مطلب ہے نسخ کرنے والا، جبکہ منسوخ مفعول کے وزن پر ہے، یعنی نسخ ہونے والا۔

لغت میں نسخ دو معروف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

الف: ایک معنی ہیں" ابطال "زائل کرنا، مٹانا، چنانچہ عربی کا محاورہ ہے: " **نسَخَت الشمسُ الظلّ**"[3] یعنی سورج نے سایہ کو زائل کر دیا یعنی مٹا دیا۔ تقریباً یہی معنی قرآن مجید کی اس آیت میں بھی موجود ہیں:

﴿ **فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ**﴾[4]

ترجمہ: یعنی شیطان جو الٹا کرتا ہے اللہ اس کو مٹا دیتا ہے۔

ب: نسخ کے دوسرے معروف معنی ہیں نقل کرنا، جیسے یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے کہ " **نسخت الكتاب**"[5] میں نے کتاب نقل کر دی۔ یہ معنی قرآن مجید کی اس آیت میں بھی پائے جاتے ہیں:

﴿ **إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ**﴾[6]

ترجمہ: یعنی جو کام تم کرتے تھے ہم ان کو لکھتے جاتے تھے۔

شارع کا کسی مقدم (پہلے) حکم کو کسی متاخر (آخری) حکم کے ذریعہ ختم یا زائل کر دینا اصطلاحاً نسخ کہلاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں:

---

1 - آپ کا نام نسب: محمد بن ابی عمیر زیاد بن عیسَی الازدی البغدادی الشیعی اور کنیت ابو احمد ہے۔ آپ اہل بغداد میں سے ہیں۔ آپ محدث ،فقیہ اور امامیہ شیعہ ہے۔ عباسی خلفاء ہارون الرشید اور مامون کے دور میں آپ کو قید کر دیا گیا تھا اور سزا دی گئی۔ عباسی خلفاء نے آپ کو بعض شہروں کا قاضی بھی بنایا تھا۔ آپ نے کئی کتب تالیف کی ہیں جن میں سے ایک مذکورہ کتاب اختلاف الحدیث بھی ہے۔ 217ھ میں آپ نے وفات پائی دیکھیے (ھدیۃ العارفین، 2 / 10؛ معجم المؤلفین، 10 / 12)

2 - ھدیۃ العارفین، 2 / 10

3 - مختار الصحاح ، محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي، مكتبة لبنان ناشرون ، بيروت، لبنان، 1995ء ، 1 / 688

4 - الحج، 17 : 52

5- الطراز لأسرار البلاغة وعلوم حقائق الإعجاز، يحيى بن حمزة بن علي بن إبراهيم المؤيد باللهّ، المكتبة العصرية ، بيروت، 1423ھ ،3 / 108

6 - الجاثیہ، 25 :29

"وهو عبارة عن رفع الشارع حكما منه متقدما بحكم منه متأخر"۔ [1] یہ نسخ عبارت ہے شارع کے متاخر حکم سے متقدم حکم کو ختم کرنے سے۔

حافظ ابن حجرؒ نسخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"النسخ، رفع تعلق الحكم شعري بدليل شرعي متأخر عنه"۔ [2] ایک حکم شرعی کے تعلق کو متاخر شرعی دلیل سے اٹھادینا نسخ کہلاتا ہے۔

مختصراً یہ کہ شارع کا ایک حکم کو دوسری دلیل شرعی سے ساقط کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔

یہ علم ان احادیث متعارضہ سے بحث کرتا ہے جن میں تطبیق کا امکان نہ ہو۔ اس صورت میں بعض احادیث کو ناسخ اور بعض کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے۔

مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

«إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ» [3]

ترجمہ: میں تمہیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ آخرت کی یاددلاتی ہے۔

اس روایت میں خط کشیدہ الفاظ کے لئے فزوروھا کا لفظ ناسخ ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

« لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدُكُمْ مِنْ لَحْمِ أُضْحِيَتِهِ فَوْقَ ثَلَاثِ أَيَّامٍ » [4]

ترجمہ: تم میں کوئی شخص قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھائے۔

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں: "کہ ابتدا میں یہ حکم دیا گیا تھا بعد میں رخصت دی گئی"۔ [5] چنانچہ اس حدیث کی ناسخ سلیمان بن بریدہ کی روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں تم کو منع کرتا تھا قربانیوں کے گوشت سے کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھو اس لئے کہ کشادگی کریں طاقت والے (صاحب وسعت لوگ) بے طاقت والوں (غرباء) پر سو اب کھاؤ تم جس طرح چاہو اور کھلاؤ اور جمع کرو"۔ [1]

---

1 - مقدمہ ابن الصلاح، 1 / 162

2 - نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، 1 / 78

3 - مصنف عبدالرزاق، أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعانی، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، المکتب الإسلامی، بیروت، 1403ھ، 3 / 569

4 - صحیح ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التمیمی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1993ء، 13 / 246

5 - سنن الترمذی، 4 / 94

1 - سنن الترمذی، 4 / 94

اس مثال میں آپ ﷺ کی اپنی تصریح سے پہلی حدیث کا حکم منسوخ اور دوسری کا ناسخ ہے۔

اس عہد میں اس علم پر امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب " **الناسخ والمنسوخ** "لکھ کر اس علم کی اساس رکھی۔

گزشتہ صفحات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث کی سند و متن ہر دو شعبوں سے وابستہ بنیادی علوم (اسماء الرجال، علل الحدیث، غریب الحدیث، مختلف الحدیث، اور علم الناسخ والمنسوخ) کی بنیادیں عہد بنو عباس کے اسی دور عروج میں ڈالی گئیں۔ اور ان علوم کے بنیادی مصادر اسی دور میں منظر عام پر آئے۔

فصل چہارم

عہد بنو عباس اور منکرین حدیث

روئے زمین پر حق و باطل کی کشمکش روز اول سے جاری ہے اور تا قیامت باقی رہے گی، دینی نوعیت کے فتنے ہر دور میں سامنے آتے رہے ہیں جن میں سے ایک فتنہ انکار حدیث کا ہے، جو اپنی نوعیت اور نتائج کے اعتبار سے اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو اس کے بارے میں بذات خود مطلع فرمادیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

« لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ » [1]

ترجمہ: میں تم میں سے کسی کو ایسا کرتے نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور جب اس کے سامنے میرے احکام میں سے کسی بات کا امر یا کسی کی ممانعت آئے تو وہ کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں جنتا ہم تو جو قرآن میں پائیں گے اسی کو مانیں گے۔

آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی دوسری صدی ہجری میں حرف بحرف ثابت ہوئی اور عراق سے منکرین حدیث اٹھے جس کے بانی خوارج اور معتزلی تھے۔ دیگر فتنوں سے شجر اسلام کے برگ و بار کو ہی نقصان پہنچتا ہے لیکن اس فتنہ سے شجر اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں، اور اسلام کا کوئی بدیہی سے بدیہی مسئلہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس عظیم فتنہ کے دست برد سے عقائد و اعمال اخلاق و معاملات، معیشت و معاشرت اور دنیا و آخرت کا کوئی بھی اہم مسئلہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح بھی کچھ کی کچھ ہو کر رہ گئی ہے۔ اور اس فتنہ نے اسلام کی بساط الٹ کر رکھ دی ہے جس سے اسلام کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی لکھتے ہیں:

"انکار حدیث ایک ایسا فتنہ ہے جو ہر فتنہ کی بنیاد اور ہر فتنہ کا مرکز و محور ہے اور غور کیا جائے تو تمام فتنوں میں انکار حدیث قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے اور تمام فتنہ پردازوں نے الحاد و زندقہ کو ملمع کرنے میں انکار حدیث ہی کا سہارا لیا ہے۔ کیونکہ احادیث رسول ﷺ ہی وہ مضبوط بند ہے۔ جس کے زریعہ الحاد و زندقہ اور دین میں تصرفات و تحریفات کے سیلاب کو روکا جا سکتا ہے۔ اور خود ساختہ دوراز کار تاویلات و تلبیسات کے دروازے بند کیے جاسکتے ہیں اس لئے تمام ملحدین نے احادیث کو اپنی راہ کا سنگ گراں سمجھتے ہوئے اسے ہٹانے کی کوشش کی اور ان کو ماننے ہی سے انکار کر دیا" [2]۔

پہلی صدی ہجری تک قرآن کریم کے ساتھ ساتھ احادیث نبوی ﷺ کو بغیر کسی تفصیل کے متفقہ طور پر حجت شرعی تسلیم کیا جاتا رہا۔ اور حسب مراتب عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات وغیرہ میں قرآن کریم کے ساتھ احادیث صحیحہ سے بلا چوں وچرا اس استدلال و احتجاج درست سمجھا جاتا اور احادیث کو دینی حیثیت سے پیش کیا جاتا تھا، دوسری صدی ہجری

---

1 - سنن الترمذی، کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب مانھی عنہ أن یقال عند حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم، 5 / 37

2 - عظیم فتنہ، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، اقراء روضۃ الاطفال، ناظم آباد، کراچی، س ن، ص:21

میں بعض فتنہ گر اور خواہش پرست لوگ (خوارج اور معتزلہ وغیرہ) حدیث اور اہل الحدیث کے خلاف میدان میں آ گئے تھے۔

حافظ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

"اہل سنت، خوارج، شیعہ اور قدریہ تمام فرقے آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں برابر قابل حجت سمجھتے رہے یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری کے بعد متکلمین معتزلہ آئے اور انہوں نے اس اجماع کے خلاف کیا"۔ (1)

اگرچہ خوارج کا ظہور حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے آخری زمانہ میں ہو چکا تھا تاہم ان کی طرف سے انکار حدیث کی عملی شکل دوسری صدی ہجری میں سامنے آئی۔ شروع میں انہوں نے حضرت علیؓ کی حمایت کی مگر واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علیؓ کے بھی مخالف ہو گئے۔ اور یہ نظریہ پیش کیا کہ قرآن مجید کی موجودگی میں تحکیم کو قبول کرنے کی وجہ سے کافر ہو گئے۔

خوارج، فتنہ انکار حدیث کے بانی ہیں۔ انہوں نے اپنے عقائد کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی کہ وہ اس چیز کو اختیار کریں گے جو قرآن سے ملے گی۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی خوارج کے اعتقادات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" انکار حدیث کے فتنہ کی بنیاد سب سے پہلے خوارج نے رکھی۔ کیونکہ ان کے عقائد کی بنیاد ہی اس پر تھی کہ جو بات قرآن سے ملے گی اسے اختیار کریں گے۔ چنانچہ ان کے یہاں بڑی حد تک احادیث کا انکار پایا جاتا ہے۔ اور اسی انکار حدیث کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے رجم کے شرعی حد ہونے سے انکار ہی اس بناء پر کیا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر نہیں ہے اور احادیث کو وہ نہیں مانتے اور بعض لوگوں نے خوارج کی تکفیر ہی اس رجم کے انکار کی وجہ سے کی ہے"۔ (2) خوارج کے اس انکار کا ثبوت امام نوویؒ کے شرح سے ملتا ہے۔ (3)

حضرت علیؓ کے اس عمل سے بھی حدیث وسنت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے فتنہ خوارج کے رد کے لئے ابن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا تا کہ ان کو گمراہ کن افکار سے توبہ پر آمادہ کیا جائے تو ان کو ساتھ یہ نصیحت کی:

---

1 - الإحکام في أصول الأحکام، ابو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی، دار الآفاق الجدیدة، بیروت، س ن، 1 / 108

2 - عظیم فتنہ، ص: 22 ا

3 - شرح النووی علی مسلم، 11 / 189

"اذهب إليهم يعني الخوارج ولا تخاصمهم بالقرآن فإنه ذو وجوه ولكن خاصمهم بالسنة فقال له أنا أعلم بكتاب الله منهم فقال صدقت ولكن القرآن حمال ذو وجوه"۔ [1]

ترجمہ: خوارج کے پاس جاؤ لیکن یاد رکھنا کہ ان سے قرآن کی بنیاد پر مناظرہ نہ کرنا، کیوں کہ قرآن کئی پہلوؤں کا حامل ہے، بلکہ سنت کی بنیاد پر ان سے گفتگو کرنا۔ ابن عباسؓ نے عرض کیا: میں کتاب اللہ کا ان سے زیادہ عالم ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: تمہاری بات بجا ہے، لیکن قرآن کئی پہلوؤں کا حامل اور کئی معانی کا متحمل ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا عمومی مزاج یہی تھا کہ قرآن کی صرف وہی تشریح معتبر ہوگی جو آپ ﷺ کے قول و فعل کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں میں مرتکب کبیرہ کی تکفیر وعدم تکفیر کا مسئلہ دو فرقوں مرجئہ[2] اور وعیدیہ[3] کے درمیان باعث نزاع بنا۔ وعیدیہ کے ہاں مرتکب کبیرہ کافر ہے۔ جبکہ مرجیہ کے نزدیک کلمہ گو کا کوئی گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ قابل مواخذہ نہیں۔ یہ معاملہ حسن بصری کے سامنے پیش کیا گیا۔ امام موصوف نے اس مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار بھی نہیں فرمایا تھا کہ واصل بن عطاء کہا کہ میرے نزدیک صاحب کبیرہ نہ مطلق کافر ہے نہ مومن بلکہ اس کے بین بین ہے۔ امام حسن بصری نے واصل کے اس مسلک سے اختلاف کیا تو واصل ناراض ہو کر الگ ہو گئے اس پر حسن بصری نے فرمایا "اعتزل عنا "یعنی وہ ہم سے کنارہ کر گیا۔ جس کی مزید تفصیل کے لئے دیکھیے باب اول فصل سوم: عہد بنو عباس میں مختلف فرقوں کا ظہور۔

معتزلہ کی طرف سے انکار حدیث ایک علمی فتنہ تھا۔ یہ فرقہ یونانی فلسفیانہ افکار و نظریات سے ذہنی طور پر مرعوب تھا۔ اوران کے دماغوں پر عقل پرستی کا بھوت سوار تھا۔ جس چیز کو ان کی عقل قبول نہ کرتی اسے ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ حشرونشر، رویہ باری تعالیٰ، صراط ومیزان، جنت وجہنم اوراس قسم کے مضامین پر مشتمل احادیث کے ماننے سے انکار کیا بلکہ اخبار متواترہ کے سوا باقی احادیث کا صاف انکار کر دیا۔ مزید برآں خبر واحد کو حجت ماننے سے

---

1 - فتح القدیر، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی، دار ابن کثیر، دار الکلم الطیب، دمشق، بیروت، 1414 ھ، 1 / 17

2 - یہ ایک فرقہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اسلام کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جیسے کہ کفر کے ساتھ ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی۔ یہ کہتے ہیں ہر مسلمان گناہوں کے باوجود جنتی ہے اور وہ جہنم کو نہیں دیکھے گا جہنم صرف کافروں کے لئے ہیں دیکھیے (الفصل فی الملل، 4 / 37)

3 - یہ خوارج میں سے ایک فرقہ ہے جو صاحب کبیرہ کے تکفیر کے قائل ہے اوراس کے ساتھ ساتھ اس بات کے بھی قائل ہے کہ صاحب کبیرہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے (الملل والنحل، 1 / 113)

انکار کے علاوہ قرآن مجید کی وہ آیات جو ان کے عقل وفہم کے خلاف تھیں ان میں تاویلیں کرڈالیں چنانچہ امام ابن حزم، خوارج اور معتزلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تمام معتزلہ اور خوارج کا مسلک ہے کہ خبر واحد موجب علم نہیں ان کا کہنا ہے کہ جس خبر میں جھوٹ یا غلطی کا امکان ہو اس سے اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی بھی حکم ثابت کرنا جائز نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی نسبت خدا کی طرف کی جا سکتی ہے اور نہ خدا کے رسو ﷺ کی طرف"۔ (1)

خوارج کی طرف سے انکار حدیث کی وجہ ان کے انتہاپسندانہ نظریات اور مقاصد تھے جن کا حصول حدیث وسنت رسول ﷺ کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ جبکہ معتزلہ نے یونانی فلسفوں سے متاثر ہو کر عقل کو فیصلہ کن حیثیت دی اور اسلام کے احکام کو عقلی تقاضوں کے مطابق بنانے کی کوشش کی مگر اس راستے میں آپ ﷺ کی سنت حائل تھی۔ چنانچہ انہوں نے حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا۔ خوارج اور معتزلہ کے اغراض ومقاصد اور ان کی ٹیکنیک بیان کرتے ہوئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

"ان دونوں فتنوں کی غرض اور ٹیکنیک مشترک تھی ان کی غرض یہ تھی کہ قرآن کو اس کے لانے والے کی قولی وعملی تشریح وتوضیح سے اور اس نظام فکر وعمل سے جو خدا کے پیغمبر ﷺ نے اپنی رہنمائی میں قائم کر دیا تھا الگ کر کے مجرد ایک کتاب کی حیثیت سے لیا جائے اور پھر اس کی من مانی تاویلات کر کے ایک نظام بنا ڈالا جائے جس پر اسلام کا لیبل چسپاں ہو۔ اس غرض کے لئے جو ٹیکنیک انہوں نے اختیار کیا اس کے دو حربے تھے ایک یہ کہ احادیث کے بارے میں یہ شک دلوں میں ڈالا جائے کہ فی الواقع حضور ﷺ کی ہیں بھی یا نہیں، دسرے، یہ اصولی سوال اٹھا دیا جائے کہ کوئی قول یا فعل آنحضرت ﷺ کا ہو بھی تو ہم اس کی اطاعت واتباع کے پابند کب ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ محمد الرسول ﷺ ہم تک قرآن پہنچانے کے لئے مامور کئے گئے تھے سو انہوں نے وہ پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد ﷺ بن عبداللہ ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے ہم ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لئے حجت کیسے ہو سکتا ہے"۔ (2)

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے تھے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

1-ایک گروہ (خوارج)[3] نے اجمالاً وتفصیلاً حدیث نبوی کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور وہ اس کو اسلامی قانون سازی کے اصول میں سے ایک اصل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن کی موجودگی میں دوسری کسی چیز کی

---

1 - الإحکام لابن حزم، 1 / 112

2 - سنت کی آئینی حیثیت، مولانا مودودی، اسلامک پبلیکیشنز، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، ص:14

3 - ان کی تفصیل باب اول فصل سوم: عہد بنو عباس میں مختلف فرقوں کا ظہور میں گزرا ہے۔

حاجت نہیں۔ وہ اس باطل گمان میں گرفتار تھے کہ حدیث کے راویوں سے چونکہ خطاونسیان اور جھوٹ کے صادر ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

"غالی شیعہ کا ایک گروہ صرف قرآن کے ساتھ اخذ واحتجاج کرتا اور حدیث نبوی ﷺ کو حجت قرار نہیں دیتا۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ دراصل حضرت علیؓ نبی ورسول تھے جبریلؑ غلطی سے محمد ﷺ پر نازل ہوتے رہے"۔ [1]

2- دوسرے گروہ کا زاویہ نگاہ یہ تھا کہ ہم صرف انہی احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو قرآن کی تفسیر کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں۔

3- تیسرے گروہ (معتزلہ) [2] کا یہ خیال تھا کہ ہم احادیث متواترہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اخبار آحاد کے راوی خواہ ضبط وعدالت کے کسی درجے پر بھی فائز کیوں نہ ہوں۔ ہم ان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

سب سے پہلے امام شافعیؒ نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اوراس کے رد میں "الرسالہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں قرآن مجید سے حدیث نبوی ﷺ کا حجت اور مستند ہونا فرمایا اوراس کتاب " الرسالہ "میں آپ نے اخبار آحاد کی حجیت کے اثبات میں ایک طویل فصل منعقد کی ہے۔ نیز امام موصوف نے اپنی مشہور تصنیف "کتاب الام" جلد سات (7) میں "بَابُ حِكَايَةِ قَوْلِ الطَّائِفَةِ التي رَدَّتْ الْأَخْبَارَ كُلَّهَا" (یہ باب اس فرقہ کے اقوال کے بیان میں ہے جس نے تمام احادیث کورد کر دیا ہے) کے تحت اپنے ایک مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ جو ایک منکر حدیث کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ان کے اعتراضات کا مدلل جوابات پیش کیے [3] نیز اور جو لوگ خبر واحد کا انکار کرتے تھے ان کے ساتھ امام صاحبؒ نے "کتاب الام" جلد سات (7) میں اس باب کے تحت "بَابُ حِكَايَةِ قَوْلِ مَنْ رَدَّ خَبَرَ الْخَاصَّةِ " مناظرہ کیا، اسی طرح اس دور میں امام احمد بن حنبلؒ (م 141ھ) نے بھی اطاعت رسول ﷺ کے اثبات میں ایک مستقل کتاب لکھی اور قرآن وحدیث سے مخالفین کی معقول تردید کی ہے، جس کا کچھ حصہ حافظ ابن قیم (م 751ھ) نے اپنی تالیف اعلام الموقعین عن رب العالمین کی دوسری جلد میں نقل کیا ہے۔ [4]

---

1 - مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ، عبد الرحمن بن أبي بکر جلال الدین السیوطی، الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ، 1399ھ، ص: 33

2 - ان کی تفصیل باب اول فصل سوم: عہد بنو عباس میں مختلف فرقوں کا ظہور میں گزری ہے۔

3- تفصیل کے لئے دیکھیے: الام، ابوعبداللہ محمد بن إدریس شافعی، دارالمعرفۃ، بیروت، 1990ء، 7/ 273

4 - تفصیل کے لئے دیکھیے: اعلام الموقعین عن رب العالمین، 2/ 213-219

اسی طرح ابن قتیبہؒ(م276ھ) نے اپنی کتاب" تاویل مختلف الحدیث"میں اورامام طحاویؒ(م321ھ) نے اپنی کتاب"شرح مشکل الآثار "میں معتزلہ اور دیگر متکلمین کی طرف سے احادیث نبویہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کانہایت عمدگی سے رد کیاہے۔ (1)

چنانچہ فقہاء کرام اور محدثین کے اس سلسلے میں بروقت تحقیقی کام نے حدیث رسول ﷺ کی تشریعی اہمیت کے بارے میں لوگوں کو مکمل طور پر مطمئن کر دیا۔ اور تیرہویں صدی ہجری تک اسلامی دنیامیں کہیں بھی کسی کو انکار حدیث کی جرأت نہ ہوئی۔

معلوم ہوا کہ انکار حدیث کا فتنہ اپنے نتائج کے اعتبار سے انتہائی خطرناک فتنہ ہے۔ کیونکہ اس کی زد شریعت اسلامیہ کے دوسرے بنیادی ماخذ حدیث رسول ﷺ پر پڑتی ہے۔ اور حدیث پر عدم اعتماد کے نتیجے میں عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، معاشرت، معیشت، الغرض دنیااور آخرت سے متعلقہ اسلامی تعلیمات کے تمام شعبے مشکوک قرار پاتے ہیں۔

عہد بنوعباس کا دور عروج جہاں اپنے دامن میں علوم الحدیث کے عہد زریں سے مزین ہے وہیں استخفاف حدیث اور انکار حدیث کے فتنے کا زمانہ تولد بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کو اس فتنے کے خلاف قلمی اور لسانی جہاد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

1 - تفصیل کے لئے دیکھیے: متون حدیث پر جدید ذہن کے اشکالات، ڈاکٹر اکرم ورک، کتاب محل، دربار مارکیٹ، لاہور، ص، 41

خاتمہ

نتائج

بنوعباس کے عہد عروج (132ھ تا247ھ) میں محدثین کی خدمات کا جائزہ لینے کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہیں اس میں سے چند اہم نتائج حسب ذیل ہیں:

- حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے طرف بنوعباس کی نسبت ہے۔
- بنوعباس کا عہد عروج جو132ھ تا247ھ، تقریباً ایک سوپندرہ سالہ تاریخ پر محیط ہے۔
- بنوعباس کے عہد عروج میں کل دس(10)خلفاء گزرے ہیں۔
- یہ عہد مسلمانوں کے عروج کا دورزریں کہلاتا ہے۔
- یہ عہد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے عبارت ہے جو" خیر القرون "کے لقب سے ممتاز ہے۔
- اس عہد میں اہل اسلام کو دینی ودنیاوی سعادتیں اور مادی فتوحات حاصل ہوئیں۔
- اس دور میں ہونے والی مذہبی اور فنی ترقی سے علوم دینیہ اور سائنسی تحقیقات آج بھی مستفید ہورہی ہیں۔
- اس دور میں فتنہ زنادقہ اور خلق قرآن کے مسئلہ پر امت مسلمہ میں سخت اختلاف ونزاع بھی پیدا ہوا۔
- اس دور میں حدیث کی درس وتدریس، حفظ و مذاکرہ، کتابت، تصنیف و تالیف اور اس کی نشرواشاعت کے ابتدائی ذرائع موجود تھے۔
- محدثین کرام نے علم حدیث کی نشرواشاعت اوراس کی حفاظت کے لئے مختلف بلادوامصار کے سفر کیے۔
- علم حدیث کی خدمت میں خلفائے بنوعباس میں سے خلیفہ ابوجعفر منصور، ہارون الرشید، مامون اور متوکل بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔
- بنوامیہ کے عہد میں کتابت حدیث کی جو داغ بیل ڈالی گئی تھی، بنوعباس کے دور عروج میں صحاح ستہ کی صورت میں اس کی تکمیل ہوئی۔
- مصادر میں علم حدیث سے بحث کرتے ہوئے اس دور میں ادوات کتابت مثلاً: کتاب، صحیفہ، نسخہ، دفتر اور جزء وغیر کا بکثرت تذکرہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس دور میں حدیث کی کتابت کا اچھاخاصہ رواج تھا۔
- اس دور میں تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے پاس تحریری صورت میں مجموعہ احادیث ہونے کا کثرت سے ثبوت ملتا ہے۔
- بنوعباس کے عہد عروج میں تحریک تدوین حدیث عروج کو پہنچی اور بہت سارے علماء نے حدیث اور علم حدیث کے مختلف موضوعات پر کتب مدون کیں، جیسے مؤطات، مصنفات، جوامع، سنن، مسانید، اجزاء، اصول حدیث اور تاریخ حدیث وغیرہ۔

- اس دور میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، شام، سندھ، اندلس، بخاریٰ وغیرہ علم حدیث کے مراکز رہے ہیں۔
- اس دور میں چوٹی کے ائمہ جرح وتعدیل موجود تھے، جنہوں نے علم حدیث اور نقد رجال پر عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔ ان ائمہ میں امام عبد الرحمٰن اوزاعی، امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام عبداللہ بن مبارک، امام عبد الرحمٰن بن مہدی اور امام یحیٰ بن سعید قطان قابل ذکر ہیں۔
- اس دور میں منکرین حدیث کے تین گروہ تھے، ایک گروہ نے اجمالاً و تفصیلاً حدیث نبوی کو نظر انداز کیا۔ دوسرے نے صرف انہی احادیث کو تسلیم کیا جو قرآن کی تفسیر کے ضمن میں وارد ہوئیں۔ جبکہ تیسرے نے صرف متواتر احادیث کو حجت قرار دیا۔

سفارشات

مقالہ ہذا کی تکمیل کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ایک اہم سفارشات کو ذیل میں ذکر کیا جائیں:

- بعد کے دور میں جب مسلمانوں کی حکومتیں کمزور ہوئیں تو اس کا علم حدیث اور دیگر علوم پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔
- دورزوال میں خلفاء کا حدیث کے حوالے سے نقطہ نظر کیا تھا، اور اگر کہیں متضاد کیفیات موجود تھیں تو اس کا محدثین پر کیا اثر مرتب ہوا؟
- مذکورہ بالا دور میں مصطلحات حدیث میں اگر کوئی ارتقاء ہوا ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟ اس کا مطالعہ کیا جائے۔
- تاریخی کتب میں مثلاً (بروکلمان، تاریخ التراث) تابعین، و تبع تابعین کے جن مجموعات حدیث کا تذکرہ ملتا ہے، ان کے مخطوطات تک رسائی کی کوشش کر کے ان کی طباعت کا اہتمام کیا جائے۔
- برصغیر پاک وہند کے ابتدائی دور کے مراکز علم حدیث کے علمی ذوق اور طبعی رجحانات کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ان مراکز کے ترویج اسلام میں کردار اور اس علمی کام کے ارتقاء کی وضاحت ہو سکے۔
- تہذیب وتمدن کی اساس کس بنیاد پر بنتی ہے قوموں کا عروج وزوال کیسے ہوتا ہے سابقہ محدثین نے اپنی کتابیں مرتب کرتے وقت اپنے سامنے یہ موضوعات نہیں رکھے۔ انہوں نے اپنے زمانہ اور اپنی ضروریات کے لحاظ سے عنوانات تجویز کیے اور موضوعات رکھے، لیکن سارے موضوعات کو اگر نئے سرے سے مرتب Re-Arrenge کیا جائے تو نئے نئے علوم سامنے آئیں گے اس لئے نئے انداز سے علم حدیث کے مجموعے مرتب کرنے کی ضرورت ہے، جس میں آج کے دور کے تہذیبی، تمدنی، سیاسی، معاشی، اجتماعی، اخلاقی اور روحانی ضروریات کے مطابق ابواب کی ترتیب اور مضامین کی تقسیم کی جائے اور نئے مجموعے مرتب کیے جائیں۔
- اس موضوع پر کئے گئے تحقیقی کام کے اردو اور انگریزی زبانوں میں تراجم کئے جائیں تاکہ عام تعلیم یافتہ مسلمان اور غیر مسلم جو علوم عربیہ سے ناواقف ہیں، اس سے استفادہ کر سکیں۔
- حدیث کی اہمیت اجاگر کرنے اور عوام میں اس کا شعور پیدا کرنے کے لئے قومی سطح پر سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کی جانی چاہئیں۔
- تعلیمی نصاب میں تاریخ علم حدیث اور مختصراً اسلامی تاریخ (آپ ﷺ کے دور سے خلافت عثمانیہ تک) عصری اداروں میں بالعموم اور مدارس دینیہ میں بالخصوص شامل کی جانی چاہیئے۔

فہارس

فہرست آیات

شمار	آیت	نام سورۃ	آیت نمبر	صفحہ
1۔	﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ...﴾ .	النحل	44	73
2۔	﴿فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ...﴾.	الحج	52	381
3۔	﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ...﴾.	فصلت	42	xiii
4۔	﴿وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ﴾.	الدخان	21	56
5۔	﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ .	الجاثیۃ	29	381

فہرست احادیث

صفحہ	مصدر	متن حدیث	شمار
6	سنن الترمذی	«اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ»	1۔
6	صحیح بخاری	«اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الكِتَابَ»	2۔
182	سنن ابن ماجہ	«إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا »	3۔
382	مصنف عبد الرزاق	«إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ»	4۔
74	الموطأ	«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ»	5۔
385	سنن الترمذی	«لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَاهُ»	6۔
382	صحیح ابن حبان	«لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدُكُمْ مِنْ لَحْمِ أُضْحِيَتِهِ فَوْقَ ثَلَاثِ أَيَّامٍ»	7۔
75	صحیح مسلم	«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»	8۔
75	سنن الترمذی	«نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَحَفِظَهَا وَبَلَّغَهَا»	9۔
74	سنن أبی داود	«نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ»	10۔

فہرست اعلام

شمار		صفحہ
1۔	اَبوسلمہ	15
2۔	اَبو عامر عقدی	155
3۔	ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ	377
4۔	ابو علی محمد بن مستیر قطرب	377
5۔	اَبو معاویہ الضریر	33
6۔	اَحمد بن نصر الخزاعی	43
7۔	ادریس بن عبد اللہ	34
8۔	الفریڈ فون کریمر	256
9۔	بسام بن ابراہیم	21
10۔	جدیع بن شبیب	14
11۔	الحازمی	363
12۔	حمید بن قحطبہ	52
13۔	خازم بن خزیمہ	21
14۔	خالد بن برمک	22
15۔	سابور بن ہرمز	19
16۔	سپرنگر(Springer)	xiv
17۔	صالح بن عبد القدوس	69
18۔	صالح بن محمد جزرۃ	371
19	طلحۃ الطلحات الخزاعی	255
20۔	عبد الرحمٰن الداخل	20
21	عبد السلام بن ہشام	30
22۔	عبد الملک بن قریب اصمعی	378
23۔	فان فلوتن	62

24۔	فیروزنامی (سنباد)	25
25۔	گروتیس ولندیزی	355
26۔	مبارک بن فضالہ	27
27۔	محمد بن ابی عمیر الازدی	381
28۔	مطیع بن ایاس	69
29۔	معن بن زائدہ شیبانی	60
30۔	موسیٰ بن مصعب	30
31۔	موفق الدین ابن قدامہ	378
32۔	مہدی حسن	197
33۔	میخائل	30
34۔	نورالدین عتر	368
35۔	واصل بن عطاء	56
36۔	ولید بن طریف الشاری	56
37۔	یعقوب بن سفیان الفسوی	166

فہرست فرق

صفحہ		شمار
46	بطریق	1۔
288	حویطی	2۔
53	خوارج	3۔
59	راوندیہ	4۔
387	مرجئہ	5۔
56	معتزلہ	6۔
387	وعیدیہ	7۔

شمار	فہرست اماکن	صفحہ
1۔	آریحا	83
2۔	أنبار	23
3۔	إیذج	26
4۔	ایشائے کوچک	30
5۔	باخمریٰ	52
6۔	بازغیسیہ	37
7۔	باسفورس	30
8۔	بعلبک	116
9۔	بیر معونہ	26
10۔	ترمذ	236
11۔	جامع رصافہ	45
12۔	جامع منصورہ	45
13۔	جرجان	32
14۔	حران	247
15۔	حمیمہ	12
16۔	ختن	21
17۔	دنباون	98
18۔	رقہ	355
19۔	سامرہ	40
20۔	شاش(چاچ)	21
21۔	شرات	8
22۔	صحرائے عمان	55
23۔	صفین	53
24۔	طبرستان	97

39	طرطوس	25۔
55	عمان	26۔
22	فرغانہ	27۔
44	فم الصلح	28۔
55	قیروان	29۔
22	کش	30۔
31	ماسبذان	31۔
279	مران	32۔
42	مرج راہط	33۔
22	ملطیہ	34۔
56	نصیبین	35۔
25	ہمدان	36۔
137	ہیت	37۔
140	واسط	38۔

فہرست اصطلاحات

شمار		صفحہ
1۔	اجازۃ	312
2۔	غریب	375
3۔	مسند	77
4۔	مصنف	334

فہرست مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

ابن تغری، جمال الدین أبو المحاسن یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ الظاہری الحنفی، النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، وزارۃ الثقافۃ والإرشاد القومی، دار الکتب، مصر، س ن

ابن تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبی القاسم بن محمد الحرانی الحنبلی الدمشقی، منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریۃ، جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ، 1986م

ابن الاثیر، عزالدین أبو الحسن علی بن محمد الجزری، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، س ن

ابن الاثیر، عزالدین أبو الحسن علی بن محمد الجزری، اللباب فی تھذیب الأنساب، دار صادر، بیروت، س ن

ابن الأثیر، ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، 1979م

ابن الجعد، علی بن الجعد بن عبید أبو الحسن الجوہری البغدادی، مسند ابن الجعد، مؤسسۃ نادر، بیروت، 1990م

ابن الجزری، شمس الدین أبو الخیر محمد بن محمد بن یوسف، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، مکتبۃ ابن تیمیۃ، 1351ھ

ابن رجب، زین الدین عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السَلامی، البغدادی، ثم الدمشقی، الحنبلی، شرح علل الترمذی، مکتبۃ المنار، الزرقاء، الأردن، 1987م

ابن حبیب، أبو جعفر محمد بن حبیب بن أمیۃ بن عمرو البغدادی، المحبر، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، لبنان، 1412ھ

ابن حبان، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستی التمیمی، المجروحین، دار الوعی، حلب، س ن

ابن حبان، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستی التمیمی، صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1993ء

ابن حبان، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستی التمیمی، الثقات، دار الفکر، 1975ء

ابن حبان، أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستی التمیمی، مشاہیر علماء الأمصار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1959ء

ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی، تھذیب التھذیب، دار صادر للطباعۃ والنشر، القاہرہ، مصر ۱۳۲۵ھ

ابن حجر، احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، تقریب التھذیب، دار الرشید، سوریا، س ن

ابن حجر، احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، لسان المیزان، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، بیروت، 1986ء

ابن حجر، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، دار الجیل، بیروت، س ن

ابن حجر،احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، فتح الباری شرح صحیح البخاری،دار المعرفة،بیروت، 1379ھ

ابن حجر، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی،طبقات المدلسین، مکتبة المنار، عمان،1983ء

ابن حجر، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی، نخبة الفکر فی مصطلح أہل الأثر، دار إحیاء التراث العرب، بیروت، س ن

ابن حجر، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی،نزھة النظر فی توضیح نخبة الفکر فی مصطلح أہل الأثر،مطبعة سفیر بالریاض،1422ھ

ابن حجر، أحمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی،تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ،المکتبة العلمیة،بیروت،لبنان،س ن

ابن حزم،ابو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاہری،جوامع السیرة وخمس رسائل أخری لابن حزم،دار المعارف،مصر،1900م

ابن حزم،ابو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاہری،المحلی بالآثار،دار الفکر،بیروت،س ن

ابن حزم،ابو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاہری،الفصل فی الملل والأہواء والنحل، مکتبة الخانجی، القاہرة،س ن

ابن حزم، ابو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاہری، الإحکام فی أصول الأحکام، دار الآفاق الجدیدة، بیروت،س ن

ابن حنبل،احمد بن حنبل أبو عبد اللہ الشیبانی،العلل ومعرفة الرجال، المکتب الإسلامی , دار الخانی، بیروت،الریاض ، 1988ء

ابن حیان القرطبی، حیان بن خلف بن حسین بن حیان الأموی أبو مروان، المقتبس من أنباء الأندلس، المجلس الأعلی للشؤون الإسلامیة، القاہرة،1390ھ

ابن خیاط،خلیفہ بن خیاط أبو عمر اللیثی العصفری،الطبقات،دار طیبة،الریاض 1982ء

ابن خلکان،ابوالعباس شمس الدین أحمد بن محمد بن إبراہیم بن أبی بکر البرمکی الإربلی،وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، دار صادر،بیروت،لبنان،س ن

ابن خلدون، أبوزید عبد الرحمن بن محمد بن محمد ولی الدین الحضرمی الإشبیلی،تاریخ ابن خلدون(دیوان المبتدأ والخبر فی تاریخ العرب والبربر)دار الفکر،بیروت، 1988م

ابن سعد، محمد بن سعد بن ضیع البصری،الطبقات الکبری،دار صادر للطباعة والنشر،بیروت،لبنان،۱۳۸۸ھ

ابن شاہین، عمر بن أحمد أبو حفص الواعظ، تاریخ أسماء الثقات، الدار السلفیۃ، الکویت،1984م
ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، أبو عمرو ،علوم الحدیث (مشہور مقدمہ ابن الصلاح)، مکتبۃ الفارابی، 1984 م
ابن الطقطقی، محمد بن علی بن طباطبا، الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ، دار القلم العربی، بیروت، 1997
ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء (مالکؒ والشافعیؒ وأبی حنیفۃؒ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن
ابن عدی، عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد أبو أحمد الجرجانی، الکامل فی ضعفاء الرجال، دار الفکر، بیروت، 1988ء
ابن عساکر، أبو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ، تاریخ دمشق، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،1995م
ابن العماد، ابو الفلاح عبد الحی بن أحمد بن محمد العکری الحنبلی، شذرات الذہب فی أخبار من ذہب، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت،1986م
ابن الفرضی، عبد اللہ بن محمد بن یوسف بن نصر الأزدی، أبو الولید، تاریخ علماء الأندلس، مکتبۃ الخانجی، القاہرۃ،1988م
ابن قتیبہ، ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری، المعارف، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، القاہرہ،1992م
ابن قیم، محمد بن أبی بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین الجوزیۃ، إعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1991م
ابن کثیر، ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری، البدایۃ والنہایۃ، دار إحیاء التراث العربی، 1988م
ابن کثیر، ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری الدمشقی اختصار علوم الحدیث (الباعث الحثیث إلی اختصار علوم الحدیث)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، س ن
ابن الکیال، برکات بن أحمد بن محمد الخطیب، أبو البرکات زین الدین، الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات، دار المأمون، بیروت، 1981م
ابن المدینی، علی بن عبد اللہ بن جعفر السعدی البصری أبو الحسن، العلل، المکتب الإسلامی، بیروت،1980م
ابن معین، یحی بن معین أبو زکریا، تاریخ ابن معین، دار المأمون للتراث، دمشق، 1400ھ
ابن الملقن، سراج الدین أبو حفص عمر بن علی بن أحمد الشافعی المصری، طبقات الأولیاء، مکتبۃ الخانجی، بالقاہرۃ،1994م
ابن منجویہ، أحمد بن علی بن محمد بن إبراہیم أبو بکر، رجال صحیح مسلم، دار المعرفۃ، بیروت،1407ھ
ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقی المصری، لسان العرب، دار صادر، بیروت، س ن

ابن ماکولا، علی بن ہبۃ اللہ بن أبی نصر بن ماکولا، الإکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1411ھ

ابن الندیم، ابو الفرج محمد بن إسحاق بن محمد الوراق، الفہرست، دار المعرفۃ، بیروت، 1978م

ابن الوردی، عمر بن مظفر بن عمر بن محمد ابن أبی الفوارس، أبو حفص، زین الدین المعری الکندی، تاریخ ابن الوردی، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، بیروت، 1996م

ابوزہرہ، محمد الدکتور، أبو حنیفۃ حیاتہ وعصرہ آراؤہ الفقہیۃ، دار الفکر العربی، القاہرۃ، س ن

أبوزہرہ، محمد، تاریخ المذاہب الاسلامیہ، دار الفکر العربی، القاہرۃ، مصر، س ن

أبوزہرہ، محمد، ابو حنیفہؒ حیاتہ وعصرہ، دار الفکر العربی، القاہرہ، 1947ء

أبو بکر أحمد بن أبی خیثمۃ، التاریخ الکبیر المعروف بتاریخ ابن أبی خیثمۃ، الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، القاہرۃ، 2006م

أحمد امین، فجر الاسلام، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، س ن

أحمد امین، ظہر اسلام، دار الکتاب العربی، بیروت، 1969ء

إسماعیل البابانی، إسماعیل بن محمد أمین بن میر سلیم البغدادی، ہدیۃ العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین، دار إحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، س ن

اعظمی، محمد مصطفیٰ، دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ، مطابع جامعۃ الریاض، السعودیۃ، س ن

الباجی، سلیمان بن خلف بن سعد أبو الولید الأندلسی، التعدیل والتجریح، لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح، دار اللواء للنشر والتوزیع، الریاض، 1986ء

بکر بن عبد اللہ أبو زید بن محمد بن عبد اللہ بن بکر بن عثمان بن یحیی بن غیہب بن محمد،، طبقات النسابین، دار الرشد، الریاض، 1987م

البخاری، محمد بن إسماعیل بن إبراہیم أبو عبد اللہ، التاریخ الصغیر، دار الوعی، مکتبۃ دار التراث، حلب، القاہرۃ، 1977م

البخاری، محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ، الجامع الصحیح البخاری، دار ابن کثیر، الیمامہ، بیروت، 1987ء

البخاری، محمد بن إسماعیل بن إبراہیم أبو عبد اللہ، الضعفاء الصغیر، دار الوعی، حلب، 1396ھ

البخاری، محمد بن إسماعیل بن إبراہیم أبو عبد اللہ، التاریخ الکبیر، دار الفکر، س ن

البغدادی، عبد القاہر بن طاہر بن محمد أبو منصور، الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، 1977م

البغدادی، عبد المؤمن بن عبد الحق، ابن شمائل القطیعی الحنبلی صفی الدین، مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع، دار الجیل، بیروت، 1412ھ

البغدادی، صالح بن الإمام أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی أبو الفضل، سیرۃ الإمام أحمد بن حنبل، دار الدعوۃ الاسکندریۃ، 1404ھ

البلاذری، احمد بن یحیی بن جابر بن داود، فتوح البلدان، دار و مکتبۃ الهلال، بیروت، 1988م

البلاذری، احمد بن یحیی بن جابر بن داود، أنساب الأشراف، دار الفکر، بیروت، 1996م

البعلی، محمد بن أبی الفتح بن أبی الفضل، أبو عبد اللہ، شمس الدین، المطلع علی ألفاظ المقنع، مکتبۃ السوادی التوزیع، 2003م

الترمذی، محمد بن عیسی أبو عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س ن

الترمذی، محمد بن عیسی أبو عیسی، العلل الصغیر، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س ن

التنوخی، أبو المحاسن المفضل بن محمد بن مسعر المعری، تاریخ العلماء النحویین من البصریین والکوفیین وغیرهم، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، القاہرۃ، 1992م

الجزائری، طاہر الدمشقی، توجیہ النظر إلی أصول الأثر، مکتبۃ المطبوعات الإسلامیۃ، حلب، 1995ء

الجوزی، جمال الدین أبی الفرج عبد الرحمن، تلقیح فهوم أہل الأثر فی عیون التاریخ والسیر، شرکۃ دار الأرقم بن أبی الأرقم، بیروت، 1997ء

الجوزی، جمال الدین أبو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد، المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1992م

الجوزجانی، ابراہیم بن یعقوب بن إسحاق السعدی أبو إسحاق، أحوال الرجال، دار النشر، حدیث اکادمی، فیصل آباد، پاکستان

جار اللہ الزمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، أساس البلاغۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1998م

جمعہ، عماد علی، المکتبۃ الإسلامیۃ، سلسلۃ التراث العربی الإسلامی، 2003م

الحَمیدی، محمد بن فتوح بن عبد اللہ بن فتوح بن حمید الأزدی المیورقی أبو عبد اللہ بن أبی نصر، جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الأندلس، الدار المصریۃ للتألیف والنشر، القاہرۃ، 1966م

الحموی، شہاب الدین أبو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی، معجم البلدان، دار صادر، بیروت، 1995م

الحمیری، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المنعم، الروض المعطار فی خبر الأقطار، مؤسسۃ ناصر للثقافۃ، بیروت، طبع علی مطابع دار السراج، 1980م

الحلبی، نور الدین محمد عتر، منہج النقد فی علوم الحدیث، دار الفکر دمشق، سوریۃ، 1997م
حسن ابراہیم حسن، تاریخ اسلام (السیاسی والاقتصادی والاجتماعی)، دار الجیل، بیروت، لبنان، 1996م
حسن ابراہیم حسن، الفاطمیون فی مصر، الطبعۃ الامیریۃ بالقاہرۃ، 1932
حاجی خلیفۃ، مصطفی بن عبد اللہ کاتب جلبی القسطنطینی، کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، مکتبۃ المثنی، بغداد، 1941م
الحاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ النیسابوری، معرفۃ علوم الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن
الخضری، الشیخ محمد بک، محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ (الدولۃ العباسیہ)، مؤسسۃ المختار للنشر والتوضیع، قاہرۃ، 2003م
الخطیب، احمد بن علی بن ثابت أبو بکر البغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، المکتبۃ العلمیۃ، المدینۃ المنورۃ، س ن
الخطیب، احمد بن علی بن ثابت ابو بکر البغدادی، تاریخ بغداد، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، س ن
الخطیب، احمد بن علی بن ثابت أبو بکر البغدادی، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1403ھ
الخطیب، احمد بن علی بن ثابت أبو بکر البغدادی، تقیید العلم، دار إحیاء السنۃ النبویۃ، 1974م
الخلیلی، القزوینی، خلیل بن عبد اللہ بن أحمد بن إبراہیم أبو یعلی، الإرشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1409ھ
خلف، الدکتور نجم عبد الرحمٰن، استدراکات علی تاریخ التراث العربی، دار ابن جوزیۃ، السعودیۃ، ریاض، 1444ھ
الخمیس، ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمٰن، توضیح بعض المصطلحات العلمیۃ فی شرح العقیدۃ الطحاویۃ، دار ایلاف الدولیۃ للنشر والتوزیع، کویت، قاہرہ، 1999ء
الدارقطنی، علی بن عمر أبو الحسن البغدادی، سنن الدارقطنی، دار المعرفۃ، بیروت، 1966م
الدمشقی، ابو بکر بن أحمد بن محمد بن عمر الأسدی الشہبی تقی الدین ابن قاضی شہبۃ، طبقات الشافعیۃ، عالم الکتب، بیروت، 1407 ھ
الدینوری، ابوحنیفۃ أحمد بن داود، الأخبار الطوال، دار إحیاء الکتب العربی، القاہرۃ، 1960م
الدینوری، ابی محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبۃ، الإمامۃ والسیاسۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997م
الدولابی، أبوبِشر محمد بن أحمد بن حماد بن سعید بن مسلم الأنصاری الرازی، الکنی والأسماء، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، 2000م

الذہبیؒ، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، سیر أعلام النبلاء، دار الحدیث، القاھرۃ، 2006م
الذہبیؒ، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، 1998م
الذہبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، میزان الاعتدال، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، 1963م
الذہبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ، دار القبلۃ للثقافۃ الإسلامیۃ، مؤسسۃ علو، جدۃ، 1992م
الذہبی، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام، دار الکتاب العربی، بیروت، 1993م
الذہبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، العبر فی خبر من غبر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن
الذہبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، الأمصار ذوات الآثار، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، س ن
الذہبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل (مطبوع ضمن کتاب (أربع رسائل فی علوم الحدیث)، دار البشائر، بیروت، 1990م
الذہبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، مناقب الإمام أبی حنیفۃ وصاحبیہ، لجنۃ إحیاء المعارف النعمانیۃ، حیدر آباد الدکن ہند، 1408ھ
الذہبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان، دول الإسلام، دار صادر، بیروت، لبنان، 1999ء
الرازی، عبد الرحمن بن أبی حاتم محمد بن إدریس أبو محمد، الجرح والتعدیل، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 1952
الرازی، محمد بن أبی بکر بن عبد القادر، مختار الصحاح، مکتبۃ لبنان ناشرون، بیروت، لبنان، 1995
الراجحی، عبد العزیز بن فیصل، قمع الدجاجلۃ الطاعنین فی معتقد أئمۃ الإسلام الحنابلۃ، مطابع الحمیضی، الریاض، 1424ھ
الرامھرمزی، الحسن بن عبد الرحمن، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، دار الفکر، بیروت، 1404
الربعی، أبو سلیمان محمد بن عبد اللہ بن أحمد بن ربیعۃ بن سلیمان، تاریخ مولد العلماء ووفیاتھم، دار العاصمۃ، الریاض، 1410ھ
الزّبیدی، أبو الفیض مرتضی محمد بن محمد بن عبد الرزّاق الحسینی، تاج العروس من جواھر القاموس، دار الھدایۃ، س ن
الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس الدمشقی، الأعلام، دار العلم للملایین، بیروت، 2002ء

الزرکشی، بدر الدین أبی عبد اللہ محمد بن جمال الدین عبد اللہ بن بہادر، النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح، أضواء السلف، الریاض، 1998م

الأزرقی، أبو الولید محمد بن عبد اللہ بن أحمد بن محمد بن الولید بن عقبۃ بن الأزرق الغسانی المکی، أخبار مکۃ وما جاء فیھا من الآثار، دار الأندلس للنشر، بیروت، س ن

الأزدی، ابو زکریا یحیی بن إبراہیم بن أحمد بن محمد أبو بکر بن أبی طاہر السلماسی، منازل الأئمۃ الأربعۃ أبی حنیفۃ ومالک والشافعی وأحمد، مکتبۃ الملک فہد الوطنیۃ، 2002م

الزہرانی، ضیف اللہ بن یحیٰ، مصادر السیرۃ النبویۃ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف بالمدینۃ المنورۃ، س ن

السمعانی، عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی المروزی أبو سعد، الأنساب، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، 1962 م

السبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیۃ الکبری، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1413ھ

السجستانی، سلیمان بن الأشعث أبو داود الأزدی، رسالۃ أبی داود إلی أہل مکۃ وغیرھم فی وصف سننہ، دار العربیۃ، بیروت، س ن

السجستانی، سلیمان بن الأشعث أبو داود الأزدی، سنن أبی داود، دار الفکر، س ن

السجستانی، سلیمان بن الأشعث أبو داود الأزدی، سؤالات أبی عبید الآجری أبا داود السجستانی، الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ، 1979م

السخاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، 1403ھ

السخاوی، شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبی بکر بن عثمان بن محمد، التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1993م

السندی، عبد القادر بن حبیب اللہ، ملاحظات حول کتاب عقیدۃ السلف والخلف، الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، 1981م

السیوطی، ابو الفضل عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین، طبقات الحفاظ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1403ھ

السیوطی، ابو الفضل عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین، تاریخ الخلفاء، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، س ن۔

السیوطی، أبو الفضل عبد الرحمن بن أبی بکر جلال الدین، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، س ن۔

السیوطی، أبو الفضل عبدالرحمن بن أبی بکر جلال الدین، إسعاف المبطأ برجال الموطأ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، 1969ء

السیوطی، أبو الفضل عبدالرحمن بن أبی بکر جلال الدین، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، المکتبۃ العصریۃ، لبنان، صیدا، س ن۔

السیوطی، أبو الفضل عبدالرحمن بن أبی بکر جلال الدین، الإتقان فی علوم القرآن، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء

السیوطی، أبو الفضل عبدالرحمن بن أبی بکر جلال الدین، مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ، الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ، 1399ھ

السیوطی، ابو الفضل عبدالرحمن بن أبی بکر جلال الدین، حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ، دار إحیاء الکتب العربیۃ، مصر، 1967م

السودونی، زین الدین أبو العدل قاسم بن قطلوبغا الجمالی الحنفی، تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ، دار القلم، دمشق، 1992م

الشافعی أبو عبداللہ محمد بن إدریس، الأم، دار المعرفۃ، بیروت، 1990ء

الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، دار ابن کثیر، دار الکلم الطیب، دمشق، بیروت، 1414ھ

الشہرستانی، محمد بن عبد الکریم بن أبی بکر أحمد، الملل والنحل، دار المعرفۃ، بیروت، 1404ھ

الشیبانی، صالح بن الإمام أحمد بن محمد بن حنبل البغدادی أبو الفضل، سیرۃ الإمام أحمد بن حنبل، دار الدعوۃ، الاسکندریۃ، 1404ھ

الأصبحی، مالک بن أنس أبو عبداللہ، الموطأ، دار إحیاء التراث العربی، مصر، س ن

الأصبحی، مالک بن أنس أبو عبداللہ، الموطأ، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریۃ والإنسانیۃ، أبوظبی، الإمارات، 2004م

الصنعانی، أبو بکر عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، المکتب الإسلامی، بیروت، 1403ھ

الأصفہانی، ابو نعیم أحمد بن عبد اللہ بن أحمد، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، دار الکتاب العربی، بیروت، 1405ھ

الأصفہانی، أبو نعیم أحمد بن عبداللہ بن أحمد، تاریخ أصبہان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1990م

الأصفہانی، أبو نعیم أحمد بن عبد اللہ بن أحمد، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1409ھ

الأصبہانی، أبو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الأنصاری، طبقات المحدثین بأصبہان والواردین علیہا، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت،1992ء
الأصفہانی، ابی الفرج الأصفہانی، الأغانی، دار الفکر، بیروت، س ن
الأصبہانی، اسماعیل بن محمد بن الفضل بن علی القرشی الطلیحی التیمی أبو القاسم، سیر السلف الصالحین، دار الرایۃ للنشر والتوزیع، الریاض، س ن
الصفدی ،صلاح الدین خلیل بن أیبک بن عبد اللہ، الوافی بالوفیات، دار إحیاء التراث، بیروت، 2000م
الصدفی، عبد الرحمن بن أحمد بن یونس، أبو سعید، تاریخ ابن یونس المصری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1421ھ
صلاح الدین، محمد بن شاکر بن أحمد بن عبد الرحمن بن شاکر بن ہارون، فوات الوفیات، دار صادر، بیروت،1973 ء
الصَّیمری، الحسین بن علي بن محمد بن جعفر، أبو عبد اللہ الحنفی، اخبار أبی حنیفۃ وأصحابہ ،عالم الکتب، بیروت،1985م
الضبی، احمد بن یحیی بن أحمد بن عمیرۃ، أبو جعفر، بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال أہل الأندلس، دار الکاتب العربی، القاہرۃ،1967م
الضبی البغدادی: أبو بکر مُحمد بن خلَف بن حیان بن صدقۃ، أخبار القضاۃ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، 1947م
الطرابلسی، برہان الدین الحلبی أبو الوفا إبراهیم بن محمد بن خلیل الشافعی سبط ابن العجمی، الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط، دار الحدیث، القاہرۃ،1988م
الطرابلسی، برہان الدین الحلبی أبو الوفا إبراهیم بن محمد بن خلیل الشافعی سبط ابن العجمی، الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث، عالم الکتب، مکتبۃ النہضۃ العربیۃ، بیروت،1987م
الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب، تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری)، دار التراث، بیروت، 1387ھ
الظاہری، جمال الدین، یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ الحنفی، أبو المحاسن، مورد اللطافۃ فی من ولی السلطنۃ والخلافۃ، دار الکتب المصریہ، القاہرۃ
العبدی، ابو عبد اللہ محمد بن إسحاق بن محمد بن یحیی بن مندہ، فتح الباب فی الکنی والألقاب، مکتبۃ الکوثر، السعودیۃ، الریاض، 1996م
العجلی، احمد بن عبد اللہ بن صالح أبو الحسن الکوفی، معرفۃ الثقات، مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ،1985م
العجلی، احمد بن عبد اللہ بن صالح أبو الحسن الکوفی، تاریخ الثقات، دار الباز،1984م
العقیلی، ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی بن حماد المکی، الضعفاء الکبیر، دار المکتبۃ العلمیۃ، بیروت،1984م

العلائی، صلاح الدین أبو سعید بن خلیل بن کیکلدی الدمشقی، جامع التحصیل فی أحکام المراسیل، عالم الکتب، بیروت، 1407ھ

العمرانی، محمد بن علی بن محمد المعروف بابن العمرانی، الإنباء فی تاریخ الخلفاء، دار الآفاق العربیۃ، القاہرۃ، 2001م

عمار عبودی محمد حسین نصار، تطور کتابۃ السیرۃ النبویۃ، الثقافیۃ العامۃ، بغداد، 1418ھ

العینی، ابو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین، مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2006م

عیاض قاضی، أبو الفضل القاضی عیاض بن موسی الیحصبی، ترتیب المدارک وتقریب المسالک، مطبعۃ فضالۃ، المحمدیۃ، المغرب (مراکش) س ن

الغزی، شمس الدین أبو المعالی محمد بن عبد الرحمن، دیوان الإسلام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1990م

الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزدقۃ، مطبعہ قاہرۃ، القاہرۃ، مصر، 1319ھ

القزوینی، عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم، أبو القاسم الرافعی، التدوین فی أخبار قزوین، دار الکتب العلمیۃ، 1987م

القزوینی، زکریا بن محمد بن محمود، آثار البلاد وأخبار العباد، دار صادر، بیروت، س ن

القشیری النیسابوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسین، صحیح مسلم، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، س ن

القرشی، عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ أبو محمد محی الدین الحنفی، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س

الشیرازی، أبو اسحاق إبراہیم بن علی، طبقات الفقہاء، دار الرائد العربی، بیروت، لبنان، 1970ء

فاروق بن محمود بن حسن حمادۃ، اعلام السیرۃ النبویۃ فی القرن الثانی للھجرۃ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف بالمدینۃ المنورۃ، س ن

فؤاد سیزگین، تاریخ التراث العربی، عربی ترجمہ: ڈاکٹر محمود فہمی حجازی، ادارۃ الثقافۃ والنشر بالجامعہ، السعودیۃ، الریاض، 1991م

الفسوی، یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی أبو یوسف، المعرفۃ والتاریخ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1981م

الفوزان، صالح بن فوزان بن عبد اللہ، من أعلام المجددین، دار المؤید، 2001م

القضاعی، ابن الأبار محمد بن عبد اللہ بن أبی بکر القضاعی البلنسی، الحلۃ السیراء، دار المعارف، القاہرۃ، 1985م

فقیہی، عبد الحمید بن علی، جہود العلماء فی تصنیف السیرۃ النبویۃ فی القرنین الثامن والتاسع الہجریین، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف بالمدینۃ المنورۃ، س ن

الفیومی، احمد بن محمد بن علی المقری، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر للرافعی، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، س ن

الکلاباذی، احمد بن محمد بن الحسین بن الحسن أبو نصر البخاری، الہدایۃ والإرشاد فی معرفۃ أہل الثقۃ والسداد، دار المعرفۃ، بیروت، 1407

کافی، ابو بکر، منہج الإمام البخاری فی تصحیح الأحادیث وتعلیلہا، دار ابن حزم، بیروت، 2000م

کارل، بروکلمان، تاریخ الادب العربی، عربی ترجمہ از: عبد الحلیم نجار وغیرہ، دار المعارف، بیروت، س ن

کحالۃ، عمر بن رضا بن محمد راغب بن عبد الغنی، معجم المؤلفین، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س ن

الکتانی، ابو عبد اللہ محمد بن أبی الفیض جعفر بن إدریس الحسنی الإدریسی، الرسالۃ المستطرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ، دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت، لبنان، 2000م

الکافیجی، محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود الرومی الحنفی محی الدین، أبو عبد اللہ، المختصر فی علم الأثر، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1407ھ

الکریری، محمد بن محمد بن شہاب ابن البزار اور الموفق بن احمد المکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ، مجلس دائرہ المعارف، حیدر آباد، 1321ھ

الکلبی، أبو المنذر ہشام بن محمد بن السائب، نسب معد والیمن الکبیر، عالم الکتب مکتبۃ النہضۃ العربیۃ، 1988م،

الکندی، ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب المصری، کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 2003ء

الکوثری، بلوغ الأمانی فی سیرۃ الإمام محمد بن الحسن الشیبانی، محمد بن زہد بن الحسن، المکتبۃ الأزہریۃ للتراث، 1998م

لوبیس معلوف، المنجد فی اللغۃ، المطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت، لبنان، س ن

محمد ابو زھو، الحدیث والمحدثون، دار الکتاب، العربی، بیروت، لبنان، 1404ھ

محمد عجاج الطیب، الدکتور، السنۃ قبل التدوین، مکتبہ وھبہ، القاہرۃ، مصر، س ن

محمد بن محمد بن سویلم أبو شُہبۃ، الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث، دار الفکر العربی، س ن

محی الدین الحنفی، عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی أبو محمد، الجواھر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن

المراکشی، عبد الواحد بن علی التمیمی، المعجب فی تلخیص أخبار المغرب، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، 2006م

المرزبانی، إمام أبی عبید اللہ محمد بن عمران، معجم الشعراء، مکتبۃ القدسی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1982م

المؤید باللہؒ، یحیی بن حمزۃ بن علی بن إبراہیم الحسینی الطالبی، الطراز لأسرار البلاغۃ وعلوم حقائق الإعجاز، المکتبۃ العنصریۃ، بیروت، 1423 ھ

المزی، یوسف بن الزکی عبدالرحمن أبو الحجاج، تھذیب الکمال، مؤسسة الرسالہ، بیروت، 1980ء
المطیری، ابو عمر علی بن عبد اللہ بن شدید الصیاح، جھود المحدثین فی بیان علل الحدیث، مجمع الملک فہد لطباعة المصحف الشریف بالمدینة المنورة، س ن
المسعودی، أبوالحسن علی بن الحسین بن علی، التنبیہ والإشراف، دار الصاوی، القاہرة، س ن
مسکویہ، أبو علی أحمد بن محمد بن یعقوب، تجارب الأمم وتعاقب الھمم، سروش، طہران، 2000م
المسعودی، ابو الحسن علی بن الحسین بن علی، مروج الذھب ومعادن الجوھر، دار الفکر، بیروت، 1973م
المقدسی، مطہر بن طاہر، البدء والتاریخ، مکتبة الثقافة الدینیة، بور سعید، س ن۔
المقریزی، احمد بن علی بن عبد القادر أبو العباس الحسینی العبیدی تقی الدین، المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1418ھ
المری، ابوزکریا یحیٰ بن معین بن عون بن زیاد بن بسطام بن عبد الرحمن البغدادی، سؤالات ابن الجنید لأبی زکریا یحی بن معین، مکتبة الدار، المدینة المنورة، 1988م
مجمع اللغة العربیة بالقاہرة (إبراہیم مصطفی / أحمد الزیات / حامد عبد القادر / محمد النجار)، المعجم الوسیط، دار الدعوة، س ن
المنجم، اسحاق بن الحسین، اکام المرجان فی ذکر المدائن المشھورة فی کل مکان، عالم الکتب، بیروت، 1408ھ
الأندلسی، ابو القاسم صاعد بن أحمد بن صاعد، طبقات الامم، المطبعة الکاثولیکیة للآباء الیسوعیین، بیروت، 1912
الأنصاری، محمد بن أبی بکر بن عبد اللہ بن موسی التلمسانی المعروف بالبرّی، الجوھرة فی نسب النبی وأصحابہ العشرة، دار الرفاعی للنشر والطباعة والتوزیع، الریاض، 1983م
النیسابوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری، الکنی والأسماء، عمادة البحث العلمی بالجامعة الإسلامیة، المدینة المنورة، المملکة العربیة السعودیة، 1984م
النسائی، احمد بن شعیب أبو عبد الرحمن، الضعفاء والمتروکین، دار الوعی، حلب، 1369ھ
النیسابوری، ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نُعیم بن الحکم الضبی الطھمانی، تاریخ نیسابور، کتابخانہ ابن سینا، طہران، س ن
الحاکم، محمد بن عبد اللہ أبو عبد اللہ النیسابوری، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1411ھ
النعیمی، ابو حفص محمود بن أحمد بن محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، 2004م
النویری، شہاب الدین أحمد بن عبد الوہاب، نہایة الأرب فی فنون الأدب، دار الکتب والوثائق القومیة، القاہرة، 1423ھ
النووی، ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف، تھذیب الأسماء واللغات، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، س ن

النووی، ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربی، بیروت ، 1392ھ

الواسطی، أسلم بن سہل بن أسلم بن حبیب الرزّاز أبو الحسن بحشل، تاریخ واسط، عالم الکتب، بیروت، 1406ھ

الہروی، أبو عُبید القاسم بن سلاّم بن عبد اللہ البغدادی، کتاب الأموال، دار الفکر. بیروت، س ن

الہروی، علی بن (سلطان) محمد أبو الحسن نور الدین القاری، شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات أہل الأثر، دار الأرقم، بیروت، س

الہاشمی، الدکتور سعدی، ابوزرعہ الرازی وجہودہ فی السنۃ النبویۃ، المجلس العلمی إحیاء التراث الاسلامی، الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، 1982م

الہمدانی، ابو بکر محمد بن موسی بن عثمان الحازمی زین الدین، الأماکن أو ما اتفق لفظہ وافترق مسماہ من الأمکنۃ، دار الیمامۃ للبحث والترجمۃ والنشر، 1415 ھ

الہندی، علی بن حسام الدین المتقی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 1989 م

الیافعی، ابو محمد عفیف الدین عبد اللہ بن أسعد بن علی بن سلیمان، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1997م

أبو یوسف، یعقوب بن إبراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ الأنصاری، الخراج، المکتبۃ الأزہریۃ للتراث، س ن

الیعقوبی، احمد بن إسحاق (أبی یعقوب) بن جعفر بن وہب، البلدان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1422 ھ

الیعقوبی، احمد بن إسحاق (ابی یعقوب) بن جعفر بن وہب، التاریخ، دار صادر للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، س ن

إبراہیم بن علی بن محمد ابن فرحون برہان الدین الیعمری، الدیباج المذہب فی معرفۃ أعیان علماء المذہب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن

اردو کتب

آبادی، مولانا اکبر شاہ نجیب، تاریخ اسلام،، علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار، لاہور، 2004ء

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب، لاہور، 1973ء

احمد عادل کمال، مترجم: محسن فارانی، اٹلس فتوحات اسلامیہ، دار السلام

شبلی، مولانا نعمانی، سیرت النبی ﷺ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور، 1991ء

شلبی، احمد ڈاکٹر، تاریخ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ، مترجم: محمد حسین خان زبیری، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور

ظفر، ڈاکٹر عبد الرؤف، علوم الحدیث، نشریات، اردو بازار، لاہور، 2006ء

عبد المالک مجاہد، نگران اعلیٰ، سیرت انسائیکلوپیڈیا، دارالسلام، ریسرچ سنٹر، 1433ھ

علامہ، خالد محمود، ڈاکٹر، آثارالحدیث، دارالمعارف، اردو بازار، لاہور، 1985ء

عثمانی، محمد تقی مفتی، جہانِ دیدہ، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2006ء

عثمانی، محمد تقی مفتی، درس ترمذی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 1419ھ

ڈاکٹر غازی، محمود احمد، محاضرات حدیث، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور، 2010ء

کاندھلوی، مولانا محمد علی صدیقی، امام اعظم اور علم حدیث، انجمن دارالعلوم الشہابیہ، سیالکوٹ، 1981ء

طوسی، خواجہ نظام الملک، مترجم: شاہ حسن عطاء، ایم-اے (علیگ) سیاست نامہ، نفیس اکیڈمی، کراچی، س ن

ہاشمی، عبد القدوس، مختصر تاریخ خلافت اسلامیہ، امانت عامہ موتمر العالم الاسلامی، کراچی-5، 1981ء

ٹونکی، مولانا مفتی ولی حسن، عظیم فتنہ، اقراء روضۃ الاطفال، ناظم آباد، کراچی

مبشر حسین، احادیث احکام اور فقہائے عراق، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2015ء

مبارکپوری، اطہر، قاضی، خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2000ء

معین الدین، احمد ندوی شاہ، سیر الصحابۃ، ادارۂ اسلامیات، لاہور

مودودی، مولانا، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلیکیشنز، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

مرزا قلیچ بیگ، چچ نامہ، مترجم انگلش، فریدون بیگ، کراچی، 1900ء

نعمانی، مولانا محمد عبد الرشید، ابن ماجہ اور علم حدیث، میر محمد، کتب خانہ مرکز علم و ادب، ارام باغ کراچی

دسوقی، محمد، الإمام محمد، مترجم: ڈاکٹر یوسف فاروقی و ڈاکٹر شبیر احمد، امام محمدؒ اور ان کی علمی خدمات، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2005ء

رسائل:

ریاض مصطفیٰ شاہین / محمد رضوان أبو شعبان، مجلۃ الجامعۃ الإسلامیۃ (غزۃ) (سلسلۃ الدرسات الشرعیۃ)، دراسۃ و تحقیق لرسالۃ الإمام مالک بن أنس إلی أمیر المؤمنین ہارون الرشید، المجلد الثالث عشر - العدد الثانی، ص: 355-470، یونیو 2005ء

ڈاکٹر غازیؒ، محمود احمد، ماہنامہ تعمیر افکار، مضمون: ”فرقہ بندی اور معاشرے پر اس کے اثرات“ اشاعت خصوصی، شمارہ، 12 ج 16، دسمبر 2015ء

عثمانی، مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی، ماہ نامہ دارالعلوم، مضمون: ”میرے قابل احترام اساتذۂ کرام“، شمارہ، 8، ج، 94، اگست، 2010ء

ویب سائٹ:

موسوعۃالحرۃ

https://ar.wikipedia.org

آزاددائرۃالمعارف

https://ur.wikipedia.org

ENGLISH BOOK

Islam:A Short History , Karen Armstroong, Random House Publishing Group, 18-Dec-2007